امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام الأئمۃ فی الحدیث

جلد اول

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام الائمۃ فی الحدیث

(جلد اوّل)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَـوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُـحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

نام کتاب	:	اِمام اَبو حنیفہ رضی اللہ عنہ اِمام الائمۃ فی الحدیث
خطبات و دراسات	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	حافظ فرحان ثنائی
نظرِ ثانی	:	ڈاکٹر علی اَکبر الازہری
پروف ریڈنگ	:	محمد وسیم الشحمی
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	ستمبر 2007ء
تعداد	:	1,100
قیمت پریمئر کاغذ	:	-/400 روپے

❁ ✿ ❁

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.org

نام کتاب	:	اِمام اَبو حنیفہ رضی اللہ عنہ: اِمام الائمۃ فی الحدیث
خطبات و دراسات	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
تحقیق و تدوین	:	حافظ فرحان ثنائی
نظرِ ثانی	:	ڈاکٹر علی اَکبر الازہری
پروف ریڈنگ	:	محمد وسیم الشحمی
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	ستمبر 2007ء
تعداد	:	1,100
قیمت اِمپورٹڈ کاغذ	:	-/520 روپے

❁ ✩ ❁

اِجمالی فہرست

فہرس

عنوانات	صفحہ
(۸) امامِ اعظمؒ، جعفرؒ بن عون کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں	۷۰۸
(۹) امامِ اعظمؒ، عبدالرزاق بن ھمامؒ کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں	۷۱۰
(۱۰) امامِ اعظمؒ، ضَحّاکؒ بن مَخْلَد کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں	۷۱۲
(۱۱) امامِ اعظمؒ، عبداللہ بن یزید مُقریؒ کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں	۷۱۴
(۱۲) امامِ اعظمؒ، فَضَلؒ بن دُکَین کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں	۷۱۶
باب چہاردہم	
امامِ اعظم ﷺ سے امام بخاریؒ کے عدمِ روایت کی وجوہات پر بحث و تحقیق	**۷۱۹**
۱۔ کسی محدّث سے عدمِ روایت اس کے ضعف کی دلیل نہیں	۷۲۱
(۱) 'صحیحین' میں امام شافعیؒ سے بھی روایت نہیں کیا گیا	۷۲۲

مُقَدِّمَہ

صدر اسلام کا دور تھا اور شہرِ کوفہ جیسے مرکز علم و ثقافت کی جامع مسجد۔ رات کے اوقات میں روشنی کا اہتمام چراغ جلا کر کیا جاتا تھا۔ کوفہ کی اس جامع مسجد کا خادم حسبِ معمول صبح کے وقت مسجد میں چراغ جلا کر تہجد کی اذان دینے مسجد کے ہال میں داخل ہوا تو ایک شخص خشیت و عبادت کی تمام تر کیفیات کے ساتھ مناجات میں مصروف تھا۔ اس نے سوچا کوئی مسافر ہوگا اس لئے معمول کی بات سمجھتے ہوئے چراغ جلایا لیکن اس کی نظر جب اس شخص کے چہرے پر پڑی تو وہ ایک دم ٹھٹک کر رہ گیا۔ چراغ کی روشنی نے ایک راز فاش کر دیا تھا، گڑگڑا کر رونے اور اپنی داڑھی پکڑ کر اللہ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرنے والی یہ شخصیت شہر کی معزز ترین ہستی اور تین براعظموں پر پھیلے ہوئے عالم اسلام کے امام و مقتداء امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ رات سے اس مسجد میں تھے اور عشاء کی نماز کے بعد سے اب تک بلک بلک کر رو رہے تھے۔ قارئین! یہ ایک دن کی بات نہیں تھی بلکہ سالہا سال کا معمول تھا۔ یہ اور اس طرح کے بے شمار واقعات ائمہ کرام نے اپنی اپنی گراں مایہ تصانیف میں ذکر کئے۔

عبادت و ریاضت اور مناجات تو ہر صوفی زاہد اور متقی کے بنیادی اوصاف میں شامل ہے لیکن یہ زاہد شب زندہ دار دن بھر تجارت، تبلیغ اور تعلیم و تدریس کی بھاری ذمہ داریاں نبھاتا تھا۔ تعلیم و تدریس بھی ایسی کہ قدرت اس سے ہزاروں ایسے تلامذہ کو تیار کروا رہی تھی جو ہر سو پھیلتے ہوئے مسلمانوں کے لئے قرآن و حدیث کی نصوص کو سامنے رکھ کر روزمرہ کے مسائل کا قابل عمل حل پیش کر سکیں۔ گویا ایک صدی قبل ظہورِ قدسی کے ساتھ جو وحی اترنا شروع ہوئی اور ۲۳ سال تک اترتی رہی پھر اس قرآنِ ناطق تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جو تشریحات اور تعبیرات ارشاد فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ مبارکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی حکمتِ طیبہ دونوں کوملحوظ رکھتے ہوئے، ایسے اصول وضوابط کی تعیین و تدوین ہو رہی تھی جو آئندہ صدیوں تک قصرِ اسلام کی حفاظت وتمکنت کی ضامن تھی۔ بلاشبہ یہ چہارگانہ فرائضِ نبوت کی تکمیل کا قدرتی سامان ہورہا تھا۔ اِس حساس، بھاری اور اَہم ترین ذمہ داری سے عہدہ برائی کے لیے قدرت نے امام ابوحنیفہ کا انتخاب کیا تھا تو اس فضل و احسان پر اظہار تشکر کی ادائیں بھی منفرد تھیں۔ بالکل اسی طرح جیسے حضور تاجدارِ کائنات ﷺ، اللہ تعالیٰ کے بے حد وحساب اِحسانات پر سراپا عجز ونیاز اور پیکرِ شکر و سپاس رہتے تھے۔

اس بات پر سب متفق ہیں کہ اسلامی فقہ کی تدوینِ اوّل امام صاحب نے فرمائی بلکہ خود امام شافعی جیسے مجتہد، محدث نے بھی فرمایا: ''قیامت تک جو شخص بھی دین کی سمجھ حاصل کرنا چاہے گا وہ ابوحنیفہ کے فیضانِ علم کا محتاج ہوگا۔'' یہی وجہ ہے کہ اَصحابِ علم وفن امام اعظم جیسے اَکابر اَئمہ کو بھی حضور ﷺ کے خصائص میں شمار کرتے ہیں۔ جس طرح قرآن، حضور نبی اکرم ﷺ کا ایک زندہ معجزہ اور خصوصیت ہے، آپ ﷺ کی سنتِ مطہرہ کو محفوظ و مامون بنانے کے لیے حدیث کا شاندار ذخیرہ بھی حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے، اُسی طرح اَئمہ مجتہدین اور بالخصوص امام اعظم کا وجود بھی حضور ﷺ کی شانِ ختمِ نبوت کا زندہ معجزہ ہے۔ ان پاکانِ اُمت کی ہر ادا نرالی اور ہر پہلو اتنا شاندار ہے کہ عظمتیں بھی یہاں رشک کررہی ہیں۔

لیکن ...... تاریخ کے اَوراق ...... صفحہ ہستی کے ان عظیم ترین اَئمہ کرام پر ہونے والے مظالم کی دکھ بھری داستانیں بھی سناتے ہیں۔ حیرانی اور تعجب اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ ''انسانی مخلوق'' ہر دور میں اس قدر تضادات، احسان فراموشی اور ناقدری کی مرتکب ہوتی رہی؟ اس تعجب کے ساتھ احساسِ ندامت میں اس وقت مزید اضافہ ہوجاتا ہے جب ان محسنینِ اسلام پر اُٹھنے والے ستم گر ہاتھ بھی اہل اسلام کے ہی نظر آتے ہیں۔

کہتے ہیں شخصیت جتنی عظیم ہوتی ہے اس کی مخالفت بھی اس قدر شدید ہوتی ہے اور اس کی آزمائش بھی اتنی ہی سخت ہوتی ہے۔ امام صاحب کو بھی مخالفت و عداوت اور

آزمائش کی سخت ترین بھٹی سے گزرنا پڑا۔ صاحبانِ عزیمت کی طرح امام صاحب نے بیک وقت دو سطحوں پر صبر و برداشت کی بھاری سلوں کو اپنے سینہ مبارک پر اٹھایا۔ مخالفت کی ایک سطح ''بادشاہت'' کا روایتی حربہ تھا۔ امام صاحب کی زندگی میں بنو اُمیہ کا خاتمہ بھی ہوا اور بنو عباس کا آغاز بھی۔ اس لئے بنو اُمیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد اور بنو عباس کے ابوجعفر منصور کے حکم پر باری باری آپ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ بالآخر اس ظلم کی بدترین علامت بادشاہت کے ہاتھوں جیل میں زبردستی زہر پلوانے پر آپ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ بقول شخصے:

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں

آپ سے کوئی اخلاقی جرم صادر نہیں ہوا تھا، نہ آپ نے کسی کا جانی مالی نقصان کیا تھا، آپ کا جرم صرف اور صرف یہ تھا کہ آپ نے مفتی اعظم اور وزیرخزانہ جیسا اَعلیٰ حکومتی عہدہ قبول نہ کر کے بادشاہت کا حصہ بننے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ تو آپ پر روا رکھا جانے والا جسمانی ظلم تھا جو مزعومہ سیاسی مصلحتوں نے جاری رکھا اور آپ کے وصال کے ساتھ ہی ختم ہوگیا۔ لیکن ظلم، ناشکری اور تعصب و عناد کی ایک دوسری صورت بھی تھی جو اس وقت آپ کے معاصر حاسد علماء نے شروع کی اور پھر نسل در نسل متعصب ذہنیت رکھنے والے مذہبی طبقات میں منتقل ہوتی رہی۔ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ صدیاں گزرنے کے بعد اب بھی مخصوص ''مذہبی'' پس منظر رکھنے والے لوگ آپ کے خلاف حسد، بغض اور مخالفت کا ابلیسی مشن جاری رکھے ہوئے ہیں۔ گذشتہ کئی صدیوں سے آپ کے خلاف جو پروپیگنڈہ سب سے زیادہ ہو رہا ہے وہ آپ کی علم حدیث سے دوری، لاعلمی اور ناقدری کا الزام ہے۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آج بھی پورے عالم اسلام کا اَسی (۸۰) فیصد حصہ امام اعظم کے فقہی اصولوں کا مقلد ہے لیکن پھر بھی آپ کو حدیث سے لاعلم کہا جاتا ہے۔ تاہم یہ نظام خداوندی کا حصہ ہے کہ ان مخالفانہ رویوں اور مسلسل متعصّبانہ کاوشوں کے باوجود اب بھی ابوحنیفہ ''امام اعظم'' ہی

ہیں اور اِنْ شاءَ اللہ رہتی دنیا تک ''امامِ اعظم'' کا اعزاز آپ ہی کے سر سجا رہے گا۔

قرآن و سنت کے صحیح پیغام اور بزرگانِ دین بالخصوص ائمہ فقہ و حدیث کی ترجمان تحریکِ منہاجُ القرآن کے بانی شیخ الاسلام والمسلمین محققِ عصر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے دیگر محاذوں پر دادِ شجاعت دینے کے ساتھ ساتھ اس اہم معاملے پر بھی توجہ مرکوز کی۔ امام اعظم کی فقہی خدمات سے ہٹ کر صرف علم حدیث پر تفردات و امتیازات کو اکٹھا کیا اور ان تحقیقات کو کتابی شکل میں لانے سے پہلے ایک شاندار علماء و مشائخ کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ یہ تاریخی اجتماع چونکہ اس نادر تحقیقی کتاب کا پیش خیمہ تھا اس لئے قارئین کی دلچسپی کے لئے اس کا مختصر احوال بھی پیش خدمت ہے۔

۲۹ مارچ ۲۰۰۵ء بروز بدھ اہلِ پاکستان، بالخصوص اور جہاں بھر میں بسنے والے اہل اسلام کے لئے ایک تاریخی، خوشگوار اور خوبصورت دن تھا۔ خطہ لاہور اپنی دیرینہ روایت کے اس شاندار اظہار پر ناز کر رہا تھا۔ یہ اس علمی و تحقیقی اور ثقافتی روایت کا پر جوش اظہار تھا جو کبھی بغداد، دمشق، قاہرہ، کوفہ، نیشاپور، بخارا اور دہلی جیسے اسلامی ثقافت اور تعلیم و تربیت کے مراکزِ علم و تحقیق کا طرہ امتیاز ہوا کرتے تھے۔ اہلِ علم وفن کے قافلے کشاں کشاں کسی ماہر و فائق عالم یا بزرگ کے پاس آتے اور روحوں کی تشنگی بجھا کر آگے چل دیتے۔ یہ کلچر کسی اور قوم کا نہیں ہمارا اپنا اسلامی کلچر تھا۔ اسی سنجیدہ، تاریخی، علمی کلچر کی ایک جھلک ۲۹ مارچ کو منہاجُ القرآن کے سبزہ زار میں دیکھنے کو ملی۔ اس روز یہاں ''امام اعظم کانفرنس'' کا انعقاد ہو رہا تھا۔ امام اعظم کی شخصیت کے صرف ایک پہلو یعنی حدیث میں آپ کی خدمات پر مفکرِ اسلام نے خطاب کرنا تھا۔ لوگ ملک کے کونے کونے سے علماء و مشائخ کی سرپرستی میں کشاں کشاں یہاں علی الصبح پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ وسیع و عریض پنڈال متبع سنت علماء کے جگمگاتے چہروں سے منور تھا۔ سامنے ایک سٹیج پر سیکڑوں اکابر علماء و مشائخ مہمانانِ خصوصی کی نشستوں پر براجمان تھے۔ پنڈال کے دوسرے حصے میں ہزاروں باپردہ خواتین اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ گھریلو خواتین سمیت کئی طالبات اور

معلمات بھی خطاب سننے آئیں تھیں۔ حیرت کی بات ہے کہ اس خالص علمی خطاب کے پورے دورانیے میں خواتین پورے انہاک سے بیٹھی رہیں۔ حاضرین کے قافلے جس شوق اور دل چسپی کا مظاہرہ کر رہے تھے دیکھ کر خوشی ہو رہی تھی کہ ''چھپے سنگ ریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھ''۔ ہمارے معاشرے کے سارے لوگ ابھی کور ذوق اور دنیادار نہیں ہوئے، ابھی معاشرے میں علم کی پیاس موجود ہے۔ اسلاف کے ساتھ گہری محبتوں کے حامل پیر و جواں ختم نہیں ہوئے۔ کانفرنس کے آغاز کا وقت ہوا تو شمعِ محفل کانفرنس کے روحِ رواں اور بطلِ اسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مشائخ و علماء کے بڑے ہجوم کے ہمراہ پنڈال میں تشریف لائے۔ یوں لگا جیسے ہزاروں علماء کے اجتماع میں جان آ گئی ہے۔ یہ جلسہ عام کا اجتماع تھا نہ یہ روایتی درس قرآن تھا۔ لوگ سیرۃ النبی ﷺ پر مفکرِ اسلام کا ایمان پرور خطاب سننے کی تڑپ لے کر آئے تھے نہ سابقہ اَدوار میں ہونے والے سیاسی اقدامات کے اعلانات ہونے تھے، بلکہ آج یہ لوگ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے روحانی فرزند اور علمی وارث شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مد ظلہ العالی سے امام صاحب کے ان علمی کارناموں پر خطاب سننے کے لئے آئے تھے جو عام طور پر پڑھے لکھے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ امام اعظم کو لوگ ایک مجتہد اور فقیہ کے طور پر جانتے اور مانتے ہیں لیکن صدیوں کے مخالفانہ پروپیگنڈے نے ان کے کچھ علمی گوشوں کو گرد آلود کر دیا تھا۔ آج کی یہ پروقار مجلس اور شاندار کانفرنس اس تاریخی بددیانتی کی اس گرد کو جھاڑنے کے لئے منعقد ہو رہی تھی۔ ۲۰۰۴ء میں حضرت شیخ الاسلام نے یورپ کی فضاؤں میں بھی امام اعظم کے حضور برمنگھم کی گھمکول مسجد کے وسیع و عریض ہال میں اسی قسم کا خراجِ عقیدت پیش کیا تھا لیکن اُس کانفرنس میں موجود کئی حاضرین یہاں بھی موجود تھے۔ ان کے بقول موضوع اگرچہ ایک تھا لیکن وہ خطاب اور اس کے مندرجات قطعی مختلف تھے۔ ہمارے ہاں چوں کہ توانا علمی روایت موجود نہیں رہی اس لئے لوگ کبھی سطحی موضوعات سے آگے سوچتے بھی نہیں۔ خود علماء بھی لوگوں کی اسی سطحیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے روایتی عنوانات پر ہی خطابت کے جوہر دکھا کر (اِلَّا ما شَاءَ الله) اپنی محنت وصول کرنے پر ہی توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ یہی وجہ

ہے کہ شرکاء کانفرنس کی اکثریت خطاب سے پہلے یہ گمان کر رہی تھی کہ علم حدیث کی اَدق اِصطلاحات لوگوں کی سماعتوں کو تھکا دیں گی اور لوگ اتنی دیر تک شاید جم کر نہ بیٹھ سکیں مگر خطیبِ ملت کی سحر انگیزی نے ان لوگوں کے یہ خدشات غلط ثابت کر دیے۔ مسلسل پانچ گھنٹے سامعین، بھوک پیاس سے بے نیاز ہو کر بیٹھے رہے اور اگر نماز ظہر کا وقت نکلنے کا خطرہ نہ ہوتا تو یہ نشست شاید اس سے بھی دگنے وقت میں مکمل ہوتی۔ ۲۹ مارچ ۲۰۰۵ء کو منہاج القرآن پارک میں ہونے والی یہ تاریخی اِمامِ اَعظم کانفرنس کئی اعتبارات سے ایک منفرد اجتماع تھا۔ لیکن اس کانفرنس کا سب سے نمایاں پہلو حضرت شیخ الاسلام کا وہ شاہکار خطاب تھا جس نے ہزاروں علماء کے منہ سے یہ بے ساختہ اعتراف کروادیا کہ ''ہم حنفی تو تھے لیکن حنفی ہونے پر فخر آج محسوس کیا''۔

تحریک کے نمائندہ ماہنامہ منہاج القرآن کے شمارہ مئی ۲۰۰۵ء میں اس تاریخی کانفرنس کی رُوداد چھپی۔ بعدازاں امام اعظم نمبر میں شرکاء سمیت مرکزی خطاب کا مکمل متن بھی شائع کیا گیا۔ چوں کہ خطاب میں قلتِ وقت کے پیشِ نظر بہت سی چیزیں بیان نہیں کی جاسکتی تھیں اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ انہی خطوط پر ایک جامع کتاب مرتب کی جائے۔ چنانچہ نقل شدہ مسودے پر ابتداءً حافظ فرحان ثنائی اور محمد ضیاء الحق رازی نے ترتیب و تدوین کا آغاز کر دیا۔ یہ مواد جب ابتدائی ترتیب کے ساتھ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے موضوع پر ازسرِ نو جائزہ لے کر بہت سی تبدیلیاں فرمائیں اور متعدد موضوعات اور اَبواب کا اضافہ کر دیا چنانچہ اب یہ کتاب ایک جلد کی بجائے تین ضخیم جلدوں پر منقسم کر دی گئی۔ شعبہ تحقیق میں شبانہ روز خدمات سرانجام دینے والے فاضل نوجوان حافظ فرحان ثنائی نے قائدِ محترم کی براہِ راست سرپرستی میں اس علمی پروجیکٹ کی تحقیق و تدوین کا کام اَز سرِ نو شروع کر کے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور الحمد للہ تعالیٰ اب اس ضخیم کتاب کا پہلا حصہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حافظ صاحب کے ساتھ محمد وسیم **الشحمی** نے اُردو ادب کے حوالے سے اَدق بینی سے پروف ریڈنگ کا فریضہ سرانجام دیا۔

امام صاحب کی خدماتِ فقہ پر بے شمار علماء نے مستقل کتب تصنیف کیں جن میں متقدمین علماء بھی شامل ہیں اور متاخرین علماء بھی۔ اسی طرح آپ کی علمِ حدیث میں خدمات کے اعتراف پر بھی ہر دور کے علماء نے قابلِ قدر علمی کاوشیں مرتب کیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ امام صاحب کی خدمات پر اَحناف سے زیادہ مالکی، شافعی اور حنبلی علماء نے لکھا ہے۔ ان اجل ائمہ میں امام ابوعبد اللہ احمد بن علی صیمری (متوفی ۴۳۶ھ)، قاضی ابوعمر یوسف بن عبد البر مالکی (۴۶۲ھ)، حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی شافعی (۵۰۵ھ)، امام فخر الدین رازی شافعی (۶۰۶ھ)، امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی (۶۷۶ھ)، حافظ جمال الدین یوسف بن عبد الرحمٰن مزی شافعی (۷۴۲ھ)، امام شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی (۷۴۸ھ)، مجد الدین فیروز آبادی شافعی (۸۱۷ھ)، حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ)، علامہ یوسف بن عبد الہادی حنبلی (۹۰۹ھ)، امام جلال الدین سیوطی شافعی (۹۱۱ھ)، حافظ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی (۹۴۲ھ)، قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکی (۹۶۶ھ)، امام احمد بن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۷۳ھ)، امام عبد الوہاب شعرانی شافعی (۹۷۳ھ) جیسے جلیل القدر لوگوں کے نام شامل ہیں۔ علاوہ ازیں گزشتہ دو تین صدیوں میں بھی عرب و عجم میں امام صاحب پر برابر کام ہوتا رہا۔ لیکن آپ کے علمِ حدیث پر ایک ایسی ضخیم تحقیقی کتاب کی ضرورت تھی جس میں امام صاحب کی فقہی خدمات کی طرح علم حدیث میں نمایاں کارناموں کا بھرپور احاطہ ہو سکے۔ یہ کام اَحناف کے ذمے ایک تاریخی قرض تھا اور قدرت نے حضرت شیخ الاسلام کو اس سعادت سے سرفراز کر دیا۔ آپ نے اس کتاب میں موضوع سے متعلق جن علمی مباحث پر منفرد انداز سے گفتگو کی اور اپنے نتائج علمی کو تاریخی حوالوں سے مزین فرمایا ان میں علم الحدیث اور فقہ الحدیث میں فرق، امامِ اعظم کے حق میں بشارتِ نبوی کی تحقیق اور امام اعظم کے اخذِ علمِ حدیث کے مراکز کو زیرِ بحث لاتے ہوئے ثابت کیا گیا ہے کہ امام صاحب اَکابر صحابہ، اَئمہ اہلِ بیتِ نبوی اور اکابر تابعین کے علمِ حدیث کے وارث ہیں۔ نیز مستند تاریخی حوالوں سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو

داؤد، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ سمیت متعدد ائمہ حدیث کے شیخ الشیوخ ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے تلامذہ کی مرویات کو ایک طرف کر دیا جائے تو صحاح ستہ میں بچتا ہی کچھ نہیں۔ کتاب ہٰذا کے آخر میں ثبوتِ مقدمہ کے لئے **۹۶ احادیث** (اُحادیات، ثنائیات، ثلاثیات) کو درج کیا گیا ہے جو امام صاحب سے مروی ہیں۔ کتاب کے متنوع موضوعات، ان کی حسنِ ترتیب اور مستند علمی سرچشموں سے مواد کی فراہمی اس کتاب کی ایسی خصوصیات ہیں جو اسے بلا شبہ تمام معاصر کتب پر فوقیت دے رہی ہیں۔

اِن شاء اللہ اس کتاب کی وسیع پیمانے پر اشاعت و ترویج کا اہتمام امام صاحب کے خلاف پھیلائے گئے صدیوں کے پروپیگنڈے کو اپنی موت آپ مار دے گا۔ علماء، خطباء، مدرسین، یونیورسٹیوں کے اساتذہ اور دینی طلباء کے حلقوں میں اس کی رسائی کو ممکن بنایا جانا چاہیے۔ اس کاوش کے مقاصد میں ایک اعلیٰ مقصد ملک میں پائے جانے والے اَحناف کے دو واضح مذہبی طبقوں کے درمیان وحدت کا فروغ بھی ہے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ اس خلیج میں بھی خاطر خواہ کمی واقع ہوگی۔ حافظ فرحان ثنائی کے مرتبہ مسودے پر اَوّلاً پروفیسر ظہور اللہ الازہری نے نظرِ ثانی کی اور بعد ازاں FMRi کی رِیسرچ رِیویو کمیٹی کی سفارش پر راقم نے اس کے مندرجات ترتیبِ مواد اور زبان و بیان کو حتی المقدور حد تک عام فہم بنانے کی کاوش کی۔ ہم نے خالصتاً اَدق علمی و تحقیقی اور فنی گفتگو کو آسان، سہل اور رواں انداز میں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں دعا ہے کہ وہ ہماری تمام کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور علماء و خطباء کو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے علمی، روحانی اور اجتہادی فیض سے حصہ وافر عطا فرمائے۔ (آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ڈاکٹر علی اَکبر الازہری

ڈائریکٹر رِیسرچ

فریدِ ملّتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

یکم رمضان المبارک، ۱۴۲۸ھ

بابِ اَوّل

اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت، نسب اور بلند پایہ فَقاہت کا بیان

اللہ تبارک و تعالیٰ نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو دو عظیم احسانات سے نوازا:
ایک یہ کہ آپ کو پہلی صدی ہجری میں پیدا کر کے 'خیر القرون' میں شامل فرمایا اور دوسرا یہ کہ آپ کو بلند پایہ 'فقہی بصیرت' سے نوازا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اَجل تابعین کی صحبت نے امام صاحب کی اِس خدا داد صلاحیت کو مزید نکھارا، جس کی بناء پر آپ نے فہمِ قرآن و حدیث، استخراجِ مسائل اور استنباطِ احکام میں ایک نئے طرزِ فکر کی بنیاد رکھی۔ امام صاحب کی بلند پایہ فقاہت ہی کے باعث آپ کے دور میں موجود سارے محدّثین و فقہاء آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ مذکورہ باب میں انہی دو پہلوؤں کے حوالے سے امام صاحب کے سنِ ولادت ونسب اور آپ کی فقاہت کو زیرِ بحث لایا جا رہا ہے۔

۱۔ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کی ولادتِ باسعادت

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ولادتِ باسعادت پر مندرجہ ذیل تین اقوال ملتے ہیں:

۱۔ پہلے قول کے مطابق آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔

۲۔ دوسرے قول کے مطابق آپ کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی۔

۳۔ تیسرے قول کے مطابق آپ کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی۔

اب ہم ترتیب وار ان اقوال کی قدرے تفصیل بیان کرتے ہیں:

پہلا قول

جمہور ائمہ کے ہاں یہ قول مقبول، معروف اور مختار ہے کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہوئی اور وصال ۱۵ شعبان کی رات یعنی شب برأت ۱۵۰ ہجری میں ہوا۔ لہٰذا اِس قول کے مطابق آپ کی عمر ستر (۷۰) برس ہوئی۔ ۸۰ھ میں آپ کی ولادت کے بارے میں ائمہ کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ امامِ اَعظم ﷛ کے پوتے اسماعیلؒ بن حماد (متوفی ۲۱۲ھ) بیان کرتے ہیں:

ولد جدّي في سنة ثمانين. [1]

''میرے دادا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔''

۲۔ امام ابونعیم فضلؒ بن دُکَین (متوفی ۲۱۸ھ) فرماتے ہیں:

ولد أبو حنيفة سنة ثمانين وهو النعمان بن ثابت. [2]

''امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔''

۳۔ امام ابراہیم بن علی شیرازیؒ (۴۷۶ھ)، امامِ اَعظم کی ولادت و وصال کے بارے میں فرماتے ہیں:

أبوحنيفة النعمان بن ثابت بن زوطا بن ماه مولٰی لتيم الله بني ثعلبة، ولد سنة ثمانين ومات ببغداد في رجب أو شعبان سنة خمسين ومائة، وهو ابن سبعين سنة. [3]

''امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطٰی بن ماہ، تیم اللہ بنو ثعلبہ کے آزاد کردہ غلام، ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں رجب یا شعبان ۱۵۰ھ میں ستر برس کی عمر میں وصال فرمایا۔''

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۶
۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۵

(۲) ابن زبر ربعی، تاریخ مولد العلماء و وفیاتهم، ۱: ۱۹۹

(۳) ابو اسحاق شیرازی، طبقات الفقهاء، ۱: ۸۶

۴۔ امام محمد بن طاہر بن قیسرانیؒ (۵۰۷ھ) فرماتے ہیں:

مولده سنة ثمانين. (۱)

’’امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔‘‘

۵۔ امام ابنِ جوزیؒ (۵۷۹ھ) لکھتے ہیں:

ولد سنة ثمانين. (۲)

’’امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔‘‘

۶۔ عظیم نقّاد محدّث امام ذہبیؒ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

ولد سنة ثمانين فى حياة صغار الصحابة. (۳)

’’آپ صِغار (۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔‘‘

۷۔ امام عبد القادر بن ابی الوفاء قرشیؒ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

الصحيح أنه ولد سنة ثمانين. (۵)

’’صحیح قول یہ ہے کہ آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔‘‘

۸۔ امام ابنِ حجر ہیتمی مکیؒ (۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

الأكثرون على أنه ولد سنة ثمانين بالكوفة في خلافة عبدالملك

---

(۱) ابن قیسرانی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱٦۸

(۲) ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم، ۸: ۱۲۹

(۳) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ٦: ۳۹۱

(۴) یعنی امام اعظم رضی اللہ عنہ اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں پیدا ہوئے جو وصالِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت کم سِن تھے۔

(۵) قرشی، الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیة، ۱: ۲۷

بن مروان.[1]

''اکثر ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہ کوفہ میں عبدالملک بن مروان کے زمانۂ خلافت میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔''

۹۔ علامہ احمد بن محمد ادنروی لکھتے ہیں:

النعمان بن ثابت الکوفی الإمام الأعظم أبوحنیفة ولد فی سنة ثمانین.[2]

''امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔''

دوسرا قول

دوسرے قول کے مطابق امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی۔ اس پر ائمہ کرام کے درج ذیل اقوال ہیں:

۱۔ امام ابنِ حبانؒ (متوفی ۳۵۴ھ) نے اپنی کتاب ''الجرح والتعدیل'' میں امامِ اعظم کی پیدائش کا سال ۷۰ھ لکھا ہے۔[3]

۲۔ خطیب بغدادیؒ کے ہمعصر امام ابوقاسم سمنانیؒ (۴۹۹ھ) نے اپنی کتاب ''روضة القضاة وطریق النجاة'' میں امامِ اعظم ابوحنیفہ کی پیدائش کا سال ۷۰ھ لکھا ہے۔[4]

۳۔ امام سمعانیؒ (۵۶۲ھ) نے اپنی کتاب ''الأنساب'' کے باب الخاء والزاء

(۱) ابن حجر هیتمی، الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: ۳۱

(۲) ادنروی، طبقات المفسرین، ۱: ۱۸

(۳) تحقیق زاهد الکوثری علی مناقب الإمام أبی حنیفة للذهبی: ۷

(۴) تحقیق زاهد الکوثری علی مناقب الإمام أبی حنیفة للذهبی: ۷

میں ''خَزَّاز'' کے تذکرہ میں امامِ اعظم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

ولد سنة سبعين. (۱)

''امام ابوحنیفہ ۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔''

۴۔ علامہ بدر الدین عینیؒ (۸۵۵ھ) ''عمدۃ القاری'' میں امامِ اعظم ابوحنیفہ کا سنِ پیدائش ۷۰ھ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقيل مولده سنة سبعين. (۲)

''کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا سنِ ولادت ۷۰ھ ہے۔''

تیسرا قول

تیسرے قول کے مطابق امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ۶۱ ھ میں ہوئی۔ یہ قول بالعموم بہت سی نگاہوں سے اوجھل رہا ہے۔ اس قول سے امامِ اعظم کی تابعیت سے متعلق بہت سے شبہات خود بخود دور ہوجاتے ہیں۔ بیشک یہ قول مختار نہیں ہے لیکن اس قول کو بھی کئی محدّثین اور مؤرخین کی تائید حاصل ہے۔

۱۔ امام مُزاحِم بن زَوَّاد اپنے والد (زوادؒ) یا کسی اور شخص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

ولد أبو حنيفة سنة إحدى وستين، ومات سنة خمسين ومائة. (۳)

---

(۱) سمعانی، الأنساب، ۲: ۳۵۶

(۲) بدر الدين عيني، عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام ودعاءه لصاحب الصدقة، ۹: ۹۵

(۳) ۱۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۳: ۳۳۱

۲۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة، ۱: ۵

’’امام ابوحنیفہ کی ولادت ٦١ ھ میں اور وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔‘‘

۲۔ سنن الترمذی کے راوی امام مُزاحِمؒ بن ذَوّاد خود فرماتے ہیں:

أنه ولد عام إحدی و ستین. (۱)

’’امام ابوحنیفہ ٦١ ھ میں پیدا ہوئے۔‘‘

۳۔ امام ابنِ خلکانؒ (٦٨١ ھ) فرماتے ہیں:

قیل: کانت ولادة أبی حنیفة سنة إحدی و ستین للهجرة. (۲)

’’کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ولادت ٦١ ھ میں ہوئی۔‘‘

۴۔ امام ابنِ ابی الوفاء قرشیؒ (۷۷۵ھ) نے امامِ اعظم کی ولادت پر ۸۰ھ کے علاوہ درج ذیل قول بھی نقل کیا ہے:

قیل: أنه ولد سنة إحدی وستین، وقیل: ثلاث وستین. (۳)

’’کہا گیا ہے کہ آپ ٦١ ھ یا ٦٣ ھ میں پیدا ہوئے۔‘‘

۵۔ علامہ بدرالدین عینیؒ (۸۵۵ھ) نے درج ذیل قول بھی نقل کیا ہے:

و قیل مولده سنة إحدی و ستین. (۴)

’’کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا سنِ ولادت ٦١ ھ ہے۔‘‘

٦۔ امام ابنِ حجر ہیتمی مکیؒ (۹۷۳ھ) بعض علماء کا شاذ قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۵

(۲) ابن خلکان، وفیات الأعیان وأنباء الزمان، ۵: ۴۱۳

(۳) قرشی، الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیة، ۱: ۲۷

(۴) بدر الدین عیني، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب صلاة الإمام ودعاءه لصاحب الصدقة، ۹: ۹۵

أنه ولد سنة إحدى وستين.[1]

”امام ابوحنیفہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔“

اَہم علمی نکتہ

دوسرے اور تیسرے قول کی روایات کے مطابق امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت ۸۰ ہجری میں نہیں بلکہ ۷۰ یا ۶۱ ہجری میں ہوئی جن کی مناسبت سے امام صاحب کی عمر وصال کے وقت ۸۰ یا ۸۹ برس بنتی ہے گویا پہلے قول کے لحاظ سے، اِن اقوال کو ماننے سے آپ کی عمر میں **۱۰ سے ۱۹ برس** کا واضح فرق پڑتا ہے۔ اگر امامِ اعظم کی ولادت کا سال آخری دو اقوال میں سے کسی ایک کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے آپ کی تابعیت یا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماع کرنے پر بعض لوگوں نے جو اعتراضات و اشکالات وارد کیے ہیں، وہ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

۲۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نام اور کنیت

آپ کا اسم گرامی: نعمان، کنیت: ابو حنیفہ اور لقب امامِ اعظم ہے۔ آپ کے نام نعمان کے لغوی معانی کو دیکھیں تو آپ اسم بامسمیٰ نظر آتے ہیں۔ امام ابنِ حجر ہیتمی المکیؒ نے امامِ اعظم کے نام کے لغوی معانی بیان کرتے ہوئے آپ کے اوصاف یوں بیان کیے ہیں۔ فرماتے ہیں:

اتّفقوا على أنه النعمان، وفيه سرّ لطيف: إذ أصل النعمان الدّم الذى به قوام البدن، ومن ثمّة ذهب بعضهم إلى أنه الرّوح، فأبوحنيفة رحمه الله به قوام الفقه ومنه منشأ مداركه وعويصاته. أو نبت أحمر طيب الروح الشقيق أو الأرجوان بضم الهمزة.

(۱) ابن حجر هيتمى، الخيرات الحسان: ۳۱

فأبوحنيفة رحمه الله طابت خلاله، وبلغ الغاية كماله. أو فعلان من النعمة، فأبو حنيفة نعمة الله علی خلقه.(۱)

’’ائمہ اس پر متفق ہیں کہ آپ کا نام نعمان ہے اور اس میں لطیف راز ہے:

۱۔ نعمان کی اصل ایسا خون ہے جس سے بدن (کا ڈھانچہ) قائم ہوتا ہے،

۲۔ بعض نے کہا: نعمان کا معنی روح ہے۔ پس امام ابوحنیفہؒ کی وجہ سے فقہِ اسلامی کا ڈھانچہ قائم ہے اور آپ ہی فقہ (یعنی تمام اسلامی احکام) کے دلائل اور مشکلات (کے حل) کی بنیاد ہیں۔

۳۔ یا (نعمان کا معنی) سرخ خوشبودار گھاس ہے یا اَرغوان کے رنگ کو نعمان کہتے ہیں۔ (اس معنی کی رو سے) امام ابوحنیفہؒ کی عادات مبارکہ اچھی ہوئیں اور آپ کمال انتہاء کو پہنچے۔

۴۔ یا نعمان کا لفظ نعمت سے فُعلان کے وزن پر ہے، پس امام ابوحنیفہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی نعمتِ عظمیٰ ثابت ہوئے۔‘‘

کُنیت سے متعلق غلط فہمی کا ازالہ

امامِ اعظم کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ لفظِ حَنِیُفَۃ حنیف سے مونث ہے۔ آپ کی یہ کنیت کسی صاحبزادی کی وجہ سے نہ تھی کیونکہ حماد کے سوا آپ کی اور کوئی بھی مذکر یا مؤنث اولاد تھی ہی نہیں۔(۲) درحقیقت آپ کی یہ کنیت وصفی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں لفظِ حنیف استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○(۳)

---

(۱) ابن حجر هيتمی، الخيرات الحسان: ۳۱

(۲) ابن حجر هيتمی، الخيرات الحسان: ۳۱

(۳) آل عمران، ۳: ۹۵

''فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، سوتم ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی پیروی کرو جو ہر باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے ہو گئے تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے٥''

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا. (۱)

''اور دینی اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے اپنا رُوئے نیاز اللہ تعالیٰ کے لیے جھکا دیا اور وہ صاحبِ احسان بھی ہوا، اور وہ دینِ ابراہیم (علیہ السلام) کی پیروی کرتا رہا جو (اللہ تعالیٰ کے لیے) یکسُو (اور) راست رَو تھے۔''

امامِ اعظم نے بذاتِ خود اپنی کنیت ابوحنیفہ اختیار فرمائی جس کا مطلب ہے صاحبِ ملتِ حنیفہ یعنی ''مللِ باطلہ سے اعراض کرکے ملتِ حق کو اختیار کرنے والا۔'' آپ کی ذات ملتِ حنیفہ اور دینِ اسلام کے لیے وقف تھی۔ ملتِ حنیفہ کی اسی نسبت کے باعث آپ کی کنیت عوام وخواص میں **''ابوحنیفہ''** مشہور ہوگئی۔

۳۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نسب

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یوں ہے: نعمان بن ثابت بن زُوطیٰ بن ماہ۔ جبکہ بعض ائمہ نے آپ کے دادا کا نام زُوطیٰ کی جگہ ''نعمان'' لکھا ہے۔

اس کی تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ قبولِ اسلام سے پہلے آپ کے دادا جان کا نام زُوطیٰ تھا۔ جب آپ کے دادا نے قبولِ اسلام کرلیا تو ان کا نام نعمان رکھا گیا۔ لہٰذا آپ کا

(۱) النساء، ۴: ۱۲۵

نام بھی نعمان اور آپ کے دادا کا اسلامی نام بھی نعمان ہوا۔ آپ کے دادا بھی تابعی ہوئے، والد گرامی بھی تابعی اور آپ خود بھی تابعی تین نسلیں تابعین کی ہوئیں۔ (اگلے صفحات میں اس کی وضاحت آ رہی ہے۔)

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے پوتے عمر بن حماد اپنے پردادا ثابت بن زوطیٰ کے حالتِ اسلام میں پیدا ہونے کے بارے فرماتے ہیں:

ولد ثابت علی الإسلام.(۱)

''حضرت ثابت حالتِ اسلام میں پیدا ہوئے۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے والد ولادت کے وقت حالتِ اسلام میں پیدا ہوئے تھے اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب آپ کے دادا زوطیٰ پہلے اسلام قبول کر چکے ہوں لہٰذا جن روایات میں آپ کے دادا کا نام زوطیٰ آیا ہے وہ اسلام قبول کرنے سے قبل کا نام ہے اور جن میں اِن کا نام ''نعمان'' آیا ہے وہ اسلام قبول کر لینے کے بعد کا ہے۔

آپ کے پردادا کا نام بھی بعض روایات میں ماہ کی جگہ 'مِرزُبان' آیا ہے۔ لہٰذا آپ کا سلسلہ نسب یوں ہوا: نعمان بن ثابت بن زُوطیٰ/ نعمان بن ماہ/ مرزبان۔(۲)

(۱) امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ فارس کے ایک خوش نصیب شخص کے بارے میں

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۶
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۲
۳۔ نووی، تهذیب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱

(۲) ۱۔ ابو اسحاق شیرازی، طبقات الفقهاء، ۱: ۸۷
۲۔ ابنِ خلکان، وفیات الأعیان وأنباء الزمان، ۵: ۴۱۳

خوشخبری دی ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ قَالَ: مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ.(۱)

''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اہلِ فارس (یا فرمایا: ابناءِ فارس) میں سے ایک شخص اسے وہاں سے بھی پا لے گا۔''

محدّثین نے اِس حدیث میں بشارتِ نبوی ﷺ کا اطلاق امامِ اعظم پر کیا ہے:

۱۔ حجۃ الاسلام امام جلال الدین سیوطی شافعیؒ (۹۱۱ھ) نے ''تبييض الصحيفة'' میں تبشير النبی ﷺ به (امامِ اعظم کے حق میں حضور نبی اکرم ﷺ کی بشارت) کے عنوان سے باب باندھا ہے جس میں انہوں نے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی فضیلت پر وارد ہونے والی احادیث تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے:

أقول: وقد بشّر بالإمام أبي حنيفة فی الحديث الذی أخرجه أبو نعيم فی الحلية.

''میں کہتا ہوں: اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کی بشارت دی گئی ہے جسے امام ابونعیم نے ''حلية الأولياء'' میں روایت کیا ہے۔''

یہ جملہ نقل کرنے کے بعد امام سیوطیؒ نے اس حدیثِ مبارکہ کو تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے، پانچ مختلف کتب سے، چھ عباراتِ مختلفہ سے تخریج کیا ہے جو اس حدیث کی ثقاہت پر پختہ دلیل ہے۔ آخر میں امام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنا تبصرہ ان الفاظ میں فرمایا:

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، ۴: ۱۹۷۲، رقم: ۲۵۴۶

فهذا أصل صحيح يعتمد عليه في البشارة والفضيلة نظير المحدثين الذين في الإمامين ويستغنى به عن الخبر الموضوع.(۱)

’’امامِ اعظم کے حق میں بشارت اور فضیلت پر یہ حدیث اصل اور صحیح ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے جس طرح کہ پہلی رِوایات میں امام مالک اور شافعی کی بشارت تھی، امامِ اعظم کے حق میں یہ صحیح حدیث، موضوع روایات سے بے نیاز کر دیتی ہے۔‘‘

۲۔ امام ابنِ حجر ہیتمی المکی الشافعیؒ (۹۷۳ھ) نے بھی الخیرات الحسان میں باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے: فیما ورد من تبشیر النبی ﷺ بالإمام أبی حنیفة رحمه الله (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حق میں وارد ہونے والی حضور نبی اکرم ﷺ کی خوش خبری)۔ امام ہیتمی نے اس باب کے ابتدائیہ میں امام جلال الدین سیوطیؒ کی درج بالا تحقیق درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ امام سیوطی کے بعض تلامذہ نے کہا ہے اور اسی کی ہمارے شیخ نے توثیق کی ہے:

أن الإمام أبا حنيفة هو المراد من هذا الحديث ظاهر لا شكّ فيه لأنه لم يبلغ أحد أي في زمنه من أبناء فارس في العلم مبلغه ولا مبلغ أصحابه، وفيه معجزة ظاهرة للنّبيّ ﷺ حيث أخبر بما سيقع، وليس المراد بفارس البلد المعروف بل جنس من العجم وهم الفُرس وسيأتي أنَّ جَدَّ الإمام أبي حنيفة منهم على ما عليه الأكثرون.(۲)

---

(۱) سیوطی، تبییض الصحیفة بمناقب أبي حنیفة: ۳۱۔۳۳

(۲) ابن حجر ہیتمی، الخیرات الحسان: ۲۴

''یقیناً اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اِس حدیث سے امام ابوحنیفہ مراد ہیں کیونکہ آپ کے زمانے میں اہلِ فارس میں سے کوئی شخص بھی آپ کے مبلغِ علم اور آپ کے شاگردوں کے درجۂ علم تک نہیں پہنچا، اور اسی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ بھی ظاہر ہے کہ جیسا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ویسا ہی وقوع پذیر ہوا۔ فارس سے مراد کوئی مشہور شہر نہیں ہے بلکہ یہ عجم کے لحاظ سے جنس ہے اور وہ فارسی کہلاتے ہیں، آگے عنقریب بیان آئے گا کہ امام ابوحنیفہ کے دادا فارسی النسل تھے اسی پر اکثر ائمہ کا اتفاق ہے۔''

امام جلال الدین سیوطیؒ اور امام ابنِ حجر ہیتمیؒ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اہلِ فارس میں سے جس خوش نصیب فردِ واحد کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی تھی **''وہ امامِ اعظم ابوحنیفہؓ ہی ہیں۔''**(۱)

درجِ بالا بحث کو اس تناظر میں بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا فارسی النسل ہونا متعدد دلائل سے ثابت ہے جبکہ مشہور ائمہ فقہ کے عجمی النسل یا عربی النسل ہونے پر معروف کتبِ اسماء الرجال میں واضح شواہد موجود ہیں۔

(۲) امامِ اعظم رضی اللہ عنہ فارسی النسل تھے

امامِ اعظم ابوحنیفہ نسلاً فارسی تھے۔ آپ کے آباؤ و اَجداد سرزمینِ فارس کے ایک شہر اَنبار کے رہنے والے تھے، بعض مؤرخین نے بابُل بھی لکھا ہے۔ اُس وقت سلطنتِ فارس کا پایۂ تخت کوفہ تھا۔

۱۔ آپ اصلاً بابل سے تعلق رکھتے تھے اس پر امام ابوعبدالرحمٰن المقریؒ فرماتے ہیں:

(۱) راقم نے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بشارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مشتمل اِس حدیث مبارکہ کی امام صاحب کی عمر کی مناسبت سے ۷۰ اسانید کی تخریج، چالیس اَجل محدّثین کے حوالوں کے ساتھ الگ چوتھے باب میں کر دی ہے۔ اُس باب میں اِس حدیث کے مختلف طرق کو دیکھا جا سکتا ہے۔

كان أبو حنيفة من أهل بابل. [(۱)]

’’امام ابوحنیفہ اہلِ بابل میں سے تھے۔‘‘

۲۔ قاضی بہلول بن حسان التنوخی، امام صاحب کے والد کی نسبت اَنبار سے قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثابت والد أبي حنيفة من أهل الأنبار. [(۲)]

’’امام ابوحنیفہ کے والد ثابت اہلِ انبار میں سے تھے۔‘‘

۳۔ امامِ اعظم ﷜ کے پوتے اسماعیلؒ بن حماد صراحۃً بیان کرتے ہیں:

أنا إسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان من أبناء فارس الأحرار، والله ما وقع علينا رقّ قطّ. [(۳)]

’’میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان آزاد ابناءِ فارس میں سے ہوں، اللہ رب العزت کی قسم! ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی۔‘‘

امامِ اعظم ﷜ کے پوتے اسماعیلؒ بن حماد بن ابی حنیفہ کے اِس تصریحی بیان

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۷
۲۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۲
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۴
۴۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۲

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۷
۲۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۲
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۵
۴۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۳

(۳) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۷
۲۔ صیمری، أخبار أبی حنیفۃ وأصحابہ: ۲

کے بعد امام صاحب کے فارسی النسل ہونے کے بارے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی کیونکہ گھر والوں نے خود گواہی دیدی ہے۔

ہم امامِ اعظم کے پوتے اسماعیل بن حماد کی بیان کردہ روایت کا اطلاق صحیح مسلم کی مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ پر کرتے ہیں۔ جب امام اسماعیلؒ بن حماد کی بیان کردہ روایت اور امام مسلم کی نقل کردہ حدیث کا موازنہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہی بشارت دی تھی۔

یہاں یہ بات خصوصاً قابلِ توجہ ہے کہ معروف ائمہ فقہ میں سے صرف امامِ اعظم ابوحنیفہ وہ واحد شخص تھے جو اصلاً فارسی النسل تھے۔ جس وجہ سے امام مسلم کی روایت کردہ حدیثِ مبارکہ کے حقیقی مصداق امامِ اعظم ابوحنیفہ ہی بنتے ہیں۔

(۳) فقہاءِ ثلاثہ میں سے کوئی بھی فارسی النسل نہ تھا

فقہ کے باقی ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی ایک بھی اہلِ فارس میں سے نہ تھا۔ اس کی تفصیل درج ذیل حوالہ جات کے تحت کتبِ اسماء الرجال میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۱۔ **امام مالک** رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت **مدینہ منورہ** میں ۹۳ھ میں ہوئی۔ ۲۲ روز مریض رہنے کے بعد آپ کا وصال ۸۶ سال کی عمر میں اتوار کے دن ماہِ ربیع الاول کو ۱۷۹ھ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔(۱)

۲۔ **امام شافعی** رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۵۰ھ میں بیت المقدس کے علاقہ **عسقلان یا غزہ** میں ہوئی، دو سال کی عمر میں آپ مکہ لائے گئے پھر یہیں رہے۔ آپ کا وصال ۵۴ سال کی عمر میں جمعہ کی رات بعد نمازِ مغرب ۲۰۴ھ میں مصر میں ہوا۔(۲)

(۱) ۱۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۸: ۴۸، ۱۳۰۔۱۳۲
۲۔ أیضاً، تذکرة الحفاظ، ۱: ۲۱۲۔۲۱۳

(۲) ۱۔ نووی، تهذیب الأسماء واللغات، ۱: ۶۸
۲۔ ابن مفلح، المقصد الأرشد فی ذکر أصحاب الإمام أحمد، ۲: ۳۶۸۔۳۶۹

۳۔ **امام احمد بن حنبل** رحمۃ اللہ علیہ، والد اور والدہ دونوں کے اعتبار سے اصلاً عربی النسل ہیں۔ ان کے والدین عرب قبیلہ شیبان بن ذھل بن ثعلبہ کی اولاد سے نسبت رکھتے تھے۔ ان کے والدین مرو سے ہجرت کرکے بغداد تشریف لائے اور یہاں امام احمد بن حنبل کی ولادت ۲۰ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں ہوئی۔ یہیں پروان چڑھے اور ۷۷ سال کی عمر میں کئی روز بیمار رہنے کے بعد آپ کا وصال ربیع الاول کے ۱۲ روز گزرنے کے بعد جمعہ کے دن بغداد میں ہی ۲۴۱ھ میں ہوا۔[1]

اس تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ درج بالا تینوں ائمہ فقہ میں سے کوئی ایک بھی فارسی النسل نہ تھا، فارسی النسل صرف امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہوئے۔

(۴) امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعا

امامِ اعظم کے دادا زوطیٰ جن کا اسلامی نام نعمان تھا، مسلمان ہونے کے بعد جب وہ کوفہ میں منتقل ہوئے تو سیدنا مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے اصحاب یعنی اُن کے ہم نشین، ان کے پیروکاروں، عقیدت مندوں اور ارادت مندوں میں شامل ہوئے۔

آپ کے دادا حضرت نعمان بن مرزبان کے بارے میں کتبِ تاریخ میں ایک واقعہ آتا ہے۔ چونکہ وہ فارسی النسل تھے لہٰذا اُن کے ہاں نَو رَوز[2] عید کے طور پر منایا جاتا تھا۔ جب نوروز آیا تو وہ مسرت و خوشی کا اظہار کرنے کے لیے فالودہ لے کر مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

۱۔ امام صاحب کے پوتے اسماعیل بن حماد بیان کرتے ہیں:

والنعمان بن المرزبان أبو ثابت هو الذي أهدى لعلي بن أبي

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱: ۴۳۷، ۴۴۵، ۴۶۵

۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۸۹۔۱۹۱

(۲) اہلِ فارس کا قومی جشن

طالب الفالوذج فی یوم النیروز، فقال: نَوْرُزُوْنا کل یوم.

وقیل: کان ذلک فی المهرجان، فقال: مَهْرِجُونا کل یوم.[1]

’’نعمان بن مرزبان ابو ثابت وہ شخص ہیں جنہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں نوروز کے دن فالودہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ہمارا نوروز ہر دن ہوتا ہے۔

’’اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ مِھر جان (میلہ) کا دن تھا تو آپ نے فرمایا: ہمارا مِھر جان ہر روز ہوتا ہے۔‘‘

اِس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امامِ اعظم کے خاندان میں سب سے پہلے تابعیت کے منصب پر فائز ہونے والے اُن کے دادا حضرت نعمان تھے۔

امامِ اعظم کے دادا حضرت نعمان کے قیامِ کوفہ کے دوران ہی امام اعظم رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ثابت بن نعمان پیدا ہوئے۔ امامِ اعظم کے والد حضرت ثابت ابھی کم سن تھے کہ انہیں ان کے والد حضرت نعمان اپنے ساتھ لے کر سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اِن کے حق میں دعا کے لیے عرض کیا۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک دو سال کے بچے کو کسی برگزیدہ ہستی کی خدمتِ اقدس میں لے جا کر دعا کے لیے پیش کیا جائے تو وہ دو سال یا تین سال کے بچے کی اولاد کے لیے بھی دعا فرمائیں کہ اے اللہ اس کو اور

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۷
۲۔ صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۲
۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۳
۴۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۵
۵۔ سیوطی، تبییض الصحیفة: ۳۱
۶۔ صالحی، عقود الجمان: ۳۸
۷۔ ابن حجر هیتمی، الخیرات الحسان: ۳۰

اس کے ساتھ اس کی اولاد کو بھی برکت دے۔

اس واقعہ میں قابلِ توجہ بات (جس کو خطیب بغدادی سے لے کر امام صیمری، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی رحمھم اللہ تعالیٰ سمیت ہر محدّث اور مؤرخ نے بلا اختلاف لکھا) یہ ہے کہ جب حضرت نعمان نے اپنے بیٹے ثابت کو جو دو تین سال کے بچے تھے مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دعا کے لیے پیش کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف ثابت بلکہ ان کی اولاد کے لیے بھی برکت کی دعا فرمائی۔

۲۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے اسماعیلؒ بن حماد ہی سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

ذهب ثابت إلى علي بن أبي طالب وهو صغير، فدعا له بالبركة فيه وفي ذرّيته، ونحن نرجو من الله أن يكون قد استجاب الله ذلک لعلي بن أبي طالب فينا. [1]

''(میرے دادا امام ابوحنیفہ کے والد) ثابت جبکہ وہ چھوٹے سے تھے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ثابت کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے دعا کی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اس نے ہمارے حق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی ہے۔''

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۷
۲۔ صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۲
۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۳
۴۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۵
۵۔ سیوطی، تبییض الصحیفة بمناقب أبی حنیفة: ۳۱
۶۔ صالحی، عقود الجمان: ۳۷
۷۔ ابن حجر هیتمی، الخیرات الحسان: ۳۰

روایت کی شرح

اس روایت سے درج ذیل دو اہم امور ثابت ہوئے:

۱۔ سب سے پہلے یہ بات ثابت ہوئی کہ جب سیدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت کے لیے دعا فرمائی تو نہ صرف ان کے لیے بلکہ اِس دعا میں آپ کی اولاد کو بھی شامل فرمایا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں امام صاحب کے غیر معمولی مرتبہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

۲۔ دوسری اہم بات جسے اسماعیل بن حماد نے یوں بیان کیا ''ونحن نرجو من الله أن يكون قد استجاب الله ذلک لعلي بن أبي طالب فينا'' (اور ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ اس نے ہمارے حق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی ہے۔) اپنے الفاظ میں انہوں نے اس حقیقتِ حال کو بیان کیا ہے کہ میرے دادا ابوحنیفہ کے امامِ اعظم ہونے اور شرق سے غرب تک ان کی فقہ کے رائج و مقبول ہونے میں اللہ پاک نے جو برکات عطا فرمائی ہیں دراصل سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اسی دعا کا صدقہ ہے جو انہوں نے میرے پردادا ثابت کو دی۔

۴۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بلند پایہ فقاہت کا بیان

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دعا کا ہی نتیجہ تھا کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ آسمانِ علم و عمل پر تابندہ ستارہ بن کر جگمگا رہے ہیں۔ امامِ اعظم کی قرآن و حدیث میں بلند درجہ فقاہت کا جمیع ائمہ حدیث و فقہ نے اعتراف کیا ہے۔ محدّثین کی کثیر تعداد آپ کے فقہ الحدیث کی مدّاح ہے اور بہت سارے محدّثین حضرات اپنے شاگردوں اور پیرکاروں کو آپ کے فقہ الحدیث سے فیضیاب ہونے کا درس دیتے رہے۔ اس پر ذیل میں چند اَجَل اور اَوْثق ائمہ حدیث کی تصریحات درج کی جاتی ہیں جن سے یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ امام صاحب کی بلند پایہ فقاہت پر سبھی ائمہِ حدیث متفق ہیں۔

۱۔ امام جریرؒ بن عبدالحمید سے روایت ہے کہ مجھ سے (امام شعبہؒ بن الحجاج اور امام سفیان ثوریؒ کے شیخ) امام مغیرہؒ بن مِقْسَم (متوفی۱۳۶ھ) نے کہا:

جالِس أباحنيفة تفقه، فإن إبراهيم لو كان حيًا لجالسه.[۱]

''آپ امام ابوحنیفہ کے پاس بیٹھا کریں آپ کو دین کی سمجھ بوجھ حاصل ہوگی۔ اگر (محدّث اور فقیہِ اکبر) امام ابراہیم نخعی حیات ہوتے تو وہ بھی ان کے پاس بیٹھتے۔''

۲۔ کسی شخص نے امامِ اعظمؒ کے شیخ جبکہ حضرت ابووائل شقیقؒ بن سلمہ اور امام ابراہیم نخعیؒ کے تلمیذ محدّثِ اکبر امام سلیمان بن مہران اعمشؒ (متوفی ۱۴۷ھ) سے کوئی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

إنما يحسن الجواب فی هذا ومثله النعمان بن ثابت الخزَّاز، أُراه بورک له فی علمه.[۲]

''اس کا اور اس جیسے دیگر سوالات کا جواب نعمان بن ثابت خزاز خوب جانتے ہیں، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اُن کے علم میں برکت دی گئی ہے۔''

۳۔ ایک مرتبہ امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے گئے اور اس محفل میں امامِ اعظم بھی موجود تھے تو انہوں نے امامِ اعظم کی طرف رجوع کیا۔ پس آپ نے تمام مسائل کا جواب دے دیا۔ امام اعمش نے دلیل طلب کی تو آپ نے وہی احادیث و روایات جو خود انہی (امام اعمش) سے مروی تھیں دلیل کے طور پر پیش کر دیں۔ اس استنباط پر امام اعمش حیران رہ گئے اور امامِ اعظم کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) ذهبی، مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه: ۱۸

(۲) ۱۔ ابن عبد البر، الانتقاء فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء: ۱۹۶
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۴۰۳
۳۔ ابن حجر مکی، الخيرات الحسان: ۴۸

أنتم يا معشر الفقهاء! الأطباء، و نحن الصيادلة.(۱)

''اے گروہِ فقہاء آپ طبیب ہیں اور ہم (محدّثین) صاحبانِ ادویات ہیں۔''

مراد یہ ہے کہ جس طرح ایک میڈیکل اسٹور میں ہر قسم کی دوائیاں تو موجود ہوتی ہیں اور اسٹور چلانے والے دوا فروش کو ان کے نام اور دیگر معلومات کا علم ہوتا ہے مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ کس مریض کو کون سی دوا تجویز کرنی ہے؟ کتنی مقدار میں دینی ہے؟ یہ کام صرف ڈاکٹر کا ہوتا ہے۔ اسی طرح محدّثین کے پاس احادیث کا ذخیرہ تو ہوتا ہے مگر ان سے احکام کا استنباط و استخراج ایک فقیہ ہی کرسکتا ہے۔

۴۔ یہی وجہ تھی کہ امام اَعمش رحمہ اللہ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ فرماتے:

عليكم بتلك الحلقة! يعنى حلقة أبي حنيفة.(۲)

''لوگو تم ابو حنیفہ کی مجلس میں ضرور جایا کرو۔''

امام اَعمش کا علم الحدیث میں بہت بلند رتبہ ہے لیکن ان کے اس قول سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ وہ فقیہِ اَعظم امام ابوحنیفہ کے ہوتے ہوئے خود فتویٰ دینے سے گریز کرتے تھے۔

۵۔ صاحبِ مصنف امام عبدالرزاق بن ہمام رحمہ اللہ کے شیخ اور حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے تلمیذ محدّثِ کبیر امام عبدالملک بن عبدالعزیز المعروف ابنِ جریج رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے درس میں ایک دفعہ امام ابوحنیفہ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۸: ۴۶۷، رقم: ۱۴۴۶۵
۲۔ صیداوی، معجم الشیوخ، ۱: ۸۰
۳۔ صیمری، أخبار أبی حنيفة وأصحابه: ۱۳
۴۔ ابن عدی، الکامل، ۷: ۷
(۲) صیمری، أخبار أبی حنيفة وأصحابه: ۷۰

اسکتوا، إنه لفقيه، إنه لفقيه، إنه لفقيه. [1]

''خاموش ہو جاؤ، بے شک وہ فقیہ ہیں، وہ فقیہ ہیں، وہ فقیہ ہیں۔''

۶۔ شیخ البخاری امام ابونعیم فضل بن دُکین کے شیخ اور امام مُحارِب بن دِثارؒ کے تلمیذ عظیم محدّث امام مِسعَر بن کِدام (۱۵۳ھ)، امامِ اعظم کی بلند پایہ فقہی بصیرت پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

ما أحسد أحدًا بالكوفة إلا رجلين: أبو حنيفة في فقهه، والحَسَن بن صالِح في زهده. [2]

''مجھے کوفہ میں سوائے دو اشخاص کے کسی پر بھی رشک نہیں آیا: ابوحنیفہ پر ان کے فقہ میں بلند درجہ کے باعث اور حسن بن صالح پر زہد میں ان کے مقام کے باعث۔''

۷۔ محدّثِ کبیر امام سفیانؒ بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ میں (امام یزیدؒ بن زُرَیع کے شیخ اور حضرت قَتادہ بن دِعامہ بصریؒ کے تلمیذِ رشید) امام سعیدؒ بن ابی عروبہ (متوفی ۱۵۶ھ) کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا:

يا أبا محمد! ما رأيت مثل هدايا تأتينا من بلدك من أبي حنيفة. وددت أن الله أخرج العلم الذى معه إلى قلوب المؤمنين، فلقد فتح الله لهذا الرجل فى الفقه شيئا كأنه خلق له. [3]

---

(۱) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم النعمان: ۱۹۳

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۳۸

۲۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۴

(۳) ۱۔ صیمری، أخبار أبی حنيفة وأصحابه: ۷۵

۲۔ صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم النعمان: ۲۰۴

''ابو محمد! میں نے ایسے علمی تحائف کو اس سے قبل نہیں دیکھا جو ہمارے پاس آپ کے شہرِ (کوفہ) سے ابو حنیفہ کی طرف سے آ رہے ہیں۔ میری دلی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ کے علمی فیض کو مؤمنین کے قلوب میں منتقل فرما دے۔ یقینًا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے فقہ کے دَر اس طرح کھول دیئے ہیں کہ گویا وہ اسی کام کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔''

۸۔ ملا علی قاریؒ نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اور امام عبدالرحمٰن بن عمرو المعروف اَوزاعیؒ (متوفی ۱۵۷ھ) کی ایک ملاقات نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار امام اوزاعیؒ نے امام صاحب سے چند مسائل پوچھے اور آپ کے ساتھ دلائل سے بحث بھی کی، آپ نے سب کے جوابات بحسن وخوبی دے دیئے تو امام اوزاعی نے کہا: آپ نے یہ جواب کس دلیل سے اخذ کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

من الأحاديث التي رويتموها، ومن الأخبار والآثار التي نقلتموها، وبيّن له وجه دلالاتها وطريق استنباطاتها فأنصف الأوزاعي ولم يتعسف، فقال: نحن العطّارون وأنتم الأطبّاء. (۱)

''اُن احادیث سے جو آپ نے روایت کی ہیں اور اُن اَخبار و آثار سے جو آپ نے نقل کیے ہیں، پھر امام صاحب نے انہیں احادیث و آثار سے استدلال اور استنباط کے طریقے بیان کیے تو امام اوزاعی نے اعترافِ حق کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: ہم صرف ادویات بیچنے والے ہیں اور آپ لوگ طبیب ہیں۔''

امام اوزاعیؒ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ہم محدّثین کو احادیث تو یاد ہیں مگر یہ نہیں معلوم کہ اِن سے مسائل کس طرح اخذ کیے جاتے ہیں؟ جیسے دوا فروشوں (Druggists) کے پاس قسم قسم کی دوائیں تو موجود ہوتی ہیں مگر ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا

(۱) ملا علی قاری، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ۱: ۲۷

کہ کس بیماری میں کون سی دوا مفید ہے؟ یہ صرف اطباء ہی جانتے ہیں۔ امام اوزاعی جیسے محدّث اور إمام أهلِ زَمانِه کے جملہ پر غور کیا جائے تو امام صاحب کا علمِ حدیث و فقہ میں عظیم ترین رتبہ خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

۹۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۱ھ) کی زبانی امامِ اعظم کی فقاہت کا حال سنیے۔ امام محمد بن بشر بیان کرتے ہیں:

كنت أختلف إلى أبي حنيفة وإلى سُفْيَان. فآتي أبا حنيفة فيقول لي: من أين جئت؟ فأقول: من عند سُفيَان. فيقول: لقد جئت من عند رجل لو أن عَلْقَمَة والأَسْوَد حضرا لاحتاجا إلى مثله، فآتي سُفْيَان، فيقول لي: من أين؟ فأقول: من عند أبي حنيفة. فيقول: لقد جئت من عند أفقه أهل الأرض. (۱)

’’میں سفیان ثوری اور ابو حنیفہ کے پاس آتا جاتا تھا۔ جب میں ابو حنیفہ کے پاس آتا تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ میں عرض کرتا: سفیان ثوری کے پاس سے آیا ہوں۔ یہ سن کر فرماتے: آپ ایسے آدمی کے پاس سے آئے ہیں کہ اگر حضرت علقمہ اور اسود بھی موجود ہوتے تو یقیناً ان کے علم کے محتاج ہوتے۔ پھر جب میں سفیان ثوری کے پاس آتا تو وہ پوچھتے: کہاں سے آئے ہو؟ میں عرض کرتا: ابو حنیفہ کے پاس سے، تو وہ فرماتے: بے شک آپ روئے زمین پر سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔‘‘

۱۰۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے پڑپوتے محدّث و فقیہ قاسمؒ بن معن بن عبد الرحمٰن (متوفی ۱۷۵ھ)، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک روز

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۴۴
۲۔ صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم النعمان: ۱۹۰

کسی شخص نے ان سے کہا کہ آپ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہو کر ابوحنیفہ کی غلامی کو پسند کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

ما جلس الناس إلى أحد أنفع مجالسة من أبي حنيفة. (۱)

’’امام ابوحنیفہ کی مجلس سے زیادہ نفع بخش کوئی اور جگہ نہیں جہاں پر لوگ بیٹھتے ہوں۔‘‘

۱۱۔ امام شافعیؒ نے فقہ مالکیہ کے بانی امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) سے پوچھا: کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے امامِ اعظمؒ کی قوتِ استدلال کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا:

نعم، رأيت رجلًا لو كلّمك في هذه السّارية أن يجعلها ذهباً لقام بحجّته. (۲)

’’جی ہاں! میں نے اس شخص کو ایسا دیکھا ہے، اگر وہ آپ کے ساتھ اس ستون کو سونے کا بھی ثابت کرنے پر کلام کرتے تو اس پر حجت قائم کر دیتے۔‘‘

۱۲۔ شیخ البخاری امام عَبدان بن عثمانؒ کے شیخ اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) نے امام مسعر بن کدام کا امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے استفادہ کرنے اور آپ کی شانِ فقاہت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

رأيت مسعرا في حلقة أبي حنيفة جالسًا بين يديه، يسأله ويستفيد

(۱) صیمری، اخبار ابی حنیفة وأصحابه: ۷۶

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۳۸

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۹

۳۔ ابن حجر مکی، الخیرات الحسان: ۱۲

منه، وما رأيت أحدًا قط تكلّم في الفقه أحسن من أبي حنيفة. [1]

''میں نے مسعر بن کدام کو امام ابوحنیفہ کے حلقۂ درس میں بیٹھا ہوا دیکھا، وہ آپ سے سوال کرتے اور استفادہ کرتے، (ابنِ مبارک ہی فرماتے ہیں) میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو فقہ میں امامِ اعظم ابوحنیفہ سے بڑھ کر حسین کلام کرتا ہو۔''

۱۳۔ امام عبداللہ بن مبارک ہی امامِ اعظم کے تفقہ فی الدین، فہم اور مسائل میں دقتِ نظر کا تقابل دو اجل ائمہ کرام کے ساتھ اس طرح کراتے ہیں:

إن كان الأثر قد عرف احتيج إلى الرأي، فرأي مالك وسفيان وأبي حنيفة، وأبوحنيفة أحسنهم وأدقّهم فطنة وأغوصهم على الفقه، وهو أفقه الثّلاثة. [2]

''اگر کوئی معروف اثر ہو جس میں رائے کی ضرورت ہو تو امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کی آراء کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اور پھر امام ابوحنیفہ ان سب سے زیادہ اچھے ہیں، باریک بینی میں ان سب سے زیادہ ذہین ہیں اور فقہ میں سب سے زیادہ غور وخوض کرنے والے ہیں، اور وہ اِن تینوں میں سب سے بہتر مسائل کو سمجھنے والے ہیں۔''

فقہ مالکیہ کے بانی امام مالکؒ بن انس اور امام سفیان ثوریؒ، تفقہ فی الدین اور مسائل میں غور وخوض کے لحاظ سے بڑے اونچے درجے پر فائز تھے لیکن جو فہم اور تدبر اللہ

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۴۳
۲۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۴

(۲) ۱۔ صیمری، أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ۷۷
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۴۳
۳۔ ابن حجر مکی، الخيرات الحسان: ۴۵

تعالٰی نے امامِ اعظم کو عطا کیا تھا وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوا جیسا کہ امام عبداللہ بن مبارکؒ کے درج بالا قول سے عیاں ہے۔

۱۴۔ شیخ البخاری امام یحیٰی بن یوسفؒ کے شیخ اور امام عبدالعزیز بن رُفَیعؒ کے شاگرد امام ابوبکرؒ بن عَیَّاش (متوفی ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں:

كان النعمان بن ثابت أفقه أهل زمانه. (۱)

''امام ابوحنیفہ النعمان بن ثابت اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے۔''

۱۵۔ محدّثِ کبیر امام وکیعؒ بن الجراح (متوفی ۱۹۶ھ) صحاحِ ستّہ کے معروف راوی اور امامِ اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ وہ آپ کی شانِ فقاہت یوں بیان فرماتے ہیں:

ما لقيت أحداً أفقه من أبي حنيفة ولا أحسن صلاة منه. (۲)

''میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہ اور ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔''

۱۶۔ امام وکیعؒ بن الجراح کی مجلس میں ایک روز ایسی حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بڑے غور و خوض کا متقاضی تھا۔ اس پر امام وکیع کھڑے ہوگئے اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا:

لا تنفع الندامة، أين الشيخ؟ فيفرج عنا. (۳)

''ندامت سے کچھ فائدہ نہیں، وہ شیخ (یعنی ابوحنیفہ) کہاں ہیں؟ جو ہمیں اِس مشکل سے نکالتے۔''

(۱) ذهبی، مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه: ۱۸

(۲) ۱۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۳: ۳۴۵

۲۔ صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم النعمان: ۱۹۹

(۳) ابن بزاز کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة، ۱: ۹۷

۱۷۔ امام وکیع اپنے پاس موجود محدّثین حضرات سے کہا کرتے تھے:

’’اے گروہِ محدّثین! تم حدیثیں طلب کرتے ہو اور اُن کے معانی سے واقفیت حاصل نہیں کرتے۔ اسی میں تمہاری عمر اور دین ضائع ہو جائے گا حالاں کہ

وددت أن يجتمع لي عشر فقه أبي حنيفة. (۱)

’’میری آرزو ہے کہ کاش امام ابوحنیفہ کی فقہ کا دسواں حصہ ہی مجھے نصیب ہو جائے۔‘‘

۱۸۔ ایک روز انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہوکر واشگاف الفاظ میں فقہ اور امامِ اعظم کے اصحاب کا یوں ذکر کیا:

يا أيها الناس! لا ينفعكم سماع الحديث بلا فقه، ولا تفقهون حتی تجالسوا أصحاب أبي حنيفة فيفسروا لكم أقاويله. (۲)

’’لوگو! فقہ کے بغیر حدیث سننا تمہیں کچھ نفع نہیں دے گا، اور تم کو حدیث کی فقہ اور بصیرت اس وقت تک حاصل نہیں ہوگی جب تک کہ تم امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کی مجالست اختیار نہ کرلو تاکہ وہ تمہیں حدیث کی تفسیر کرکے بتائیں۔‘‘

۱۹۔ امام احمد بن حنبل ؒ، امام بخاری ؒ اور امام ابوداؤد ؒ کے شیخ امام علی بن مدینی ؒ کے شیخ اور امام ابنِ شہاب الزہری ؒ اور امام عمرو بن دینار المکی ؒ کے تلمیذِ خاص محدّثِ کبیر امام سفیان ؒ بن عیینہ (متوفی ۱۹۸ھ)، امامِ اعظم ﷛ کی فقاہت کو یوں بیان کرتے ہیں:

من أراد المغازی فالمدينة، ومن أراد المناسک فمكة، ومن أراد الفقه فالكوفة ويلزم أصحاب أبي حنيفة. (۳)

---

(۱) کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة، ۱:۹۷

(۲) کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱:۹۷

(۳) صمیری، أخبار أبی حنيفة وأصحابه: ۷۵

’’جو شخص علمِ مغازی کو جاننا چاہے وہ مدینہ منورہ کا رخ کرے، جو مناسکِ حج سیکھنا چاہے وہ مکہ مکرمہ کی راہ لے اور جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنا چاہتا ہو وہ کوفہ جا کر اصحابِ ابو حنیفہ کے حلقہ ہائے درس میں بیٹھے۔‘‘

۲۰۔ ائمہِ صحاحِ ستّہ کے شیخ امام محمد بن المثنیٰؒ کے شیخ اور امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے تلمیذ حدیث میں حافظ اور حجت کے درجہ پر فائز، علمِ اسماء الرجال کے بلند پایہ عالم امام یحییٰ بن سعید قطّان بصریؒ، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بصیرتِ علمی پر یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

لانكذب الله، ماسمعنا أحسن من رأي أبي حنيفة، ولقد أخذنا بأكثر أقواله.(۱)

’’قسم بخدا! ہم نے (کسی بھی مسئلہ پر) ابوحنیفہ سے زیادہ بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے اُن کے کافی اقوال لیے ہیں۔‘‘

۲۱۔ فقہ شافعیہ کے بانی امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) نے امامِ اعظمؒ کے تفقّہ فی الدین اور فہم کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

من أراد أن يعرف الفقه، فليلزم أبا حنيفة وأصحابه فإن الناس كلهم عيال عليه في الفقه.(۲)

’’جو شخص فقہ کی معرفت حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کی صحبت لازمی اختیار کرے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں امام صاحب کے عیال ہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۴۵
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۳۳
۳۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۴۰۲
۴۔ سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۱۰۵

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۴۶
۲۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۴۰۳

امام شافعیؒ خود بھی مجتہد ہیں، سینکڑوں محدّثین اور فقہاء کے شیخ ہیں۔ حدیث اور فقہ میں انتہائی بلند مقام رکھتے ہیں۔ اُن کی نظر میں بھی امامِ اعظم سے بڑھ کر اصول الدین اور فقہ میں کوئی بھی ان سے آگے نہیں بلکہ انہوں نے واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کا بجا طور پر اعتراف کیا ہے کہ جس کسی کو فقہِ قرآن و حدیث میں جو بھی میسر آئے گا وہ امام ابو حنیفہ کا فیضان ہوگا۔

امام شافعیؒ کا یہ صرف قول نہیں بلکہ آپ نے عملاً اس چشمہ فیض سے علمی نسبت قائم فرمائی اور مدینہ طیبہ میں امام مالک سے علم الحدیث سیکھنے کے بعد ان کی اجازت سے کوفہ تشریف لائے اور وہاں امام صاحب کے تلمیذِ رشید امام محمد سے فقہ میں شاگردی اختیار کی جس کی تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

۲۲۔ امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ اور امامِ اعظمؓ کے تلمیذ امام یزیدؒ بن ہارون (متوفی ۲۰۶ھ) کی نگاہ میں امام صاحب کی فقاہت کا حال پڑھیے۔ امام حسن بن حماد سَجّادہ (۲۴۱ھ) بیان کرتے ہیں:

دخلت أنا وأبو مسلم المستملی علی یزید بن هارون وهو نازل ببغداد علی منصور بن مهدی، فصعدنا إلی غرفة هو فیها، فقال له أبو مسلم: ما تقول یا أبا خالد فی أبی حنیفة والنظر فی کتبه؟ فقال: انظروا فیها إن کنتم تریدون أن تفقهوا فإنی ما رأیت أحدًا من الفقهاء یکره النظر فی قوله، ولقد احتال الثوری فی کتاب الرهن حتی نسخه. (۱)

”میں اور ابومسلم المستملی، یزید بن ہارون سے ملنے گئے جو بغداد میں خلیفہ منصور بن مہدی کے ہاں مہمان تھے، ہم اوپر کی منزل میں ان کے کمرے میں گئے تو

(۱) صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۶۵

ابومسلم نے ان سے پوچھا: ابوخالد! آپ ابوحنیفہ اور ان کی کتب کے بارے کیا رائے رکھتے ہیں؟ یزید بن ہارون نے فرمایا: اگر تم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اُن کی کتب میں غور و فکر کیا کرو کیونکہ میں نے فقہاء میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہ کے علمی اقوال میں غور و فکر کرنے کو ناپسند کرتا ہو۔ امام سفیان ثوری ان کی کتاب الرہن میں ایک سال تک غور و فکر کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے اسے نقل کر لیا۔‘‘

۲۳۔ ایک اور واقعہ امام یزیدؒ بن ہارون کا ہی مروی ہے جسے تمیم بن المنتصر نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

كنت عند يزيد بن هارون فذكر أبوحنيفة فنال منه إنسان، فأطرق طويلا، فقالوا: رحمك الله حدثنا! فقال: كان أبوحنيفة تقيًا نقيًا زاهدًا عالمًا، صدوق اللسان، أحفظ أهل زمانه، سمعت كل من أدركته من أهل زمانه يقول إنه ما رأى أفقه منه.(۱)

’’میں یزید بن ہارون کے پاس موجود تھا وہاں امام ابوحنیفہ کا ذکرِ خیر ہوا جس پر ایک آدمی نے ان کی شان میں گستاخی کی، یزید بن ہارون دیر تک گردن جھکائے (غصّے سے) خاموش بیٹھے رہے۔ لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ہمیں معاملے کی حقیقت سے آگاہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: امام ابوحنیفہ متقی تھے، پاکیزہ شخصیت کے مالک تھے، دنیا کی حرص سے بے نیاز تھے، اجل عالم تھے، صدوق اللسان تھے، اپنے زمانہ میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔ میں نے ان کے ہم عصروں میں سے جس کو بھی پایا سب کو یہی کہتے ہوئے سنا کہ اس نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہ نہیں دیکھا۔‘‘

(۱) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم النعمان: ۱۹۴

۲۴۔ امامِ اعظم کے شاگرد اور امام بخاری کے شیخ ابوعاصم ضحاک بن مخلد النبیلؒ (متوفی ۲۱۲ھ) سے امامِ اعظم کی فقاہت کا حال سنیے۔ امام ابوعاصم، امام بخاری کے ان پانچ شیوخ میں سے ایک ہیں جن سے امام بخاری نے **۲۲ ثلاثیات روایت کی ہیں۔** امام ابوعاصم سے **چھ ثلاثیات** مروی ہیں۔ چنانچہ امام ضرار بن صرد بیان کرتے ہیں:

سألت أباعَاصِم النبيل فقلت: أيّما أفقه، سُفُيَان أو أبو حنيفة؟ قال: غلام من غلمان أبي حنيفة أفقه من سُفيَان. (۱)

''میں نے ابوعاصم النبیل سے پوچھا کہ سب سے زیادہ فقیہ کون ہے ابوحنیفہ یا سفیان؟ انہوں نے فرمایا: ابوحنیفہ کے شاگردوں میں عام سا شاگرد بھی سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ ہے۔''

۲۵۔ امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد النبیلؒ سے ہی ایک اور طریق سے یہی روایت درج ذیل الفاظ میں مروی ہے جسے امام حسن بن علی حُلْوانی بیان کرتے ہیں:

قلت لأبي عَاصِم يعني النبيل: أبو حنيفة أفقه أو سُفُيَان؟ قال: عَبْد أبي حنيفة أفقه من سُفُيَان. (۲)

''میں نے ابوعاصم النبیل سے پوچھا کہ ابوحنیفہ زیادہ فقیہ ہیں یا سفیان ثوری؟ انہوں نے فرمایا: امام ابوحنیفہ کا غلام بھی سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ ہے۔''

۲۶۔ امام بخاریؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ امام ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقریؒ (۲۱۳ھ) نے امامِ اعظم کے بارے میں فرمایا:

ما رأيت أسود رأس أفقه من أبي حنيفة. (۳)

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۴۲

(۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۴۲

(۳) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۴۵

''میں نے کسی ایک نوجوان کو بھی امام ابو حنیفہ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا۔''

۲۷۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام ابو داؤدؒ کے شیخ جبکہ امام سفیانؒ بن عیینہ اور امام عبدالرزاق بن ہمامؒ کے تلمیذ سید المحدّثین امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

القراءة عندي قراءة حمزة، والفقه فقه أبي حنيفة، على هذا أدركت الناس.[1]

''میرے نزدیک حمزہ کی قرأت اور ابوحنیفہ کی فقہ معتبر و پسندیدہ ہے۔ میں نے تمام لوگوں کو اسی پر کاربند پایا ہے۔''

اکابر محدّثینِ کرام مُغیرہ بن مِقسَم، سلیمان بن مہران اَعمش، ابنِ جریج، مِسعَر بن کِدام، سعید بن ابی عروبہ، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، ابو بکر بن عَیّاش، وکیع بن الجراح، سفیان بن عیینہ، عبدالرحمٰن بن عمرو اَوزاعی، یحییٰ بن سعید قطان، یزید بن ہارون، ابوعاصم ضحاک بن مخلد، عبداللہ بن یزید المقرئ، یحییٰ بن معین اور اکابر فقہاء، قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن، مالک بن انس اور محمد بن ادریس شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ان تمام رِوایات سے ثابت ہوا کہ ان سب محدّثین اور فقہاء نے امامِ اعظم کی بلند درجہ فقاہت کا اعتراف کیا ہے۔ اِن تمام اکابر ائمہِ حدیث و فقہ کے اقوال و احوال سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ ''**امامِ اعظم فی الفقہ**'' (فقہ میں سب سے بڑے امام) کے رتبہ پر فائز ہیں جس میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔

امامِ اعظم کے درج بالا احوال کو بنظرِ غائر دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ امام صاحب سے کم علم و کم فہم لوگ مسائل پوچھنے نہیں آتے تھے بلکہ اس دور کے بے شمار

(۱) ۱۔ صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۸۰
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۴۶
۳۔ صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم النعمان: ۲۰۰
۴۔ ابن حجر مکی، الخیرات الحسان: ۴۸

صدوق، صالح، ثقہ، ثبت، اَصدق، اَوثق اور اَثبت و اکابر محدّثین آپ سے استفسار اور استفتاء کے لیے حاضر ہوتے تھے جن میں سے چند ایک کے نام ہم اوپر درج کر چکے ہیں۔ وہ سب محدّثین آپ کے تفقہ فی الدین، فقہی بصیرت اور آپ کی فقاہتِ حدیث کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ائمہِ حدیث کے یہ سارے احوال و وقائع بغیر کسی مبالغہ کے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ امام صاحب کے پاس احادیث کا وافر ذخیرہ تھا تب ہی تو آپ سے استفادہ کرنے والے کسی بھی محدّث نے آپ کی طرف کبھی بھی انگشتِ اعتراض بلند نہیں کی۔ جس طرح قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھے بغیر صرف ذہانت اور فقہی بصیرت سے ہی دینی مسائل کا حل تلاش کرنا ناممکن ہے۔ اسی طرح بغیر فقاہت و فقہی بصیرت اور دقتِ نظر کے، قرآن و حدیث کے ہزارہا متون اَزبر ہونے کے باوجود فہمِ قرآن اور فہم حدیث کی مشکل گھاٹی سے گزرنا، مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

ہم نے گذشتہ صفحات میں محدّثینِ کرام کے احوال رقم کیے ہیں جن میں سے ہر ایک ہزارہا احادیث کا حافظ تھا مگر مسائل معلوم کرنے کے لیے وہ سب امامِ اعظم کی طرف رجوع کرتے۔ یہ بات امام صاحب کے کثیر الاحادیث ہونے کی طرف واضح اشارہ ہے اور اس کے علاوہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ احادیث جمع کرنا اور انہیں روایت کرنا ایک جہتِ علم ہے جبکہ ان احادیث سے مسائل کا استنباط واجتہاد ایک الگ جہتِ علم ہے جو جمع و روایت سے یقیناً بہت ممتاز ہے۔ آئندہ ابواب میں ہم اِن شاء اللہ تعالیٰ اسی حوالے سے وضاحت کریں گے۔

باب دوم

فہمِ قرآن و حدیث کے لیے فقہ کی ناگزیریت

پچھلے باب میں درج کیا جا چکا ہے کہ امامِ اعظم کے دور میں موجود کُل محدّثین مسائل کے حل اور نصوص کے فہم میں امام صاحب کی بلند پایہ فقہی بصیرت کا اقرار کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری امتِ مسلمہ میں متفقہ طور پر امام ابوحنیفہ ''امامِ اعظم فی الفقہ'' کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ اس فن میں ان کی مہارتِ تامہ اور خصوصی امتیاز کے باعث ایک بہت بڑا شبہ جو پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ شاید ''فقہ'' قرآن وحدیث کے متعارض ومخالف کسی علم کا نام ہے جس کو صرف امام صاحب نے ہی وجود بخشا۔ زیرِ نظر کتاب کا یہ باب اسی اعتراض واشتباہ کی بیخ کنی اور فہمِ قرآن وحدیث میں فقہ کی حیثیت واہمیت کو واضح کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ 'فقہ' قرآن وحدیث سے علیحدہ کوئی علم نہیں ہے بلکہ 'فقہ' قرآن وحدیث کے فہم اور اس پر عمل کرنے کی اساس فراہم کرتا ہے۔ قرآن وحدیث میں موجود علوم ومعارف کے خزانوں سے کسی چیز کے اخذ و استنباط کی صلاحیت کو ہی 'فقہ القرآن والحدیث' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں ایسے بے شمار اصول، قواعد اور امور پنہاں ہیں جن کی تہہ تک رسائی حاصل کرنے کے بعد ہی احکام کا استخراج اور مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے، جس کے لیے 'فقہ' میں مہارت ناگزیر ہے۔ امام ابوحنیفہ کو قرآن وحدیث کے اِن تمام قواعد وضوابط پر بے پناہ دسترس حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے قرآن وحدیث کے فہم میں کمال درجہ 'فقاہت' حاصل کی۔

باب ہٰذا میں سب سے پہلے ہم تعلیماتِ قرآن و حدیث کی جامعیت و ہمہ گیریت اور علم الفقہ کی تدوین و تخصیص پر روشنی ڈالیں گے۔

ا۔ جامعیتِ قرآن و حدیث کے عملی مظاہر

یہ جامعیتِ قرآن وحدیث کے نہایت وقیع اور عملی نظائر ہی تو ہیں کہ قرآن وحدیث اپنی تعلیمات کے اعتبار سے انسان کی نجی زندگی کی فکری وعملی ضروریات سے لے کر اس کی عالمی زندگی تک کے جملہ معاملات پر حاوی ہے۔ حیاتِ انسانی کا مذہبی و اعتقادی پہلو ہو یا علمی وفکری، اخلاقی و روحانی پہلو ہو یا مادی وجسمانی، عائلی و خاندانی پہلو ہو یا سماجی و معاشرتی، سیاسی وثقافتی پہلو ہو یا سائنسی و معاشی، حکومت وسلطنت کی تاسیس ہو یا اداروں کی تشکیل، مختلف طبقاتِ انسانی کے نزاعات و معاہدات ہوں یا اقوامِ عالم کے باہمی تعلقات، صنعت وحرفت ہو یا تجارت، الغرض قرآن و حدیث کے احکام وتعلیمات اس قدر جامع ہیں کہ ہر مسئلے میں اِن سے اصولی رہنمائی میسّر آتی ہے۔

یہ بات درست ہے کہ قرآن و حدیث زندگی کے ان تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ قرآنِ حکیم اور حدیثِ مبارکہ کے بعض مقامات عام شخص کی سمجھ سے ماوراء ہیں۔ ہر انسان میں ایسی بلند درجہ صلاحیت اور قابلیت موجود نہیں کہ کسی حکم پر براہِ راست قرآن وحدیث سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے احکام کا بیان کہیں ''عبارۃ النص'' سے ہوتا ہے اور کہیں ''اشارۃ النص'' سے، کہیں ''دلالۃ النص'' سے ہوتا ہے اور کہیں ''اقتضاء النص'' سے، کہیں اِن کا انداز حقیقت ہے کہیں مجاز، کہیں صریح ہے کہیں کنایہ، کہیں ظاہر ہے کہیں خفی، کہیں مجمل ہے کہیں مفسّر، کہیں مطلق ہے کہیں مقیّد، کہیں عام ہے کہیں خاص، کہیں ناسخِ آیت وحدیث ہوتی ہے کہیں منسوخ، کہیں امر فرض و وجوب کے لیے آتا ہے کہیں استحباب کے لیے، کہیں نہی حرام ومکروہِ تحریمی کے لیے آتی ہے کہیں فقط خلافِ اولیٰ کے لیے۔ الغرض قرآن وحدیث میں تعلیمات مختلف طریقوں اور صورتوں میں موجود ہیں۔ ان میں اصل احکام (substantive laws) بھی ہیں اور ضابطہ جاتی (procedural laws) بھی۔ قرآن و حدیث کے احکام سے مسائل کے استنباط واستخراج اور کامل معرفت ''علم الفقہ''

کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

درج ذیل سطور میں علم الفقہ کی بتدریج ترقی اور تدوین کے اسباب و حالات کی مختصر تاریخ بیان کی جا رہی ہے۔

۲۔ بطور فن ''علم الفقہ'' کی تدوین و تخصّص

اسلام کا ابتدائی دور چونکہ نہایت سادہ تھا اور علوم و فنون میں اتنی وسعت نہ تھی۔ قرآن مجید اور احادیث ہی پڑھے اور پڑھائے جاتے تھے اور زیادہ تر انحصار حافظہ پر کیا جاتا تھا لیکن جیسے جیسے قرآن مجید مکمل ہوتا گیا اور احادیث کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا تو قرآن و سنت کی صورت میں علم کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہونا شروع ہو گیا۔ اسلام کا پیغام چونکہ پوری انسانیت کے لیے تھا لہٰذا حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو عرب کے گرد و نواح میں تعلیم و تربیت کے لیے بھیجنا شروع کر دیا۔ اس طرح تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوا اور قرآن و سنت کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پھیلنے لگا۔ ساتھ ہی اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اس کا دائرہ وسیع ہونے کی بنا پر مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے ملاپ کی وجہ سے نئی developments شروع ہو گئیں جس کے نتیجے میں علوم و فنون کے دائرے میں وسعت اور پھیلاؤ آنا قدرتی اور فطری امر تھا۔ دوسری طرف ابلاغ (communication) کے ذرائع اتنے جدید نہیں تھے لہٰذا جس شخص کے پاس جتنا علم ہوتا وہ اسے ہی استعمال کرتا اور دیگر علوم کے متعلق وہ معلومات حاصل کرنے سے قاصر رہتا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ دوسرے علوم کے ماہرین سے بھی تبادلۂ علم (exchange of knowledge) نہ کر پاتا لہٰذا مختلف صحابہ کرام نے اپنے اپنے ذوقِ طبع اور ذوقِ علمی کی بنا پر مختلف علوم میں دسترس اور مہارت حاصل کرنا شروع کر دی اور مخصوص علوم و فنون میں سند بنتے چلے گئے۔

قرآن مجید کو لفظ بہ لفظ حفظ کرنا تو ممکن تھا لیکن قرآن و سنت میں موجود تمام

علوم و فنون اور احکامات پر مکمل دسترس حاصل کرنا کسی بھی ایک شخص کے بس کی بات نہ تھی۔ لہٰذا صحابہ کرام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق مخصوص علوم میں ہی تخصص (specialization) شروع کر دیا اور ان کو اپنے اپنے موضوع کے متعلق جو مواد ملتا وہ اسے لے لیتے اور اسی میں پختگی حاصل کر کے اس کو مزید ترقی دیتے۔ مختلف صحابہ کرام کے پاس چونکہ قرآن و سنت کے مختلف حصے اور موضوعات موجود ہوتے تھے لہٰذا انہوں نے انہیں میں مہارت حاصل کرنا شروع کر دی اور دیگر علوم کی طرف ان کی توجہ کم ہو جاتی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے تک کئی صحابہ کرام اپنے اپنے میدان میں ماہر ہو چکے تھے یہاں تک کہ آپ نے اپنے فرمان میں ان حضرات کی نشاندہی بھی کی ہے، آپ نے فرمایا:

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَّسْأَلَ عَنِ الْقُرْآنِ فَلْيَأْتِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَّسْأَلَ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْيَأْتِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَّسْأَلَ عَنِ الْفِقْهِ فَلْيَأْتِ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَّسْأَلَ عَنِ الْمَالِ فَلْيَأْتِنِي فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَنِي لَهُ خَازِنًا وَقَاسِمًا.(۱)

’’جو شخص قرآن سے متعلق کچھ پوچھنا چاہے تو ابی بن کعب سے پوچھے، جو فرائض (علمِ میراث) سے متعلق پوچھنا چاہے تو زید بن ثابت سے پوچھے، جو فقہی مسائل کے بارے میں پوچھنا چاہے تو معاذ بن جبل سے پوچھے اور جس کو کسی معاشی مسئلے پر راہنمائی درکار ہو تو وہ میرے پاس آئے بیشک اللہ تعالیٰ

(۱) ۱۔ بيهقی، السنن الكبریٰ، ۶: ۲۱۰، رقم: ۱۱۹۶۹
۲۔ ابن ابی شيبة، المصنف، ۶: ۴۵۴، رقم: ۳۲۸۹۶
۳۔ حاكم، المستدرك، ۳: ۳۰۶، رقم: ۵۱۹۱
۴۔ هيثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۳۵
۵۔ قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۱۸: ۲۰

نے مجھے مال جمع کرنے والا اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔‘‘

چنانچہ وقت گزرنے کے ساتھ علوم و فنون میں وسعت پیدا ہوتی گئی اور مختلف علوم و فنون کی تدوین، ان کی تقسیمات اور دیگر متعلقہ ضرورتوں نے جنم لینا شروع کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ فقہ کے باب میں بھی تخصص کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ تخصص کا یہ رواج اور سلسلہ دوسری صدی ہجری کے آغاز میں شروع ہوا۔ اس دور میں دینِ اسلام میں مختلف علمی مباحث کے نتائج کی بدولت مختلف مکاتبِ فکر بھی وجود میں آنے لگے جس کی وجہ سے علوم و فنون میں تخصّص اور تقسیم کا عمل شروع ہو گیا۔ علومِ عقائد کے فن کا نام ’علم الکلام‘ یا ’علم العقائد‘ ہو گیا اور اپنی وسعت، اہمیت اور پھیلاؤ کی وجہ سے یہ ’’علم الفقہ‘‘ کے عنوان سے خارج ہو گیا۔ اسی طرح سلوک و تصوف اور روحانی و وجدانی علوم میں بھی تخصیص ہوئی اور یہ موضوعات بھی فقہ سے الگ ہو کر ’علم التصوف‘ کے عنوان کے تحت جمع ہوتے چلے گئے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر ’’فقہ‘‘ کا مفہوم کل دین کے علوم میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی بجائے چند مخصوص علوم ہی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے مختص ہونا شروع ہو گیا۔

جب متغیر احوالِ زندگی کے ساتھ نئے نئے مسائل پیدا ہونا شروع ہوئے تو ان مسائل کے حل کے لیے احکام کے استنباط کی ضرورت نے فقہ کے مفہوم میں تخصص کو جنم دیا۔ روز مرہ انسانی ضرورتوں پر مبنی اس علم کو ایک الگ فن کے طور پر منفرد مقام حاصل ہو گیا۔ اور ’علم الفقہ‘ کے زیرِ عنوان گوناگوں مسائل سے متعلق احکام جمع ہونا شروع ہو گئے چنانچہ جن عالی قدر حضرات نے قرآن و حدیث سے احکام کے استنباط اور ترتیب کے اس عظیم فن میں مہارت اور تخصص حاصل کیا وہ ’فقہاء‘ کہلانے لگے۔

متغیر اَحوالِ حیات کی ضرورت

زندگی جامد چیز نہیں اسے قدم قدم پر نئے حالات کا سامنا رہتا ہے۔ ان بدلتے

ہوئے حالات کے پیشِ نظر ہمیشہ نئی قانون سازی کی ضرورت پیش آتی ہے، تاکہ متغیر احوالِ حیات اور احکام میں ہم آہنگی اور یکسانیت پیدا ہو سکے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اساسی اصول ہمیشہ یکساں رہیں گے کیونکہ وہ غیر متبدل ہیں۔ یعنی قرآن وسنت ہی بنیادی مآخذ و مصادرِ احکام ہوں گے اور ہر مسئلہ کے حل کے لیے رہنمائی انہیں سے لی جائے گی تاہم جدید مسائل کے حل کے لیے بعض احکام میں اجتہاد کی ضرورت رہے گی۔

یہاں یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ قرآن وسنت کے احکام دو قسم کے ہیں:

پہلی قسم کے احکام غیر متبدّل ہیں جو قطعی طور پر صادر فرمائے گئے ہیں۔ ان میں کسی صورت کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی اور نہ ہی مرورِ زمانہ ان پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔

دوسری قسم کے احکام متبدّل ہیں جن کے بارے میں قرآن وسنت میں صرف بنیادی اصول دیئے گئے ہیں۔ ان اصولوں کے مطابق شریعت میں قیاس واجتہاد کی گنجائش موجود ہے جن کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مرورِ زمانہ کے ساتھ جزوی احکام وضع کیے جا سکتے ہیں۔

قرآن وحدیث میں بعض احکام کو قطعیت کے ساتھ تفصیلاً اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ انسانی عقل کی رسائی وہاں تک نہیں۔ ان قطعی احکام میں عقائد یعنی توحید ورسالت، آخرت اور دیگر ایمانیات شامل ہیں۔ ان کے علاوہ فرائض عبادات اور وراثت کے مسائل بھی اسی ضمن میں آتے ہیں۔ جن احکامات کے لیے قرآن وحدیث نے صرف بنیادی اصول وتصورات دئے ہیں ان میں سیاسی، معاشرتی، سماجی اور خرید وفروخت کے معاملات ومعاہدات وغیرہ شامل ہیں۔ ان اصولوں کی فی زمانہ حالات کے مطابق وضاحت کرنا اور قانون سازی کے ذریعے ایک نظام کے طور پر تفصیلات طے کرنا فقہاء ومجتہدین کی ذمہ داری ہے جو علم الفقہ میں متخصص ہوتے ہیں۔

۳۔ قرآنِ حکیم سے ''فقہ'' کا ثبوت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ 'فقہ' ایک بدعت ہے جو عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد میں آنے والوں کی ایجاد ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ محض ان لوگوں کا مغالطہ ہے۔ حقیقت میں فقہ کسی بدعت کا نہیں بلکہ قرآن و سنت ہی کے علومِ احکام میں تخصص کا نام ہے اور قرآن و سنت ہی کے دیگر بے شمار علوم کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ قرآن و حدیث میں بے شمار نصوص ایسی ہیں جن سے بالواسطہ یا بلاواسطہ فقہ کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن مجید میں **۲۰ مقامات** ایسے ہیں جن میں لفظِ ''فقہ'' استعمال ہوا ہے۔

ہم یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے اِن میں سے پانچ آیاتِ مبارکہ بمع تراجم لکھنے پر اکتفا کریں گے۔

۱۔ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ.[1]

''تو ان میں سے ہر ایک گروہ (یا قبیلہ) کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفقہ (یعنی خوب فہم و بصیرت) حاصل کریں۔''

۲۔ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ○[2]

''پس اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے ○''

۳۔ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ.[3]

''اور ہم نے ان کے دلوں پر (ان کی اپنی بدنیتی کے باعث) پردے ڈال دیئے ہیں (سو اب ان کے لیے ممکن نہیں) کہ وہ اس (قرآن) کو سمجھ سکیں۔''

---

(۱) التوبۃ، ۹:۱۲۲

(۲) النساء، ۴:۷۸

(۳) الانعام، ۶:۲۵

۴۔ اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّھُمْ یَفْقَھُوْنَ○[1]

’’دیکھیے ہم کس کس طرح آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ یہ (لوگ) سمجھ سکیں○‘‘

۵۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَھُوْنَ○[2]

’’بیشک ہم نے سمجھنے والے لوگوں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں○‘‘☆

ان آیات پر غور کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ ’فقہ‘ کی اصطلاح قطعًا نئی نہیں بلکہ یہ ایک قرآنی اصطلاح ہے جس سے اسلامی قوانین کی حقیقی روح کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ مذکورہ آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث میں غور و خوض کرنا اور اُن میں فقہ و فہم سے کام لینا حکمِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کی منشاء ہے۔ یہ قرآنی حکم ہے کہ علمِ فقہ کو develop کیا جائے اور ایسے لوگ پیدا ہوں جو دین کی سمجھ، فہم، تدبر اور بصیرت میں گہرائی حاصل کریں۔ اس میدان کے ماہر بنیں اور اس میں تخصص کریں تاکہ وہ قرآن

(۱) الانعام، ۶:۶۵

(۲) الانعام، ۶:۹۸

☆ اِن پانچ آیات کے علاوہ درج ذیل حوالہ جات کے تحت لفظِ ’فقہ‘ پر آیات ملاحظہ کی جا سکتی ہیں:

(۱) الاعراف، ۷: ۱۷۹
(۲) الانفال، ۸: ۶۵
(۳) التوبۃ، ۹: ۸۱
(۴) التوبۃ، ۹:۸۷
(۵) التوبۃ، ۹:۱۲۷
(۶) ھود، ۱۱: ۹۱
(۷) بنی اسرائیل، ۱۷:۴۴
(۸) بنی اسرائیل، ۱۷: ۴۶
(۹) الکھف، ۱۸:۵۷
(۱۰) الکھف، ۱۸: ۹۳
(۱۱) طٰہٰ، ۲۰: ۲۷۔ ۲۸
(۱۲) الفتح، ۴۸: ۱۵
(۱۳) الحشر، ۵۹: ۱۳
(۱۴) المنافقون، ۶۳: ۳
(۱۵) المنافقون، ۶۳: ۷

وسنت سے احکام کا استخراج (derivation) کر سکیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اسی کے ساتھ ہم اس بات کی بھی وضاحت کرتے چلیں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی صفات میں تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (ہر چیز کا بڑا واضح بیان)[1] اور وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے)[2] کی بشارت کی موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ قرآن مجید کو ہر شخص براہِ راست سمجھ سکتا ہے۔

اِس سلسلے میں گزارش ہے کہ معاملہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ ان آیات کا اطلاق غلط کیا گیا ہے۔ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ بے شک قرآن مجید میں ہر چیز کا بیان موجود ہے لیکن اس بحرِ بے کراں سے کچھ حاصل کرنے کے لیے اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کسی ماہر غوطہ زن کا ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ بھی حق ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کو موعظت و نصیحت کے لیے آسان بنایا گیا ہے جیسا کہ آیت کے اگلے الفاظ۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (تو کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے؟) ۔ بھی اسی کے مؤید ہیں۔ جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے تو قرآن اُس کو آسان پیرائے میں اِس سے نوازتا ہے لیکن یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں اور نہ ہی قرآن کے الفاظ اس کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ کوئی بھی شخص اس لامحدود آفاق میں پوشیدہ اسرار و حِکَم اور حکمتِ احکام تک بغیر علم و فقہ کے رسائی حاصل کر لے۔ اگر احکامِ قرآن کے حقیقی منشاء و مراد کو براہِ راست ہر شخص سمجھ سکتا تو پھر حضور ﷺ کے فرائضِ نبوت میں کتاب و حکمت کی تعلیم شامل نہ ہوتی۔

(۱) النحل، ۱۶: ۸۹
(۲) القمر، ۵۴: ۱۷

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ.(۱)

’’(وہ رسول)جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔‘‘

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض نبوت میں تھا کہ آپ آیات کو پڑھ کر بیان فرماتے اور کتاب و حکمت کی تعلیم خود اپنی زبانِ اقدس سے دیتے تھے حالانکہ قرآن مجید نے تمام انسانوں کو مخاطب کیا ہے۔ یہ کلماتِ قرآن واضح کرتے ہیں کہ قرآن مجید کا ہر مخاطب مضامینِ قرآن کو سمجھنے پر قادر نہیں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا فرستادہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے معانی اور احکام کو بیان کرتا ہے تا کہ قیامت تک آنے والے آپ کے متبعین اور تمام بنی نوع انسان اس قرآن کی معرفت حاصل کرسکیں۔

یہ اَمر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ قرآن حکیم چودہ صدیاں گزرنے کے بعد آج بھی فصاحت و بلاغت کے اسی اعلیٰ درجہ اور شانِ اعجاز کے ساتھ موجود ہے جس کو مخالفین نے بھی تسلیم کیا خود قرآن نے چیلنج بھی دیا ہے:

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○(۲)

’’تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور (اس کام کے لیے بیشک)اللہ کے سوا اپنے (سب)حمائتیوں کو بلا لو اگر تم (اپنے شک اور انکار میں)سچے ہو○‘‘

نزولِ قرآن سے لے کر آج تک عرب وعجم میں کسی عالم، ماہرِلغت وادب اور فلسفی ومفکر سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ ایک سطر ہی لکھ کر پیش کر دے جو فصاحت و بلاغت

(۱) آل عمران، ۳: ۱۶۴

(۲) البقرۃ، ۲: ۲۳

میں قرآن کا جواب ہو سکے۔ جبکہ قرآن اپنا یہ دعوی آج بھی دُہرا رہا ہے اور اس کا یہی دعویٰ دراصل اس کی فصاحت و بلاغت کا وہ معجزہ ہے جس کی مثال دنیا کی کسی اور زبان یا کتاب میں ملنا مشکل ہے۔ جس طرح اس فصاحت و بلاغت سے معمور قرآن حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو سکھلایا اور اس کی تعلیم دی اسی منہج پر چلتے ہوئے تا قیامت آپ کے متبعین اس میں موجود احکام کی علتوں اور حکمتوں کو فقہ کی روشنی میں سمجھتے ہوئے اس کی کما حقہ تعلیم دیتے جائیں گے۔

’’فقہ‘‘ قرآن وسنت ہی کی پیروی کا نام ہے

فقہ کو بدعت قرار دینے والے بعض لوگ یہ بھی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ قرآن و سنت کو ناکافی سمجھنے کی وجہ سے (استغفر اللہ) فقہ کو قرآن و سنت کے نعم البدل کے طور پر اپنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فقہ کو قرآن و سنت کے خلاف ثابت کرنے کے لیے بلا ضرورت ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ایسا موقف اختیار کرنا قرآن وسنت کی تعلیمات سے عدمِ واقفیت پر دلالت کرتا ہے۔ یاد رہے کہ قرآن وسنت ہر علم کی بنیاد ہے اور ’’فقہ‘‘ قرآن وسنت ہی کی پیروی کا نام ہے۔

فقہ کے تمام مسائل بنیادی طور پر قرآن وسنت ہی سے ماخوذ ہیں اور فقہاء جتنے بھی مسائل کا استنباط کرتے ہیں ان کی بنیاد قرآن وسنت پر ہی ہوتی ہے بلکہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ فقہ میں بیان کردہ احکام دراصل قرآن مجید کی تفسیر اور احادیثِ مبارکہ کی تشریح ہیں۔ اگر اسی زاویۂ نگاہ یعنی ’’قرآن و حدیث کے علاوہ کسی اور شئے کی ضرورت نہیں‘‘ کو من وعن مان لیا جائے تو آج سارے عالمِ اسلام میں قرآن مجید اور احادیث پر مشتمل چند کتب کے علاوہ کسی اور علمی موضوع پر کوئی کتاب سرے سے موجود ہی نہ ہوتی کیونکہ قرآن و حدیث صرف علمِ فقہ کے لیے اساس یا اصل نہیں ہیں بلکہ دیگر تمام مذہبی و دنیاوی علوم مثلاً عقائد، ایمان، عبادات، اعمال، سائنسی علوم، سیاسی، معاشی، قانونی اور سماجی علوم کی بھی بنیاد اور اصل ہیں۔ ان علوم میں ترقی بھی قرآنی اساس پر مبنی ہے لہٰذا

اس نقطہ ہائے نظر کو ماننے سے دنیائے علم وفن ایک جمود اور تعطل کا شکار ہو جاتی اور کسی سمت میں بھی ترقی نہ ہوتی کیونکہ اگر فقہ کو بدعت قرار دیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ اس موقف کی وجہ سے تمام دیگر علوم بھی بدعت قرار پائیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں کوئی تفسیر کی کتاب موجود نہیں تھی اور نہ ہی حدیث کی تشریح پر مشتمل کتب موجود تھیں۔ صحابہ کرام کا زمانہ بھی ایسے ہی گزرا ہے لیکن اب لاکھوں کتب خانے بے شمار دینی و دنیاوی علوم وفنون پر مشتمل کتب سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ علم کا تسلسل ہے کہ فقہ کے ساتھ ساتھ دیگر علوم وفنون میں بھی ارتقاء کا عمل جاری رہا اور ترقی ہوتی رہی لہٰذا فقہ کو بدعت کہنا خود بدعت ہے بلکہ گمراہی اور جہالت کا شاخسانہ ہے کیونکہ فقہ کی اصطلاح خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں بھی استعمال ہوتی تھی۔

۴۔ اِستنباطِ احکام کے لیے فقہ کی ناگزیریت

قرآنِ حکیم اور احادیثِ مبارکہ کی نصوص سے احکام کا استنباط کرنے کے لیے مختلف صورتیں اختیار کی جاتی ہیں۔ کبھی کوئی حکم عبارت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے اور کبھی کوئی حکم اس عبارت سے ضمناً ثابت ہوتا ہے۔ کبھی عبارت کے الفاظ میں معمولی غور و خوض سے اِس کی دلالت معلوم کی جاتی ہے اور کبھی عبارت میں غور وخوض کر کے بین السطور تقاضے کو معلوم کیا جاتا ہے جنہیں اِصطلاحی اعتبار سے بالترتیب عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نصوصِ قرآن و حدیث کے یہ مختلف اسالیب ہیں جن سے احکام ثابت ہوتے ہیں۔ عبارۃ النص سے تو ہر ذی شعور انسان احکام سمجھ سکتا ہے لیکن وہ احکام جو اشارۃً، دلالۃً یا اقتضاءً ثابت ہو رہے ہوں ان کا ادراک ہر شخص نہیں کرسکتا۔ ان اسالیب کی بناء پر ثابت ہونے والے احکام کا ادراک صرف وہ افراد کر سکتے ہیں جنہیں عربی لغت میں ملکہ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ یہ فہم و بصیرت بھی حاصل ہو کہ وہ عبارت کی گہرائی کو سمجھتے ہوں اور

اس میں موجود اشاروں، دلالتوں اور تقاضوں کو پہچان کر ان کے مطابق احکام کا استدلال کرسکیں۔ یہ کام صرف فقہاء ہی سرانجام دے سکتے ہیں کیونکہ انہیں عربی ادب اور شرعی علوم و فنون میں بیک وقت مہارتِ تامہ حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ان اسالیب کے ذریعے نص سے حکم کا استنباط و استخراج کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مبارکہ میں احکام مختلف صورتوں، انداز اور طریقوں میں موجود ہیں ان میں اصل احکام (substantive laws) بھی موجود ہیں اور ضابطہ جاتی احکام (procedural laws) بھی۔ لہٰذا انہیں سمجھنا اور الگ الگ کرنا اور مختلف مقامات سے اکٹھا و مرکوز کرنا، منظّم کرنا اور جدید اسلوب کے مطابق ان کی دیگر تفصیلات طے کرنا بہت ہی مشکل اور تکنیکی کام ہے۔ کیا ان تمام انداز ہائے بیان اور اسالیب سے احکام کا استخراج عام آدمی کرسکتا ہے؟ کیا وہ قرآن و حدیث سے براہِ راست احکام وقوانین سمجھ سکتا ہے؟

اس کا جواب یقیناً ''نہیں'' میں ہے اس لیے لامحالہ تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق قوانین، اصول وضوابط اور استنباط احکام کے لیے ایسے ماہرین کی ضرورت پڑتی ہے جو قرآن سے استخراج احکام کا فریضہ سرانجام دیں تاکہ عوام الناس کے لیے عمل پیرا ہونا آسان ہو جائے۔ اس طلب و ضرورت نے قرآن سے استنباطِ احکام کے لیے 'فقہ' کو ناگزیر قرار دیا۔

قرآن وحدیث کا اسلوب ہی کچھ ایسا ہے کہ عربی دانی کے باوجود ان میں کئی طرح کی مشکلات ہیں جس کے باعث ہر شخص براہِ راست ان میں موجود احکام اور معارف کی رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔

قرآنی آیات میں موضوعات کی کثرت اور ان میں موجود مشکلات کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

فنقول: إن عدم الوصول إلى فهم المراد باللفظ يكون تارة بسبب استعمال لفظ غريب، وعلاجه نقل معنى اللفظ عن الصحابة والتابعين و سائر أهل المعانى، وتارة يكون ذلک لعدم تمييز المنسوخ من الناسخ، وتارة يكون لغفلة عن سبب النزول، وتارة يكون بسبب حذف المضاف أو الموصوف أو غيرهما. وتارة لإبدال شئ مكان شئ، أو إبدال حرف بحرف، أو إسم بإسم أو فعل بفعل، أو لذكر الجمع موضع المفرد وبالعكس، أو لاستعمال الغيبة مكان الخطاب وتارة بتقديم ما حقه التأخير وبالعكس. وتارة بسبب انتشار الضمائر وتعدد المراد من لفظ واحد. وتارة بسبب التكرار والإطناب. وتارة بسبب الاختصار والإيجاز، ومرّة بسبب استعمال الكناية والتعريض والمتشابه والمجاز العقلي.[1]

’’پس ہم کہتے ہیں کہ قرآن کی مراد نہ سمجھنے کی وجہ کبھی تو ان نادر اور غریب الفاظ کا استعمال ہے جن کو سمجھنے کے لیے صحابہ کرام، تابعین اور دیگر اہلِ لغت کے بیان کردہ معانی نقل کرنے پڑتے ہیں اور کبھی اس کا سبب ناسخ و منسوخ کی شناخت نہ کر سکنا، کبھی اسبابِ نزول سے غفلت کا ہونا اور کبھی مضاف یا موصوف وغیرہ کا حذف ہونا ہوتا ہے۔ کبھی ایک شئے کو دوسری شئے سے یا ایک حرف کو دوسرے حرف سے، اسم کو دوسرے اسم سے، فعل کو دوسرے فعل سے یا جمع کو مفرد کی جگہ اور اس کے برعکس (مفرد کو جمع کی جگہ) یا غائب کے اسلوب کو مخاطب سے بدل دینا اس کا باعث ہوتا ہے۔ کبھی مستحقِ تاخیر کی تقدیم اور

(۱) شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر: ۳۸

اس کا برعکس (مستحقِ تقدیم کی تاخیر) اور کبھی اس کا سبب ضمائر کا انتشار اور لفظِ واحد سے مراد کا متعدد ہونا اور کبھی تکرار اور اِطناب (مفیدِ طوالت) ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کا سبب اختصار و ایجاز اور کبھی کنایہ، تعریض، متشابہ یا مجازِ عقلی کا استعمال ہوتا ہے۔‘‘

شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کے اس بیان سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کو براہِ راست سمجھنا ہر ایک کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں قرآن کی درج ذیل مثال پر غور کرنے سے پتہ چل جائے گا کہ قرآن کے فصیح و بلیغ الفاظ کو سمجھنے میں فقہ کی ضرورت کس قدر ناگزیر ہے۔

۱۔ روزوں میں وقتِ سحری کے تعین کے لیے درج ذیل آیتِ کریمہ نازل ہوئی:

وَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ. (۱)

’’اور کھاتے پیتے رہا کرو یہاں تک کہ تم پر صبح کا سفید ڈورا (رات کے) سیاہ ڈورے سے (الگ ہوکر) نمایاں ہو جائے۔‘‘

صحابیٔ رسول حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے ظاہری مضمونِ آیت کے لحاظ سے اپنے تکیہ کے نیچے سیاہ اور سفید دھاگے رکھ لیے (اس غرض سے کہ جب تک ان کے رنگ اچھی طرح محسوس اور ممتاز نہ ہوں کھاتے پیتے رہیں گے) پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا خَيْطِ أَبْيَض اور خَيْطِ اَسْوَد سے دھاگے مراد ہیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّکَ لَعَرِيْضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ، ثُمَّ، قَالَ: لَا! بَلْ هُوَ

(۱) البقرة، ۲:۱۸۷

سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ.(۱)

''اگر خیط أبیض (دن) اور خیط اسود (رات) کو تم نے (اپنے تکیہ کے نیچے) دیکھ لیا تو تم تو بڑے دماغ والے ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔''

اس مثال سے یہ واضح ہوا کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور معیت میں رہنے والا شخص قرآن کے اشارہ کنایہ میں کی گئی بات کو نہیں سمجھ سکا تو پھر ہم اس لائق کہاں؟ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے قرآن کے ظاہری الفاظ اَلْخَيْطُ الْاَبْيَضُ اور اَلْخَيْطُ الْاَسْوَدُ کا معنی ''سفید اور سیاہ دھاگہ'' لیا اور قرآن کے اسلوبِ کنایہ کو نہ سمجھ سکے جس کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت فرمائی۔

جس طرح قرآن مجید بے حد فصیح و بلیغ ہے اور اس میں کئی علمی گوشے پنہاں ہیں بعینہٖ یہی صورتِ حال حدیثِ مبارکہ کے ساتھ بھی ہے۔ بعض احادیثِ مبارکہ میں بھی کئی ایسے اَدق علمی اسالیب اختیار کیے گئے ہیں جن کی تہہ تک رسائی حاصل کر کے درپیش مسئلہ کا حل تلاش کرنا حدیث کے عام قاری کی استعداد سے باہر ہے۔ اس کے لیے خاص علمی اور فقہی قابلیت کا ہونا ضروری ہے۔

دنیاوی معاملات میں بعض اوقات صریح الفاظ میں کلام کرنے کی بجائے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود، ۴: ۱۶۴۰، رقم: ۴۲۴۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر، ۲: ۷۶۶، رقم: ۱۰۹۰

۳۔ أبوداؤد، السنن، کتاب الصوم، باب وقت السحور، ۲: ۳۰۴، رقم: ۲۳۴۹

۴۔ ابن خزیمہ، الصحیح، ۳: ۲۰۹، رقم: ۱۹۲۶

اشارے اور کنائے میں کلام کرنا زیادہ مناسب ہوتا ہے کیونکہ ایسے اوقات میں صریح الفاظ کا استعمال حیاء کے منافی ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ جہاں دیگر اوصاف میں اکمل اور اتم ہیں وہاں آپ ﷺ پیکرِ حیا بھی ہیں جس کی جھلک آپ کی گفتگو میں بہت نمایاں نظر آتی ہے۔

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ.[1]

''پانی، پانی سے ہے۔''

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے کوئی مطلب واضح نہیں ہوتا مگر اس میں غور کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس میں اہم فقہی مسئلے کا بیان ہے۔ پہلے پانی سے مراد ''غسل'' اور دوسرے پانی سے مراد ''منی'' ہے۔ اس مختصر حدیث کا مطلب و مدعا یہ ہے کہ منی کے نظر آنے سے غسل واجب ہوگا محض خواب میں دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوگا۔

قرآن وحدیث کے الفاظ میں اس بات کا تعین کرنا کہ یہاں الفاظ کی اپنے معنٰی پر دلالت صریح ہے یا کنایتاً، اس کے لیے موقع محل، سیاق وسباق اور قرائن کو پیشِ نظر رکھنا پڑتا ہے جس کے لیے محض قرآن و حدیث کو عربی میں پڑھ لینا یا سمجھ لینا کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے ایک خاص فقاہت و ذہانت کی ضرورت ہوتی ہے جس میں یہ فقاہت و ذہانت ہو اسے 'فقیہ' کہتے ہیں۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحیض، باب إنما الماء من الماء، ۱: ۲۶۹، رقم: ۳۴۳

۲۔ أبوداؤد، السنن، کتاب الطهارة، باب في الإکسال، ۱: ۵۶، رقم: ۲۱۷

۳۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۱: ۱۱۷، رقم: ۲۳۳۔ ۲۳۴

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۴۴۳، رقم: ۱۱۶۷

ماحصل بحث

جس طرح وحئ جلی کی شکل میں قرآن حکیم کے احکام و معارف سے کماحقّہ آگاہی حاصل کرنے کے لیے علومِ قرآن کے بسیط سمندر میں غوطہ زن ہونا پڑتا ہے اسی طرح وحئ خفی کی شکل میں احادیثِ مبارکہ میں مخفی و پوشیدہ اسرار و حکم تک رسائی کے لیے بھی اَن گِنت علوم و فنون کی منازل طے کرنا پڑتی ہیں تب کہیں جا کر انسان قرآن و حدیث کے اس گلستان سے پھول چننے کے قابل ہوتا ہے۔ اس مقام و مرتبہ تک پہنچنے کے لیے اسے عربی لغت و ادب سے آشنائی، ناسخ و منسوخ کی پہچان، اختلاف فی الحدیث کا فہم، لفظِ مشترک کا ادراک، حقیقت و مجاز کی سوجھ بوجھ، نصوص میں لفظِ خاص اور عام کا تعین، حکمِ مطلق اور مقید کی نشاندہی، صیغۂ امر اور نہی کے حقیقی اور مجازی معانی میں سے درست معنٰی سے آگہی اور ان کی بناء پر واجب و مباح یا حرام و مکروہ وغیرہ کا اطلاق، اسالیبِ احکام سے آگاہی اور علل کے استنباط و استخراج جیسے بنیادی علوم کی قوت و استعداد حاصل ہونا ضروری ہے۔ ان کے بغیر جو بھی وحئ جلی اور وحئ خفی کے ان فلک بوس پہاڑوں کی رفعتوں یا ان کے دشت و بیابان کی وسعتوں کو عبور کرنے کی سعی کرے گا وہ اپنا سر پٹخ کر رہ جائے گا یا گمراہی و ضلالت کی گھاٹیوں میں کھو جائے گا۔

۱۔ اللہ رب العزت نے اسی لیے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا.(۱)

’’اللہ ایک ہی بات کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔‘‘

۲۔ امام ابنِ وہب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

کل صاحب حديث ليس له إمام فی الفقه فهو ضال، ولو لا أن الله

(۱) البقرة، ۲: ۲۶

أنقذنا بمالک و اللیث وھما فقیھان، لضللنا. [۱]

''جمیع محدّثین میں سے جس کسی کا بھی فقہ میں کوئی امام نہیں وہ گمراہ ہے، اگر اللہ تعالیٰ فقیہانِ امت امام مالک اور لیث کے ذریعے ہماری رہنمائی نہ فرماتا تو ہم بھی گمراہ ہو چکے ہوتے۔''

حقیقت یہی ہے کہ جس طرح کوہ و دمن کی اعلیٰ ترین منازل تک پہنچنے کے لیے کسی ماہر ترین کوہِ پیما کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کے تمام پُر پیچ اور خطرناک راستوں سے آگاہ ہو۔ لامحالہ تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق قوانین اور اصول وضوابط اور استنباطِ احکام کے لیے ایسے ماہرین کی ضرورت پیش آتی ہے جو قرآن وحدیث سے استخراجِ احکام کا فریضہ سرانجام دیں تاکہ عوام الناس کے لیے ان احکام کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی آسانی کے ساتھ جدید پیش آمدہ مسائل سے نپٹنے کی سہولت بھی مہیا ہو جائے۔ جو لوگ قرآن و حدیث کے ان راستوں سے آشنا ہوتے ہیں اور انہوں نے اپنے دامن کو ان تمام بنیادی علوم وفنون سے مزین کیا ہوتا ہے وہی حضرات بغیر گمراہی و ضلالت کے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے اس بحرِ بے کنار سے اپنی کوششوں کے سبب موتی سمیٹ لانے والے باہمت شناور 'فقہاء' کہلاتے ہیں۔ یہ فقہاء ہی ہوتے ہیں جو ہر زمانے کے تقاضوں کے مطابق پیش آنے والے مسائل کا حل اپنی عقل و دانش اور فہم وتدبر سے قرآن وحدیث ہی سے اخذ کرتے ہیں۔

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ محض حدیث ''روایت کرنا اور جرح وتعدیل کے حوالے سے اس کے رُواۃ پر نظر رکھنا'' الگ شعبہ ہے جبکہ حدیث سے ''احکام ومسائل کا استنباط واستخراج'' الگ شعبہ ہے جو بالترتیب علم الحدیث اور فقہ الحدیث سے عبارت ہیں۔ اِن شاء اللہ تبارک وتعالیٰ اگلے باب میں علم الحدیث اور فقہ الحدیث سے متعلق مباحث پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔

---

(۱) ابن ابی زید القیروانی، الجامع: ۱۱۷

باب سوم

عِلمُ الحَدِیث اور فِقہُ الحَدِیث میں فرق

۱۔علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے دائرہ ہائے کار

پچھلے باب میں ہم مختلف پہلوؤں سے فہم القرآن اور فہم الحدیث کے لیے ’’فقہ‘‘ کی ناگزیریت اور اس کی اہمیت کو واضح کر چکے ہیں۔ اس باب میں ہم اِن شاء اللہ تعالیٰ عِلْمُ الحَدِیث اور فِقْهُ الحَدِیث کے مابین فرق کو مختلف علمی جہتوں سے بیان کریں گے اور ائمہِ حدیث و فقہ کے اقوال و تعریفات کی روشنی میں علم الحدیث اور فقہ الحدیث کا صحیح تصور اُجاگر کریں گے تاکہ ان دونوں کی حدود اور الگ الگ دائرہ کار متعین ہو جائے۔

(۱) علم الحدیث

امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاویؒ (۹۰۲ھ) نے جامع الفاظ میں ’’علم الحدیث‘‘ کی درج ذیل اصطلاحی تعریف کی ہے:

ما أُضِيفَ إلى النبي ﷺ قولًا له، أو فعلًا، أو تقريرًا، أو صفةً حتى الحَرَكات و السَّكَنات فى الْيَقْظَة و الْمَنام.[۱]

’’جس قول، فعل، تقریر (سکوت)، صفت یہاں تک کہ سونے اور جاگنے کی حرکات و سکنات کی نسبت اور اضافت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف ہو وہ علم، علم الحدیث کہلاتا ہے۔‘‘

اس تعریف کی رو سے درج ذیل پانچ امور علم الحدیث میں شامل ہوئے:

۱۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور اقوال

(۱) سخاوی، فتح المغیث بشرح ألفية الحديث، ۱: ۱۰

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے افعال اور احوال

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا کسی صحابی کے عمل پر سکوت

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی صفاتِ خِلقیہ (شمائل و خصائل) اور صفاتِ خُلُقیہ (اخلاق و عادات)

۵۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے معمولاتِ زندگی

علم الحدیث کی مزید تقسیم (classification) درج ذیل ہے:

علم الحدیث کی دو بنیادی اقسام

ائمہ حدیث کے مطابق علم الحدیث درج ذیل دو اقسام پر مشتمل ہے:

۱۔ رِوایۃ الحدیث ۲۔ دِرایۃ الحدیث

۱۔ رِوایۃ الحدیث

علامہ محمد ابوالفضل الورّاقی الجیزاویؒ (۱۳۴۶ھ) نے روایۃ الحدیث پر درج ذیل جامع الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

هو عِلمٌ يشتمل عَلَى أقوالِ النبي ﷺ، وأفعاله، وتقرِيراته، وصِفاتِه، و رِوايَتِها، وضَبطِها، و تحريرِ ألفاظها.

وموضوعه: ذات الرسول ﷺ من حيث أنه رسول.

وغايته: الفوز بسعادة الدارين.[1]

’’وہ علم جو حضور نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات، صفات اور ان کو روایت کرنے، ان کے ضبط اور ان کے الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہو علم الحدیث

(۱) الجیزاوی، الطراز الحدیث فی فن مصطلح الحدیث: ۷

بالروایۃ کہلاتا ہے۔

’’**اس کا موضوع:** بحیثیتِ رسول حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مطہرہ ہے۔

’’**اس کا مقصد:** دنیاوی اور اخروی سعادت کا حصول ہے۔‘‘

۲۔ درایۃ الحدیث

امام محمد بن ابراہیم انصاری اَکفانیؒ (۷۹۴ھ) نے درایۃ الحدیث کی تعریف یوں کی ہے:

علم یعرف منه حقیقة الروایة، وشروطها، و أنواعها، وأحکامها، وحال الرواة، وشروطهم، وأصناف المرویّات، وما یتعلّق بها. [1]

’’وہ علم جس سے روایتِ حدیث کی حقیقت، اس کی شرائط، اس کی اَنواع، اس کے اَحکام، رواۃ کے حال اور ان کی شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت حاصل ہو علم الحدیث بالدرایۃ کہلاتا ہے۔‘‘

امام اَکفانی کی تعریفِ علم الحدیث بالدرایۃ نقل کرنے کے بعد امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) نے اس تعریف کی درج ذیل الفاظ میں شرح کی ہے:

فحقیقة الرّوایة: نقل السنّة و نحوها و إسناد ذلک إلی من عزی إلیه بتحدیث أو إخبار وغیر ذلک. وشروطها: تحمّل راویها لما یرویه بنوع من أنواع التحمّل، من سماع أو عرض أو إجازة ونحوها. وأنواعها: الاتصال و الانقطاع ونحوهما. و أحکامها: القبول والردّ. وحال الرواة: العدالة والجرح ...... وأصناف المرویات: المصنّفات من المسانید والمعاجم والأجزاء

(۱) سیوطی، تدریب الراوی، ۱: ۴۰

وغيرها، أحاديث وآثاراً وغيرهما. وما يتعلّق بها: هو معرفة اصطلاح أهلها.(۱)

''**حقیقتِ روایت:** سنت اور اس سے ملتی جلتی چیزوں کو نقل کرنا اور حَدَّثَنا یا أَخْبَرَنا وغیرہ کے الفاظ کے ذریعہ ان کو بیان کرنے والے تک جوڑنا ہے۔

''**اس کی شرائط:** اس روایت کے راوی نے تحملِ روایت کے طریقوں میں سے کسی ایک کو اختیار کیا ہو مثلاً اس روایت کو اپنے شیخ سے سنا ہو یا شیخ پر پڑھی ہو، یا شیخ نے اسے روایت کرنے کی اجازت دی ہو۔

''**روایت کی اقسام:** روایت کا متصل اسناد کے ساتھ ہونا یا سند میں انقطاع ہونا۔

''**اس کے احکام:** روایت کو قبول کرنا یا مسترد کرنا۔

''**راویوں کے احوال:** ان کی عدالت کو ماننا یا ان پر جرح کرنا......۔

''**مرویات کی اقسام:** ان میں احادیث و آثار پر مشتمل مسانید، معاجم اور اجزاء وغیرہا شامل ہیں۔

''**متعلقات سے مراد:** محدّثین کی اصطلاحات کی معرفت ہے۔''

علم الحدیث کی حدود کا تعیّن

علم الحدیث کی تعریف، اس کی اقسام، موضوع اور شرائط وغیرہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ بنیادی طور پر اِس کی دونوں قسموں کا تعلق ''**حدیثِ رسول ﷺ کو روایت کرنے، اس کی انواع کو جاننے، شرائط و احکام کے اعتبار سے روایت کے قبول و رد اور راویوں کی جرح و تعدیل کے ساتھ ہے۔**''

(۱) سیوطی، تدريب الرّاوي، ۱: ۴۰، ۴۱

علم الحدیث کی حدود اور دائرہ کار جان لینے کے بعد ''علم الفقہ'' کی تعریف پر غور کرتے ہیں تاکہ ان دونوں کی روشنی میں ''فقہ الحدیث'' کی حدود اور دائرہ کار متعین ہو جائے اور تقابل کرتے ہوئے ان کے درمیان فرق قائم کیا جا سکے۔

(۲) علم الفقہ

هُو الْعِلمُ بالأحْكام الشَّرْعِيَّة العَمَلِيَّة المُكْتَسَب مِن أدِلَّتِها التَّفْصِيْلِيَّة.[۱]

''فقہ اُن عملی شرعی احکام کا علم ہے جنہیں تفصیلی دلائل سے اخذ کیا گیا ہو۔''

تعریف کا مفہوم

فقہ کی درج بالا تعریف میں استعمال کیے گئے الفاظ کی تفہیم کے لیے ان کی فرداً فرداً مختصر وضاحت درج ذیل ہے:

ا۔ اَلْعِلْم سے مراد

مندرجہ بالا تعریف میں لفظ 'العِلم' سے واضح ہوتا ہے کہ فقہ بھی دیگر بے شمار علوم کی طرح ایک علم ہے۔ علم کے معنٰی کسی شے کو جاننے کے ہوتے ہیں۔ یہاں علم سے مراد ایسا علم ہے جس میں یقین اور ظن دونوں شامل ہیں کیونکہ احکام کبھی دلیل قطعی سے ثابت ہوتے ہیں اور کبھی دلیل ظنی سے (جس کا آگے بیان آ رہا ہے)۔ لفظِ ''علم'' چونکہ مطلقاً جاننے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے لہٰذا جب ہم کہتے ہیں کہ فقہ ایک علم ہے تو اس کا مزید تعین فقہ کی تعریف میں بیان کردہ لفظ 'الأحکام' سے ہوتا ہے۔

(۱) ۱۔ وهبه زحيلی، الوجيز فی أصول الفقه: ۱۴
۲۔ عبدالوهاب خلاف، علم أصول الفقه: ۱۱

۲۔ اَلْعِلْمُ بِالْأحُکام

اَلْعِلْمُ بِالْأحُکام سے مراد یہ ہے کہ فقہ، احکام کا علم ہے۔ احکام کا لفظ استعمال کرنے سے وہ تمام دیگر علوم فقہ کے دائرہ سے خارج ہو جاتے ہیں جن کا تعلق احکام سے نہیں مثلاً ذات و صفاتِ حقیقیہ اور افعال (کھڑا ہونا، پانی پینا وغیرہ) کا علم۔ احکام جمع ہے ’حُکم‘ (قانون) کی۔ پس فقہ سے مراد ہے ’’قوانین کا علم‘‘۔ احکام یا قوانین کی بھی مختلف اقسام ہوتی ہیں لہٰذا احکام کی قسم کے تعین کے لیے بھی فقہ کی تعریف میں اگلا لفظ موجود ہے جو اَلشَّرْعِيَّة ہے۔

۳۔ اَلشَّرْعِيَّة

فقہ کی تعریف میں اَلْأَحْکام کے بعد اَلشَّرْعِيَّة کا لفظ استعمال کرنے سے فقہ کے دائرہ میں تخصیص ہوگئی کہ فقہ صرف ’’شرعی احکام کا علم‘‘ ہے جبکہ دیگر وہ تمام احکام جو شرعی نہیں فقہ کے دائرے سے خارج ہو گئے جیسے احکامِ حسی، احکامِ عقلی، تجرباتی احکام وغیرہ۔ شرعی احکام کے دائرے میں بھی بے شمار احکام آتے ہیں مثلاً ایمانیات، عقائد، عبادات، اعمال، مناکحات، اخلاقیات وغیرہ۔ فقہ کی تعریف میں دیئے گئے اَلفاظ کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اِن مختلف شرعی احکام میں سے جو قسم علم الفقہ کے لیے متعین کی گئی ہے اس کو اَلْعَمَلِيَّة کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔

۴۔ اَلْعَمَلِيَّة

فقہ کی تعریف میں لفظ اَلْعَمَلِيَّة کی وجہ سے فقہ کو صرف ان شرعی احکام کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے جن کا تعلق عمل سے ہے یا دوسرے لفظوں میں فقہ کے مفہوم میں مزید تعیین و تخصیص کر دی گئی ہے لہٰذا وہ تمام احکام جو عملی نہیں ہیں وہ علم الفقہ کی تعریف سے خارج ہو گئے مثلاً اعتقادی، وِجدانی، کلامی اور اخلاقی و روحانی وغیرہ۔

۵۔ اَلْمُکْتَسَب

اس کا مطلب ہے اخذ شدہ یا استنباط شدہ علم۔ لہٰذا فقہ میں وہ عملی شرعی احکام شامل ہوں گے جو غور وخوض اور استدلال کے بعد اخذ کیے گئے ہوں۔ ایسے احکام جو اخذ شدہ نہیں ہیں، یعنی جن میں غور وفکر اور اجتہاد کا عمل دخل نہیں وہ تمام فقہ کی تعریف سے خارج ہیں۔

جب یہاں تک بات طے ہوگئی کہ ’’فقہ اخذ شدہ عملی شرعی احکام کا علم‘‘ ہے۔ یہ احکام اخذ کہاں سے ہوں گے؟ اور ان کے مآخذ و مراجع کیا ہوں گے؟ اس کا جواب فقہ کی تعریف میں درج لفظ أدِلَّتِها التَّفْصِیْلِیَّة میں موجود ہے۔

٦۔ أَدِلَّتُها التَّفْصِیْلِیَّة

اس لفظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فقہ کے دائرے میں وہ احکام شامل ہیں جنہیں تفصیلی دلائل سے اخذ کیا گیا ہو۔ لہٰذا

’’وہ تمام احکام جنہیں غور وفکر سے دلائلِ احکام یعنی مصادرِ قوانین مثلاً قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس وغیرہ سے اخذ کیا گیا ہو فقہ کی تعریف میں شامل ہیں۔‘‘

جو احکام ’دلائل‘ کے علاوہ حاصل ہوں گے وہ فقہ کی تعریف میں نہیں آئیں گے۔ اس کے علاوہ اس میں مقلّد کا علم بھی شامل نہیں ہو گا کیونکہ یہ مصادرِ قوانین سے خود براہِ راست اخذ نہیں کیا گیا ہوتا بلکہ کسی فقیہ یا مجتہد کے علم کی بنا پر حاصل شدہ ہوتا ہے۔

علم الفقہ کا دائرہ کار

درجِ بالا تعریف اور اس کی وضاحت سے علم الفقہ کا دائرہ کار درج ذیل الفاظ میں متعین ہوگیا، یعنی

''ایسے تمام اعمال وافعال جن کا تعلق عملی شرعی احکام سے ہوگا وہ فقہ کے دائرہ کار میں آئیں گے۔ مثلاً عبادات، معاملات، اور وہ احکام جن میں جرائم اور ان کی سزاؤں کا بیان ہو مثلاً قتل، چوری، ڈاکہ، غصب اور آبروریزی وغیرہ کی سزا۔''

جن احکام کا تعلق عملی شرعی احکام سے نہیں مثلاً اخلاقیات اور ایمانیات وغیرہ وہ فقہ کے دائرہ کار میں شامل نہیں ہیں۔

علم الفقہ کا موضوع

اِس علم میں مکلّف کے احوالِ فعل سے بحث ہوتی ہے۔ یعنی نصوصِ قرآن و حدیث میں وارد ہونے والا فعل مکلّف پر فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب، حرام ہے یا مکروہِ تحریمی، اساءت ہے یا مکروہِ تنزیہی یا مباح۔

علم الفقہ کا دائرہ کار اور اس کا موضوع جاننے کے بعد اس بات کا تعین ہوا کہ فقہ الحدیث کا تعلق ''دراصل حدیث کے عملی شرعی اَحکام اور حدیث میں وارد ہونے والے فعل کا طلبِ فعل یا طلبِ ترکِ فعل کے لحاظ سے درجہ متعین کرنے کے ساتھ ہے۔''

(۳) علم الحدیث اور فقہ الحدیث میں فرق

درج بالا بحث سے ثابت ہوا کہ فقہ الحدیث کی حدود اور دائرہ کار علم الحدیث سے قطعی مختلف اور جدا ہے۔ علم الحدیث یعنی رِوایۃ الحدیث اور دِرایۃ الحدیث کا دائرہ کار حدیث کی سند اور ظاہری الفاظِ حدیث کے ساتھ منسلک ہے۔ روایۃ الحدیث کی شکل میں یہ متن کے ساتھ اس طرح متعلق ہے کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حدیث اخبارِ صحابہ اور آثارِ تابعین یعنی موقوفاً اور مقطوعاً کی بجائے مرفوعاً حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف قولاً، فعلاً، تقریراً، صفۃً اور حالاً منسوب ہے۔ دِرایۃ الحدیث سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ

قوت و ضعف کے اعتبار سے حدیث کس درجہ کی ہے، اس کا شمار مقبول احادیث کی انواع میں سے کسی نوع میں کیا جائے گا یا کسی مردود نوع میں کیا جائے گا؟ راوی پر عدالت و ضبط کے قواعد اور شرائط کی رو سے جرح و تعدیل میں سے کون سا حکم لگایا جائے گا؟ راوی کو تعدیل کے اعتبار سے أَصْدَقُ النّاس یا أثبتُ الناس یا أوثق الناس، ثِقَة ثِقَة یا ثِقَة ثَبت، ثِقَة یا حُجّة، صَدُوق یا مَحَلُّه الصِّدق یا لا بأسَ به، فلان شَيخٌ یا رَوَى عنه الناسُ، صالِحُ الحديث یا يُكتَبُ حديثُه، صدوق سيّءُ الحِفظ یا صدوقٌ له أوْهام کس درجہ میں رکھا جائے گا؟ اسی طرح جرح کے اعتبار سے کوئی راوی اگر مجروح ہو مثلاً اسے مَستُور یا مَجهولُ الحال، ضَعِيف، مجهول یا لا يُعرَف، مَترُوک یا مَتروکُ الحديث، مُتَّهَم بالكذب یا مُتَّهم بالوضع، كَذَّاب یا وَضَّاع یا يَضَعُ الحديث جیسے الفاظ سے گردانا گیا ہو تو اس کی روایت کو کس درجہ پر رکھا جائے گا؟ روائ حدیث نے اپنے شیخ سے حدیث قِرأۃً، سماعاً، اِجازتاً، مناولتاً، کتابتاً، وصیتاً یا وِجادتاً کس طریق سے حاصل کی ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو علم الحدیث سے تعلق رکھتے ہیں۔

کسی بھی رِوایت کو ان تمام اَسالیب پر پرکھنے کے بعد اس کے قبول اور رَد کا تو علم ہو جاتا ہے لیکن اِس سے حدیث میں موجود حکم سے مکلَّف کو آگاہی حاصل نہیں ہوتی کہ اس پر کیا چیز فرض ہوئی یا کون سی سنت قرار پائی، اِسی طرح کون سی چیز اس پر حرام قرار دی گئی یا کون سی چیز مکروہ کے درجہ میں آئی؟ کیا طلبِ فعل پر مشتمل تمام احادیثِ صحیحہ پر فرض و واجب اور طلبِ ترکِ فعل پر حرام و مکروہِ تحریمی کا حکم لگایا جائے گا؟ اِس کے برعکس کیا تمام ضعیف احادیث کو یکسر صرفِ نظر کر دیا جائے گا یا انہیں کسی صورت قبول کیا جائے گا؟ کیا ظاہراً دو باہم متضاد و متعارض احادیث کو نظر انداز کر دیا جائے گا یا اُن کے درمیان تطبیق کی کوئی صورت نکالی جائے گی؟

اِن سوالات کے ساتھ ساتھ پھر حدیث میں کہیں لفظ عام ہے کہیں لفظ خاص، کہیں مطلق ہے کہیں مقید، کہیں امر کا اسلوب ہے کہیں نہی کا، کہیں لفظِ مشترک ہے، کہیں

اسلوب کنایۃً ہے کہیں صریح، اِن اَسالیب کی بناء پر حدیث سے کون سا حکم کیسے اخذ ہوگا؟ یہی وہ بنیادی سوالات ہیں جن کے جوابات دینے کے لیے علمِ فقہ الحدیث معرضِ وجود میں آیا۔ فقہ الحدیث ہی کی بدولت کسی حدیث میں موجود حکم سے صحیح اور کامل آ گاہی ہوتی ہے۔ علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے درمیان بنیادی فرق کو ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے:

”علم الحدیث ...... رِوایۃ الحدیث اور رُواۃ الحدیث کے احوال پر بحث کرتا ہے جبکہ فقہ الحدیث ...... الفاظ الحدیث، معانی الحدیث اور حدیث میں اختیار کردہ مختلف اسالیب پر غور وفکر کرنے کا نام ہے۔“

علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے درمیان اِسی فرق کو محدّثین نے بھی بیان کیا ہے:

۱۔ امام بخاری اور امام مسلم کے شیخ امام علی بن عبداللہ المعروف ابنِ مدینیؒ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

التفقّه فی معاني الحديث نصف العلم ومعرفة الرّجال نصف العلم. (۱)

”حدیث کے معانی میں غور وخوض کرنا نصف علم ہے اور رواۃِ حدیث کے حالات سے آ گاہی حاصل کرنا باقی نصف علم ہے۔“

۲۔ صاحب السنن امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ (۲۷۹ھ) نے غسلِ میت پر فقہاء کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

و كذلک قال الفقهاء، و هم أعلم بمعانی الحديث. (۲)

(۱) ۱۔ رامھرمزی، المحدّث الفاصل، ۱: ۳۲۰
۲۔ ذھبی، سير أعلام النبلاء، ۱۱: ۴۸

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی غسل الميت، ۳: ۳۱۵، رقم: ۹۹۰

’’فقہاء نے اسی طرح کہا ہے اور وہ حدیث کے معانی کو زیادہ جانتے ہیں۔‘‘

۳۔ محدّث الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۱۱۷۶ھ) نے درج ذیل الفاظ میں دونوں علوم کی حدود کو تفصیل سے بیان کیا ہے:

وإن هذا العلم له طبقات، ولأصحابه فيما بينهم درجات، وله قُشُوْرٌ داخلها لُبٌّ، وأصْدَافٌ وَسطُها دُرٌّ.

وقد صَنَّفَ العلماءُ رحمهم الله في أكثرِ الأبواب ما تَقْتَنِصُ به الأوَابِدُ، وتُذَلِّلُ بِه الصِّعَابُ، وإن أقرَبَ القُشُورِ إلى الظاهر فَنُّ معرفة الأحاديث صِحَّةً و ضُعفاً، واستفاضةً و غرابةً، وتَصَدَّى له جهَابذةُ المحدّثين والحفّاظ من المتقدّمين، ثم يتلوه فنّ معاني غريبِها وضبطِ مُشكَلها، وتَصَدَّى له أئمّةُ الفُنون الأدبيّة والمُتَّقِنُون مِن عُلماءِ العربيّة.

ثم يتلوه فنّ معانيه الشرعيّة، واستنباط الأحكام الفرعيّة، والقياس على الحكم المنصوص في العبارة، والاستدلال بالإيماء والإشارة، ومعرفة المنسوخ، والمحكم، والمرجوح والمبرم، وهذا بمنزلة اللّب والدر عند عامة العلماء وتصدّى له المحقّقون من الفقهاء.[1]

’’علم الحدیث کے مختلف طبقات ہیں اور محدّثین کے مابین بھی کئی درجات ہیں، علم الحدیث کے فنون چھلکے کی مانند ہیں جن میں مغز پوشیدہ ہے یا ان سیپیوں کی مانند ہیں جن کے وسط میں موتی چھپا ہے۔

(۱) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ۱: ۴

’’محدّثین نے حدیث کے اکثر فنون پر تصانیف لکھی ہیں جن سے حدیث کا ہر غریب معنٰی سمجھ آ جاتا ہے اور مشکلات رفع ہو جاتی ہیں۔ علم الحدیث کے فنون میں چھلکے کی مانند وہ فن ہے جس کی بدولت احادیث کی صحت، ضعف، شہرت اور غرابت کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ اس فن میں نقّاد محدّثین اور متقدم حفاظِ حدیث نے خدمت سرانجام دی ہے۔ پھر علم الحدیث میں ہی احادیث کے غریب الفاظ کے معانی اور مشکل آثار کو ضبط کرنے کا فن ہے جس کو فنونِ ادب کے ائمہ اور لغتِ عرب کے جید علماء نے بخوبی نبھایا ہے۔

’’پھر اس کے بعد علم الحدیث کا ہی ایک فن یہ بھی ہے کہ اس کے شرعی معانی کو سمجھا جائے، اس سے فروعی احکام کا استنباط کیا جائے، عبارت میں موجود حکمِ منصوص پر قیاس کیا جائے، اشارہ و کنایہ سے استدلال کیا جائے، منسوخ، محکم، مرجوح اور مبرم حدیث کی معرفت حاصل کی جائے۔ یہی وہ فن ہے جو علماء کے نزدیک علم الحدیث کے تمام فنون میں مغز اور موتی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس فن میں خدمت سرانجام دینے والے محققین حضرات ہی فقہاء کہلاتے ہیں۔‘‘

۲۔ علم الحدیث اور فقہ الحدیث میں فرق کا اَحادیث سے اِستدلال

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ سے بھی علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے درمیان فرق کا استنباط ہوتا ہے۔ براہِ راست اپنے نکتہ پر آنے سے پہلے ہم احادیث کی روشنی میں علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے فضائل بیان کریں گے تاکہ اپنی اپنی سطح پر دونوں علوم کی اہمیت قارئین پر اجاگر ہو جائے۔

(۱) احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں علم الحدیث کے فضائل

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ارشادات اور فرامینِ مبارکہ میں علم الحدیث، طالبِ علم الحدیث اور محدّث کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر منٰی میں قربانی کے دن فرمایا:

أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: اللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ.(۱)

’’کیا میں نے تمہیں دین پہنچا دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا، (پھر آپ نے صحابہ سے فرمایا:) پس (تم میں) ہر حاضر، ہر غائب کو یہ پیغام پہنچا دے، بہت سے بات وصول کرنے والے سننے والے سے زیادہ حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔‘‘

۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الحج، باب الخطبة أیام منی، ۲: ۶۲۰، رقم: ۱۶۵۴

۲۔ أیضا، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ: رب مبلغ أوعی من سامع، ۱: ۳۷، رقم: ۶۷

۳۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب من بلغ علما، ۱: ۸۵، رقم: ۲۳۳

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۹

۵۔ ابن جارود، المنتقی من السنن المسندة، ۱: ۲۱۲، رقم: ۸۳۳

تَسْمَعُوْنَ وَ يُسْمَعُ مِنْكُمْ، وَ يُسْمَعُ مِمَّنْ سَمِعَ مِنْكُمْ.(۱)

''(اے میرے صحابہ!) تم مجھ سے حدیث سماع کرتے ہو اور تم سے بھی سنی جائے گی اور جس نے تم سے سماع کیا اس سے بھی سنی جائے گی۔''

۳۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حَدِّثُوْا عَنِّيْ وَلَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ، وَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.(۲)

''تم مجھ سے حدیث بیان کیا کرو اور مجھ پر جھوٹ مت باندھا کرو، جس شخص نے جان بوجھ کر جھوٹ کو میری طرف منسوب کیا تو اس نے ضرور اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لیا۔''

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

اَللَّهُمَّ ارْحَمْ خُلَفَاءَنَا. قُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَا خُلَفَاؤُكُمْ؟ قَالَ: الَّذِيْنَ يَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ يَرْوُوْنَ أَحَادِيْثِي وَ سُنَّتِيْ وَ يُعَلِّمُوْنَهَا

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، ۳: ۳۲۱، رقم: ۳۶۵۹
۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۲۱، رقم: ۲۹۴۷
۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۲۶۲، رقم: ۶۲
۴۔ بیہقی، السنن الکبری، ۱۰: ۲۵۰
۵۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۱: ۱۷۴، رقم: ۳۲۷

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۶، رقم: ۱۱۴۴۲
۲۔ ابو یعلی، المسند، ۲: ۴۱۶، رقم: ۱۲۰۹
۳۔ بیہقي، السنن الکبری، ۱: ۴۰۵، رقم: ۷۲۴

النَّاسَ. (۱)

''اے اللہ! ہمارے خلفاء پر رحم فرما۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے، وہ میری احادیث اور سنت کو روایت کریں گے اور انہیں لوگوں کو سکھائیں گے۔''

۵۔ امام ہارون العبدی سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے ہم سے کہا: حضور نبی اکرم ﷺ کی وصیت کے لیے خوش آمدید ہو۔ ہم نے ان سے پوچھا:

وَمَا وَصِيَّةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: سَيَأْتِي مِنْ بَعْدِي قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَكُمُ الْحَدِيْثَ عَنِّي، فَإِذَا جَاؤُوْكُم فَالْطُفُوْهُمْ وَحَدِّثُوْهُمْ. (۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ کی وصیت کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عنقریب میرے بعد لوگ آکر تم سے میری حدیث کے متعلق سوال کریں گے، پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور ان سے حدیث بیان کرنا۔''

علم الحدیث کا رتبہ اِس قدر بلند ہے کہ تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس کے حصول کے لیے وصیت فرمائی ہے، علم الحدیث کے وارثان کو اپنے خلفاء قرار دیا ہے اور علم الحدیث کی تبلیغ و ترویج کو ہر سننے والے حاضر و موجود پر لازم قراد دیا ہے۔ اِن خوش بختیوں سے

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۷۷، رقم: ۵۸۴۶
۲۔ رامهرمزی، المحدث الفاصل بين الراوي والواعي، ۱: ۱۶۵
۳۔ منذری، الترغيب والترهيب، ۱: ۶۲، رقم: ۱۵۴
۴۔ هيثمی، مجمع الزوائد: ۱: ۱۲۶
(۲) رامهرمزی، المحدث الفاصل بين الراوي والواعي، ۱: ۱۷۶

کوئی سعادت مند ہی بہرہ ور ہوسکتا ہے۔ یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ فقہ الحدیث کی بنیاد اور اصل علم الحدیث ہی ہے۔ اگر علم الحدیث کو آگے امت تک پہنچانے والے محدّثین نہ ہوتے تو نہ فقہ وجود میں آتی اور نہ ہی کسی مسئلہ کا حل ہمیں براہِ راست قرآن سے ملتا۔

(۲) احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں فقہ الحدیث کے فضائل

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح علم الحدیث کے فضائل بیان فرمائے ہیں، اسی طرح فقہ الحدیث، متعلمِ فقہ الحدیث اور فقیہ کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں۔ احادیثِ مبارکہ میں بعض مقامات پر لفظِ 'فقہ' کو دین کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے جس سے قرآن و حدیث ہی کا فہم مراد ہے جبکہ بعض مقامات پر مطلقاً ذکر آیا ہے۔ اِن احادیث میں اصل مقصود ''فقہ'' کا حصول ہی ہے چاہے وہ فقہ القرآن کی شکل میں ہو یا فقہ الحدیث کی شکل میں۔ چند احادیثِ مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ 'فقہ' کی اہمیت کے ہی پیشِ نظر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو یہ دعا دی:

اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.(۱)

''اے اللہ! اس کو دین کی فقہ (یعنی قرآن وحدیث کی سوجھ بوجھ) عطا فرما۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے

(۱) ۱۔ بخاري، الصحيح، کتاب الوضوء، باب وضع الماء عند الخلاء، ۱: ۶۶، رقم: ۱۴۳

۲۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۵۳۱، رقم: ۷۰۵۵

۳۔ ابن راهويه، المسند، ۱: ۲۳۰

۴۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۶۱۵، رقم: ۶۲۸۰

۵۔ ابن ابی عاصم، الآحاد و المثاني، ۱: ۲۸۷، رقم: ۳۸۰

بلا کر پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إنّ أفضل النّاس أفضلهم عملا إذا فقهوا في دينهم. (۱)

''جب لوگ تفقہ فی الدین رکھتے ہوں تو پھر ان میں سب سے افضل وہ ہے جو ان میں عمل کے اعتبار سے افضل ہے۔''

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا عَبُدُاللهِ بِشَيءٍ أَفُضَلَ مِنُ فِقُهٍ فِي دِيُنٍ، وَلَفَقِيُهٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيُطَانِ مِنُ أَلُفِ عَابِدٍ، وَلِكُلِّ شَيُءٍ عِمَادٌ وَعِمَادُ هَذَا الدِّيُنِ الُفِقُهُ.

فَقَالَ أَبُوُهُرَيُرَةَ رضی اللہ عنہ: لَأَنُ أَجُلِسَ سَاعَةً فَأَفُقَهَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنُ أَنُ أُحُيِيَ لَيُلَةً إِلَى الُغَدَاةِ. (۲)

''اللہ کے بندے کی کوئی چیز تفقہ فی الدین سے بڑھ کر نہیں اور یقیناً ایک فقیہ ہزار عابدوں کی نسبت شیطان پر زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ ہر شے کا ایک ستون

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۵۲۲، رقم: ۳۷۹۰
۲۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۲۲۰، رقم: ۱۰۵۳۱
۳۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۷: ۶۹، رقم: ۹۵۱۰
۴۔ حکیم ترمذی، نوادر الأصول فی أحادیث الرسول ﷺ، ۱: ۸۶
۵۔ ابونعیم، حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ۴: ۱۷۷

(۲) ۱۔ دارقطنی، السنن، ۳:۷۹، رقم: ۲۹۴
۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۱۹۴، رقم: ۶۱۶۶
۳۔ قضاعی، مسند الشھاب، ۱: ۱۵۰، رقم: ۲۰۶
۴۔ بیھقی، شعب الإیمان، ۲: ۲۶۶، رقم: ۱۷۱۲
۵۔ منذری، الترغیب والترھیب، ۱: ۵۸، رقم: ۱۳۷

ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے ایک ساعت بیٹھ کر دین کی فقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کرنا ساری رات (عبادت میں) بسر کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔''

اس حدیثِ مبارکہ میں جہاں فقہاء کی عابدوں پر فضیلت کا بیان ہوا ہے وہاں تفقہ فی الدین کی باقی علوم پر فضیلت کا بھی بیان ہے۔

۴۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ، وَ أَفْضَلُ الدِّيْنِ الْوَرَعُ.[1]

''افضل عبادت فقہ (یعنی قرآن و حدیث میں سوجھ بوجھ حاصل کرنا) ہے اور افضل دین (زہد و) ورع ہے۔''

اس حدیثِ مبارکہ سے مستفاد ہوا کہ قربِ الٰہی کے حصول کے لیے سب سے بہترین راہ فقہ فی الدین کو قرار دیا گیا ہے۔ انسان حتیٰ کہ جنات کی تخلیق کا مقصد بھی اللہ رب العزت نے اپنی عبادت کرنا بیان فرمایا ہے اور اِسی عبادت کو دین میں بلند درجہ سمجھ بوجھ کے حصول کے ساتھ مشروط کر دیا ہے کیونکہ انسان فہمِ دین کی بدولت ہی عبادت کا حق کما حقہ ادا کر سکتا ہے جو کسی اور ذریعہ سے ادا نہیں ہو سکتا۔

فقیہ کا درجہ اور مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ کسی منافق کی قسمت میں یہ رتبہ نہیں لکھا جاتا۔

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۹:۱۰۷، رقم: ۹۲۶۴

۲۔ أیضاً، المعجم الصغیر، ۲:۲۵۱، رقم: ۱۱۱۴

۳۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲:۲۴۹، رقم: ۱۲۹۰

۴۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱:۳۵۴، رقم: ۱۴۲۲

۵۔ منذری، الترغیب والترهیب، ۲:۳۵۲، رقم: ۲۶۹۱

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِيْ مُنَافِقٍ: حُسْنُ سَمْتٍ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ. (۱)

''دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوتیں: اچھا کردار اور دین کی سمجھ بوجھ۔''

(۳) اَحادیث سے علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے فرق پر اِستدلال

بعض احادیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے **علم الحدیث** اور فقہ الحدیث کے درمیان فرق کو بخوبی اجاگر کیا ہے۔ ان احادیث کا مطالعہ کرنے سے کوئی بھی عقلِ سلیم رکھنے والا شخص بذاتِ خود یہ نتیجہ اخذ کرسکتا ہے کہ ''**بے شک علم الحدیث اور فقہ الحدیث، علوم الحدیث کی دو الگ الگ شاخیں ہیں۔**'' ان میں علم الحدیث کو تسلیم کرنا اور فقہ الحدیث کا انکار کرنا یا فقہ الحدیث کو قبول کرنا اور علم الحدیث کا رد کرنا محض عدمِ علم، جہالت اور تعصب پر مبنی ہے۔ ان دونوں علوم کا علیحدہ علیحدہ تشخص اور وجود ماننے میں ہی عافیت اور بہتری ہے۔

(الف) تفقہ فی الدین پر مبنی حدیثِ مبارکہ سے استدلال

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة، ۵: ۴۹، رقم: ۲۶۸۴
۴۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۱: ۲۱۰، رقم: ۳۱۸
۵۔ عبدالله بن مبارك، الزهد، ۱: ۱۵۶، رقم: ۴۵۹

مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَ اللهُ يُعْطِي.(۱)

’’اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو فقہ (قرآن و حدیث کی سمجھ اور پختگی) عطا فرما دیتا ہے، اور میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ مجھے عطا فرمانے والا ہے۔‘‘

شرح الحدیث

اس حدیثِ مبارکہ میں خصوصی طور پر دو نکات بیان ہوئے ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین (یعنی قرآن و حدیث) کی فقہ اور فہم عطا فرما دیتا ہے۔

۲۔ حضور نبی اکرم ﷺ عطائے الٰہی کو تقسیم فرمانے والے ہیں۔

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب العلم، باب من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین، ۱: ۳۹، رقم: ۷۱

۲۔ أیضاً، کتاب فرض الخمس، باب قول اللہ تعالی: فأن للہ خمسه وللرسول، ۳: ۱۱۳۴، رقم: ۲۹۴۸

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الزکاة، باب النهی عن المسألة، ۲: ۷۱۹، رقم: ۱۰۳۷

۴۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب إذا أراد اللہ بعبد خیرا فقهه فی الدین، ۵: ۲۸، رقم: ۲۶۴۵

۵۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم، ۱: ۸۰، رقم: ۲۲۰

۶۔ مالك، الموطأ، ۲: ۹۰۰، رقم: ۱۵۹۹

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۴، رقم: ۷۱۹۳

(ا) بھلائی پر مشتمل ارادۂ الٰہی: فقہ الحدیث میں پوشیدہ ہے

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرمانا چاہتا ہے اس کے ذہن و دماغ اور سینہ و دل کو دین کی فقہ اور اس میں تدبر و تفکر کے لیے کھول دیتا ہے۔ بالفاظ دیگر جس کو قرآن وحدیث کی فقہ اور دین کا تدبر و تفکر نصیب ہو جائے وہ سمجھ جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ بھلائی کی جا رہی ہے۔ ائمہ حدیث کی نظر میں اس حدیث کی شرح دیکھتے ہیں۔

۱۔ امام ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ومفهوم الحديث أنّ من لم يتفقّه في الدين أى يتعلّم قواعد الإسلام وما يتّصل بها من الفروع فقد حرم الخير.[۱]

''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل نہیں کرتا یعنی اسلام کے قواعد اور ان سے متصل فروع نہیں سیکھتا وہ خیر سے محروم رہتا ہے۔''

۲۔ اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام عسقلانیؒ آگے رقم طراز ہیں:

وفي ذلک بيان ظاهر لفضل العلماء على سائر الناس، ولفضل التفقّه فی الدّين على سائر العلوم.[۲]

''اسی بیان سے یہ ظاہر ہے کہ علماء کو تمام لوگوں اور تفقہ فی الدین کو تمام علوم پر فضیلت حاصل ہے۔''

۳۔ امام شہاب الدین قسطلانیؒ (۹۲۳ھ) اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۱:۱۶۵

(۲) عسقلانی، فتح الباری، ۱: ۱۶۵

كلّ واحد منكم من الفهم على قدر ما تعلّقت به إرادته تعالى فالتفاوت في أفهامكم منه سبحانه. وقد كان بعض الصحابة يسمع الحديث فلا يفهم منه إلا الظاهر الجليّ، ويسمعه آخر منهم أو من القرن الذي يليهم أو ممّن أتى بعدهم فيستنبط منه مسائل كثيرة. وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.(۱)

''تم میں سے ہر ایک کو فہم میں سے اتنا ہی حصہ ملتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس سے متعلق ہوتا ہے پس تم میں سے ہر ایک کے فہم میں تفاوت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بعض صحابہ کرام حدیث کو سن کر صرف اس کا ظاہری معنٰی سمجھتے تھے مگر بعض دوسرے صحابہ یا ان سے متصل زمانہ کے تابعین یا ان کے بعد آنے والے حضرات اسی حدیث کو سن کر کثیر مسائل کا استنباط کر لیتے تھے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔''

پس حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ نصوص کی خبر ہونا اور ان میں تدبر و تفقہ حاصل ہونا دو مختلف علوم ہیں۔ ان میں ایک سماعتِ حدیث کی شکل میں علم الحدیث ہے جبکہ دوسرا فہمِ حدیث کی شکل میں فقہ الحدیث ہے۔

(۲) تفقہ فی الدین کی خیرات حضور نبی اکرم ﷺ کے در سے ملتی ہے

درج بالا حدیثِ مبارکہ میں آگے اس بھلائی کے عطا ہونے کا طریقہ بھی یوں بیان فرمایا: وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَ اللهُ يُعْطِي۔ اللہ تعالیٰ یہ خیر کیسے عطا کرتا ہے؟ إِنَّمَا کلمۂ حصر ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بات بیان ہو رہی ہے وہ اسی میں محصور ہے، یعنی اس کے گرد چار دیواری لگا دی گئی ہے۔ حدیث میں کلمۂ حصر لانے کی وجہ یہ ہے کہ بے شک ''اللہ عطا کرتا ہے'' مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ایسے ہی ہر ایک کو عطا کر دے گا۔ اس

(۱) ا۔ قسطلانی، إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ۱: ۱۷۰

میں کوئی شک نہیں کہ ذاتِ باری تعالیٰ ہی قادرِ مطلق، فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ اور معطیِ حقیقی ہے اور سب کچھ اسی کی طرف سے عطا ہوتا ہے مگر اس کے عطا کرنے کا ایک طریقہ واسلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے کے اسی طریقے کو حضور نبی اکرم ﷺ نے بتلایا ہے کہ اللہ براہِ راست مجھے عطا کرتا ہے، پھر جب وہ مجھے عطا کرتا ہے تو میں ہی تم میں تقسیم کرتا ہوں۔ اس لیے جسے بھی تفقہ فی الدین کی شکل میں اللہ رب العزت کی طرف سے خیر چاہیئے وہ حضور ﷺ کے درِ اقدس پہ دامن پھیلائے اور دستِ سوال دراز کرے کہ اللہ جل مجدہ کی تمام خیرات یہاں تقسیم ہو رہی ہے۔

(ب) سامعِ حدیث اور فقیہِ حدیث پر مشتمل حدیثِ مبارکہ سے استدلال

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَحَفِظَهُ حَتَّی یُبَلِّغَهُ غَیْرَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَی مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَیْسَ بِفَقِیْهٍ. (۱)

”اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سن کر اسے یاد رکھا یہاں تک کہ اسے آگے اپنے علاوہ کسی اور کو پہنچا دیا۔ پس بہت سے سمجھ بوجھ

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب فی الحث علی تبلیغ السماع، ۵: ۳۳، رقم: ۲۶۵۶

۲۔ ابو داؤد، السنن، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، ۳: ۳۲۲، رقم: ۳۶۶۰

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب المقدمة، باب من بلغ علما، ۱: ۸۴، رقم: ۲۳۵

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۸۳، رقم: ۲۱۶۳۰

۵۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۳: ۴۳۱، رقم: ۷۴۷

۶۔ دارمی، السنن، ۱: ۸۶، رقم: ۲۲۹

رکھنے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو وہ روایت کرتے ہیں وہ ان سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں اور کتنے جاننے والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔‘‘

شرح الحدیث

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر محدّث اور فقیہ کے درمیان فرق بیان فرما دیا ہے اور اس میں درج ذیل تین تقسیمات بیان فرمائی ہیں:

۱۔ بعض حدیث روایت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں جن کو احادیث میں تفقہ حاصل نہیں ہوتا۔ ان کا کام صرف آگے روایت کرنا ہوتا ہے۔

۲۔ دوسری قسم میں وہ محدّثین شامل ہیں جو جیسا حدیث کو سنتے ہیں حفظ کر کے ویسا ہی اسے آگے بیان فرما دیتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ اس کی کچھ سمجھ بوجھ بھی رکھتے ہیں۔

۳۔ ان دونوں قسموں کے درمیان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیسری قسم کے اُس طبقہ کو بھی بیان فرما دیا کہ جن تک حدیث پہنچتی ہے تو وہ حدیث بیان کرنے والے سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔

محدّثین کے بارے میں بیان کردہ پہلی دو قسموں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ محدّثین کا بنیادی کام درحقیقت حدیث کو آگے بیان کرنا ہے اس میں غور و خوض اور تدبر و تفکر کرنا نہیں جبکہ تیسری قسم سے پتہ چلا کہ احادیث میں فقہ و بصیرت سے کام لینا اور ان سے مسائل کا استنباط کرنا بعض دیگر خوش نصیب افراد کے ذمہ ہے، وہ فقہاء کہلاتے ہیں۔

ان احادیث میں اس امر کی طرف صریح اشارہ ہے کہ احادیث کی صحت کو جانچ کر فقہاء تک پہنچانا محدّثین کے فرائضِ منصبی میں شامل ہے کیونکہ فقہاء نے امت کے لیے شریعت اور احکامِ دین کو مرتب و مدون کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

راوی کا فریضہ بیان فرما دیا کہ فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ. لہٰذا ایک فقیہ، حدیث اور فقہ دونوں کا جامع ہوتا ہے جبکہ ایک محدّث کے پاس صرف احادیث کا ذخیرہ ہوتا ہے، اس لحاظ سے حدیث میں تفقہ اور فہم کے اعتبار سے فقیہ کو محدّث پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

احادیث کی مدد سے علم الحدیث اور فقہ الحدیث میں فرق کو واضح کرنے کے بعد ہم اب اسی موضوع پر ائمہِ فقہ و حدیث کی تصریحات نقل کر رہے ہیں۔

۳۔ محدّث اور فقیہ کے درمیان فرق پر ائمہ کی تصریحات

محدّث اور فقیہ کے امور میں فرق کی مزید وضاحت کے لیے ائمہ حدیث و فقہ کی تصریحات درج ذیل ہیں:

۱۔ امام ابو الفتح محمد بن محمد بن سید الناس الشافعیؒ (۷۳۴ھ) محدّث کے بارے میں فرماتے ہیں:

المحدّث فی عصرنا فهو: من اشتغل بالحديث رواية ودراية، وجمع رواة، واطّلع على كثير من الرواة والروايات فی عصره.(۱)

''ہمارے زمانے میں محدّث وہ کہلاتا ہے: جو رِوایۃً و دِرایۃً حدیث پر عبور رکھتا ہو، رواۃ کے بارے جانتا ہو، اپنے زمانہ کے کثیر راویوں اور رویات پر مطلع ہو۔''

۲۔ علامہ محمد ابو الفضل الوراقی الجیزاویؒ (۱۳۴۶ھ) محدّث کے بارے رقم طراز ہیں:

المحدّث هو الذي حفظ كثيرًا من الأحاديث وعلم عدالة الرجال وجرحهم.(۲)

---

(۱) سیوطی، تدریب الراوی، ۱: ۴۸

(۲) جیزاوی، الطراز الحدیث فی فن مصطلح الحدیث: ۸

”محدّث کہلانے کا حق دار وہ شخص ہے جسے کثیر احادیث حفظ ہوں اور وہ راویوں کی جرح و تعدیل کا بھی علم رکھتا ہو۔“

ان تعریفات سے معلوم ہوا کہ محدّث کا کام روایۃً اور درایۃً حدیث پر گہری نگاہ رکھنا ہے اور یہی اس کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ جبکہ اس کے مقابل فقیہ کا کام حدیث کے مضمون پر تدبر و تفکر کرنا ہے۔

۳۔ تابعی اور محدّث کبیر حضرت سلیمان بن مہران اعمشؒ (۱۴۷ھ) نے راویٔ حدیث اور فقیہِ حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے:

ولیُعْلَم أن الإکثار من کتب الحدیث وروایته لا یَصِیرُ بها الرجلُ فقیهاً، إنما یتفقّه باستنباط معانیه وإنعام التفکر فیه.[۱]

”جاننا چاہیے کہ کثیر احادیث کو لکھنے اور روایت کرنے سے کوئی شخص فقیہ نہیں ہو جاتا بلکہ حدیث کے معانی میں استنباط کرنے اور ان میں غور وخوض کرنے سے ہی کوئی شخص فقیہ بنتا ہے۔“

۴۔ علامہ عبدالرؤوف مناویؒ (۱۰۳۱ھ) اور محمد عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ (۱۳۵۳ھ) نے راوی اور فقیہ کے درمیان فرق پر یوں تصریح کی ہے:

أن راوي الحدیث لیس الفقه من شرطه إنما شرطه الحفظ، أما الفهم و التدبّر فعلی الفقیه.[۲]

”بے شک حدیث کے راوی کے لیے فقہ کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لیے صرف حفظِ حدیث کی شرط ہے جبکہ حدیث میں فہم و تدبر سے کام لینا فقیہ کی ذمہ داری ہے۔“

---

(۱) خطیب بغدادی، نصیحة أهل الحدیث، ۱: ۳۷

(۲) ۱۔ مناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ۶: ۲۸۴۔۲۸۵

۲۔ مبارکپوری، تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، ۷: ۳۴۸

۵۔ محدّث الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۱۱۷۶ھ) نے الْمُصَفّٰی فِی شَرحِ المُوَطَّأ فارسی زبان میں تحریر کی جس کا مبسوط مقدمہ عربی زبان میں نقل کر لیا گیا ہے۔ اس میں انہوں نے محدّث اور مجتہد کا دائرہ کار بیان کرتے ہوئے ان کے درمیان فرق کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

فوظيفة المحدّث هي رواية الحديث، و تمييز التحريف من غيره وشرح الغريب، وبيان معنى العبارة حسب ما تقتضيه اللّغة العربيّة، و معرفة أسماء الرّجال جرحًا و تعديلاً، وضبطًا لمشكله، والحكم بصحّة الحديث أو ضعفه، والاعتبار بالشواهد والمتابعات والحكم عليه بالاستفاضة والغرابة و تسمية المبهم وما يشابه ذلك. و إذا بلغ المحدّث هذه المرتبة فقد ارتقى إلى ذروة الحفظ والضّبط والاتقان.

ووظيفة المجتهد تحديد الألفاظ الواردة التي يقع فيها الاشتباه و تعيين الأركان والشروط والآداب من كلّ شيء، و تعيين الندب أو الوجوب من الصيغ الدّالة على الأمر، وتعيين الكراهة أو الحرمة من الصيغ الدّالة على المنع، و معرفة علل الأحكام مع أدلّتها وإطلاق الحكم و تقييده حسب العلل، و معرفة القيود الاحترازية والاتفاقية منها، و استخراج قاعدة جامعة مانعة بالنظر إلى ذلك الإطلاق والتقييد والاحتراز والاتّفاق واستخراج الأقوال المخرجة ونقلها من باب إلى باب، وتفريع المسائل الحادثة على الأحكام المذكورة بدرج في العموم بالاقتضاء والإيماء والقياس والالتزام و أمثاله. وإذا تخالفت الأدلّة فيفصل

بينها بالتطبيق والجمع أو بنسخ أحدهما أو ترجيح أحدهما.[1]

''**محدّث کے ذمہ یہ امور ہیں:** حدیث کو روایت کرنا، احادیث کے مابین لفظی تحریف میں تمیز کرنا، غریب الفاظ کی شرح کرنا اور لغتِ عرب کے مطابق عبارت کا معنٰی بیان کرنا، جرح و تعدیل کے اعتبار سے حدیث کے رواۃ کے ناموں کی معرفت رکھنا، بظاہر دو متضاد احادیث میں ضبط رکھنا، حدیث پر صحت اور ضعف کا حکم لگانا، حدیث کے توابع اور شواہد پر عبور رکھنا اور اس پر شہرت اور غرابت کا حکم لگانا اور مبہم وغیرہ کی مثل اطلاق کرنا۔ کوئی بھی محدّث جب حدیث میں اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو وہ حفظ، ضبط اور اتقان کی انتہاء کو پا لیتا ہے۔

''**مجتہد کے ذمہ یہ امور ہوتے ہیں:** حدیث میں وارد ہونے والے مشتبہ الفاظ کی حد بندی، حدیث میں ارکان، شرائط اور آداب میں سے ہر ایک کی تعیین، امر پر دلالت کرنے والے صیغوں سے مستحب یا وجوب کا تعین، نہی پر دلالت کرنے والے صیغوں سے مکروہ یا حرام کا تعین، احکام کی علتوں تک ان کے دلائل سمیت رسائی اور علتوں کے لحاظ سے کسی حکم کے مطلق اور مقید ہونے کی نشاندہی کرنا، ان علتوں سے احترازی اور اتفاقی قیود کی معرفت، اس اطلاق و تقیید اور احتراز و اتفاق پر غور و فکر کرنے کے بعد جامع مانع قاعدہ کا استخراج کرنا اور کسی ایک مسئلہ کا دوسرے مسئلہ پر استنباط شدہ اقوال کا استخراج اور ان کو نقل کرنا، مختلف اسالیب اقتضاء النص، اشارۃ النص، قیاس اور التزام وغیرہا پر نظر رکھتے ہوئے پیش آمدہ مسائل پر مذکورہ احکام کا اطلاق کرنا۔ اسی طرح جب دلائل میں باہم تعارض ہو تو تطبیق اور جمع کے ذریعہ ان میں حدِ فاصل قائم کرنا یا ان میں سے کسی ایک کو منسوخ یا ترجیح قرار دینا فقیہ کے امور میں سے ہیں۔''

ائمہ کرام کی ان تصریحات سے محدّث اور فقیہ کی حدود کار واضح ہو جانے کے

(۱) شاہ ولی اللہ، مقدمۃ المصفی، المسوی شرح الموطأ، ۱: ۴۶-۴۷

بعد اِن کے درمیان فرق نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر محدّث، فقیہ نہیں ہوتا مگر ہر فقیہ، محدّث ہوتا ہے کیونکہ محدّث ہوئے بغیر کوئی فقیہ ہی نہیں ہو سکتا۔ فقہ میں کوئی بھی اس وقت تک امام نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ حدیث میں امام نہ ہو مگر محدّث کے لیے لازم نہیں کہ وہ فقیہ بھی ہو کیونکہ فقیہ نہ بھی ہو تو وہ محدّث بن سکتا ہے لہٰذا ائمہِ صحاحِ ستّہ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام حاکم اور اسی طرح دیگر جتنے محدّثین ہوئے ہیں ضروری نہیں کہ ان میں ہر کوئی فقہ میں بھی امام ہو مگر فقہ کے ائمہِ اربعہ امامِ اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالی اُس وقت تک فقیہ نہیں ہوئے جب تک کہ پہلے وہ علم الحدیث کے امام نہ بنے۔

۴۔ محدّث اور فقیہ کے درمیان فرق کے عملی نظائر

محدّث اور فقیہ و مجتہد کے مابین فرق کی حقیقت درج ذیل عملی نظائر اور مثالوں کی مدد سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

(۱) محدّثین کی موجودگی میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی لاجواب فقاہت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد مجاہد بن جبیرؒ (۱۰۲ھ) فرماتے ہیں:

بينا نحن جلوس أصحاب ابن عباسٍ رضی اللہ عنہ: عَطاءٍ، طَاوُسٍ وَ عِكْرَمَةَ إذا جاء رجل، و ابن عبّاس قَائِمٌ يُصَلِّي. فَقَالَ: هل من مُفتی؟ فقلنا: سَلْ! فقال: إني كلّما بلت تبعه الماء الدافق، فقلنا: الذي يكون منه الولد؟ قال: نعم! فقلنا: عليک الغسل، فولی الرجل وهو يرجع. و عجّل ابن عباس فی صلاته فلما سلّم، قال: ياعكرمة! عليّ بالرجل، فأتاه به، ثم أقبل علينا، فقال: أرأيتم ما

أفتيتم به هذا الرّجل عن كتاب الله؟ قلنا: لا! قال: فَمِن سنّة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم؟ قلنا: لا! قال: فعَن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم؟ قلنا: لا! فقال ابن عبّاس: فعمن؟ قلنا: عن رأينا.

فقال: لذلک يقول رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: فقيه واحد أشدّ على الشّيطان من ألف عابد، ثم أقبل على الرجل فقال: أرأيت إذا كان ذلک منک هل تجد شهوة في قلبک؟ قال: لا! قال: فهل تجد خدرا في جسدک؟ قال: لا! قال: إنما هذا إبردة يجزيک منه الوضوء.(۱)

’’ہم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب عطاء، طاؤس اور عکرمہ چاروں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ساتھ ہی نماز پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران ایک شخص نے آ کر پوچھا کہ کیا کوئی فتوی دینے والا شخص موجود ہے؟ ہم نے کہا: آپ مسئلہ بیان کریں تو اس شخص نے کہا: میں جب بھی پیشاب کرتا ہوں تو پیشاب کے بعد ماءِ دافق نکلتا ہے (کیا اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے؟) ہم نے پوچھا: کیا یہ وہی ماء دافق ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس نے کہا: ہاں! اس پر ہم چاروں نے کہا کہ ہاں غسل واجب ہو جاتا ہے پس وہ شخص یہ جواب سن کر واپس چلا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نماز سے جلد فارغ ہوکر سلام پھیرا اور عکرمہ سے فرمایا: اس شخص کو جلدی بلاؤ، جب وہ شخص آیا تو پہلے ہم سے پوچھا: کیا تم نے قرآن سے فتویٰ دیا ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! آپ نے پوچھا: (کیا تم نے) حدیث سے

(۱) ۱۔ فریابی، کتاب الصیام، ۱: ۱۵۵۔ ۱۵۶
۲۔ فاکھی، اخبار مکۃ، ۱: ۱۸۲۔ ۱۸۳
۳۔ ھندی، کنز العمال، ۹: ۸۸۱، رقم: ۲۷۰۸۳

فتویٰ دیا ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! فرمایا: (کیا تم نے) صحابہ کے اقوال سے فتویٰ دیا ہے؟ ہم نے کہا: نہیں! پھر فرمایا: آخر تم نے کس کے قول پر فتویٰ دیا؟ ہم نے کہا: اپنی رائے سے۔

’’یہ سن کر انہوں نے فرمایا: اسی وجہ سے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں کے مقابلے میں زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ ہماری موجودگی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ بتاؤ پیشاب کے وقت جو مادہ نکلتا ہے کیا اس وقت تمہارے دل میں کوئی شہوت پیدا ہوتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! پھر آپ نے دوسرا سوال کیا کہ کیا (مادہ نکلنے کے بعد) اعضاء میں استرخاء (ڈھیلا پن) ہوتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! اس پر آپ نے فرمایا: یہ ویسے ہی قطرے ٹپکتے ہیں تمہارے لیے صرف وضو ہی کافی ہے۔‘‘

اس رِوایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ماءِ دافق (قوی اور متحرک مادۂ تولید) کے لفظ پر ان محدّثین کو دھوکا ہوا ہے اور صرف ’ظاہری معنی‘ کو دیکھتے ہوئے انہوں نے فرضیتِ غسل کا فتویٰ دے دیا ہے اور علتِ غسل پر غور نہیں کیا تو سمجھ گئے کہ ان میں کوئی بھی فقیہ نہیں، اگر فقیہ ہوتے تو علتِ غسل کی تشخیص ضرور کرتے۔ پھر جب آپ نے سوالات کرکے شرعی لحاظ سے تسلی کر لی کہ اس شخص کی بیان کردہ کیفیت میں علتِ غسل (یعنی جس منی کے نکلنے سے غسل فرض ہوتا ہے) کے لوازم نہیں پائے جاتے تو فتویٰ دیا کہ وہ منی ہی نہیں لہٰذا غسل بھی واجب نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ فقیہ کی جو تعریف وتوصیف احادیث میں وارد ہے اس کے لیے اعلیٰ درجہ کی سمجھ اور انتہائی گہرا غور وخوض درکار ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت مجاہد، عطاء، طاؤس اور عکرمہ رحمھم اللہ تعالی جیسے اکابر محدّثین (جو مکہ مکرمہ سے احادیث لینے والے تقریباً کل محدّثین کے اساتذہ میں سے ہیں) کو فقیہ نہیں سمجھا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے علت کی تشخیص نہیں کی۔

فقیہ کی تعریف میں حضور نبی اکرم ﷺ کے بیان کردہ الفاظ کہ وہ شیطان کے مقابلہ میں ہزار عابدوں سے بہتر ہوتا ہے، کی وجہ یہی ہے کہ شیطان کا مقصودِ اصلی یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے خلافِ شرع کام کرائے کیونکہ ہمہ وقتی شاغلِ عبدیت کو عبادت سے اتنی فرصت کہاں ہوتی ہے کہ وہ معانیٔ نصوص اور مواقع اجتہاد میں غور وفکر کر کے خود ایسا حکم لگا سکے جو اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق ہو۔ اسی طرح محدّثین کو بھی ضبطِ متون اور تحقیقِ رجال وغیرہ فنونِ حدیث میں مصروف ومشغول ہونے کی بناء پر اس کی نوبت ہی نہیں آتی۔ یہ تو خالصتاً فقیہ کا شعبہ ہے جو ہر مسئلہ میں تمام متعلقہ احادیث اور ان کی علل کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی فقیہانہ اور اجتہادانہ بصیرت سے اس کا حل بیان کرتا ہے۔

(۲) محدّثین کی موجودگی میں امام ابوثور کی لاجواب فقاہت

محدّث اور فقیہ کے درمیان فرق درج ذیل واقعہ سے بھی اظہر من الشّمس ہو جاتا ہے جسے امام حسن بن عبدالرحمٰن رَامـہُرمُزیؒ (۳۶۰ھ) اور ابوبکر خطیب بغدادیؒ (۴۶۳ھ) نے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

محدّثین کے ایک مجمع میں امام یحییٰ بن معین، ابوخیثمہ اور خلف بن سالم موجود تھے جو کسی حدیث پر گفتگو کر رہے تھے کہ اس دوران ایک عورت نے آ کر ان سے مسئلہ پوچھا کہ کیا حائضہ عورت میت کو غسل دے سکتی ہے؟ ان میں سے کسی نے بھی اسے جواب نہ دیا اور سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اتنے میں فقیہ ابوثور وہاں آئے تو اُن محدّثین نے اس عورت سے کہا کہ وہ اپنا یہ مسئلہ فقیہ صاحب کو بتلائے۔ سو وہ اپنا سوال لے کر ان کی طرف متوجہ ہوئی تو انہوں نے اس کے سوال پر یہ فتویٰ دیا کہ حائضہ عورت میت کو غسل دے سکتی ہے۔ دلیل کے طور پر انہوں نے یہ حدیث بیان کی جسے عثمان بن احنف نے قاسم سے اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ.[1]

''تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں۔''

دوسری حدیث بھی ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَفْرُقُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِالْمَاءِ وَ أَنَا حَائِضٌ.

''میں حالت حیض میں بھی حضور نبی اکرم ﷺ کے سرِ انور میں پانی کے ساتھ کنگھا کرتی تھی۔''

امام ابوثور نے کہا کہ جب آپ پانی کے ساتھ کسی زندہ شخص کو کنگھا کرسکتی ہیں تو مردہ اس سے زیادہ مستحق ہے۔ یہ سنتے ہی ان کے پاس موجود محدّثین نے تصدیق کر دی کہ یہ روایت ہمیں فلاں فلاں طریق سے پہنچی ہے اور پھر مختلف طرق و روایات میں غور وخوض کرنے لگے، اس پر عورت نے ان سے مخاطب ہوکر کہا:

فَأَيْنَ كُنْتُمْ إِلَى الْآنَ.[2]

''تم اب تک کہاں تھے۔''

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض، ۱:۲۴۴، رقم:۲۹۸

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی الحیض، ۱:۲۴۲، رقم: ۱۳۴

۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الطهارة، باب فی الحائض تناول من المسجد، ۱:۶۸، رقم: ۲۶۱

(۲) ۱۔ رامھرمزی، المحدث الفاصل، ۱: ۲۴۹۔ ۲۵۰

۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۶:۶۷

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ احادیث کو یاد رکھنا اور روایت کرنا محدّثین کا کام ہے جبکہ ان سے مسائل کا استخراج اور استنباط کرنا فقہاء کا کام ہے۔ محدّث، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ادا ہونے والے الفاظ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرزد ہونے والے کسی فعل یا عمل کو من وعن لفظ بلفظ بیان کر دیتا ہے۔ محدّث کے فرائض میں یہ شامل نہیں کہ وہ کسی حدیث کا مفہوم بیان کرے۔ اس کا کام فقط حدیث کو سن کر لفظ بلفظ آگے منتقل کرنا ہوتا ہے جیسے قرآن کا حافظ قرآن مجید یاد کر کے من وعن سنا دیتا ہے اسی طرح محدّث احادیث کو یاد کر کے صحتِ سند کے ساتھ لفظ بلفظ متن سنا دیتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس حدیث کے قرائن کیا ہیں؟ اس کا اطلاق کیا ہے؟ اس کے مختلف الفاظ کے معانی کیا ہیں؟ اس سے مراد کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ نصوص میں بیان کردہ احکام کے علل، ان کے مقامات، ان کے قرائن اور ان کے معانی کو صحیح صحیح طور پر متعین کر کے آگے سمجھانا اور اس طرح کے بہت سے سوالات کے جوابات دینا محدّث کا کام نہیں بلکہ فقیہ اور مجتہد کا کام ہے۔ اس بحث کو ہم خلاصۃً یوں بیان کر سکتے ہیں:

”راوی اور فقیہ میں فرق یہ ہے کہ راوی، محدّث جبکہ فقیہ، مجتہد ہوتا ہے لہٰذا جن لوگوں نے بڑی احتیاط سے احادیث بیان کی، وہ روایۃ الحدیث اور درایۃ الحدیث میں ماہر ہونے کی وجہ سے محدّثین بن گئے اور جن حضرات نے معانئ احادیث کی معرفت کے باعث ان میں موجود احکام کی علل اور اسباب کی تہہ میں پہنچ کر ان احادیث کے فہم و فراست کو امت تک پہنچایا اور فقہ الحدیث میں ماہر ہوئے وہ فقہاء بن گئے۔“

علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے درمیان اسی بنیادی فرق کی وجہ سے محدّثین اور فقہاء کی تعداد میں ہر دور میں نمایاں فرق رہا ہے، اگر ہم صحابہ کرام کے احوال پر ہی طائرانہ نظر ڈالیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ان میں محدّثین اور فقہاء کے دو نمایاں طبقات تھے۔

۵۔ ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام ﷡ رُواۃِ حدیث تھے

ایک لاکھ چودہ ہزار سبھی کے سبھی صحابہ کرام رواۃِ حدیث اور محدّثین تھے، اس بات کو امام المحدّثین ابوزرعہ رازیؒ (۲۶۴ھ) نے بیان کیا ہے۔ خطیب بغدادیؒ نے الجامع لأخلاق الراوی و آداب السامع اور امام تقی الدین ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن المعروف ابنِ صلاحؒ نے اپنی تصنیف ''علوم الحدیث'' المعروف ''مقدمہ ابنِ صلاح'' میں اور بہت سے دیگر ائمہ حدیث نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے:

عن أبی زرعة الرازی أنه سئل عن عدّة من روی عن النبي ﷺ؟ فقال: ومن یضبط هذا؟ شهد مع النبي ﷺ حجّة الوداع أربعون ألفا، وشهد معه تبوک سبعون ألفا.

(وفی روایة أخری) قال له رجل: یا أبازرعة، ألیس یقال: حدیث النبي ﷺ أربعة آلاف حدیث؟ قال: ومن قال ذا قَلْقَلَ اللهُ أنْیابَه، هذا قول الزنادقة. ومن یحصی حدیث رسول الله ﷺ قبض رسول الله ﷺ عن مائة ألف و أربعة عشر ألفا من الصّحابة ممّن روی عنه وسمع منه. فقال له الرّجل: یا أبازرعة، هؤلاء أین کانوا وسمعوا منه؟ قال: أهل المدینة وأهل مکة ومن بینهما والأعراب، ومن شهد معه حجّة الوداع کلّ رآه وسمع منه بعرفة. (۱)

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، ۲:۲۹۳، رقم:۱۸۹۳۔ ۱۸۹۴
۲۔ ابن صلاح، مقدمہ ابنِ صلاح: ۳۰۵۔ ۳۰۶
۳۔ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث: ۱۸۵
۴۔ زین الدین عراقی، فتح المغیث شرح ألفیة الحدیث: ۳۴۵
۵۔ سخاوی، فتح المغیث شرح ألفیة الحدیث، ۳: ۱۲۲

’’امام ابوزرعہ الرازی سے سوال کیا گیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنے صحابہ نے روایت کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ تعداد کون بتا سکتا ہے؟ (البتہ راوی صحابہ کی تعداد کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ) حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چالیس ہزار صحابہ تھے اور غزوہ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ستر ہزار صحابہ تھے۔

’’(دوسری روایت میں ہے) ان سے ایک شخص نے پوچھا: ابوزرعہ! کیا یہ نہیں کہا جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار ہزار احادیث مروی ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس شخص نے ایسا کہا ہے اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے، یہ زنادقہ کا قول ہے۔ کون شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا احاطہ کر سکتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ موجود تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث روایت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع کیا۔ اس شخص نے کہا: ابوزرعہ! یہ صحابہ کہاں قیام پذیر تھے اور کہاں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ اہلِ مدینہ، اہلِ مکہ اور ان کے گرد و نواح کے رہائشی اور دیہاتی تھے، اِن میں وہ سارے حضرات بھی شامل ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اور ان میں سے ہر ایک نے میدانِ عرفات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت بھی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعِ حدیث بھی کی۔‘‘

امام ابوزرعہ جیسے جلیل القدر نقّادِ رجال اور معتبر ترین محدّث کی بیان کردہ اس روایت سے ثابت ہوا کہ کُل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعتِ حدیث کا شرف حاصل تھا۔

۞ مرویّات کے اعتبار سے صحابہ کے مابین طبقات

حدیث روایت کرنے کے اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بنیادی طور پر چار

طبقات بنتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ کثیر الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۲۔ اَوسط الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۳۔ قلیل الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۴۔ اَقَلُّ الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۱۔ کثیر الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اس طبقہ میں وہ صحابہ کرام شامل ہیں جن سے مروی احادیث کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ کثیر الروایۃ صحابہ کو اصطلاح میں **أصحاب الألوف** کہا جاتا ہے۔ کثیر الروایۃ صحابہ کے نام اور ان کی مرویّات کی تعداد حسبِ ذیل ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	مرویّات
۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۵۳۷۴
۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۲۶۳۰
۳۔ حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ	۲۲۸۶
۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۲۲۱۰(۱)

۲۔ اَوسط الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اس طبقہ میں وہ صحابہ کرام شامل ہیں جن سے مروی احادیث کی تعداد دو ہزار سے کم اور تین سو سے زائد ہے۔ اَوسط الروایۃ صحابہ کو اصطلاح میں **أصحاب الألف** اور

(۱) ۱۔ ابن حزم، أسماء الصحابة الرواة: ۳۷
۲۔ سیوطی، تدریب الراوی، ۲: ۲۱۷

أصحاب المئین کہا جاتا ہے۔ اوسط الروایۃ صحابہ کے نام اور ان کی مرویّات کی تعداد حسبِ ذیل ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	مرویّات
۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	۱۶۶۰
۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۱۵۴۰
۳۔ حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ	۱۱۷۰
۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۸۴۸
۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	۷۰۰
۶۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	۵۳۷
۷۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۵۳۶
۸۔ ام المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا	۳۷۸
۹۔ حضرت ابوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ	۳۶۰
۱۰۔ حضرت براء بن عازِب رضی اللہ عنہ	۳۰۵[1]

۳۔ قلیل الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اس طبقہ میں وہ صحابہ کرام شامل ہیں جن سے مروی احادیث کی تعداد تین سو (۳۰۰) سے کم اور سو (۱۰۰) سے زائد ہے۔ قلیل الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اصطلاح میں أصحاب المئتین اور أصحاب المائۃ کہا جاتا ہے۔ قلیل الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند نام مع ان کی مرویّات کے حسبِ ذیل ہیں:

(۱) ابن حزم، أسماء الصحابۃ الرواۃ: ۴۰۔۴۷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	مرویّات
۱۔ حضرت ابوذَر غفاری رضی اللہ عنہ	۲۸۱
۲۔ حضرت سعد بن ابی وَقاص رضی اللہ عنہ	۲۷۱
۳۔ حضرت ابواُمامہ الباہلی رضی اللہ عنہ	۲۵۰
۴۔ حضرت حُذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ	۲۲۰
۵۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ	۱۸۸
۶۔ حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	۱۸۱
۷۔ حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ	۱۸۰
۸۔ حضرت ابودَرداء رضی اللہ عنہ	۱۷۹
۹۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ	۱۷۰
۱۰۔ حضرت بُریدہ بن حُصَیب رضی اللہ عنہ	۱۶۷
۱۱۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ	۱۶۴
۱۲۔ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ	۱۶۳
۱۳۔ حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	۱۵۵
۱۴۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۱۴۶
۱۵۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۴۲[1]

(۱) ابن حزم، أسماء الصحابة الرواة

۴۔ اَقَلُّ الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اس طبقہ میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں جن سے مروی احادیث کی تعداد بیس (۲۰) سے زائد اور سو (۱۰۰) سے کم ہے۔ اقل الروایۃ صحابہ کو اصطلاح میں ''أصحاب العشرات'' کہا جاتا ہے۔ اقل الروایۃ صحابہ کرام میں سے چند کے نام مع ان کی مرویّات کے حسبِ ذیل ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	مرویّات
۱۔ حضرت عبداللہ بن ابی اَوفیٰ رضی اللہ عنہ	۹۵
۲۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ	۸۱
۳۔ حضرت اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ عنہا	۸۱
۴۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ	۸۰
۵۔ حضرت بلال بن رِباح رضی اللہ عنہ	۴۴
۶۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	۳۸
۷۔ حضرت زُبیر بن عَوّام رضی اللہ عنہ	۳۶
۸۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	۳۵
۹۔ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۲۵
۱۰۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ	۲۴
۱۱۔ حضرت صَفوان بن عَسّال رضی اللہ عنہ	۲۰[۱]

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ بھی بہت سے ایسے ہیں جن سے أقل القلیل

(۱) ابن حزم، أسماء الصحابة الرواة

(بہت ہی کم) یعنی ۱۸، ۱۹ حتی کہ ایک یا دو احادیث مروی ہیں اور یہ وہ صحابہ ہیں جن کے نام اور احوال کتبِ اسماء الرجال اور خصوصاً صحابہ پر لکھی گئی کتب میں درج ہیں۔ اِن رواۃ صحابہ کرام کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچتی ہے۔ لیکن کیا ان تمام صحابہ کرام کو تفقہ میں وہ دسترس اور مقام حاصل تھا کہ وہ کسی بھی حدیث سے مسئلہ کا استنباط کر لیتے؟ اس کا جواب واضح طور پر ''**نہیں**'' میں ہے۔ جمیع صحابہ کرام سامعِ و راویٔ حدیث تو تھے، لیکن ان میں سے بہت کم فقاہت اور اجتہاد کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔

۶۔ جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف دس مجتہد تھے

پچھلے صفحات میں امام ابوزرعہؒ کا قول نقل کیا جا چکا ہے کہ ان کے نزدیک جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار ہے۔ ائمہ حدیث نے اسماء الرجال کی کتب میں اُن تمام صحابہ میں سے صرف دس ہزار کے قریب صحابہ کرام کے احوال جمع کیے ہیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ **عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں مجتہد اور فقیہ صحابہ کی تعداد صرف دس (۱۰) تھی۔** اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ منصب کتنے بلند مرتبہ کا حامل ہے جو ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے صرف دس کو نصیب ہوا۔ ذیل میں اس پر دلائل ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہونہار شاگرد مسروق بن اجدعؒ (متوفی ۶۳ھ) سے مروی ہے:

كان أصحاب الفتوى من أصحاب رسول الله ﷺ: عمر و علي و ابن مسعود و زيد و أبي بن كعب و أبو موسى الأشعري رضی اللہ عنہم.[1]

''حضور نبی اکرم ﷺ کے فتویٰ دینے والے صحابہ کرام یہ تھے: حضرت عمر بن

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲: ۳۵۱

۲۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۱: ۱۲۱، رقم: ۴۴

خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔‘‘

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسمؒ بن محمد (متوفی ۱۰۶ھ) فرماتے ہیں:

کان أبوبکر وعمر وعثمان وعلي یفتون علی عهد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم.(۱)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم فتویٰ دیتے تھے۔‘‘

۳۔ قاسمؒ بن محمد ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ادوار میں سات مشیر فقہاء حضرات کے بارے میں فرماتے ہیں:

أن أبا بکر الصدّیق کان إذا نزل به أمر یرید فیه مشاورة أهل الرأي وأهل الفقه، ودعا رجالا من المهاجرین والأنصار. دعا عمر وعثمان وعلیاً وعبدالرحمن بن عوف ومعاذ بن جبل وأبي بن کعب وزید بن ثابت رضی الله عنهم.

وکلّ هؤلاء کان یفتي فی خلافة أبي بکر، وإنما تصیر فتوی الناس إلی هؤلاء النفر فمضی أبوبکر علی ذلک، ثم ولّی عمر فکان یدعو هؤلاء النفر وکانت الفتوی تصیر.(۲)

’’حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب کوئی ایسا معاملہ پیش آتا جس میں وہ اہلِ

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲: ۳۳۵
۲۔ ابن عبدالبر، التمهید، ۹: ۴۶
۳۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۳۹: ۱۸۰

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲: ۳۵۰
۲۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۳۹: ۱۸۱

رائے اور فقہاء کی مشاورت چاہتے تو مہاجرین اور انصار میں سے صائب الرائے حضرات کو بلاتے۔ آپ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو طلب کرتے۔

’’ان میں سے ہر ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتویٰ دیتا رہا، لوگ فتویٰ کے لیے ان حضرات کی طرف ہی رجوع کرتے۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی طرح معاملہ جاری رکھا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ بھی ان ہی حضرات کو بلاتے اور ان ہی کا فتویٰ چلتا تھا۔‘‘

۴۔ تابعی کبیر امام عامر بن شراحیل الشعبیؒ (۱۰۴ھ) بیان کرتے ہیں:

كان العلم يؤخذ عن ستة: عمر و علي و أبي و ابن مسعود و زيد و أبي موسى رضي الله عنهم.(۱)

’’علم چھ اشخاص سے حاصل کیا جاتا تھا: حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔‘‘

۵۔ امام سلیمان بن یسارؒ (۱۱۰ھ) نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہاں تک فرمایا ہے:

ما كان عمر وعثمان يقدّمان على زيد أحدا فى الفرائض والفتوى والقراءة والقضاء.(۲)

’’حضرت عمر اور حضرت عثمان کسی کو بھی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر علمِ فرائض

(۱) ذهبي، تذكرة الحفاظ، ۱: ۲۴

(۲) ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۲: ۴۳۴

(میراث)، فتویٰ، قراءت اور قضاء کے معاملہ میں مقدم نہ کرتے تھے۔‘‘

۶۔ امام صفوان بن سلیمؒ (۱۳۲ھ) بیان کرتے ہیں:

لم یکن یفتي في زمن النبيّ ﷺ غیر عمر و علي و معاذ وأبي موسی رضی اللہ عنہم. (۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مبارک میں حضرت عمر، حضرت علی، زید بن ثابت اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے علاوہ کوئی بھی فتویٰ نہیں دیتا تھا۔‘‘

۷۔ امام علی بن عبداللہ المعروف ابن المدینیؒ (۲۳۴ھ) نے بھی عہدۂ قضاء پر درج ذیل چھ صحابہ کرام کے نام بیان کیے ہیں:

’’حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔‘‘(۲)

ان رِوایات سے پتہ چلا کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار میں کل دس صحابہ کرام فقیہ اور مجتہد شمار کیے جاتے تھے جن میں چاروں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ سمیت اکابر صحابہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

منصبِ افتاء پر صرف ایک سو تیس صحابہ کرام فائز تھے

علامہ علی بن احمد المعروف ابنِ حزم اندلسی (۴۵۶ھ) نے جس طرح رُواۃ اور محدّثین صحابہ کرام کے اسمائے گرامی تحقیق کرکے نقل کیے ہیں اسی طرح یہ خوش نصیبی بھی

(۱) ذهبي، تذکرة الحفاظ، ۱: ۲۴

(۲) ابن منده، شروط الأئمة، ۱: ۸۵

ان ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے **منصبِ افتاء پر فائز ایک سوتیس (۱۳۰) صحابہ کرام** کے نام بھی تحقیق کر کے حسبِ فتاویٰ درج کیے ہیں۔ ان میں جُملہ صحابہ اور صحابیات شامل ہیں۔ فتویٰ دینے کے اعتبار سے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین درج ذیل تین طبقات ہیں:

۱۔ کثیر الفتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۲۔ اَوسط الفتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۳۔ قلیل الفتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۱۔ کثیر الفتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اس فہرست میں علامہ ابنِ حزم نے درج ذیل سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو زیادہ فتویٰ دینے والوں میں شمار کیا ہے:

۱۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا[(۱)]

علامہ ابنِ حزم ان کے فتاویٰ پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

ويمكن أن يجمع من فتيا كل واحد منهم سفر ضخم.[(۲)]

(۱) ۱۔ ابن حزم، الإحكام في أصول الأحكام، ۵: ۸۷
۲۔ ابن قیم، أعلام الموقعین، ۱: ۱۲
۳۔ سیوطی، تدریب الراوی، ۲: ۲۱۹

(۲) ۱۔ ابن حزم، الإحكام في أصول الأحكام، ۵: ۸۸
۲۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۳: ۲۳۸

’’ممکن ہے کہ اِن میں سے ہر ایک کے فتاویٰ (الگ الگ) ضخیم کتاب میں جمع ہو جائیں۔‘‘

۲۔ اوسط الفتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

وہ فقہاء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو پہلے طبقہ سے کم فتویٰ دیتے تھے ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۳۔ حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

ان حضرات کے نام نقل کرنے کے بعد ابنِ حزم لکھتے ہیں:

يمكن أن يجمع من فتيا كل امرىء منهم جزء صغير جداً. (۱)

’’ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ بہت ہی چھوٹی چھوٹی جلد میں جمع ہو جائیں۔‘‘

(۱) ۱۔ ابن حزم، الإحكام فی أصول الأحكام، ۵: ۸۸
۲۔ ابن قیم، أعلام الموقعین، ۱: ۱۲

۳۔ قلیل الفتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

باقی سو کے قریب ایسے صحابہ کرام ہیں جو بہت کم فتوی دیا کرتے تھے اور ان سے ایک، دو یا تھوڑے زیادہ مسئلے مروی ہیں۔ ان میں سے چند معروف مفتیانِ صحابہ کرام کے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو دَرداء رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
۱۴۔ حضرت قُرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ
۱۵۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ
۱۶۔ حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ
۱۷۔ حضرت اُسَید بن حُضیر رضی اللہ عنہ
۱۸۔ حضرت عبداللہ بن اُنَیس رضی اللہ عنہ
۱۹۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
۲۰۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
۲۱۔ حضرت عبداللہ بن ابی اَوفیٰ رضی اللہ عنہ
۲۲۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ
۲۳۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا
۲۴۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
۲۵۔ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ان مفتیان صحابہ کے بارے میں علامہ ابنِ حزم رقم طراز ہیں:

يمكن أن يجمع من فتيا جميعهم جزء صغير فقط بعد التقصی والبحث. (۱)

''ممکن ہے کہ ان تمام صحابہ کے فتاویٰ غور و خوض اور تلاش کے بعد ایک کتابچے میں جمع ہو جائیں۔''

دو (۲) اہم علمی نکات

رُواۃ اور فقہاء صحابہ کرام کے بارے میں درج بالا تحقیق سے حسبِ ذیل دو اہم علمی نکات اخذ ہوئے:

۱۔ جو چار صحابہ کرام کثیر الروایۃ کے منصب پر فائز ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی دس مجتہدین اور فقہاء صحابہ کرام میں شامل نہیں۔ دوسری طرف دس کے دس اکابر فقہاء صحابہ کرام حدیث روایت کرنے کے اعتبار سے اوسط الروایۃ اور قلیل الروایۃ یعنی **أصحاب الألف، أصحاب المئین** اور **أصحاب المائۃ** میں شمار ہوتے ہیں۔ اتنا واضح فرق ہونے کے باوجود، کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ **''مجتہدین صحابہ کا شمار محدّثین یا حفاظِ حدیث صحابہ میں نہ ہوتا تھا اور یہ کہ ان کے پاس اتنا ذخیرۂ حدیث نہ تھا۔''**

یہ بجا ہے کہ ائمہ حدیث نے صحابہ کے مابین حدیث روایت کرنے کا جو فرق عدد کی صورت میں بیان کیا ہے اسی طرح ہے لیکن یہ بات قطعاً درست نہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی احادیث کا ذخیرہ نہ رکھتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک وسیع ذخیرۂ احادیث کا مالک تھا مگر اُن کے کندھوں پر خلافت، تعلیم و تربیت اور امت کی دیگر ایسی بھاری ذمہ داریاں تھیں جن کے باعث وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر کثیر الروایۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

(۱) ۱۔ ابن حزم، الإحکام فی أصول الأحکام، ۵: ۸۸
۲۔ ابن قیم، أعلام الموقعین، ۱: ۱۲

طرح وافر احادیث روایت نہ کر سکے۔ بعینہٖ یہی صورتِ حال امامِ اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور دیگر کثیر الروایۃ محدّثین کے درمیان رونما ہوئی۔ امامِ اعظم اور امام شافعی کے پاس وسیع احادیث کا ذخیرہ تھا لیکن ترجیحی طور پر وہ دوسرے علمی اور فکری مشاغل میں ایسے مصروف ہوئے کہ دیگر محدّثین کی طرح وہ کثیر احادیث روایت نہ کر سکے۔

۲۔ اسی طرح اگر رِوایۃ الحدیث اور افتاء کے حوالے سے بھی صحابہ کرام کے مابین تعداد پر نظر ڈالیں تو ان میں بھی زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے کہاں ایک سو تیس مفتیانِ صحابہ کرام اور کہاں ایک لاکھ چودہ ہزار رُواۃ صحابہ کرام؟ اس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ محض حدیث کو روایت کرنا اور اس میں فقہ و بصیرت سے کام لینا دو مختلف امور ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان میں سے ہر صحابی فتویٰ دینے کے مقام پر فائز نہ تھا اگرچہ ان میں جمیع حضرات رُواۃِ حدیث تھے۔ اِس فرق کے باعث فقہاءِ عظام اور محدّثینِ کرام کے درمیان حدّ فاصل بھی خود بخود قائم ہو جاتی ہے اور فقہاء، فکری اور علمی اعتبار سے محدّثین سے بلند رتبہ کے حامل ٹھہرتے ہیں کیونکہ محدّثین اگر حدیث سے واقف ہیں تو فقہاء، حدیث اور اس کے فہم دونوں سے آگاہ ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس فرق پر بعض اوقات حسرت کا اظہار بھی فرماتے تھے کہ کثیر رُواۃ اور محدّثین صحابہ کرام تو موجود ہیں مگر احادیث کا فہم و ادراک رکھنے والے کثیر فقہاء موجود نہیں۔ درج ذیل روایت سے اسی حقیقت کا پتہ چلتا ہے جسے حضرت یحییٰ بن سعید بن قیس (۱۴۴ھ) نے روایت کیا ہے:

أنّ عمر بن الخطّاب قال يوما: عدّوا الأئمة. فعدّوها نحواً من خمسة. قال: أفمتروك النّاس بغير أئمّة. فسألت مالكا: عن الأئمّة من هم؟ قال: هم أئمّة الدّين في الفقه والورع.[1]

---

(۱) سیوطی، تدریب الراوی، ۲: ۳۹۹

’’حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے ایک روز (اپنے مصاحبوں سے) فرمایا: ائمہ کو شمار کرو کتنے ہیں؟ پس لوگوں نے شمار کیا تو وہ پانچ کے قریب تھے۔ آپ نے (حسرت بھرے لہجہ میں) فرمایا: کیا لوگ ائمہ کے بغیر ہی رہ رہے ہیں؟ راوی (ابنِ وہب) کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا: ائمہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ انہوں نے کہا: ان سے مراد فقہ اور زہد و ورع پر فائز ائمہ دین ہیں۔‘‘

۷۔ حصولِ فقہ کے لیے محدّثین کا فقہاء کی طرف رجوع

اکابر ائمہ و محدّثین کی زندگیوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صرف محدّث بننے سے انسان فقیہ نہیں بن جاتا بلکہ احادیث میں فہم و تدبر اور فقہ و بصیرت کا ملکہ پیدا ہونا ایک خصوصی شعبہ ہے۔ فقیہ ہونا بہت بھاری ذمہ داری ہے جس کے لیے قرآن و احادیث کا علم اور ان میں اَحکام کا فہم و اِدراک دونوں ضروری ہیں۔ عہدِ صحابہ اور بعد کے ہر دور میں عامّۃ الناس کے اندر قرآن و حدیث کا فہم و بصیرت پیدا کرنے کے لیے فقہاء کی خدمات لی جاتی رہی ہیں اور مختلف علاقوں میں لوگوں کو فقہ سکھانے کی ذمہ داری پر فقہاء کو فائز کیا جاتا رہا ہے۔ فقہاء کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے کہ اکابر محدّثین بھی احادیث کے مضامین کی تفہیم کے لیے فقہاء کے پاس حاضر ہوتے اور کئی کئی سال تک ان کے ہاں زانوئے تلمذ تہہ کرتے۔ محدّثین کو فقہاء سے حدیث کے معانی اور مفاہیم سمجھنے کی حاجت ہوتی کیونکہ محدّثین کو تحصیلِ احادیث اور تحقیقِ رجال میں اتنی فرصت نہیں ہوتی تھی کہ احادیث کے مضامین اور مطالب میں غور و خوض کرنے کے لیے علیحدہ سے وقت صَرف کرتے یہ کام فقہاء کے ذمہ تھا۔ اسی حوالے سے تاریخ کے اَوراق سے چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔

(۱) فقہ سکھانے کے لیے جماعتِ صحابہ کی روانگی

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہؒ (۱۲۰ھ) سے روایت ہے کہ غزوہ اُحد کے بعد مختلف علاقوں اور خطوں سے ایک وفد نے حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا:

یارسول الله، إن فینا إسلاما، فابعث معنا نفرًا من أصحابک یفقّهونا فی الدّین و یقرؤن القرآن ویعلّموننا شرائع الإسلام. فبعث رسول الله ﷺ نفراً ستّة من أصحابه. (۱)

''یارسول اللہ! ہم مسلمان ہیں، آپ ہمارے پاس اپنے چند صحابہ بھیجیں جو ہمیں تفقہ فی الدین (دین کا فہم و بصیرت) سکھائیں، تلاوتِ قرآن سکھلائیں اور شریعت کے احکام کی تعلیم دیں پس نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ چھ صحابہ کو بھیج دیا۔''

(۲) صحابہ کرام کا ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع

امام ذہبیؒ (متوفی ۷۴۸ھ) امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

أم عبد الله، حبیبة رسول الله ﷺ، بنت خلیفة رسول الله ﷺ أبي بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، من أکبر فقهاء الصحابة، کان فقهاء

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۳۲۷، رقم: ۷۷۵
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۴۵، رقم: ۴۹۷۹
۳۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲: ۵۵
۴۔ ابن هشام، السیرة النبویة، ۴: ۱۲۲
۵۔ عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۲: ۲۰۴، رقم: ۲۹۰۰
۶۔ أیضاً، فتح الباری، ۷: ۳۸۰

أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يرجعون إليها، تفقّه بها جماعة. (۱)

''آپ کی کنیت اُمِ عبداللہ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ سے بے حد محبت تھی۔ آپ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ آپ کا شمار اکابر فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے، فقیہ صحابہ (بعض اوقات مسائل کے حل کے لیے) آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک جماعت نے آپ سے فقہ سیکھی ہے۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن قیس المعروف ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (۵۰ھ) آپ رضی اللہ عنہا کے فقہی مقام کے بارے میں فرماتے ہیں:

ما أشكل علينا أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حديث قط فسألنا عائشة عنه إلا وجدنا عندها منه علما. (۲)

''جب ہم اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی کو کوئی حدیث سمجھنے میں دشواری پیش آتی تو ہم اس کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے تو ہمیں اُن کے پاس سے اس کا حل مل جاتا۔''

۳۔ حضرت قَبِیصَه بن ذُؤَیب رضی اللہ عنہ (۸۶ھ) کہتے ہیں:

كانت عائشة أعلم الناس يسألها الأكابر من أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. (۳)

---

(۱) ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۲۷

(۲) ۱۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۲: ۳۲
۲۔ ذهبي، تذكرة الحفاظ، ۱: ۲۸
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۲: ۴۶۳

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۲: ۳۷۴
۲۔ ابن عساکر، تاريخ مدينة دمشق، ۴۰: ۲۴۹
۳۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۱۷

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب لوگوں سے زیادہ عالمہ تھیں، اکابر صحابہ ان کے پاس آ کر مسائل پوچھتے تھے۔''

مندرجہ بالا روایات سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ صحابہ کا آپؓ کی خدمت میں آ کر دین سیکھنا آپؓ کی فقہی بصیرت اور مجتہدانہ شان کی وجہ سے تھا۔ ثانیاً دین کی تعلیم یعنی فقہ، حدیث کی روایت سے الگ چیز تھی ورنہ صحابہ کرام یہ اعتراف کبھی نہ کرتے کہ ہم حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لیے سیدہ کے پاس حاضر ہوتے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کا حکم

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مدتِ رضاعت پر اختلاف کرتے ہوئے انہیں فرمایا:

لاَ رِضَاعَ إِلَّا مَا شَدَّ الْعَظْمَ وَأَنْبَتَ اللَّحْمَ، فَقَالَ أَبُوْ مُوْسَى: لَا تَسْأَلُوْنَا وَهَذَا الْحَبْرُ فِيْكُمْ.(۱)

''رضاعت صرف انہی ایام میں معتبر ہے جن میں اُس سے ہڈیاں مضبوط ہوں اور گوشت پیدا ہو۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: جب تک تم لوگوں میں یہ (فقیہ و مجتہد) عالم موجود ہے ہم سے کوئی مسئلہ نہ پوچھا کرو۔''

ذہن نشین رہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ خود فقاہت کے بلند مرتبہ پر فائز تھے لیکن جب انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تفقہ اور مسائل میں گہرا غور و خوض دیکھا تو تا دمِ آخر اپنے پاس آنے والوں کو ان کی طرف رجوع کرنے کی نصیحت کی۔

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، کتاب النکاح، باب فی الرضاعة الکبیر، ۲:۲۲۲، رقم: ۲۰۵۹

۲۔ بیهقی، السنن الکبری، ۷: ۴۶۱

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۹: ۹۱، رقم: ۸۵۰۰

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فقہ میں اتنا بلند رتبہ تھا کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے لوگوں کو دین کی فقہ و بصیرت سکھانے کے لیے آپ کو بھیجا تو اہلِ کوفہ سے مخاطب ہوتے ہوئے اِن الفاظ میں آپ کی اہمیت کو بیان کیا:

إني بعثت إليكم بعبد الله بن مسعود و اخترته به على نفسي إثرة. (۱)

’’بے شک میں نے عبد اللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیج دیا ہے اور ان کو اپنے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہوئے (تمہارے لیے) چنا ہے۔‘‘

(۴) اکابر صحابہ کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع

۱۔ حضرت عبد اللہ بن ثوب المعروف ابو مسلم خَولانیؒ (۶۲ھ) ملکِ شام کی جامع مسجد حمص کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

دخلت مسجد حمص، فإذا فيه نحو من ثلاثين كهلًا من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. وإذا فيهم شاب، أكحل العينين، براق الثنايا، ساكت لا يتكلّم، فإذا امترى القوم في شيء أقبلوا عليه فسألوه. فقلت لجليس لي: من هذا؟ قال: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ. (۲)

’’میں مسجدِ حمص میں داخل ہوا تو میں نے وہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقریباً

---

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۴۵
۲۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۷

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۳: ۵۹۰
۲۔ ابو نعيم اصبهانی، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۱: ۲۳۰
۳۔ ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۵۸: ۴۲۵
۴۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱: ۴۵۳

تیس (۳۰) معمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ اُن میں ایک سرگیں آنکھوں والے، چمکیلے دانتوں والے اور خاموش طبع نوجوان بیٹھے تھے۔ جب اُن صحابہ کو کسی مسئلہ میں شک ہوتا تو آگے بڑھ کر اس نوجوان سے پوچھتے۔ میں نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔''

۲۔ حضرت عبداللہ بن قیس المعروف ابُو بَحرِیَّۃؒ (۷۷ھ) کہتے ہیں:

دخلت مسجد حمص فإذا أنا بفتی حوله الناس جعد قطط. فإذا تکلّم کأنما یخرج من فیه نور و لؤلؤ. فقلت: من هذا؟ قالوا: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ.(۱)

''میں مسجدِ حمص میں داخل ہوا تو وہاں میں نے خمدار گھنگھریالے بالوں والے ایک نوجوان کو دیکھا جس کے چاروں طرف لوگ بیٹھے تھے۔ جب وہ بولتا تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے اس کے منہ سے نور نکل رہا ہو اور موتی جھڑ رہے ہوں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔''

۳۔ حضرت عائذ اللہ بن عبداللہ (۸۰ھ) اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

أنه دخل المسجد أوّل خلافة عمر، وفي الحلقة شابّ شدید الأدمة، و ضيء، حلو المنطق، وهو أشبهم سنا، فإذا اشتبه علیهم شيء ردّوه إلیه.(۲)

(۱) ۱۔ ابونعیم اصبهانی، حلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ۱: ۲۳۱
۲۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۱: ۴۹۰
۳۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۴۵۵
۴۔ أیضاً، تذکرة الحفاظ، ۱: ۲۰

(۲) ذهبي، تذکرة الحفاظ، ۱: ۲۰

’’وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے حلقہ میں گندمی رنگ، چمکیلے دانتوں والے، شیریں گفتگو اور حاضرین میں سب سے کم عمر ایک نوجوان کو دیکھا۔ جب بھی اُنہیں کسی مسئلہ میں شبہ پڑتا تو وہ اس نوجوان کی طرف رجوع کرتے (وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے)۔‘‘

اِن واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فقہ الحدیث کا رتبہ کتنا بلند ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مسائل پوچھنے والے معمر اور اکابر صحابہ یقیناً کافی احادیث سے آگاہ ہوں گے لیکن اُن کو اس طرح کا بلند پایہ تفقہ فی الحدیث حاصل نہ تھا جو نوجوان صحابی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا، اس لیے وہ اِن کی طرف رجوع کرتے۔

فقہ الحدیث کے لیے فقہاء کی مجالس میں حاضر ہونے کے حوالے سے محدّثین کے کافی حالات و واقعات تاریخ کے صفحات میں بکھرے پڑے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اس شعبہ کو روایتِ حدیث کے شعبے سے ہمیشہ الگ مقام و مرتبہ دیا۔ وہ خود بھی اپنے اپنے دور میں کسی ماہر فقیہ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور اپنے پیرکاروں کو بھی ان سے مستفید ہونے کی اشد تلقین کرتے تھے۔ ذیل میں چند مثالوں سے اس بات کی مزید وضاحت ہو گی۔

(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حضرت علقمہؒ کے پاس تشریف آوری

حضرت علقمہ بن قیس کا شمار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں نہیں ہوتا لیکن وہ فہمِ حدیث میں تدبر اور تفقہ کے حوالے سے اتنے بلند مرتبہ پر فائز تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن کے پاس مسائل پوچھنے کے لیے تشریف لاتے۔

۱۔ امام قابوس بن ابو ظبیانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابو ظبیان حصین بن جندب (۹۰ھ) سے پوچھا کہ

لأي شيء كنت تأتي علقمة وتدع أصحاب النبی ﷺ؟ قال: أصحاب النبي ﷺ يسألون علقمة و يستفتونه.(۱)

''آپ اصحابِ رسول ﷺ کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ اُن کے پاس جاتے اور ان سے فتویٰ پوچھتے تھے۔''

کبیر تابعی امام ابوظبیان کے اس قول میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تربیت یافتہ فقیہ شاگرد علقمہ بن قیس کی بلند پایہ فقاہت کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ احادیثِ مبارکہ کے حصول اور اخذ کا سب سے بڑا مرکز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذواتِ مقدسہ ہیں لیکن جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ فقیہ ہونا ہر ایک کے نصیب میں نہ تھا لہٰذا کبار تابعین حتی کہ صحابہ کرام بھی فقہاء تابعین کے پاس مسائل پوچھنے کے لیے آتے تھے۔

(٦) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں امام شعبیؒ کا مرجعِ علم ہونا

۱۔ امام محمد بن سیرین بصریؒ (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

قدمت الكوفة و للشعبي حلقة عظيمة وأصحاب رسول ﷺ يومئذ كثير.(۲)

---

(۱) ۱۔ ابونعیم اصبہانی، حلیۃ الأولیا و طبقات الأصفیاء، ۲: ۹۸
۲۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، ۳: ۲۷
۳۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۰: ۳۰۶
۴۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۵۹
۵۔ عسقلانی، الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۵: ۱۳۶

(۲) ۱۔ ابن جوزی، صفوۃ الصفوۃ، ۳: ۷۵
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۵

''میں کوفہ گیا تو وہاں میں نے امام شعبی کا بہت بڑا حلقۂ درس دیکھا، حالانکہ اس وقت وہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکثرت موجود تھے۔''

۲۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابنِ سیرینؒ نے امام سلمٰی بن عبداللہ المعروف ابوبکر ہُذَلیؒ (۱۶۷ھ) کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

يا أبا بكر! إذا دخلت الكوفة فاستكثر من حديث الشعبي فإن كان ليسأل و ان أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لأحياء. (۱)

''اے ابوبکر! جب تم کوفہ جاؤ تو شعبی کے حلقۂ درس میں کثرت سے شرکت کرنا کیونکہ ان سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بھی مسئلہ پوچھا جاتا تھا۔''

۳۔ امام مکحول شامیؒ (۱۱۳ھ)، امام شعبی کے تبحرِ علمی کو یوں بیان فرماتے ہیں:

ما رأيت أفقه من الشعبي. (۲)

''میں نے امام شعبی سے بڑا کوئی فقیہ (یا عالم) نہیں دیکھا۔''

مندرجہ بالا روایات سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ درجہ صحابیت پر فائز ہونے کی عظیم الشان نسبت اور روایتِ حدیث کی سعادت کے باوجود یہی صحابہ، دین کے اجتہادی اور فقہی مسائل پوچھنے کے لیے بعض تابعین کی مجالس میں تشریف لے جاتے تھے اور وہ

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۲۹
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۱

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۴: ۳۵
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۱ (امام ذہبی کی روایت میں ''أعلم'' کے الفاظ ہیں۔)
۳۔ عسقلانی، تقریب التہذیب، ۱: ۲۸۷

اسے اپنی شان کے خلاف نہیں بلکہ حصولِ علم کی خاطر اپنی ضرورت سمجھتے تھے۔ نیز صحابہ کا تابعین کی مجالس میں جا کر فقہ سیکھنا براہِ راست علمِ فقہ کی اہمیت اور فقہاء کی فضیلت پر شہادت ہے۔

(۷) صحابہ کا عطاءؒ بن ابی رِباح کی طرف رجوع کرنے کا حکم

۱۔ جب اہلِ مکہ میں سے کوئی شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (۶۸ھ) سے مسئلہ پوچھتا تو آپ فرماتے:

یا أهل مكة! تجتمعون عليّ و عندكم عطاء؟(۱)

''اے اہلِ مکہ! تم (اپنے ہاں) عطاء کے ہوتے ہوئے بھی (مسئلہ پوچھنے کے لیے) میرے پاس جمع ہو جاتے ہو؟''

۲۔ امام عمرو بن سعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

قدم ابن عمر مكة فسألوه، فقال: تجمعون لي المسائل وفيكم عطاء؟(۲)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لائے تو لوگوں نے آپ سے مسائل پوچھنے شروع کر دیئے، اس پر آپ نے فرمایا: تم میرے لیے مسائل جمع رکھتے ہو حالانکہ تم میں عطاء موجود ہیں؟''

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۷۷
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۸۱
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۸۱

(۲) ۱۔ ذهبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۹۸
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۸۱
۳۔ سيوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۴۶

(۸) اہلِ شام کا امام عبدالرحمٰن بن غنمؒ سے فقہ سیکھنا

حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؒ (۷۸ھ) فقیہِ شام کے بارے میں امام ذہبی نے یوں لکھا ہے:

بعثه عمر إلى الشام ليفقّه النّاس، ...... هو الذي تفقّه عليه التّابعون بالشّام.[1]

''حضرت عمر ﷺ نے اِنہیں لوگوں کو فقہ سکھانے کے لیے شام بھیجا، ......یہی وہ فقیہ ہیں جن سے تابعین نے شام میں فقہ سیکھی۔''

(۹) امام مالکؒ کا امام ربیعہؒ سے فقہ سیکھنا

امام مصعب زبیریؒ فرماتے ہیں:

هو (الإمام الربيعة) صاحب الفتوىٰ بالمدينة كان يجلس إليه وجوه الناس وبه تفقّه مالک.[2]

''امام ربیعہ مدینہ منورہ کے منصبِ افتاء پر فائز تھے آپ کی مجلس میں عہدیداران اور صاحب الرائے لوگ حاضر ہوتے تھے اور آپ ہی سے امام مالک نے فقہ سیکھی۔''

(۱۰) محدّثین کی امام حَجّاجؒ بن اَرطاۃ کے پاس حاضری

امام حَجاج بن اَرطاۃ نخعی المعروف ابواَرطاۃ (۱۴۵ھ) کا شمار عراق کے مشہور فقہاء میں ہوتا تھا۔

(۱) ذهبی، تذکرة الحفّاظ، ۱: ۵۱
(۲) ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۵۸

امام حماد بن زید بصریؒ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

رأيت عنده مَطَرا الورّاق و داود بن أبي هند ويونس بن عبيد جثاة على أرجلهم يقولون له: يا أبا أرطاة، ما تقول في كذا؟ ما تقول في كذا؟(۱)

''میں نے ان کے پاس جلیل القدر محدّثین مَطَر الوَرّاق، داوَد بن ابی ہند اور یونس بن عبید کو دو زانو بیٹھے دیکھا ہے۔ وہ ان سے پوچھتے تھے: ابوأرطاۃ! آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟''

(۱۱) امام شافعیؒ کا امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے تلمذ کرنا

فقہ شافعی کے بانی امام محمد بن ادریس الشافعیؒ نے امام مالکؒ کے علاوہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے معروف اور ہونہار شاگرد امام محمد بن حسن الشیبانیؒ سے بھی فقہ سیکھی۔ یہ امامِ اعظم کا ہی علمی فیض تھا کہ امام شافعی نے دینِ اسلام میں نئے نکتۂ نظر سے ایک عظیم فقہی مذہب کی بنیاد ڈالی۔

۱۔ امام شافعی نے امام محمد کی شاگردی اختیار کرنے اور آپ کے علمی مرتبہ کے بارے میں فرمایا:

جالسته عشر سنين، وحملت من كلامه حمل جمل، لو كان كلّم على قدر عقله ما فهمنا كلامه، ولكنّه كان يكلّمنا على قدر عقولنا.(۲)

(۱) ۱۔ فسوی، المعرفة والتاريخ، ۳: ۳۶۱
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۸: ۲۳۱
۳۔ جرجانی، تاریخ جرجان، ۱: ۵۵۵
۴۔ ذھبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۸۷

(۲) ابن بزاز کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۲: ۱۵۵

''میں امام محمد کی خدمت میں دس سال رہا اور میں نے ان سے اس قدر علم حاصل کیا ہے کہ اسے اٹھانے کے لیے ایک اونٹ کی ضرورت ہے۔ وہ اگر اپنے (بلند پایہ) عقل وفہم کے مطابق ہم سے گفتگو کرتے تو ہم سمجھ نہ پاتے لیکن انہوں نے ہماری عقلوں کے مطابق ہم سے گفتگو کی۔''

۲۔ امام حَرمَلہ بن یحییٰ سے روایت ہے کہ میں نے امام شافعی کو کہتے ہوئے سنا:

ما رأیت أحدا قطّ إذا تکلّم رأیت القرآن نزل بلغته إلا محمّد بن الحسن، فإنّه کان إذا تکلّم رأیت القرآن نزل بلغته، ولقد کتبت عنه حمل بعیر ذکر، وإنما قلت ''ذکر'' لأنه بلغني أنه یحمل أکثر مما تحمل الأنثی.[1]

''میں نے محمد بن حسن کے علاوہ کسی ایک کو نہیں دیکھا کہ وہ ایسے گفتگو کرے جیسے قرآن اس کی زبان میں اترا ہو، جب امام محمد کلام کرتے تو مجھے محسوس ہوتا کہ قرآن انہی کی زبان پر اترا ہے۔ میں نے ان سے اتنا علم لکھا ہے کہ اس کا بوجھ مذکر اونٹ اٹھا سکتا ہے، میں نے ''مذکر'' کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ مجھے معلوم ہے وہ مؤنث (یعنی اونٹنی) سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہے۔''

(۱۲) امام احمدؒ بن حنبل کا امام شافعیؒ سے فقہ سیکھنا

۱۔ محمد بن فضل بزارؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل کے ساتھ حج کیا تو اس دوران ان کے ساتھ ہی مکہ کے ایک گھر میں قیام پذیر ہوا۔ اگلے دن ابوعبداللہ (امام احمد) منہ اندھیرے ہی گھر سے نکل گئے جبکہ میں ان کے بعد نکلا تو مسجد میں صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد میں انہیں دیکھنے لگا، (وہ وہاں نہ ملے) تو میں

(۱) ۱۔ صیمری، أخبار أبي حنیفة وأصحابه: ۱۲۳
۲۔ ذهبي، مناقب الإمام أبي حنیفة وصاحبیه: ۵۱

سفیان بن عیینہ کی مجلسِ حدیث میں گیا (کہ کہیں ان کے درسِ حدیث میں بیٹھے ہو)۔ اسی طرح احمد بن حنبل کو جگہ جگہ مجالسِ حدیث میں تلاش کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے انہیں ایک اعرابی شخص کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا جس نے رنگدار کپڑے پہنے ہوئے تھے اور کانوں کی لَو سے نیچے تک زلفیں رکھی ہوئی تھیں تو مجھے بڑا تعجب ہوا۔ میں نے احمد بن حنبل کے پاس بیٹھ کر ان سے پوچھا کہ ابوعبداللہ! آپ نے ابنِ عیینہ کے درس کو چھوڑ دیا جن کے پاس زہری، عمرو بن دینار، زیاد بن علاقہ اور کئی اکابر تابعین حاضر ہوتے ہیں، آخر کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

اسكت! فإن فاتك حديث بعلّو تجده بنزول، ولا يضرّك في دينك، ولا في عقلك، ولا في فهمك، إن فاتك عقل هذا الفتى أخاف أن لا تجده إلى يوم القيامة. ما رأيت أفقه في كتاب الله من هذا الفتى القرشي. قلت: من هذا؟ قال: محمّد بن إدريس الشافعي.(1)

”خاموش رہ! اگر تمہیں عالی سند سے حدیث نہ ملی تو نازل سے مل جائے گی اور اس سے تمہارے دین، تمہاری عقل اور تمہارے فہم کو کوئی نقصان نہیں ہوگا (لیکن) اگر تم نے اس نوجوان کے عقل وفہم سے کچھ حاصل نہ کیا تو مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن تک تم اسے نہ پا سکو گے، میں نے اس قریشی نوجوان سے بڑھ کر کسی امام کو قرآن سمجھنے والا نہیں دیکھا۔ (فرماتے ہیں اس پر) میں نے پوچھا: یہ نوجوان کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: امام محمد بن ادریس الشافعی۔“

۲۔ سید المحدّثین امام یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ) سے روایت ہے کہ جب امام شافعی بغداد تشریف لاتے تو امام احمد بن حنبل ابتداءً اُن (کے پاس جانے) سے روکا کرتے

(۱) اصبهانی، حلية الأوليا و طبقات الأصفياء، ۹:۹۸، ۹۹

تھے۔ میرا ایک دن ان سے آمنا سامنا ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام شافعی خچر پر سوار ہیں جبکہ امام احمد بن حنبل ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ اس پر میں نے کہا:

يا أبا عبدالله! أنت كنت تنهانا عنه و أنت تتبعه؟ قال: اسكت! إن لزمت البغلة انتفعت. (١)

''ابوعبداللہ! آپ ہم کو اِن سے روکتے تھے اور اب خود ہی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: خاموش رہو! اگر آپ بھی ان کے خچر کے ساتھ ساتھ چلیں گے تو آپ کو بھی فائدہ ہو گا۔''

۳۔ اس سلسلہ میں ایک روایت امام ابنِ ماجہ نے بیان کی ہے جو خصوصی طور پر امام احمد بن حنبل کے حدیث اور فقہ کے بارے میں نکتہ نظر کو واضح کرتی ہے۔

یہی امام یحییٰ بن معین ایک روز امام احمد بن حنبل کے پاس موجود تھے کہ اس دوران امام شافعی سواری پر وہاں سے گزرے تو امام احمد نے اُنہیں (اٹھ کر) خوش آمدید کہا اور ان کے پاس دیر تک رکے رہے جبکہ یحییٰ وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب امام احمد واپس آئے تو امام یحییٰ نے ان سے پوچھا:

يا أبا عبدالله! كم هذا؟ فقال أحمد: دع هذا عنك، إن أردت الفقه فالزم ذنب البغلة. (٢)

''ابوعبداللہ! اس شخص کے پاس کتنی احادیث ہیں؟ امام احمد نے فرمایا: اس بات کو آپ چھوڑ دیں، اگر آپ فقہِ حدیث کے حصول کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس خچر کی دم کو تھام لیں۔''

معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک فقہ الحدیث کی اتنی قدر و منزلت تھی

(١) اصبهانی، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، ٩: ٩٩

(٢) اصبهانی، حلية الاوليا و طبقات الأصفياء، ٩: ٩٩

کہ اکابر محدّثین کی صحبت اور سندِ عالی کے حصول پر فقہاء کی صحبت کو ترجیح دیتے تھے اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ ان کے پاس کتنی احادیث مبارکہ کا ذخیرہ ہے۔ خود اس پر عمل پیرا ہونے کے بعد دوسرے محدّثین کی بھی اسی راہ کی طرف رہنمائی کرتے تھے کہ عالی حدیث کو نہ پانے سے تمہاری عقل وشعور اور دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا جبکہ کسی اجل فقیہ کی صحبت سے محرومی کے باعث تم تاقیامت علم وشعور اور حکمت و بصیرت کے ہونے والے اس نقصان کی تلافی نہیں کرسکو گے۔

خلاصۂ بحث

درج بالا تحقیق سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا کہ علم الحدیث الگ شعبہ ہے اور فقہ الحدیث الگ شعبہ ہے۔ علم الحدیث کے ماہرین ''محدّثین'' کہلائے جبکہ فقہ الحدیث کے ماہرین ''فقہاء'' کہلائے۔ دونوں طرف کے حضرات کے پاس حدیث کا وسیع ذخیرہ ہے مگر ایک گروہ نے روایتِ حدیث اور درایتِ حدیث میں تخصص کیا تو دوسرے گروہ نے فہمِ حدیث اور بصیرتِ حدیث میں مہارت حاصل کی۔ محدّثین کو روایت کی چھان پھٹک میں فوقیت حاصل ہے تو فقہاء کو روایت کے مضامین کی سمجھ بوجھ میں۔ دونوں طرف کے حضرات ایک دوسرے کی طرف رجوع کرتے۔ فقہاء، حصولِ حدیث کے لیے محدّثین کی طرف رجوع کرتے اور محدّثین فہمِ حدیث کے لیے فقہاء کی طرف۔ لہٰذا دونوں شعبوں کو الگ الگ تسلیم نہ کرنا یا دونوں میں سے کسی ایک کا رد کرنا محض عدمِ علم اور مبنی بر جہالت ہے۔

ائمہ کرام کے مذکورہ بالا تمام احوال سے ثابت ہوتا ہے کہ محدّثینِ عظام احادیث کی فقہ و بصیرت اور فہم کے لیے ہر زمانہ میں فقہاء کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان سے بطورِ خاص فقہ سیکھتے۔ اس قسم کی روایات بکثرت ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرونِ اُولیٰ میں یعنی زمانۂ صحابہ سے لے کر آئمہ مجتہدین کے وقت تک فقہاء حضرات خال خال ہی ہوتے اور لوگوں کے درمیان ان کی قدر و منزلت تسلیم شدہ ہوتی جبکہ محدّثین میں بھی وہ

بلند پایہ محدّث کے طور پر جانے جاتے تھے۔ اُس زمانہ میں ہر محدّث، فقیہ نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ ایسے محدّث کو فقیہ کہتے تھے جس میں اعلیٰ درجہ کی سمجھ بوجھ، فہم اور قوتِ اجتہادی ہوتی تھی اور پھر یہ قوتِ فقہ و بصیرت بھی ہر ایک میں یکساں نہیں ہوتی بلکہ ہر کسی کو اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے خزانۂ علم و حکمت سے عطاء ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دور میں امام مالک، ابنِ ابی لیلیٰ، ابنِ شبرمہ، سفیان ثوری، داؤد بن ابی ہند اور اوزاعی جیسے عظیم المرتبت اکابر فقہاءِ پیدا ہوئے لیکن نصوصِ قرآن اور حدیث سے استنباط واستخراج کا جو فہم و اِدراک اور تدبر و تفقہ امام صاحبؒ کے حصہ میں آیا وہ روئے زمین پر آپ کے بعد کسی اور دوسرے امام کو نصیب نہیں ہوا۔ فہمِ حدیث اور حدیث دانی میں آپ کے اسی بلند مرتبہ کے باعث آپ کی حیات ہی میں اکابر محدّثین کثرت سے آپ کی دریوزہ گری کرنے میں فخر محسوس کرتے اور بعد از وصال آپ کی عدم موجودگی میں علم الحدیث کے دقیق اور پیچیدہ اِشکال پیدا ہونے پر آپ کو یاد کرکے سرد آہیں بھرتے تھے۔

باب چہارُم

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں بشارتِ نبوی

پہلے باب میں مختصراً ذکر کیا جا چکا ہے کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ولادت سے تقریباً اَسّی (۸۰) برس قبل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی بشارت دی تھی۔ زیرِنظر باب میں اسی حدیثِ مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

۱۔ بشارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجمعۃ کی ابتدائی آیات میں فرمایا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ٥ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ط وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ٥ [۱]

”وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا وہ اُن پر اُس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں۔ اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بیشک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ٥ اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اِس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تزکیہ و تعلیم کیلئے بھیجا ہے) جو ابھی اُن لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود ہیں یعنی اِن کے بعد کے زمانہ میں آئیں گے)، اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے ٥“

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے دو طرح کے لوگوں کا ذکر کیا ہے:

---

(۱) الجمعة، ۶۲: ۲، ۳

۱۔ ایک قسم کے لوگوں میں وہ امّی لوگ ہیں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بذاتِ خود براہِ راست فیض یاب فرمایا، جنہیں آپ ﷺ نے تلاوت، تزکیہ اور کتاب و حکمت کی تعلیم کے نور سے روشن کیا ہے۔

۲۔ دوسری قسم کے لوگوں کا ذکر قرآن نے ''وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ'' کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ اِن سے مراد وہ لوگ تھے جو ابھی تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نہیں ملے تھے بلکہ بعد میں آنے والے تھے مگر حضور ﷺ کا یہ فیض اُن کیلئے بھی بیان ہوا ہے۔

دوسری آیتِ مبارکہ کے الفاظ کی تفسیر میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث ہے جسے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، آپ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی: وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴿اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اِس رسول ﷺ کو تزکیہ و تعلیم کیلئے بھیجا ہے) جو ابھی اُن لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود ہیں یعنی اِن کے بعد کے زمانہ میں آئیں گے)﴾۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ تین بار یہی سوال کیا، اس وقت ہمارے درمیان سلمان فارسی بھی موجود تھے، حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنا دستِ اقدس حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر رکھا، پھر فرمایا:

لَوْ کَانَ الْإِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ![1]

''اگر ایمان ثریا کی بلندیوں پر بھی ہوا تو اس کی قوم میں سے چند اشخاص یا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله: وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ، ۴: ۱۸۵۸، رقم: ۴۶۱۵
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم، باب فضل فارس، ۴:۱۹۷۲، رقم: ۲۵۴۶

فرمایا: ایک شخص اسے حاصل کر لے گا۔‘‘

امام بخاری کی بیان کردہ روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اِس (یعنی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ) کی قومِ فارس کے لوگوں میں سے کچھ لوگ یا ایک شخص آئے گا ’’اگر ایمان ثریا کی بلندیوں تک بھی ہوگا تو وہ اتنی بلندی پر بھی پہنچ کر اس کی معرفت حاصل کر لے گا۔‘‘ اس روایت میں ایک شخص یا چند اشخاص کا بیان ہے۔ جب کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ اہلِ فارس اور ابناءِ فارس کی اولاد میں سے ایک شخص ہوگا جس کی طرف آیتِ کریمہ میں اشارہ ہے۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ قَالَ: مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ.(۱)

’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اہلِ فارس (یا ابناءِ فارس) میں سے ایک شخص اسے وہاں سے بھی پا لے گا۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کے درج بالا ارشادات پڑھنے سے یہ خیال ابھرتا ہے کہ چونکہ اس میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے لہٰذا یہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں ہے۔ بعض اہلِ علم اسی مغالطہ میں مبتلا تھے اور ہیں لیکن جب حدیثِ مذکور میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں فارس کے حوالے سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا صرف ذکر ہے۔

۲۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حق میں حدیث کا اِطلاق درست نہیں

اس حدیثِ مبارکہ پر دو جہتوں سے تحقیق کی جائے تو واضح نتیجہ سامنے آتا ہے

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، ۴:۱۹۷۲، رقم: ۲۵۴۶

کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر اس حدیث کا اطلاق ہرگز بھی درست نہیں۔

ا۔ حدیثِ مبارکہ کے متن پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ ایمان / اسلام / علم کو اوجِ ثریا سے پانے والے ''اہلِ فارس میں سے چند اشخاص ہوں گے یا کوئی ایک شخص ہو گا۔'' زمانۂ حال کی بجائے بشارت مستقبل کی دی جا رہی ہے لہٰذا یہ فضیلت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد نہیں ہوئی چونکہ وہ خود مجلس میں موجود ہیں۔ مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ فارس کی طرف اشارہ کرنے کیلئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھا کہ جس فارس سے یہ ہے، اُسی قومِ فارس سے ایک شخص ہو گا جو دین کو ثریا کی بلندیوں سے بھی اتار لے گا اور اس کی معرفت حاصل کرے گا۔ معلوم ہوا کہ اس میں فضیلت کا اشارہ تو کسی اور طرف ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ذکر فقط اس لیے ہے کہ ان کا تعلق سرزمینِ فارس سے تھا۔

۲۔ دوسری بات یہ غور طلب ہے کہ اس حدیث کو دس مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا اور مختلف طرق و اسانید کے ساتھ چالیس ائمہِ حدیث نے اپنی اپنی کتابوں میں اس حدیث کی تخریج کی۔ تمام محدّثین کی کتابوں کو کھنگالنے کے بعد اس حدیث کی ہر سند اور ہر طریق کو دیکھنے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ امام بغوی کے علاوہ کسی محدّث نے بھی اس حدیث کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بیان نہیں کیا۔ نہ امام بخاری نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بیان کیا، نہ امام مسلم نے بیان کیا، نہ امام ترمذی نے بیان کیا علی ھذا القیاس چالیس محدّثین کی تخریج کو دیکھ کر اس نتیجے پر بآسانی پہنچا جاسکتا ہے کہ یہاں لوگوں میں ایک علمی مغالطہ پیدا ہو گیا ہے۔

۳۔ حدیث میں امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی آمد کی بشارت ہے

درجِ بالا حدیثِ مبارکہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا ذکر آنے سے لوگوں میں مغالطہ پیدا ہو گیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف

نہیں بلکہ ان کی قوم میں آنے والے کسی شخص کی طرف تھا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی طرف اس لیے بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ تو خود صحابی ہیں اور بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہیں۔ جبکہ تفسیر پوچھی جا رہی ہے، یا رسول اللہ! **وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔** وہ لوگ کون ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے، جو ابھی موجود نہیں اور بعد میں آئیں گے اور ان سے ملیں گے؟ یہ تو بعد میں آنے والے تابعین کا ذکر ہے لہٰذا راقم تحقیق سے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس حدیث میں صراحتاً تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو ''امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ'' کی آمد کی بشارت دی ہے۔ مزید برآں ائمہِ حدیث امام جلال الدین سیوطیؒ (متوفی۹۱۱ھ) اور امام ابنِ حجر ہیتمیؒ (۹۷۳ھ) کی تحقیق بھی یہی ہے کہ اہلِ فارس میں سے جس خوش نصیب فردِ واحد کے بارے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی تھی ''**وہ امامِ اعظم ابوحنیفہؓ ہی ہیں۔**''[(۱)]

۴۔ تعارفِ بابِ ہٰذا

راقم نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ستر سال (۷۰) عمر کی مناسبت سے اِس حدیثِ مبارکہ کی ۷۰ اسانید کی تخریج، چالیس اَجل محدّثین کے حوالوں کے ساتھ زیرِ نظر باب میں کر دی ہے۔ اس باب کو بنیادی طور پر چار فصول میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ پہلی فصل میں اس حدیث کی تخریج میں ستر الگ الگ اسانید کو جمع کر دیا گیا ہے۔

۲۔ یہ حدیثِ مبارکہ چونکہ لفظِ ایمان، اسلام، دین اور علم کے ساتھ مختلف کتبِ حدیث میں آئی ہے۔ لہٰذا دوسری فصل میں اُن احادیث کو جمع کیا گیا ہے جن میں یہ حدیث لفظِ ''علم'' کے ساتھ آئی ہے۔

---

(۱) ۱۔ سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۳۲
۲۔ ابن حجر هيتمي، الخيرات الحسان: ۲۴

۳۔ تیسری فصل میں اُن رِوایات اور احادیث کو جمع کیا گیا ہے جس میں لفظِ رِجال (چند اشخاص) نہیں آیا صرف رَجُل یعنی ایک شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۴۔ چوتھی فصل میں اُن چالیس (۴۰) ائمہ حدیث کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے اس حدیثِ مبارکہ کی اپنی کتب میں تخریج کی ہے۔

راقم نے ۲۹ مارچ ۲۰۰۵ء ''امامِ اعظم رضی اللہ عنہ امام الائمہ فی الحدیث'' کانفرنس کے موقع پر اس سارے باب کو علیحدہ کتاب کی شکل میں عربی زبان میں تالیف کیا تھا۔ چوں کہ یہ ساری عربی کتاب تخریج الاسانید پر مبنی ہے، لہٰذا اس کا نام امام جلال الدین سیوطی کی **تَبْيِيضُ الصَّحِيْفَة بِمَنَاقِبِ أَبِي حَنِيْفَة** کے اتباع میں **تَكْمِيلُ الصَّحِيْفَة بِأَسَانِيد الْحَدِيث فِي الْإِمام أَبِي حَنِيفة** رکھا گیا۔ زیرِ نظر باب اسی کتاب کا ضروری تبدیلی کے ساتھ من وعن ترجمہ ہے۔

فصل اوّل

”اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی اُسے اہلِ فارس میں سے ایک شخص پا لے گا۔“

(حدیثِ مذکور کی ستر (۷۰) اسانید کی تخریج)

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، ۴: ۱۹۷۲، رقم: ۲۵۴۶)

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بشارت پر مبنی حدیثِ مبارکہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درج ذیل دس (۱۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
۳۔ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۸۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۹۔ حضرت مَنْدُوس رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تیرہ شاگردوں سے مرویات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل تیرہ (۱۳) شاگردوں نے ان سے اس حدیث کو روایت کیا ہے:

۱۔ ابو غیث سالم مولیٰ ابنِ مطیع
۲۔ یزید بن الاصم
۳۔ ابو علاء عبد الرحمٰن بن یعقوب
۴۔ شعیب بن زید انصاری
۵۔ سعید بن ابی سعید مَقْبُری
۷۔ خالد بن سعد
۸۔ شام کے ایک شیخ
۹۔ ابو صالح ذکوان
۱۰۔ عطاء بن ابی رِباح
۱۱۔ شُہر بن حَوشَب

۶۔ سعید بن میناء
۱۲۔ محمد بن سیرین
۱۳۔ جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) حضرت ابو غیثؒ کے طریق سے مروی حدیث کی نو (۹) اسانید

پہلی سند

قَالَ الْبُخَارِيُّ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

''كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾،[1] قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا، وَ فِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ!''[2]

''امام بخاری نے کہا: مجھے عبد العزیز بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا کہ مجھے سلیمان بن بلال نے حدیث بیان کی، انہوں نے ثور سے، انہوں نے ابو غیث سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ جمعہ نازل

---

(۱) الجمعة، ۶۲: ۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب التفسير، باب قوله: وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ، ۴: ۱۸۵۸، رقم: ۴۶۱۵

۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۶۴۲، رقم: ۴۶۱۵

۳۔ ابن كثير، تفسير القرآن العظيم، ۴: ۳۶۴

ہوئی: ﴿اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اِس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تزکیہ و تعلیم کیلئے بھیجا ہے) جو ابھی اُن لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود ہیں یعنی اِن کے بعد کے زمانہ میں آئیں گے)﴾۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ تین بار یہی سوال کیا، اس وقت ہمارے درمیان سلمان فارسی بھی موجود تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا، پھر فرمایا: اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اس کی قوم میں سے چند اشخاص یا فرمایا: ایک شخص اسے وہاں سے بھی پا لے گا۔''

دوسری سند

قَالَ مُسْلِمٌ: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ - يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

''كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا قَرَأَ: ﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾،[1] قَالَ رَجُلٌ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ النَّبِيُّ حَتَّى سَأَلَهُ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، قَالَ: وَ فِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، قَالَ: فَوَضَعَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ.''[2]

''امام مسلم نے کہا: ہم سے قتیبہ بن سعید نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز یعنی

(۱) الجمعة، ۶۲: ۳

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم، باب فضل فارس، ۴: ۱۹۷۲، رقم: ۲۵۴۶

ابن محمد نے بیان کیا، انہوں نے ثور سے، انہوں نے ابو غیث سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت کی: ﴿اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اِس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تزکیہ و تعلیم کیلئے بھیجا ہے) جو ابھی اُن لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود ہیں یعنی اِن کے بعد کے زمانہ میں آئیں گے)﴾۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ اس نے ایک بار یا دو بار یا تین بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔ فرماتے ہیں: ہم میں سلمان فارسی بھی موجود تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا، پھر فرمایا: اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اس کی قوم میں سے کچھ لوگ پھر بھی اسے حاصل کر لیں گے۔''

تیسری سند

قَالَ التِّرمِذِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ الدِّيْلِيُّ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ مِثْلَهُ أَوْ نَحْوَهُ، وَ فِيْهِ:

''فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلَى سَلْمَانَ يَدَهُ، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ هَؤُلَاءِ.''(۱)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب من الجمعۃ، ۵:۴۱۳، رقم: ۳۳۱۰

۲۔ أیضاً، کتاب المناقب، باب فی فضل العجم، ۵:۷۲۵، رقم: ۳۹۳۳

''امام ترمذی نے کہا: ہم سے علی بن حجر نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن جعفر نے خبر دی، ان سے ثور بن زید الدیلی نے بیان کیا، انہوں نے ابو غیث سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا:

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھ کر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی اس کی قوم میں سے کچھ لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

چوتھی سند

قَالَ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ ثَوْرَ بْنَ زَيْدٍ يَذْكُرُ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

''لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾،[1] كَلَّمَهُمُ النَّاسُ، فَأَقْبَلَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلَى سَلْمَانَ، فَقَالَ: لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالثُّرَيَّا، لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هَؤُلَاءِ.''[2]

''امام طحاوی نے کہا: ہمیں یونس نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہم سے سعید بن منصور نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز الدراوردی نے بیان کیا، انہوں نے کہا: میں نے ثور بن زید کو ابو غیث سے ذکر کرتے ہوئے سنا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: ﴿اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی

(۱) الجمعة، ٦٢: ٣

(۲) طحاوي، مَشْكَلِ الآثار، ٣: ٩٥

(اِس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوتزکیہ وتعلیم کے لیے بھیجا ہے) جو ابھی اُن لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود ہیں یعنی اِن کے بعد کے زمانہ میں آئیں گے)﴾۔ لوگوں نے آپس میں گفتگو کی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر فرمایا: اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اس کی قوم میں سے کچھ لوگ اسے وہاں سے بھی حاصل کرلیں گے۔"

پانچویں سند

رَوَى الطَّحَاوِيُّ: عَنْ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا ابنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بَلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيْلِيِّ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ:

"مِثْلَ سِيَاقِ الْبُخَارِيِّ، وَمُسْلِمٍ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَرْفُوْعِ: "لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالثُّرَيَّا، لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هَؤُلَاءِ."[1]

"امام طحاوی نے یونس سے روایت کیا، ان سے ابنِ وہب نے بیان کیا، انہیں سلیمان بن بلال نے خبر دی، انہوں نے ثور بن زید الدیلی سے، انہوں نے ابوغیث سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

"امام بخاری اور مسلم کی طرح انہوں نے حدیث روایت کی مگر یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دین اوجِ ثریا کی بلندیوں پر بھی ہوا تو اس کی قوم میں سے کچھ لوگ اسے وہاں سے بھی پالیں گے۔"

چھٹی سند

وَقَالَ أَبُوْنُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو [الْأَحْمَسِيُّ] بِالْكُوْفَةِ: حَدَّثَنَا أَبُوْ حُصَيْنٍ [الْوَادِعِيُّ] مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ

(۱) طحاوي، مشكل الآثار، ۳: ۹۵

حَبِيْبٍ [الْقَاضِيُّ]: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ الْحِمَّانِيُّ (ح):[۱]

''امام ابونعیم نے کہا: ہمیں جعفر بن محمد بن عمرو الاحمسی نے کوفہ میں حدیث بیان کی، انہیں ابوحصین محمد بن حسین بن حبیب القاضی الوادعی نے بیان کی، انہیں یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی نے بیان کی۔''

ساتویں سند

وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِسْحَاقَ الْمُعَدَّلِ [الْأَصْبَهَانِيُّ] بِنَيْسَابُوْرَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ [الثَّقَفِيُّ] السَّرَّاجُ: حَدَّثَنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ (ح):[۲]

''(امام ابونعیم نے ایک اور سند بیان کرتے ہوئے کہا:) ہمیں ابراہیم بن عبداللہ بن اسحاق المعدل الاصبھانی نے نیشاپور میں حدیث بیان کی، انہیں محمد بن اسحاق الثقفی السراج نے بیان کی، انہیں قُتَيْبَه بن سعید نے بیان کی۔''

آٹھویں سند

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَكَرِيَّا: حَدَّثَنَا مُحْرِزُ بْنُ سَلَمَةَ [الْعَدَنِيُّ] قَالُوْا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ، وَقَالَ:

''لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ.''[۳]

(۱) أبو نُعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۰

(۲) أبو نُعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۰

(۳) أبو نُعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۰-۲۱

’’(امام ابو نعیم نے ایک اور سند بیان کرتے ہوئے کہا:) ہمیں عبد اللہ بن محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن محمد بن زکریا نے بیان کیا، انہیں محرز بن سلمہ العدنی نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں عبد العزیز بن محمد الدراوردی نے بیان کیا، انہوں نے ثور بن زید سے، انہوں نے ابو غیث سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اہلِ فارس میں سے چند اشخاص اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔‘‘

نویں سند

وَحَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْجُرْجَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنِ ابْنِ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيْلِيِّ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: ”لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ“ بَدَلَ: ’’الدِّيْنُ.‘‘

وَرَوَاهُ أَيْضًا مِنْ طَرِيْقِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ ثَوْرٍ مِثْلَهُ، كَمَا سَبَقَ عِنْدَ التِّرْمِذِيِّ. (۱)

’’(امام ابو نعیم نے ایک اور سند بیان کرتے ہوئے کہا:) ہمیں ابو احمد محمد بن احمد الجرجانی نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن مسلم نے بیان کیا، انہیں یونس بن عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، انہوں نے ابنِ وہب سے روایت کیا، انہیں سلیمان بن بلال نے خبر دی، انہوں نے ثور بن زید الدیلی سے، انہوں نے ابو غیث سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا، مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظِ ’’ایمان‘‘ کو ’’دین‘‘ سے بدل کر بیان فرمایا۔

(۱) أبو نُعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۱

''اسی طرح انہوں نے بطریق عبد اللہ بن جعفر ثور سے بھی روایت کیا جیسا کہ امام ترمذی کی گزشتہ روایت گزر چکی ہے۔''

(۲) حضرت یزیدؒ بن الاصم کے طریق سے مروی حدیث کی پانچ (۵) اسانید

دسویں سند

وَقَالَ مُسْلِمٌ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ قَالَ: مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ.''(۱)

''امام مسلم نے کہا: مجھے محمد بن رافع اور عبد بن حمید نے بیان کیا، عبد نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی اور ابو رافع نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے بیان کیا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہوں نے جعفر الجزری سے روایت کیا، انہوں نے یزید بن الاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی اہلِ فارس میں سے ایک شخص اُسے پا لے گا۔''

۞ امام قرطبی نے 'الجامع لأحکام القرآن (۱۸:۹۳)' میں اس حدیث کو امام

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، ۴:۱۹۷۲، رقم: ۲۵۴۶

مسلم کے الفاظ سے روایت کیا ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ قَالَ: مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ."

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اہلِ فارس میں سے ایک شخص اسے حاصل کر لے گا۔''

۞ علامہ ابراہیم بن محمد الحسینی نے 'البیان والتعریف (۲: ۱۷۰)' اور علامہ مناوی نے 'فیض القدیر شرح الجامع الصغیر (۵: ۳۲۲)' میں اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ."

''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو تب بھی ایک فارسی شخص اسے پا لے گا۔''

۱۱ ویں سند

قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ."(۱)

''امام احمد بن حنبل نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے بیان کیا، ان سے معمر نے بیان کیا، انہوں نے جعفر الجزری سے، انہوں نے یزید سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۰۸

’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو اہلیانِ فارس میں سے ایک شخص تب بھی اسے حاصل کر لے گا۔‘‘

۱۲ ویں سند

وَقَالَ إِسْحَاقُ بْنُ رَاهُوَيْهِ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَفِيْهِ أَنَّهُ قَالَ:

’’لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالثُّرَيَّا لَذَهَبَ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ.‘‘(۱)

’’امام اسحاق بن راہویہ نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی، انہیں معمر نے بیان کیا، انہوں نے جعفر بن برقان سے، انہوں نے یزید سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو تب بھی اہلِ فارس میں سے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔‘‘

۱۳ ویں سند

وَرَوَى مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ: عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ مِثْلَهُ، وَفِيْهِ أَنَّهُ قَالَ:

’’لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَوْ قَالَ: رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلُوْهُ.‘‘(۲)

(۱) ابن راہویہ، المسند، ۱: ۴۱۵، رقم: ۴۶۸ (اس اسناد کے ساتھ حدیث حسن ہے اور امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔)

(۲) معمر بن راشد، الجامع، باب قبائل العجم، ۱۱: ۶۶، رقم: ۱۹۹۲۳

امام معمر بن راشد نے جعفر الجزری سے روایت کیا، انہوں نے یزید بن الاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو ایک شخص یا فرمایا: فارس کے رہنے والوں میں سے چند لوگ تب بھی اسے پا لیں گے۔''

۱۴ ویں سند

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ (الطَّبَرَانِيُّ): حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَوْ قَالَ: رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلُوْهُ.''(۱)

''امام سلیمان بن احمد طبرانی نے کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہیں عبد الرزاق نے خبر دی، انہیں معمر نے بیان کیا، انہوں نے جعفر الجزری سے، انہوں نے یزید بن الاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو ایک شخص یا فرمایا: ابناءِ فارس میں سے چند لوگ اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔''

---

(۱) ۱۔ أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۲

۲۔ بغوي، تفسير البغوى، ۴: ۳۴۰

۳۔ أيضاً شرح السنة، باب مناقب سلمان فارسي أبى عبد الله الخيرص، ۱۴: ۱۹۹، رقم: ۳۹۹۹

(۳) حضرت عبد الرحمٰن بن یعقوبؒ کے طریق سے مروی حدیث کی سولہ (۱۶) اسانید

۱۵ ویں سند

قَالَ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا يُونُسُ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ:

''أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَ إِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُم، ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا أَمْثَالَكُمْ﴾،[1] قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ إِنْ تَوَلَّيْنَا اسْتُبْدِلُوْا بِنَا ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا أَمْثَالَنَا؟ فَضَرَبَ عَلَى فَخِذِ سَلْمَانَ، وَقَالَ: هٰذَا وَقَوْمُهُ، وَلَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنَ الْفُرْسِ.''[2]

''امام طحاوی نے کہا: ہمیں یونس نے بیان کیا، انہیں ابنِ وہب نے بیان کیا، انہیں مسلم بن خالد نے خبر دی، انہوں نے علاء بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت کی: ﴿اور اگر تم (حکمِ الٰہی سے) روگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ بدل کر دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے﴾۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

---

(۱) محمد، ۴۷: ۳۸

(۲) ۱۔ طحاوی، مشکل الآثار، ۳: ۳۱

۲۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۲۶: ۶۷

وہ کون لوگ ہیں جنہیں اگر ہم نے روگردانی کی تو انہیں ہماری جگہ لایا جائے گا پھر وہ ہماری مثل نہ ہوں گے؟ پس آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی ران پر دستِ اقدس مارا اور فرمایا: یہ اور اس کی قوم، اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو فارس کے چند لوگ اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔‘‘

۱۶ویں سند

قَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ نَجِيْحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ:

’’قَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ ذَكَرَ اللهُ إِنْ تَوَلَّيْنَا اسْتُبْدِلُوْا بِنَا ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا أَمْثَالَنَا؟ قَالَ: وَكَانَ سَلْمَانُ بِجَنْبِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، قَالَ: فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَخِذَ سَلْمَانَ، وَقَالَ: هٰذَا وَأَصْحَابُهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ مَنُوْطًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ.‘‘(۱)

’’امام ترمذی نے کہا: ہمیں علی بن حجر نے بیان کیا، انہیں اسماعیل بن جعفر نے خبر دی، انہیں عبد اللہ بن جعفر بن نجیح نے بیان کیا، انہوں نے علاء بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

’’حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ اگر ہم نے روگردانی کی تو انہیں ہماری جگہ لایا جائے گا پھر وہ ہماری مثل نہ ہوں گے؟ فرماتے ہیں:

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب من سورۃ محمد ﷺ، ۵: ۳۸۴، رقم: ۳۲۶۱

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی ران پر دستِ اقدس مار کر فرمایا: یہ اور اس کے ساتھی، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی فارس کے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔‘‘

۱۷ ویں سند

وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ بِهَذَا الْحَدِيْثِ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ نَجِيْحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ

وَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَعَاذٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ:

’’مُعَلَّقٌ بِالثُّرَيَّا.‘‘ نَحْوَهُ.(۱)

’’امام ترمذی نے کہا: ہمیں علی نے اس حدیث کو اسماعیل بن جعفر بن نجیح سے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن جعفر سے، (امام ترمذی نے ہی کہا:) ہم سے بشر بن معاذ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے علاء سے اسی طرح روایت کیا مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درج ذیل الفاظ فرمائے:

’’اوجِ ثریا پر معلق۔‘‘

۱۸ ویں سند

وَقَالَ ابْنُ حِبَّانَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْطَاهِرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب من سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۵: ۳۸۴، رقم: ۳۲۶۱

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَالَ:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ.''[1]

''امام ابن حبان نے کہا: ہمیں عمر بن محمد ہمدانی نے خبر دی، انہیں ابو طاہر نے بیان کیا، انہیں ابنِ وھب نے بیان کیا، انہیں مسلم بن خالد نے خبر دی، انہوں نے علاء بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو بھی فارس کے چند لوگ اسے وہاں سے حاصل کرلیں گے۔''

۱۹ ویں سند

وَقَالَ الطَّبَرَانِيُّ: حَدَّثَنَا الْمِقْدَامُ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ نِزَارٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ قَالَا: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِيُّ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ، وَقَالَ:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنَ الْفُرْسِ.''[2]

''امام طبرانی نے کہا: ہمیں مقدام بن داؤد نے بیان کیا، انہیں خالد بن نزار اور عبد اللہ بن عبد الحکم نے بیان کیا، انہوں نے کہا: ہمیں مسلم بن خالد الزنجی نے خبر دی، انہوں نے علاء بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱) ابن حبان، الصحيح، ذكر سلمان الفارسي رضی اللہ عنہ، ۱۶: ۶۳، رقم: ۷۱۲۳

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۳۴۹، رقم: ۸۸۳۸
۲۔ أبو نعيم أصبهانی، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۱

’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو فارس کے چند لوگ اسے وہاں سے بھی پا لیں گے۔‘‘

۲۰ ویں سند

وَحَدَّثَنَا أَبُوْ عَمْرٍو مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَمْدَانَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ مِثْلَهُ. (۱)

’’(امام ابونعیم نے کہا:) ہمیں ابوعمرو محمد بن احمد بن حمدان نے بیان کیا، انہیں حسن بن سفیان نے بیان کیا، انہیں بشر بن حکم نے بیان کیا، انہیں مسلم بن خالد نے بیان کیا، انہوں نے علاء بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔‘‘

۲۱ ویں سند

وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ عَمْرِو بْنُ حَمْدَانَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ. (۲)

’’(امام ابونعیم نے کہا:) ہمیں ابوعمرو بن حمدان نے بیان کیا، انہیں حسن بن سفیان نے بیان کیا، انہیں حرملہ بن یحییٰ نے بیان کیا، انہیں عبداللہ بن وھب نے بیان کیا، انہیں مسلم بن خالد نے خبر دی، انہیں علاء بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۱

(۲) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۱

طرح روایت کیا۔

۲۲ ویں سند

وَقَالَ أَبُوْنُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا مَعْرُوْفُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَكَمِ عَنِ الزَّنْجِيِّ بْنِ خَالِدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ. (۱)

امام ابو نعیم نے کہا: ہمیں ابراہیم بن محمد بن یحیٰ نے بیان کیا، انہیں محمد بن اسحاق نے بیان کیا، انہیں معروف بن حسن نے بیان کیا، انہیں قاسم بن حکم نے بیان کیا، انہوں نے الزنجی بن خالد سے، انہوں نے علاء بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔

۲۳ ویں سند

قَالَ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ (الدَّرَاوَرْدِيُّ) حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَذَكَرَهُ مُخْتَصَرًا دُوْنَ بِذِكْرِ أَبِي هُرَيْرَةَ. (۲)

''امام طحاوی نے کہا: ہمیں یونس بن یزید نے بیان کیا، انہیں سعید بن منصور نے بیان کیا، انہیں عبد العزیز بن محمد الدراوردی نے بیان کیا، انہیں علاء بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیے بغیر مختصراً بیان کیا۔''

(۱) أبونعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۲
(۲) طحاوي، مشكل الآثار، ۳: ۳۱

۲۴ ویں سند

قَالَ الْحَاكِمُ: أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخُلْدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ الصَّائِغُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

''لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَ إِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾،(۱) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ إِذَا تَوَلَّيْنَا اسْتُبْدِلُوْا بِنَا وَسَلْمَانُ إِلَى جَنْبِهِ، فَقَالَ: هُمُ الْفُرْسُ هٰذَا وَقَوْمُهُ.''(۲)

''امام حاکم نے کہا: ہمیں جعفر بن محمد الخلدی نے خبر دی، انہیں محمد بن علی بن زید الصائغ نے بیان کیا، انہیں سعید بن منصور نے بیان کیا، انہیں عبدالعزیز بن محمد نے بیان کیا، انہیں علاء بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: ﴿اگر تم (حکمِ الٰہی سے) رُوگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ بدل کر دوسری قوم کو لے آئے گا﴾۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جنہیں اگر ہم نے روگردانی کی تو ہماری جگہ لایا جائے گا؟ اس وقت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اہلِ فارس ہیں یہ (سلمان) اور اس کی قوم والے۔''

(۱) محمد، ۴۷: ۳۸

(۲) حاکم، المستدرک، تفسیر سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲: ۴۹۸، رقم: ۳۷۰۹
امام حاکم کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث امام مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

۲۵ ویں سند

وَقَالَ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا فَهْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ (ح)، وحَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، ثُمَّ اجْتَمَعَا فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ نَجِيْحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

’’قَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ (فِيْ حَدِيْثِ فَهْدٍ): يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمُ اللهُ فِي الْقُرْآنِ، إِنْ تَوَلَّيْنَا اسْتُبْدِلُوْا بِنَا، ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا أَمْثَالَنَا؟ قَالَ: وَ كَانَ سَلْمَانُ إِلَى جَنْبِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَخِذَ سَلْمَانَ، وَقَالَ: هَذَا وقَوْمُهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ بِالثُّرَيَّا لَنَالَتْهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ.‘‘(۱)

’’امام طحاوی نے کہا: ہم سے فہد بن سلیمان نے بیان کیا، ان سے علی بن معبد نے بیان کیا، (ح) (دوسری سند بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:) ہم سے یوسف بن یزید نے بیان کیا، ان سے حجاج بن ابراہیم نے بیان کیا، ان دونوں میں سے ہر ایک نے کہا ہے: ہم سے اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن جعفر بن نَجیح نے بیان کیا، انہوں نے علاء بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

’’(فہد کی روایت کردہ حدیث میں ہے) حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ نے

(۱) طحاوی، مشکل الآثار، ۳: ۳۱

عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کیا ہے کہ اگر ہم نے روگردانی کی تو انہیں ہماری جگہ لایا جائے گا پھر وہ ہماری طرح نہ ہوں گے؟ فرماتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی ران پر ہاتھ مارا، اور فرمایا: یہ اور اس کی قوم، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو فارس کے چند لوگ اسے وہاں سے بھی پا لیں گے۔‘‘

۲۶ ویں سند

قَالَ الْبَيْهَقِي: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُقْرِيُّ أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم:

’’هَذَا وَقَوْمُهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ مُنَاطًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ.‘‘(۱)

’’امام بیہقی نے کہا: ہمیں علی بن محمد المقری نے خبر دی، انہیں حسن بن محمد بن اسحاق نے خبر دی، انہیں یوسف بن یعقوب نے بیان کیا، انہیں ابو ربیع نے

(۱) بيهقی، دلائل النبوة، ۶: ۳۳۴، باب قول اللهﷻ: ﴿وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا......آخر الآية﴾ [النور، ۲۴: ۵۵] ثم وَعَدَ رسولُ الله صلی الله عليه وآله وسلم أمتَه بالفتوحِ الَّتِي تكونُ بَعْدَه وتصديق اللهِﷻ وَعْدَه۔

بیان کیا، انہیں اسماعیل بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے علاء سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا مگر یہ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''یہ اور اس کی قوم، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی فارس کے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

۲۷ ویں سند

وَرَوَاهُ أَبُوْنُعَيْمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُوْ عَلِيٍّ الْحَسَنُ بْنُ بُطَّةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ أَبُوْسَهْلٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ.(۱)

''امام ابو نعیم نے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے کہا ہے: ہم سے میرے والد نے بیان کیا، ان سے ابو علی حسن بن بُطّہ نے بیان کیا، ان سے ابو سھل بشر بن معاذ العقدی نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے علاء بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔''

۲۸ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ حَبِيْبُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْفَسَوِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاذٍ (الْعَنْبَرِيُّ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ،

(۱) أبونعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۲

وَلَفْظُهُ:

''وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُنَاطاً بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فُرْسٍ.''(۱)

''امام ابونعیم نے کہا: ہمیں ابوقاسم حبیب بن حسن نے بیان کیا، انہیں حسن بن علی الفسوی نے بیان کیا، ان سے محمد بن معاذ العنبری نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے علاء بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے روایت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو بھی فارس کے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

۲۹ ویں سند

وَقَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَمْرِو بْنِ حَمْدَانَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مِثْلَهُ.(۲)

''امام حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں کہا: ہمیں محمد بن ابی بکر المقدمی نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن جعفر نے بیان کیا، انہوں نے علاء بن عبد الرحمٰن سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔''

(۱) أبونعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۲

(۲) أبونعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۱

۳۰ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنا عَبْدُالْعَزِيْزِ بْنُ الْحُصَيْنِ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ:

''أَعْظَمُ النَّاسِ نَصِيْباً فِي الْإِسْلَامِ أَهْلُ فَارِسَ، وَلَوْ كَانَ الْإِسْلَامُ فِي الثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ فَارِسَ.''(۱)

''امام ابونعیم نے کہا: ہم سے ابو الشیخ نے بیان کیا، ان سے جعفر الفریابی نے بیان کیا، ان سے ابو کریب نے بیان کیا، ان سے خالد بن مخلد نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز بن حصین نے بیان کیا، انہوں نے علاء سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں میں سے اسلام کا سب سے زیادہ حصہ اہلِ فارس کو ملا ہے، اگر اسلام اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو بھی فارس کے لوگ اُسے حاصل کر لیں گے۔''

(۱) ۱۔ أبونعیم، تاریخ أصبهان، ۱: ۲۳

۲۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۳۵۹، رقم: ۱۴۵۰ (امام دیلمی نے اس حدیث کا پہلا حصہ روایت کیا ہے۔)

(۴) حضرت شعیب بن زید انصاریؒ کے طریق سے مروی حدیث کی ایک (۱) سند

۳۱ ویں سند

قَالَ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (الدَّرَاوَرْدِيُّ) قَالَ: أَخْبَرَنِي شُعَيْبٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ ابْنِ زَيْدٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

’’وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنَ الْفُرْسِ.‘‘ أَوْ قَالَ: ’’مِنَ الْأَعَاجِمِ.‘‘ شَكَّ عَبْدُ الْعَزِيْزِ. [1]

’’امام طحاوی نے کہا: ہمیں یوسف بن یزید نے بیان کیا، انہیں سعید بن منصور نے بیان کیا، ان سے عبد العزیز الدراوردی نے بیان کیا، انہیں بنو امیہ کے شعیب بن زید انصاری نے خبر دی، انہوں نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی فارس کے لوگ اسے حاصل کرلیں گے۔ یا فرمایا: عجمی لوگوں میں سے۔ عبد العزیز کو شک ہے۔‘‘

(۱) طحاوی، مشکل الآثار، ۳: ۹۵

(۵) حضرت سعید بن ابی سعید مقبریؒ کے طریق سے مروی حدیث کی ایک (۱) سند

۳۲ ویں سند

قَالَ أَبُوْنُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ الْوَسَاوِسِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُمَيَّةَ بْنُ يَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

’’لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ فَارِسَ.‘‘[۱]

’’امام ابونعیم نے کہا: ہمیں محمد بن علی بن مسلم نے بیان کیا، انہیں محمد بن اسماعیل الوساوسی نے بیان کیا، انہیں شیبان بن فروخ نے بیان کیا، انہیں ابو امیہ بن یعلی نے بیان کیا، ان سے سعید المقبری نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی فارس کے لوگ اسے وہاں سے پا لیں گے۔‘‘

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۳

(٦) حضرت سعیدؒ بن میناء کے طریق سے مروی حدیث کی

ایک (١) سند

٣٣ ویں سند

قَالَ أَبُوْيَعْلَى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مِيْنَاءَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ:

''لَوْ أَنَّ الدِّيْنَ مُعَلَّقٌ بِالثُّرَيَّا لَنَا لَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ.''[1]

''امام ابو یعلی نے کہا: ہمیں عبد الرحمٰن بن سلام نے بیان کیا، انہیں عمر بن قیس نے بیان کیا، انہوں نے سعید بن میناء سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''یقیناً دین اگر اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو بھی فارس کے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

(٧) حضرت خالدؒ بن سعد کے طریق سے مروی حدیث کی دو (٢) اسانید

٣٤ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا مُجَمَّعُ بْنُ يَحْيَى الْأَنْصَارِيُّ أَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ

(١) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ١: ٢٣

[بِالدُّوْدَاءِ] يَقُوْلُ (ح).(۱)

''امام ابونعیم نے کہا: ہمیں محمد بن احمد بن حسن نے بیان کیا، انہیں بشر بن موسیٰ نے بیان کیا، انہیں حمیدی نے بیان کیا، انہیں سفیان نے بیان کیا، انہیں مجمع بن یحییٰ انصاری نے بیان کیا، انہیں خالد بن سعد نے خبر دی کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو (دوداء کے مقام پر) فرماتے ہوئے سنا۔''

۳۵ ویں سند

وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا شِيْرَانُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُجَمِّعٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ:

''أَبْشِرُوْا يَا بَنِي فَرُّوْخَ، فَلَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَا تَنَالُهُ الْعَرَبُ، لَنَالَتْهُ الْعَجَمُ:'' قِيْلَ لِسُفْيَانَ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ، مَنْ بَنُوْ فَرُّوْخَ؟ قَالَ: مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْعَرَبِ.(۲)

''(امام ابونعیم مذکورہ بالا روایت کی دوسری سند بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:) ہم سے محمد بن عبد الرحمٰن بن مخلد نے بیان کیا، ان سے شیران بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن محمد الزہری نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے مجمع انصاری سے، انہوں نے خالد بن سعد سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اے بنی فروخ! تمہیں مبارک ہو، اگر ایمان اوجِ ثریا پر معلق ہوا تو اہلِ عرب

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۴
(۲) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۴

اس تک نہیں پہنچ پائیں گے مگر عجمی پہنچ جائیں گے۔'' سفیان سے پوچھا گیا: ابومحمد! بنوفروخ سے کون مراد ہیں؟ انہوں نے کہا: جو عربی نہ ہو۔''

(۸) شامی شیخ کے طریق سے مروی حدیث کی ایک (۱) سند

۳۶ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلٍ حَدَّثَنَا شِيْرَانُ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيْهِ حَدَّثَنِي شَيْخٌ بِالشَّامِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ – أَوِ الْإِسْلَامُ – عِنْدَ الثُّرَيَّا، أَوْ قَالَ: مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ بِرِقَّةِ قُلُوْبِهِمْ.''(۱)

''امام ابونعیم نے کہا: ہم سے محمد بن عبد الرحمٰن بن سھل نے بیان کیا، ان سے شیران بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبد الاعلیٰ نے بیان کیا، ان سے معتمر بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، ان سے شام کے ایک شیخ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''اگر دین یا (فرمایا) اسلام ثریا کے نزدیک ہوا یا (فرمایا) اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو فارس کے کچھ لوگ اپنی نرمیٔ قلوب کے باعث اسے پھر بھی پالیں گے۔''

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۴

(۹) حضرت ابو صالح ذکوانؒ کے طریق سے مروی حدیث کی آٹھ (۸) اسانید

۳۷ ویں سند

قَالَ أَبُوْنُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ يَزِيْدَ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

”لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَ إِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ، ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا أَمْثَالَكُمْ﴾،[1] قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: وَ سَلْمَانُ جَالِسٌ، فَقَالَ: هٰذَا وَ قَوْمُهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الْبِرُّ، أَوْ قَالَ: الدِّيْنُ – مَنُوْطاً بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ.“[2]

”امام ابو نعیم نے کہا: ہم سے محمد بن جعفر المؤدب نے بیان کیا، ان سے احمد بن حسین انصاری نے بیان کیا، ان سے اسماعیل بن یزید قطان نے بیان کیا، ان سے حسین بن حفص نے بیان کیا، ان سے ابراہیم بن محمد المدنی نے بیان کیا، انہوں نے سہیل بن ابی صالح سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

”جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: ﴿اگر تم (حکمِ الٰہی سے) رُوگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ بدل کر دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں

(۱) محمد، ۴۷: ۳۸

(۲) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۳

گے ﴾۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرماتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے ہوئے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اور اس کی قوم، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر نیکی یا فرمایا: دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو اہلِ فارس میں سے ایک شخص پھر بھی اسے حاصل کر لے گا۔‘‘

امام عجلونی نے ’کشف الخفاء (۲: ۴۶۲، رقم: ۲۹۶۳)‘ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

’’وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ.‘‘

’’اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو اہلِ فارس میں سے ایک شخص پھر بھی اسے پا لے گا۔‘‘

۳۸ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى زَحْمَوَيْهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ.[1]

امام ابونعیم نے کہا: ہم سے عبداللہ بن محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے محمود بن محمد الواسطی نے بیان کیا، ان سے زکریا بن یحییٰ زحمویہ نے بیان کیا، ان سے عبد اللہ بن جعفر نے بیان کیا، ان سے سہیل بن ابی صالح نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۲

۳۹ ویں سند

قَالَ أَبُوْنُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا الْقَاضِيُّ أَبُوْ أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيْدٍ الْكُوْفِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ زِيَادٍ الضَّبِّيُّ حَدَّثنا أَبُوْ جُنَادَةَ – وَهُوَ حُصَيْنُ بْنُ مُخَارِقٍ – حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، وَعُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ وَ مُوْسَى الْفَرَّاءُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَتْهُ رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''(۱)

''امام ابونعیم نے کہا: ہمیں قاضی ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم نے بیان کیا، انہیں احمد بن محمد بن سعید الکوفی نے بیان کیا، انہیں یعقوب بن زیاد الضبی نے بیان کیا، انہیں ابو جنادہ حصین بن مخارق نے بیان کیا، انہیں اعمش، عبیدہ الضبی اور موسیٰ الفراء نے بیان کیا، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو ابناءِ فارس میں سے چند اشخاص اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔''

۴۰ ویں سند

وَقَالَ أَيْضًا: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُوْسَى بْنِ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَصْفَرِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا سَلَّامٌ أَبُو الْمُنْذِرِ الْقَارِئُ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۵

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''(۱)

''امام ابونعیم ہی نے کہا: ہمیں حسن بن اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہیں احمد بن موسیٰ ابنِ اسحاق نے بیان کیا، انہیں احمد بن محمد بن اصفر نے بیان کیا، انہیں عبد اللہ بن ابی بکر العَتَکی نے بیان کیا، انہیں سلام ابومنذر القاریٔ نے بیان کیا، انہیں عاصم نے بیان کیا، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو تب بھی ابناءِ فارس میں سے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

۴۱ ویں سند

وَقَالَ أَيْضًا: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْوَرَّاقُ حَدَّثَنا الْهَيْثَمُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُخْتَارٌ – يَعْنِي ابْنَ غَسَّانَ – حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عِمْرَانَ الْأَزْرَقُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''اُدْنُوْا يَا مَعْشَرَ الْمَوَالِيِّ إِلَى الذِّكْرِ، فَإِنَّ الْعَرَبَ قَدْ أَعْرَضَتْ، وَإِنَّ الْإِيْمَانَ لَوْ كَانَ مُعَلَّقاً بِالْعَرْشِ كَانَ مِنْكُمْ مَنْ يَطْلُبُهُ.''(۲)

''امام ابونعیم ہی نے کہا: ہمیں حسن بن علی الورّاق نے بیان کیا، انہیں ہیثم بن خلف نے بیان کیا، انہیں ابوکریب نے بیان کیا، انہیں مختار یعنی ابنِ غسان نے بیان کیا، ان سے حفص بن عمران الازرق نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے،

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۶

(۲) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۲۵

انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے گروہِ غلاماں! ذکر (یعنی قرآن) کے قریب ہو (کر اسے سیکھو) کیونکہ عرب نے (اس سے) اعراض کیا ہے اور بے شک ایمان اگر عرش پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی تم میں سے کوئی اسے حاصل کر لے گا۔''

❁ امام دیلمی (متوفی ۵۰۹ھ) نے 'الفردوس بمأثور الخطاب (۲: ۵۶، رقم: ۲۳۱۹)' میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تَقَرَّبُوْا يَا مَعْشَرَ الْمَوَالِيِّ، اسْتَمِعُوا الذِّكْرَ فَلَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَكَانَ مِنْكُمْ مَنْ يَطْلُبُهُ.''

''اے گروہِ غلاماں! قریب ہوجاؤ، ذکر (یعنی قرآن) سنو (اور اسے سیکھو) کیونکہ دین اگر ثریا پر بھی معلق ہوا تو تم میں سے کوئی شخص تب بھی اسے حاصل کر لے گا۔''

۴۲ ویں سند

قَالَ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُوْ أُمَيَّةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

''وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، أَفْلَحَ مَنْ كَفَّ يَدَهُ، تَقَرَّبُوْا يَا بَنِي فَرُّوْخَ إِلَى اللهِ، فَإِنَّ الْعَرَبَ قَدْ أَعْرَضَتْ، وَوَاللهِ! إِنَّ مِنْكُمْ لَرِجَالًا لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَنَالُوْهُ.''(۱)

(۱) طحاوی، مشکل الآثار، ۳: ۹۶

’’امام طحاوی نے کہا: ہمیں ابو امیہ نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہیں شیبان نے خبر دی، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابوصالح سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’عرب کی قریب آنے والے شر سے ہلاکت ہے، اپنے ہاتھ سے شر کو روکنے والا فلاح پا گیا۔ اے بنی فروخ! اللہ کے قریب رہو کیونکہ اہلِ عرب نے (اس سے) اعراض کیا ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم! بے شک تم میں چند ایسے اشخاص ہوں گے کہ اگر علم اوجِ ثریا پر ہوا تو پھر بھی وہ اسے پا لیں گے۔‘‘

۴۳ ویں سند

قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الرِّقِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَلَفْظُهُ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ:

’’اقْتَرِبُوْا يَا بَنِي فَرُّوْخَ إِلَى الذِّكْرِ، وَاللهِ! إِنَّ مِنْكُمْ لَرِجَالًا لَوْ أَنَّ الْعِلْمَ كَانَ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلُوْهُ.‘‘[۱]

’’امام بیہقی نے کہا: ہمیں علی بن احمد بن عبدان نے خبر دی، انہیں احمد بن عبید اللہ الرقی نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہیں شیبان نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اے بنو فروخ! ذکر (یعنی قرآن) کے قریب ہو جاؤ (تاکہ اسے سیکھ سکو)، اللہ رب العزت کی قسم! بے شک تم میں چند اشخاص ہوں گے اگر علم اوجِ ثریا پر بھی

(۱) بیهقی، شعب الإیمان، أول ما یقضی بین الناس یوم القیامة فی الدماء، ۴: ۳۴۲، رقم: ۵۳۳۰

معلق ہوا تو وہ اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔‘‘

۴۴ ویں سند

قَالَ أَبُوْنُعَيْمٍ: حَدَّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ مِثْلَهُ. (۱)

’’امام ابونعیم نے کہا: ہم سے ابراہیم بن محمد بن یحییٰ نے بیان کیا، انہیں محمد بن اسحاق نے بیان کیا، انہیں علی بن مسلم نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہیں شیبان نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔‘‘

(۱۰) حضرت عطاءؒ بن ابی رِباح کے طریق سے مروی حدیث کی ایک (۱) سند

۴۵ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِ اللهِ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ الْفَيْضِ أَبُوْ يَعْقُوْبَ الْأَصْبَهَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَغْرَاءَ أَبُوْ زُهَيْرٍ الدَّوْسِيُّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ:

’’دُوْنَكُمْ يَا بَنِي فَرُّوْخَ، فَلَوْ كَانَ الْخَيْرُ مَنُوْطاً بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ مِنكُمْ رِجَالٌ.‘‘ (۲)

---

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۲

(۲) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۴

’’امام ابونعیم نے کہا: ہمیں ابوعبداللہ بن مخلد نے بیان کیا، انہیں محمد بن عمر بن حفص نے بیان کیا، انہیں ابویعقوب اسحاق بن الفیض الاصبھانی نے بیان کیا، انہیں ابوزھیر عبدالرحمٰن بن مغراء الدوسی نے بیان کیا، انہوں نے طلحہ بن عمرو سے، انہوں نے عطاء سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا:

’’اے بنوفروخ خبردار رہو، پس اگر بھلائی ثریا پر بھی معلق ہوئی تو پھر بھی تم میں سے چند اشخاص اسے پالیں گے۔‘‘

(۱۱) حضرت شہرؒ بن حوشب کے طریق سے مروی حدیث کی

آٹھ (۸) اسانید

۴۶ ویں سند

قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوْسُفَ وَهُوَ الْأَزْرَقُ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

’’**لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ أُنَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.**‘‘[1]

’’امام احمد بن حنبل نے کہا: ہمیں اسحاق بن یوسف الازرق نے بیان کیا، انہیں عوف نے خبر دی، انہوں نے شہر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۹۶

''اگر علم اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی ابناءِ فارس میں سے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

۴۷ ویں سند

قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِهِ مِثْلَهُ.(۱)

''امام احمد بن حنبل نے ہی کہا: ہمیں عبد الوہاب بن عطاء نے بیان کیا، انہیں عوف نے خبر دی، انہوں نے شہر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔''

۴۸ ویں سند

قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِهِ مِثْلَهُ.(۲)

''امام احمد بن حنبل نے کہا: ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے عوف نے بیان کیا، انہوں نے شہر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔''

۴۹ ویں سند

قَالَ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيْفَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۲۰، ۴۲۲

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۶۹

رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''(۱)

''امام حارث بن ابی اسامہ نے کہا: ہمیں ھوذہ بن خلیفہ نے بیان کیا، انہیں عوف نے بیان کیا، انہوں نے شھر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر علم ثریا پر بھی ہوا تو ابناءِ فارس میں سے چند اشخاص اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔''

۵۰ ویں سند

قَالَ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ الْأَعْرَابِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِهِ مِثْلَهُ.(۲)

''امام طحاوی نے کہا: ہمیں بَکّار بن قتیبہ نے بیان کیا، انہیں ابو عاصم نے بیان کیا، انہیں عوف اعرابی نے بیان کیا، انہیں شھر بن حوشب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔

۵۱ ویں سند

قَالَ أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْغِطْرِيْفِ الْغِطْرِيْفِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُوْ خَلِيْفَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ

(۱) حارث بن أبی أسامة، المسند، باب فی ناس من أبناء فارس، ۲: ۹۴۳، رقم: ۱۰۴۰

(۲) طحاوی، مشکل الآثار، ۳: ۹۶

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِهِ مِثْلَهُ.(۱)

’’امام ابو احمد محمد بن احمد بن الغطریف الغطریفی نے کہا: ہمیں ابوخلیفہ نے بیان کیا، انہیں عثمان بن ھیثم نے بیان کیا، انہیں عوف نے بیان کیا، انہوں نے شہر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ ؓ سے اسی طرح روایت کیا۔‘‘

۵۲ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيْفَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، بِهِ مِثْلَهُ.

ثُمَّ قَالَ: رَوَاهُ يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ وَ أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ عَوْفٍ مِثْلَهُ. كَذَا فِي ’’الْحِلْيَةِ.‘‘(۲)

’’امام ابونعیم نے کہا: ہم سے ابوبکر بن خلاد نے بیان کیا، ان سے حارث بن ابی اسامہ نے بیان کیا، ان سے ھوذہ بن خلیفہ نے بیان کیا، ان سے عوف نے بیان کیا، انہوں نے شہر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ ؓ کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا۔

’’پھر امام ابونعیم نے کہا: اس حدیث کو یزید بن زریع اور ابو عاصم نے عوف سے اسی طرح روایت کیا ہے۔‘‘ جیسا کہ ’حلیۃ الاولیاء‘‘ میں ہے۔‘‘

(۱) ابن غطریف، الجزء، ۱: ۹۹، رقم: ۵۷

(۲) ۱۔ أبونعیم، حِلیة الأولیاء وطبقات الأصفیاء، ۶: ۶۴

۲۔ أیضاً، تاریخ أصبهان، ۱: ۲۳

۵۳ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، بِهِ مِثْلَهُ.

وَقَالَ أَيْضاً: رَوَاهُ بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ وَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَوْفٍ.(۱)

’’امام ابونعیم نے کہا: ہمیں ابوبکر نے بیان کیا، ان سے حارث نے بیان کیا، انہوں نے داؤد بن ابی ہند سے روایت کیا، انہوں نے شہر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔

’’امام ابونعیم ہی نے کہا: اس حدیث کو بشر بن مفضل اور ابراہیم بن طہمان نے عوف سے روایت کیا ہے۔‘‘

(۱۲) حضرت محمد رحمہ اللہ بن سیرین کے طریق سے مروی حدیث کی تین (۳) اسانید

۵۴ ویں سند

قَالَ ابْنُ حِبَّانَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ بِسْطَامَ بِمَرْوٍ حَدَّثَنَا حِصْنُ بْنُ عَبْدِ الْحَلِيْمِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ:

(۱) أبونعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۳

''لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''(۱)

''امام ابن حبان نے کہا: ہمیں احمد بن محمد بن عمرو بن بسطام نے مرو کے مقام پر خبر دی، انہیں حصن بن عبد الحلیم المروزی نے بیان کیا، انہیں یحییٰ بن ابی الحجاج نے بیان کیا، انہیں عوف نے بیان کیا، انہوں نے ابنِ سیرین سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر علم اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی اہلِ فارس میں سے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

۵۵ ویں سند

قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنَا رِزْقُ اللهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم:

''لَوْ كَانَ الْعِلْمُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''(۲)

''امام ابو نعیم کہتے ہیں: ہمیں عبد اللہ بن محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہیں محمد بن عباس نے بیان کیا، انہیں رزق اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہیں یحییٰ بن ابی الحجاج نے بیان کیا، انہیں عوف نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن سیرین سے،

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ذكر خبرٍ ثانٍ يُصَرِّحُ بالمعنى الذي أَوْمَأْنا إليه، ۱۶: ۲۹۹، رقم: ۷۳۰۹

۲۔ هيثمي، موارد الظمآن، باب في ناس من أبناء فارس، ۱: ۵۷۴، رقم: ۲۳۰۹

(۲) أبونعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۴

انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر علم اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو ابناءِ فارس میں سے چند لوگ پھر بھی اسے حاصل کر لیں گے۔''

۵۶ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَ بُنَانُ بْنُ أَحْمَدَ ابْنِ بُنَانَ قَالَا: حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ الْأَصْبَغِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا السَّكَنُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ مِثْلَهُ.(۱)

''امام ابونعیم نے کہا: ہمیں ابراہیم بن عبداللہ اور بُنان بن احمد بن بنان نے بیان کیا، ان دونوں سے صالح بن الاصبغ نے بیان کیا، انہیں احمد بن فضل نے بیان کیا، انہیں سکن بن نافع نے بیان کیا، انہیں ابنِ عون نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا۔''

(۱۳) حضرت جبیرؓ کے طریق سے مروی حدیث کی ایک (۱) سند

۵۷ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ إِسْحَاقَ الْمَنْبِجِيُّ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ

(۱) أبونعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۴

صَالِحٍ الْأَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''لَوْ كَانَ هٰذَا الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ فَارِسَ.''(۱)

''امام ابونعیم نے کہا: ہم سے حسن بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نے بیان کیا، ان سے احمد ابن یوسف بن اسحاق المَنْبِجی نے بیان کیا، ان سے سہل بن صالح الانطاکی نے بیان کیا، ان سے ابو عامر العقدی نے بیان کیا، ان سے مالک نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر سے، انہوں نے جبیر سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر علم اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی اہلِ فارس میں سے ایک قوم اسے حاصل کر لے گی۔''

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی ایک سند

۵۸ ویں سند

قَالَ الْحَاكِمُ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ يَحْيَى الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

(۱) أبونعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۴

’’رَأَيْتُ غَنَمًا كَثِيْرَةً سَوْدَاءَ، دَخَلَتْ فِيْهَا غَنَمٌ كَثِيْرَةٌ بِيْضٌ، قَالُوْا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: اَلْعَجَمُ يُشْرِكُوْنَكُمْ فِيْ دِيْنِكُمْ وَأَنْسَابِكُمْ. قَالُوْا: اَلْعَجَمُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنَ الْعَجَمِ، وَأَسْعَدُهُمْ بِهِ النَّاسُ.‘‘(۱)

’’امام حاکم نے کہا: ہمیں ابو حسین احمد بن عثمان بن یحییٰ بزار نے خبر دی، ان سے عباس بن محمد الدوری نے بیان کیا، ان سے ھاشم بن قاسم نے بیان کیا، ان سے عبد الرحمٰن نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن دینار سے، انہوں نے زید بن اسلم سے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’میں نے کثیر سیاہ بکریاں دیکھی جن میں کثیر سفید بکریاں داخل ہوگئیں، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے اس کی کیا تاویل کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہلِ عجم تمہارے دین اور تمہارے نسب میں تمہارے ساتھ شریک ہوں گے۔ انہوں نے عرض کیا: عجم یا رسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو عجم میں سے چند اشخاص تب بھی اسے حاصل کر لیں گے، اس کے باعث وہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوش نصیب ہوں گے۔‘‘

۳۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی چار اسانید

۵۹ ویں سند

قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ قَيْسِ

(۱) حاکم، المستدرک، کتاب تعبیر الرؤیا، ۴: ۴۳۷، رقم: ۸۱۹۴
امام حاکم نے کہا کہ امام بخاری کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

بْنِ سَعْدٍ رِوَايَةً قَالَ:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''[1]

''امام ابنِ ابی شیبہ نے کہا: ہم سے ابنِ عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے ابنِ ابی نَجیح سے، انہوں نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر دین ثریا پر بھی معلق ہوا تو ابناءِ فارس میں سے چند لوگ اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔''

۶۰ ویں سند

قَالَ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ:

''لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ فَارِسَ.''[2]

''امام طحاوی نے کہا: ہم سے یحییٰ بن عثمان نے بیان کیا، ان سے حامد بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر ایمان ثریا کی بلندیوں پر بھی ہوا تو بھی اہلِ فارس میں سے چند لوگ اسے

(۱) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، باب ما جاء في العجم، ۶: ۴۱۵، رقم: ۳۲۵۱۵
۲۔ أبو يعلى، المسند، ۳: ۲۳، رقم: ۱۴۳۳

(۲) طحاوي، مشكل الآثار، ۳: ۹۵

حاصل کر لیں گے۔‘‘

۶۱ ویں سند

قَالَ الطَّبَرَانِيُّ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو الْخَلَّالُ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ حَمِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ:

’’لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ.‘‘(۱)

’’امام طبرانی نے کہا: ہم سے احمد بن عمرو خلال المکی نے بیان کیا، ان سے یعقوب بن حمید نے بیان کیا، ان سے سفیان بن عیینہ نے بیان کیا، انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی فارس کے چند اشخاص اسے پا لیں گے۔‘‘

۶۲ ویں سند

قَالَ أَبُوْ يَعْلَى: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيْحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ ﷺ:

’’لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.‘‘(۲)

(۱) طبراني، المعجم الكبير، ۱۸: ۳۵۳، رقم: ۹۰۰

(۲) ۱۔ أبو يعلى، المسند، ۳: ۲۷، رقم: ۱۴۳۸

۲۔ بزار، المسند، ۹: ۱۹۵، رقم: ۳۷۴۱

۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، باب ما جاء في ناس من أبناء فارس، ۱۰: ۶۴، ۶۵

امام ہیثمی کے مطابق اس حدیث کے رجال صحیح ہیں۔

''امام ابو یعلی نے کہا: ہم سے ھارون بن معروف نے بیان کیا، ان سے سفیان نے بیان کیا، انہوں نے ابن ابی نجیح سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو ابناءِ فارس میں سے چند لوگ پھر بھی اسے حاصل کر لیں گے۔''

۞ امام علی بن حسام الدین ہندی (۹۷۵ھ) نے 'کنز العمال (۱۱: ۲۹۱، رقم: ۳۳۴۴۳)' اور امام سیوطی نے 'تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة (ص: ۳۲)' میں امام شیرازی کی 'کتاب الالقاب' سے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''لَوْ كَانَ الْعِلْمُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ قَوْمٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''

''اگر علم ثریا پر بھی معلق ہوا تو ابناءِ فارس میں سے ایک قوم تب بھی اسے حاصل کر لے گی۔''

۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی ایک سند

۶۳ ویں سند

قَالَ الطَّبَرَانِيُّ: حَدَّثَنَا أَسْلَمُ بْنُ سَهْلٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَجَّاجِ اللَّخْمِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''(۱)

''امام طبرانی نے کہا: ہم سے اسلم بن سھل الواسطی نے بیان کیا، ان سے محمد بن الفرج نے بیان کیا، ان سے محمد بن حجاج اللخمی نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابو وائل سے، انہوں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو بھی ابناءِ فارس میں سے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی ایک سند

۶۴ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: مِنْ طَرِيْقِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَبِيْبُ (كَاتِبُ مَالِكٍ) حَدَّثَنَا شِبْلُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ:

''أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿وَ إِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾(۲) فَسُئِلَ: مَنْ هُمْ؟ قَالَ: فَارِسُ، لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ.''(۳)

---

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۰: ۲۰۴، رقم: ۱۰۴۷۰
۲۔ واسطي، تاريخ واسط، ۱: ۲۲۰
۳۔ هيثمي، مجمع الزوائد، باب ما جاء في ناس من أبناء فارس، ۱۰: ۶۵

(۲) محمد، ۴۷: ۳۸

(۳) ابو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۵

''امام ابونعیم نے اس حدیث کو عبید اللہ بن محمد بن سلیمان سے بیان کیا ہے، انہوں نے کہا: ہم سے حبیب (کاتبِ مالک) نے بیان کیا، ان سے شِبل بن عباد نے بیان کیا، ان سے عمرو بن دینار نے بیان کیا، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿اگر تم (حکمِ الٰہی سے) رُوگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ بدل کر دوسری قوم کو لے آئے گا﴾۔ عرض کیا گیا: وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قومِ فارس! اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی فارس کے چند اشخاص اسے وہاں سے حاصل کر لیں گے۔''

۶۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی دو اسانید

۶۵ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ الْقَطَّانُ فِيْ كِتَابِهِ: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ مَهْدِيٍّ السِّيْرَافِيُّ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ سَمِعْتُ سَلْمَانَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''يَا سَلْمَانُ! لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ فَارِسَ، يَتَّبِعُوْنَ سُنَّتِي، وَيَتَّبِعُوْنَ آثَارِي، وَ يُكْثِرُوْنَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ. يَا سَلْمَانُ! أَحِبَّ الْمُجَاهِدِيْنَ، وَ أَحِبَّ الْمُرَابِطِيْنَ، وَ أَحِبَّ الْغُزَاةَ.''[1]

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۶

’’امام ابونعیم نے کہا: ہمیں ابومحمد حسن بن علی بن عمرو البصری القطان نے اپنی کتاب میں خبر دی: انہیں ابوعبد اللہ محمد بن مہدی السیرافی نے بیان کیا، انہیں حسن بن کثیر نے بیان کیا، انہیں ان کے والد نے بیان کیا، انہیں مالک بن عمرو نے بیان کیا، انہوں نے سلیمان التیمی سے، انہوں نے ابوعثمان النہدی سے روایت کیا کہ میں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اے سلمان! اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو فارس کے چند لوگ اسے وہاں سے بھی حاصل کرلیں گے، وہ میری سنت کی اتباع کریں گے، میرے آثار کی پیروی کریں گے اور مجھ پر کثرت سے درود بھیجیں گے۔ اے سلمان! تُو مجاہدوں سے محبت کر، تو (اسلامی سرحدوں کی) حفاظت کرنے والوں سے محبت کر اور غازیوں سے محبت کر۔‘‘

۶۶ ویں سند

وَرَوَاهُ يَزِيْدُ بْنُ سُفْيَانَ أَبُوْ خَالِدٍ الْبُصَرِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم:

’’لَوْ كَانَ هَذَا الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالنَّجْمِ لَتَمَسَّكَ بِهِ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ فَارِسَ لِرِقَّةِ قُلُوْبِهِمْ.‘‘(۱)

’’اس روایت کو ابو خالد یزید بن سفیان البصری نے سلیمان التیمی سے روایت کیا ہے، انہوں نے ابوعثمان النہدی سے، انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۵

سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر یہ دین نجم (بلند و بالا ستارے) پر بھی معلق ہوا تو تب بھی اہلِ فارس میں سے ایک قوم اپنی رقتِ قلبی کے باعث اسے حاصل کر لے گی۔‘‘

۷۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی حدیث کی ایک سند

۶۷ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَتْحِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْأَسْوَدِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

’’لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ.‘‘(۱)

’’امام ابونعیم نے کہا: ہمیں محمد بن الفتح نے بیان کیا، انہیں محمد بن داؤد بن سلیمان نے بیان کیا، انہیں حسین بن علی بن الاسود نے بیان کیا، انہیں عمرو بن محمد نے بیان کیا، ان سے اسرائیل نے بیان کیا، انہوں نے ابی اسحاق سے، انہوں نے عمارہ سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی فارس کے چند اشخاص اسے وہاں سے حاصل کر لیں گے۔‘‘

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲٦

۸۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کی ایک سند

۶۸ ویں سند

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ شُعْبَةَ الْبَصْرِيُّ فِي كِتَابِهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم قَالَ:

''لَوْ كَانَ الْعِلْمُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''(۱)

''امام ابونعیم نے کہا: ہمیں احمد بن یحییٰ بن شعبہ البصری نے اپنی کتاب میں خبر دی، ان سے یعقوب بن غیلان نے بیان کیا، انہیں محمد بن الصباح نے بیان کیا، انہوں نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے عبد الرحمٰن بن قاسم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر علم اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو ابناءِ فارس کے چند لوگ پھر بھی اسے حاصل کر لیں گے۔''

۹۔ حضرت مندوس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی ایک سند

۶۹ ویں سند

قَالَ ابْنُ قَانِعٍ: حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ الْحَسَنِ الْأَنْصَارِيُّ بِسُوْقِ الْأَهْوَازِ

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۶

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كِنَانَةَ بْنِ الْأَزْهَرِ بْنِ كِنَانَةَ حَدَّثَنَا أَبِي كِنَانَةُ بْنُ الْأَزْهَرِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ مَنْدُوسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

''لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ قَوْمٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''(۱)

''امام ابنِ قانع نے کہا: ہمیں فضل بن حسن الانصاری نے سوقِ اھواز میں بیان کیا، انہیں محمد بن ہاشم نے بیان کیا، انہیں سلیمان بن کنانہ بن الازہر بن کنانہ نے بیان کیا، انہیں ان کے والد کنانہ بن الازہر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے دادا سے، انہوں نے حضرت مندوس ﷺ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو ابناءِ فارس میں سے ایک قوم پھر بھی اسے حاصل کر لے گی۔''

۱۰۔ حضرت سفینہ مولیٰ الرسول ﷺ سے مروی حدیث کی ایک سند

۷۰ ویں سند

رَوَاهُ الشِّيْرَازِيُّ. عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:

يَا أَبَا أَيُّوْبَ، لَا تُعَيِّرْهُ بِالْفَارِسِيَّةِ فَلَوْ أَنَّ الدِّيْنَ مُعَلَّقٌ بِالثُّرَيَّا لَنَالَتْهُ

(۱) ۱۔ ابن قانع، معجم الصحابة، ۳: ۱۲۹، رقم: ۱۱۰۲

۲۔ عسقلاني، الإصابة فی تمييز الصحابة، ۶: ۲۱۳، رقم: ۸۲۱۸

أَبْنَاءُ فَارِسَ. (۱)

''امام شیرازی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ابو ایوب! فارسی زبان کی برائی بیان نہ کرنا کیونکہ اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی ابناءِ فارس اسے حاصل کر لیں گے۔''

مذکورہ ستر اسانید میں بیان کردہ حدیثِ مبارکہ کو سوائے امام بغوی (۵۱۶ھ) کے کسی بھی محدّث، بشمول امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام احمد بن حنبل، امام معمر بن راشد، امام ابنِ حبان، امام طبرانی، امام حاکم، امام طحاوی، امام ابنِ ابی شیبہ اور امام ابونعیم اصبھانی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بیان نہیں کیا۔

درج بالا چالیس (۴۰) اکابر محدّثین کا اِس حدیثِ مبارکہ کو اپنی کتب میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں بیان نہ کرنا اس بات پر صراحتاً دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی بشارت میں وارد ہوئی ہے۔

(۱) شیرازی، الألقاب، رقم: ۳۴۱۳۳

فصل دوم

''اگر علم اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو بھی اسے ابناءِ فارس میں سے چند لوگ حاصل کر لیں گے۔''

(لفظِ ''علم'' کے ساتھ حدیث کی بارہ (۱۲) اسانید کی تخریج)

(مسند أحمد بن حنبل، ۲: ۲۹۶)

پہلی حدیث

قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا إِسحَاقُ بْنُ يُوسُفَ وَهُوَ الْأَزْرَقُ أَخْبَرَنَا عَوفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

''لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ أُنَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''[۱]

''امام احمد بن حنبل نے کہا: ہمیں اسحاق بن یوسف الازرق نے بیان کیا، انہیں عوف نے خبر دی، انہوں نے شہر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے انہیں فرماتے ہوئے سنا: حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اگر علم اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو بھی ابناءِ فارس میں سے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

دوسری حدیث

قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ أَخْبَرَنَا عَوفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

''لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ فَارِسَ.''[۲]

---

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۹۶

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۲۰، ۴۲۲

’’امام احمد بن حنبل ہی نے کہا: ہم سے عبد الوھاب بن عطاء نے بیان کیا، انہیں عوف نے خبر دی، انہوں نے شھر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر علم اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اہلِ فارس میں سے چند لوگ پھر بھی اسے حاصل کر لیں گے۔‘‘

تیسری حدیث

قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ:

’’لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.‘‘[1]

’’امام احمد بن حنبل نے کہا: ہم سے محمد بن جعفر نے بیان کیا، ان سے عوف نے بیان کیا، انہوں نے شھر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر علم اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو بھی ابناءِ فارس میں سے چند لوگ اسے وہاں سے حاصل کر لیں گے۔‘‘

چوتھی حدیث

قَالَ ابْنُ حِبَّانَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ بِسْطَامَ بِمَرْوٍ حَدَّثَنَا حِصْنُ بْنُ عَبْدِ الْحَلِيمِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۶۹

اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ:

''لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''(۱)

''امام ابن حبان نے کہا: ہمیں احمد بن محمد بن عمرو بن بسطام نے مرو کے مقام پر خبر دی، انہیں حصن بن عبد الحلیم المروزی نے بیان کیا، انہیں یحییٰ بن ابی الحجاج نے بیان کیا، انہیں عوف نے بیان کیا، انہوں نے ابن سیرین سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر علم اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو تب بھی اہلِ فارس میں سے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔''

پانچویں حدیث

قَالَ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ الْأَعْرَابِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''لَوْ أَنَّ الْعِلْمَ بِالثُّرَيَّا لَنَالَتْهُ رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''(۲)

''امام طحاوی نے کہا: ہمیں بکار بن قتیبہ نے بیان کیا، انہیں ابو عاصم نے بیان کیا، انہیں عوف اعرابی نے بیان کیا، انہیں شھر بن حوشب نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ذکر خبرٍ ثانٍ يُصَرِّحُ بالمعنى الذي أَوْمَأْنا إليه، ۱۶: ۲۹۹، رقم: ۷۳۰۹

۲۔ هیثمي، موارد الظمآن، باب فی ناس من أبناء فارس، ۱: ۵۷۴، رقم: ۲۳۰۹

(۲) طحاوی، مشکل الآثار، ۳: ۹۶

’’یقیناً اگر علم ثریا پر بھی ہوا تو ابناءِ فارس میں سے چند اشخاص اسے وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔‘‘

چھٹی حدیث

قَالَ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ: حَدَّثَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيْفَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم:

’’لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.‘‘[1]

’’امام حارث بن ابی اسامہ نے کہا: ہمیں ہوذہ بن خلیفہ نے بیان کیا، انہیں عوف نے بیان کیا، انہوں نے شہر بن حوشب سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر علم اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی ابناءِ فارس میں سے چند اشخاص اسے پا لیں گے۔‘‘

ساتویں حدیث

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيْفَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم:

’’لَوْ كَانَ الْعِلْمُ مَنُوْطًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.‘‘[2]

---

(۱) حارث بن أبي أسامة، المسند، باب فی ناس من أبناء فارس، ۲: ۹۴۳، رقم: ۱۰۴۰

(۲) ۱۔ أبو نعيم، حلية الأولياء، ٦: ٦۴
۲۔ أيضاً، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۳

''امام ابونعیم نے کہا: ہمیں ابوبکر بن خلاد نے بیان کیا، انہیں حارث بن ابی اسامہ نے بیان کیا، انہیں ھوذہ بن خلیفہ نے بیان کیا، انہیں عوف نے بیان کیا، انہوں نے شہر بن حوشب سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر علم ثریا پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی ابناءِ فارس میں سے چند اشخاص اسے حاصل کر لیں گے۔''

آٹھویں حدیث

قَالَ أَبُو نُعَيمٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ حَدَّثَنَا رِزْقُ اللهِ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''لَوْ كَانَ الْعِلْمُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.''[1]

''امام ابونعیم کہتے ہیں: ہمیں عبداللہ بن محمد بن جعفر نے بیان کیا، انہیں محمد بن عباس نے بیان کیا، انہیں رزق اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہیں یحییٰ بن ابی الحجاج نے بیان کیا، انہیں عوف نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر علم اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو ابناءِ فارس میں سے بعض لوگ پھر بھی اسے حاصل کر لیں گے۔''

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۴

نویں حدیث

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ إِسْحَاقَ الْمَنْبِجِيُّ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ صَالِحٍ الْأَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

"لَوْ كَانَ هٰذَا الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ فَارِسَ."[1]

"امام ابونعیم نے کہا: ہمیں حسن بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نے بیان کیا، انہیں احمد ابن یوسف بن اسحاق المَنْبِجِی نے بیان کیا، انہیں سہل بن صالح الانطاکی نے بیان کیا، انہیں ابو عامر العقدی نے بیان کیا، انہیں مالک نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر سے، انہوں نے جبیر سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر یہ علم (دین) اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی اہلِ فارس میں سے ایک قوم اسے حاصل کر لے گی۔"

دسویں حدیث

قَالَ أَبُوْ نُعَيْمٍ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ شُعْبَةَ الْبَصْرِيُّ فِي كِتَابِهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ

(۱) أبونعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۴

النَّبِيَّ ﷺ قَالَ:

”لَوْ كَانَ الْعِلْمُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ.“(۱)

”امام ابونعیم نے کہا: ہمیں احمد بن یحییٰ بن شعبہ البصری نے اپنی کتاب میں خبر دی، انہیں یعقوب بن غیلان نے بیان کیا، انہیں محمد بن الصباح نے بیان کیا، انہوں نے سفیان بن عیینہ سے، انہوں نے عبد الرحمٰن بن قاسم سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اگر علم اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو تب بھی ابناءِ فارس کے چند لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔“

گیارہویں حدیث

قَالَ الطَّحَاوِيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

”وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، أَفْلَحَ مَنْ كَفَّ يَدَهُ، تَقَرَّبُوا يَا بَنِي فَرُّوْخَ إِلَى اللهِ، فَإِنَّ الْعَرَبَ قَدْ أَعْرَضَتْ، وَوَاللهِ! إِنَّ مِنْكُمْ لَرِجَالًا لَوْ كَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَيَّا لَنَالُوْهُ.“(۲)

”امام طحاوی نے کہا: ہمیں ابوامیہ نے بیان کیا، انہیں عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، انہیں شیبان نے خبر دی، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابو صالح سے،

(۱) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲٦

(۲) طحاوی، مشکل الآثار، ۳: ۹٦

انہوں نے حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’عرب کی قریب آنے والے شر سے ہلاکت ہے، اپنے ہاتھ سے شر کو روکنے والا فلاح پا گیا۔ اے بنو فروخ! اللہ کے قریب رہو کیونکہ عرب نے (اس سے) اعراض کیا ہے، اللہ رب العزت کی قسم! بے شک تم میں چند ایسے اشخاص ہوں گے کہ اگر علم ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی وہ اسے پا لیں گے۔‘‘

بارہویں حدیث

قَالَ الْبَيْهَقِيُّ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَلَفْظُهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:

’’اِقْتَرِبُوْا يَا بَنِي فَرُّوْخَ إِلَى الذِّكْرِ، وَاللهِ! إِنَّ مِنْكُمْ لَرِجَالًا لَوْ أَنَّ الْعِلْمَ كَانَ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلُوْهُ.‘‘(۱)

’’امام بیہقی نے کہا: ہمیں علی بن احمد بن عبدان نے خبر دی، ان سے احمد بن عبید اللہ الرقی نے بیان کیا، ان سے عبید اللہ بن موسیٰ نے بیان کیا، ان سے شیبان نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’اے بنو فروخ! ذکر (یعنی قرآن) کے قریب ہو جاؤ (تاکہ اسے سیکھ سکو)، اللہ رب العزت کی قسم! بے شک تم میں چند ایسے اشخاص ہوں گے کہ اگر علم ثریا پر بھی معلق ہوا تو تب بھی وہ اسے حاصل کر لیں گے۔‘‘

(۱) بيهقي، شعب الإيمان، أول ما يقضى بين الناس يوم القيامة فى الدماء، ۴: ۳۴۲، رقم: ۵۳۳۰

فصل سوم

”اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اہلِ فارس (یا ابناءِ فارس) میں سے ایک شخص اُسے وہاں سے بھی پا لے گا۔“

(لفظِ **رجل** کے ساتھ بارہ (۱۲) احادیث کی تخریج)

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، ۴: ۱۹۷۲، رقم: ۲۵۴۶)

پہلی حدیث

قَالَ الْبُخَارِيُّ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بَلَالٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

''كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾،(۱) قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَـلَاثًا، وَ فِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ!''(۲)

''امام بخاری نے کہا: مجھ سے عبدالعزیز بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا، انہوں نے ثور سے، انہوں نے ابو غیث سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی: ﴿اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اِس رسول ﷺ کو تزکیہ و تعلیم کے لئے بھیجا ہے) جو ابھی اُن لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود

---

(۱) الجمعة، ۶۲: ۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، باب قوله: وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ، ۴: ۱۸۵۸، رقم: ۴۶۱۵

۲۔ عسقلانی، فتح الباری، ۸: ۶۴۲، رقم: ۴۶۱۵

۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۳۶۴

ہیں یعنی اِن کے بعد کے زمانہ میں آئیں گے)﴾۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ پس آپ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ تین بار یہی سوال کیا، اس وقت ہم میں سلمان فارسی موجود تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا، پھر فرمایا: اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی اس کی قوم میں سے چند اشخاص یا فرمایا: ایک شخص اسے حاصل کر لے گا۔‘‘

دوسری حدیث

وَقَالَ مُسْلِمٌ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

’’لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ قَالَ: مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ.‘‘[۱]

’’امام مسلم نے کہا: مجھے محمد بن رافع اور عبد بن حمید نے بیان کیا، عبد نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے خبر دی اور ابو رافع نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے بیان کیا کہ ہمیں معمر نے خبر دی، انہوں نے جعفر الجزری سے روایت کیا، انہوں نے یزید بن الاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو فارس یا فرمایا: ابناءِ فارس میں سے ایک شخص

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل فارس، ۴:۱۹۷۲، رقم: ۲۵۴۶

پھر بھی اسے پا لے گا۔‘‘

تیسری حدیث

قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

’’لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ.‘‘(۱)

’’امام احمد بن حنبل نے کہا: ہمیں عبد الرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے بیان کیا، انہوں نے جعفر الجزری سے، انہوں نے یزید سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو فارس یا فرمایا: فارس کے رہنے والوں میں سے ایک شخص تب بھی اسے حاصل کر لے گا۔‘‘

چوتھی حدیث

وَرَوَى مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ: عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهِ مِثْلَهُ، وَفِيْهِ أَنَّهُ قَالَ:

’’لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَوْ قَالَ: رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلُوْهُ.‘‘(۲)

’’امام معمر بن راشد نے جعفر الجزری سے روایت کیا، انہوں نے یزید بن اصم

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۰۸

(۲) معمر بن راشد، الجامع، باب قبائل العجم، ۱۱: ۶۶

سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اہلِ فارس میں سے ایک شخص پھر بھی اسے حاصل کر لے گا۔‘‘

پانچویں حدیث

وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ أَحْمَدَ (الطَّبَرَانِيُّ): حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

’’لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَوْ قَالَ: رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلُوْهُ.‘‘(۱)

’’امام سلیمان بن احمد طبرانی نے کہا: ہمیں اسحاق بن ابراہیم نے بیان کیا، انہیں عبد الرزاق نے خبر دی، ان سے معمر نے بیان کیا، انہوں نے جعفر الجزری سے، انہوں نے یزید بن الاصم سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اہلِ فارس میں سے ایک شخص یا فرمایا: چند لوگ پھر بھی اسے حاصل کر لیں گے۔‘‘

(۱) ۱۔ أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۱: ۲۲
۲۔ بغوی، تفسير البغوی، ۴: ۳۴۰
۳۔ أيضاً شرح السنة، باب مناقب سلمان فارسي أبی عبد الله الخير رضی اللہ عنہ، ۱۴: ۱۹۹، رقم: ۳۹۹۹

چھٹی حدیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ: ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾،[1] قَالُوْا: مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُمْ حَتَّى سُئِلَ ثَلَاثًا، وَ فِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، ثُمَّ قَالَ: لَوْ كَانَ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ![2]

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

’’ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی: ﴿اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تزکیہ و تعلیم کیلئے بھیجا ہے) جو ابھی اُن لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود ہیں یعنی اِن کے بعد کے زمانہ میں آئیں گے)، اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے o﴾۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین بار سوال کیا گیا، اور ہم میں سلمان فارسی موجود تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پر رکھا، پھر فرمایا: اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو اِس کی قوم میں سے بعض اشخاص یا فرمایا: ایک شخص پھر بھی اسے حاصل کر لے گا۔‘‘

(۱) الجمعة، ۶۲: ۳

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۳۶۴

ساتویں حدیث

امام قرطبی (۶۷۱ھ) نے اس حدیث کو امام مسلم کے الفاظ سے روایت کیا ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ’’لَوْ کَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ قَالَ: مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّی يَتَنَاوَلَهُ.‘‘(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو فارس یا فرمایا: ابناءِ فارس میں سے ایک شخص پھر بھی اسے پا لے گا۔‘‘

آٹھویں حدیث

قَالَ أَبُوْنُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ يَزِيْدَ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ:

’’لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَ إِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَکُمْ، ثُمَّ لَا يَکُوْنُوْا أَمْثَالَکُمْ﴾،(۲) قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: وَ سَلْمَانُ جَالِسٌ، فَقَالَ: هٰذَا وَ قَوْمُهُ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ کَانَ الْبِرُّ، أَوْ قَالَ: الدِّيْنُ – مَنُوْطاً بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ.‘‘(۳)

’’امام ابو نعیم نے کہا: ہمیں محمد بن جعفر المؤدب نے بیان کیا، انہیں احمد بن

(۱) قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۱۸: ۹۳

(۲) محمد، ۴۷: ۳۸

(۳) أبو نعیم، تاریخ أصبهان، ۱: ۲۳

حسین انصاری نے بیان کیا، انہیں اسماعیل بن یزید قطان نے بیان کیا، انہیں حسین بن حفص نے بیان کیا، انہیں ابراہیم بن محمد المدنی نے بیان کیا، انہوں نے سہیل بن ابی صالح سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: ﴿اگر تم (حکمِ الٰہی سے) رُوگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ بدل کر دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے﴾۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ فرماتے ہیں: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھے ہوئے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اور اس کی قوم، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر نیکی یا فرمایا: دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو اہلِ فارس میں سے ایک شخص اسے وہاں سے بھی حاصل کر لے گا۔''

نویں حدیث

امام عجلونی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

''وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ.''(۱)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر دین اوجِ ثریا پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی اہلِ فارس میں سے ایک شخص اسے حاصل کر لے گا۔''

دسویں حدیث

علامہ ابراہیم بن محمد الحسینی اور علامہ عبد الرؤف المناوی نے اس حدیث کو ان

(۱) عجلونی، كشف الخفاء، ۲: ۴۶۲، رقم: ۲۹۶۳

الفاظ سے روایت کیا ہے:

’’لَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ.‘‘(۱)

’’اگر دین اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو تب بھی ایک فارسی شخص اسے حاصل کر لے گا۔‘‘

گیارہویں حدیث

قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْوَرَّاقُ حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُخْتَارٌ – يَعْنِي ابْنَ غَسَّانَ – حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عِمْرَانَ الْأَزْرَقُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

’’اُدْنُوا يَا مَعْشَرَ الْمَوَالِي إِلَى الذِّكْرِ، فَإِنَّ الْعَرَبَ قَدْ أَعْرَضَتْ، وَإِنَّ الْإِيْمَانَ لَوْ كَانَ مُعَلَّقاً بِالْعَرْشِ كَانَ مِنكُمْ مَنْ يَطْلُبُهُ.‘‘(۲)

’’امام ابو نعیم نے کہا: ہمیں حسن بن علی الورّاق نے بیان کیا، انہیں ہیثم بن خلف نے بیان کیا، انہیں ابو کریب نے بیان کیا، انہیں مختار یعنی ابن غسان نے بیان کیا، ان سے حفص بن عمران الازرق نے بیان کیا، انہوں نے اعمش سے، انہوں نے ابو صالح سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اے گروہِ غلاماں! ذکر (یعنی قرآن) کے قریب ہوجاؤ (اور اسے سیکھو) کیونکہ

(۱) ۱۔ إبراهيم بن محمد الحسيني، البيان والتعريف، ۲: ۱۷۰
۲۔ مناوی، فيض القدير شرح الجامع الصغير، ۵: ۳۲۲

(۲) أبو نعيم، تاريخ أصبهان، ۲۵

عرب نے (اس سے) اعراض کیا ہے اور یقیناً ایمان اگر عرش پر بھی معلق ہوا تو پھر بھی تم میں سے کوئی اسے حاصل کر لے گا۔''

بارہویں حدیث

امام دیلمی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تَقَرَّبُوْا يَا مَعْشَرَ الْمَوَالِيِّ، اِسْتَمِعُوا الذِّکْرَ فَلَوْ کَانَ الدِّيْنُ مُعَلَّقاً بِالثُّرَيَّا لَکَانَ مِنْکُمْ مَنْ يَطْلُبُهُ.''(۱)

''اے گروہِ غلاماں! قریب ہوجاؤ، ذکر (یعنی قرآن بغور) سنو (اور اسے سیکھو) کیونکہ دین اگر ثریا پر بھی معلق ہوا تو تم میں سے کوئی اسے وہاں سے بھی پا لے گا۔''

(۱) دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۵۶، رقم: ۲۳۱۹

فصل چہارم

اس حدیثِ مبارکہ کو اپنی کتابوں میں بیان کرنے والے محدّثین کی فہرست

۱۔ امام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ)۔ **الجامع الصحیح**۔ کتاب التفسیر، باب قوله: وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ۔

۲۔ امام مسلم (۲۰۶۔۲۶۱ھ)۔ **الجامع الصحیح**۔ کتاب فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم، باب فضل فارس۔

۳۔ امام ترمذی (۲۱۰۔۲۷۹ھ)۔ **الجامع الصحیح**۔ کتاب التفسیر، باب من الجمعة۔ **وأيضاً**، کتاب التفسیر، باب من سورة محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ **وأيضاً**، کتاب المناقب، باب فی فضل العجم۔

۴۔ امام احمد بن حنبل (۱۶۴۔۲۴۱ھ)۔ **المسند**۔

۵۔ امام ابنِ حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ)۔ **الصحیح**۔ ذکر سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ۔ **وأيضاً**، ذکر خبرٍ ثانٍ يُصَرِّحُ بالمعنى الذي أَوْمَأْنا إليه۔

۶۔ امام حاکم (۳۲۱۔۴۰۵ھ)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ تفسیر سورة محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ **وأيضاً**، کتاب تعبیر الرؤیا۔

۷۔ امام ابنِ راہویہ (۱۶۱۔۲۳۷ھ)۔ **المسند**۔ باب مسند أبي هريرة۔

۸۔ امام ابنِ ابی شیبہ (۱۵۹۔۲۳۵ھ)۔ **المصنف**۔ باب ما جاء فی العجم۔

۹۔ امام ابویعلی (۲۱۰۔۳۰۷ھ)۔ **المسند**۔ مسند قیس بن سعد۔

۱۰۔ امام بزار (۲۱۰۔۲۹۲ھ)۔ **المسند**۔ مسند قیس بن سعد بن عُبادَةَ۔

۱۱۔ امام طحاوی (۲۲۹۔۳۲۱ھ)۔ **مَشْكَلُ الآثار**۔

۱۲۔ **امام معمر بن راشد الازدی** (المتوفی ۱۵۱ھ)۔ **الجامع**۔ باب قبائل العجم۔

۱۳۔ **امام طبرانی** (۲۶۰۔۳۶۰ھ)۔ **المعجم الأوسط**۔

۱۴۔ **امام طبرانی** (۲۶۰۔۳۶۰ھ)۔ **المعجم الکبیر**۔ من مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ما أسند قیس بن سعد۔

۱۵۔ **امام حارث بن ابی اسامہ** (۱۸۶۔۲۸۲ھ)۔ **المسند**۔ باب فی ناس من أبناء فارس۔

۱۶۔ **امام بیہقی** (۳۸۴۔۴۵۸ھ)۔ **شعب الإیمان**۔ أول ما یقضی بین الناس یوم القیامۃ فی الدماء۔

۱۷۔ **امام بیہقی** (۳۸۴۔۴۵۸ھ)۔ **دلائل النبوۃ**۔ باب قول اللہ عزوجل: ﴿وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ...... آخر الآیۃ﴾[1] ثم وَعَدَ رسولُ اللہ أمتہ بالفتوح التي تکون بعدہ وتصدیق اللہ عزوجل وعدہ۔

۱۸۔ **امام دیلمی** (۴۴۵۔۵۰۹ھ)۔ **الفردوس بمأثور الخطاب**۔

۱۹۔ **امام بغوی** (۴۳۶۔۵۱۶ھ)۔ **شرح السنۃ**۔ باب مناقب سلمان فارسي أبی عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

۲۰۔ **امام ہیثمی** (۷۳۵۔۸۰۷ھ)۔ **مجمع الزوائد**۔ باب ما جاء فی ناس من أبناء فارس۔

۲۱۔ **امام ہیثمی** (۷۳۵۔۸۰۷ھ)۔ **موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان**۔ باب فی ناس من أبناء فارس۔

---

(۱) القرآن، النور، ۲۴: ۵۵

۲۲۔ امام علی بن حسام الدین الھندی (المتوفی ۹۷۵ھ)۔ **كَنْزُ العُمَّال۔**

۲۳۔ امام عجلونی (۱۰۸۷۔۱۱۶۲ھ)۔ **كشف الخفاء و مُزِيلُ الإلباس۔**

۲۴۔ امام ابنِ قانع (۲۶۵۔۳۵۱ھ)۔ **معجم الصحابة۔** مَنْدُوسٌ وقيل أبو مَنْدُوسٍ۔

۲۵۔ امام ابنِ کثیر (۷۰۱۔۷۷۴ھ)۔ **تفسير القرآن العظيم۔**

۲۶۔ امام قرطبی (۲۸۴۔۳۸۰ھ)۔ **الجامع لأحكام القرآن۔**

۲۷۔ امام بغوی (۴۳۶۔۵۱۶ھ)۔ **معالم التنزيل۔**

۲۸۔ امام طبری (۲۲۴۔۳۱۰ھ)۔ **جامع البيان فی تفسير القرآن۔**

۲۹۔ امام واسطی (المتوفی ۲۹۲ھ)۔ **تاريخ واسط۔**

۳۰۔ امام ابواحمد محمد بن احمد الغطریفی (۳۷۷ھ)۔ **جزء ابن غطريف۔**

۳۱۔ امام ابوبکر احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی (۴۰۷ھ)۔ **الألقاب۔**

۳۲۔ امام ابونعیم الاصبھانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ)۔ **تاريخ أصبهان۔**

۳۳۔ امام ابونعیم الاصبھانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ)۔ **حلية الأولياء و طبقات الأصفياء۔**

۳۴۔ امام عسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ)۔ **فتح الباری شرح صحيح البخاري۔**

۳۵۔ امام عسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ)۔ **الإصابة فی تمييز الصحابة۔**

۳۶۔ امام جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ)۔ **تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة۔**

۳۷۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی الشافعی (المتوفی ۹۴۲ھ)۔ **عُقُوْدُ الْجُمَان فِي مناقبِ الإمام الأعظم أبي حَنِيُفَةَ النُّعمان۔**

۳۸۔ امام ابن حجر الھیتمی المکی (المتوفی ۹۷۳ھ)۔ **الْخَيْرَاتُ الْحسان فِي مناقبِ الإمام الأعظم أبي حَنِيْفَةَ النُّعمان۔**

۳۹۔ امام مناوی (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ)۔ **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۔**

۴۰۔ امام ابراہیم بن محمد الحسینی (۱۰۵۴۔۱۱۲۰ھ)۔ **البیان والتعریف۔**

باب پنجم

ائمہ فقہ و حدیث میں صرف امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہی تابعی ہیں

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ معروف ائمہِ فقہ و حدیث میں صرف امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ واحد امام ہیں جو تابعی ہیں۔ آپ کے علاوہ باقی ائمہ کرام امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور ائمہ صحاحِ ستہ (امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ) رحمھم اللہ تعالٰی میں سے کوئی امام بھی تابعی نہیں ہے۔ امام صاحب وہ خوش نصیب ہیں جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت نصیب ہوئی، لہٰذا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے مطابق امام صاحب طبقہ تابعین میں شامل ہوگئے۔

۱۔ حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.(۱)

’’تم میں بہترین میرا زمانہ ہے، پھر میرے بعد اُن کا زمانہ جو اِن سے ملیں (یعنی تابعین کا) اور پھر اس کے بعد جو اِن سے ملیں (یعنی تبع تابعین کا زمانہ)۔‘‘

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الشهادات، باب لا یشهد علي شهادة جور إذا أشهد، ۲: ۹۳۸، رقم: ۲۵۰۸

۲۔ أیضاً، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۳: ۱۳۳۵، رقم: ۳۴۵۰

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم، ۴: ۱۹۶۴، رقم: ۲۵۳۵

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الأیمان والنذور، باب الوفاء بالنذر، ۷: ۱۷، رقم: ۳۸۰۹

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۲۷، ۴۳۶

۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا:

لَا تَمُسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَی مَنْ رَآنِي. (۱)

’’اُس مسلمان کوآگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی) یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا (یعنی تابعی)۔‘‘

اِن احادیث سے صحابی اور تابعی کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے جن کی بناء پر ائمہ کرام نے کسی شخص پر صحابی اور تابعی کا اطلاق کرنے کے لئے ان کی درج ذیل تعریفات کی ہیں۔

صحابی کی تعریف

۱۔ خطیب بغدادی اور ابنِ جماعہ نقل کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ) نے صحابی کی تعریف کرتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

كل من صحبه سنةً أو شهرًا أو يومًا أو ساعةً أو رآه فهو من أصحابه، له من الصحبة على قدر ما صحبه. (۲)

’’ہر وہ شخص جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی ہو: ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک دن یا ایک گھڑی یا اُس نے (فقط حالتِ ایمان میں) آپ کو دیکھا ہو، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ہے۔ اسے اسی قدر شرفِ صحابیت حاصل ہے جس قدر اس نے صحبت اختیار کی۔‘‘

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحبه، ۵: ۶۹۴، رقم: ۳۸۵۸

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، الکفایة فی علم الروایة، ۱: ۵۱
۲۔ ابن جماعة، المنهل الروی، ۱: ۱۱۱

۲۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) صحابی کی تعریف کرتے ہیں:

من صحب النبي ﷺ أو رآه من المسلمين فهو من أصحابه. (۱)

''مسلمانوں میں سے جس نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو یا فقط آپ ﷺ کو دیکھا ہو، وہ آپ ﷺ کا صحابی ہے۔''

۳۔ امام ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) نے صحابی کی درج ذیل تعریف کی ہے اور یہی تعریف علماء کرام میں مقبول اور راجح ہے:

هو من لقي النبي ﷺ مؤمنا به ومات على الإسلام ولو تخلّلت ردّة فی الأصحّ. والمراد باللّقاء ما هو أعمّ من المجالسة والمماشاة و وصول أحدهما إلى الآخر وإن لم يكالمه، ويدخل فيه روية أحدهما الآخر سواء كان ذلک بنفسه أو بغيره. (۲)

''صحابی وہ ہے جس نے حالتِ ایمان میں حضور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور وہ اسلام پر ہی فوت ہوا ہو اگرچہ درمیان میں مرتد ہوگیا ہو۔ (مذکورہ تعریف میں) لقاء سے مراد (ایسی ملاقات) ہے جو باہم بیٹھنے، چلنے پھرنے اور دونوں میں سے ایک کے دوسرے تک پہنچنے اگرچہ اس سے مکالمہ بھی نہ کیا ہو، یہ مجلس اس لحاظ سے عام ہے (جس میں صرف کسی مسلمان کا حضور نبی اکرم ﷺ تک پہنچنا ہی کافی ہے) اور لقاء میں ہی ایک دوسرے کو بنفسہٖ یا بغیرہ دیکھنا بھی داخل ہے۔''

تابعی کی تعریف

ائمہ کرام نے صحابی کی طرح تابعی کی بھی تعریفات بیان کی ہیں:

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب فضائل أصحاب النبی ﷺ، ۳: ۱۳۳۵

(۲) عسقلانی، نزهة النظر بشرح نخبة الفکر: ۶۴

۱۔ امام ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

وهو من لقي الصحابي كذلک، وهذا متعلّق باللّقاء. [۱]

’’تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو اسی طرح (جیسا کہ صحابی کی تعریف میں مذکور ہوا۔) اور اِس (تعریف) کا تعلق ملاقات کے ساتھ ہے۔‘‘

۲۔ امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هو من لقيه وإن لم يصحبه كما قيل فی الصحابي، وعليه الحاكم، قال ابن الصلاح: وهو أقرب، قال المصنّف: وهو الأظهر، قال العراقي: وعليه عمل الأكثرين من أهل الحديث. [۲]

’’تابعی وہ ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو اگرچہ اس کی صحبت اختیار نہ کی ہو جیسا کہ صحابی کے بارے کہا گیا ہے، یہی امام حاکم کا مؤقف ہے، ابنِ صلاح نے (اس تعریف پر) کہا: یہ قریب ترین ہے، مصنف (امام نووی) نے کہا: یہ زیادہ واضح ہے، عراقی نے کہا ہے: اکثر محدّثین کا اسی پر عمل ہے۔‘‘

۳۔ معاصرین میں سے شیخ محمد بن علوی مالکی المکیؒ (۱۴۲۵ھ) لکھتے ہیں کہ اکثر محدّثین نے تابعی کی درج ذیل تعریف کی ہے:

هو من لقي الصحابي مؤمنا ومات على الإيمان وإن لم يصحبه ولم يرو عنه. كما رجّحه ابن الصلاح وغيره. [۳]

’’تابعی وہ ہے جس نے حالتِ ایمان میں صحابی سے ملاقات کی ہو اور ایمان پر ہی فوت ہوا ہو اگرچہ نہ تو اُن کی صحبت اختیار کی ہو اور نہ ہی اُن سے روایت کیا

(۱) عسقلانی، نزهة النظر بشرح نخبة الفكر: ۶۷

(۲) سیوطی، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ۲: ۲۳۴

(۳) محمد بن علوی، المنهل اللطيف فی أصول الحديث الشريف: ۲۴۹

ہو۔ جیسا کہ محدّث ابنِ صلاح اور دیگر نے اس تعریف کو ترجیح دی ہے۔‘‘

امامِ اعظمؒ کے تابعی ہونے پر اکیس ائمہ کی اٹھائیس (۲۸) تصریحات

معتبر ائمہ حدیث کی تابعی کے بارے بیان کردہ درج بالا تعریفات کی رو سے اگر امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا کسی بھی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف دیکھنا ہی ثابت ہو جائے تو آپ تابعی شمار ہوں گے۔ اس پر ہم محدّثین، مؤرخین اور فقہاء کے وہ اقوال بیان کرتے ہیں جن میں انہوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ امامِ اعظم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے۔ یہ اقوال درج کرنے کے علاوہ ہم ذیل میں ائمہ حدیث، فقہ اور تاریخ سے منقول وہ تصریحات بھی تحریر کریں گے جن میں اُنہوں نے صراحتاً امامِ اعظم کو تابعی لکھا ہے۔

۱۔ خود امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تصریح

۱۔ خود امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۵۰ھ) نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے کے بارے میں فرمایا:

رأيت أنس بن مالک قائما يصلي.(۱)

’’میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ وہ حالتِ قیام میں تھے۔‘‘

۲۔ ایک اور روایت میں امام صاحب نے فرمایا:

(۱) ۱۔ ابو نعیم اصبهانی، مسند الإمام أبی حنيفة: ۱۷۶
۲۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة، ۱: ۲۵

قدم أنس بن مالك الكوفة ونزل النخع رأيته مرارًا.[1]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے اور مقامِ نخع پر اترے، میں نے انہیں کئی بار دیکھا۔''

۲۔ امام ابنِ سعدؒ کی تصریح

۳۔ معروف مؤرخ امام ابنِ سعدؒ (۲۳۰ھ) نے فرمایا:

أنّ أبا حنيفة رأى أنس بن مالك وعبد الله بن الحارث بن جزء.[2]

''یقیناً امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن حارث بن جَزء رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے۔''

۳۔ امام ابنِ ندیمؒ کی تصریح

۴۔ امام ابنِ ندیمؒ (۳۸۵ھ)، امامِ اعظم کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

وكان من التابعين، ولقي عدّة من الصحابة، وكان من الورعين الزاهدين.[3]

''امام ابوحنیفہ تابعین میں سے تھے، آپ نے متعدد صحابہ کرام سے ملاقات کی، آپ زاہدوں اور متقیوں میں سے تھے۔''

(۱) ۱۔ قزوینی، التدوین فی أخبار قزوین، ۳: ۱۵۳
۲۔ ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۶۸

(۲) ابن عبد البر، جامع بيان العلم وفضله، ۱: ۱۰۱

(۳) ابن ندیم، الفهرست: ۲۵۵

۴۔ امام دار قطنیؒ کی تصریح

۵۔ امام دار قطنیؒ (۳۸۵ھ) امامِ اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں:

إنما رأى أنس بن مالک بعينه. (۱)

’’بے شک آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔‘‘

۵۔ خطیب بغدادیؒ کی تصریح

۶۔ خطیب بغدادیؒ (۴۶۳ھ) نے امامِ اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے:

رأى أنس بن مالک. (۲)

’’آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔‘‘

۶۔ امام سمعانیؒ کی تصریح

۷۔ امام ابوسعید عبدالکریم بن محمد سمعانیؒ (۵۶۲ھ)، امامِ اعظم کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

رأى أنس بن مالک. (۳)

’’آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔‘‘

۷۔ علامہ ابنِ جوزیؒ کی تصریح

۸۔ علامہ ابنِ جوزیؒ (۵۷۹ھ) امامِ اعظم کے تذکرہ میں رقم طراز ہیں:

(۱) ۱۔ ابن جوزی، العلل المتناهية، ۱: ۱۳۶

۲۔ سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۳۴

(۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۴

(۳) سمعانی، الأنساب، ۳: ۳۷

ولد سنة ثمانين، رأى أنس بن مالك. [1]

''آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔''

۸۔ قاضی ابنِ خلکانؒ کی تصریح

۹۔ قاضی ابنِ خلکان شافعیؒ (۶۸۱ھ) لکھتے ہیں:

وذكر الخطيب في تاريخ بغداد أنه رأى أنس بن مالك. [2]

''خطیب بغدادی نے تاریخِ بغداد میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔''

۹۔ امام ذہبیؒ کی تصریح

۱۰۔ نقاد محدّث امام ذہبیؒ (۷۴۸ھ) امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

رأى أنس بن مالك لما قدم عليهم الكوفة. [3]

''جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اہلِ کوفہ کے پاس تشریف لائے تو امام صاحب نے اُن کی زیارت کی تھی۔''

۱۱۔ اسی لئے امام ذہبیؒ نے ہی امامِ اعظم کو صراحتاً تابعی بھی لکھا ہے:

وكان من التّابعين لهم إن شاء الله بإحسان، فإنه صحّ أنه رأى أنس

(۱) ابن جوزی، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، ۸: ۱۲۹

(۲) ابن خلکان، وفيات الأعيان، ۵: ۴۰۶

(۳) ۱۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱

۲۔ ذهبي، الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، ۲: ۳۲۲

بن مالک إذ قدمها أنس رضی اللہ عنہ. (۱)

''آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے اِن شاء اللہ تابعین میں سے ہیں، کیونکہ یہ بات صحیح ہے کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے ان کی زیارت کی۔''

۱۰۔ علامہ صفدیؒ کی تصریح

۱۲۔ علامہ صلاح الدین الصفدیؒ (۷۶۴ھ)، امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

رأى أنس بن مالک غير مرّة بالکوفة. (۲)

''آپ نے کوفہ میں کئی بار حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔''

۱۱۔ امام یافعیؒ کی تصریح

۱۳۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن اَسعد یافعیؒ (۷۶۸ھ) امامِ اعظم کے بارے لکھتے ہیں:

مولده سنة ثمانين، رأى أنسا. (۳)

''آپ کی ۸۰ھ میں ولادت ہوئی اور آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔''

۱۲۔ حافظ ابنِ کثیرؒ کی تصریح

۱۴۔ حافظ ابنِ کثیرؒ (۷۷۴ھ) امامِ اعظم کا تعارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أحد الأئمة الأربعة أصحاب المذاهب المتبوعة، وهو أقدمهم وفاة

---

(۱) ذهبی، مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه أبی يوسف ومحمد بن الحسن: ۷

(۲) صفدی، الوافي بالوفيات، ۲۷: ۸۹

(۳) يافعی، مرآة الجنان وعبرة اليقظان، ۱: ۳۱۰

لأنه أدرک عصر الصحابة ورأی أنس بن مالک. قیل: وغیره.[1]

’’(امام ابوحنیفہ) اُن چار ائمہ میں سے ایک ہیں جن کے مذاہب کی اتباع کی جاتی ہے اور آپ وفات کے اعتبار سے ان سب سے مقدم ہیں کیونکہ آپ نے صحابہ کرام ﷡ کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالک ﷛ کو دیکھا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اِن کے علاوہ اور صحابہ کرام ﷡ کی بھی زیارت کی۔‘‘

۱۳۔ امام زین الدین عراقیؒ کی تصریح

۱۵۔ حافظ زین الدین عراقیؒ (۸۰۶ھ) نے اپنی کتاب ’’**التقیید والإیضاح**‘‘ میں تابعی کی تبع تابعی سے روایت کرنے پر بحث کرتے ہوئے امامِ اعظم کا شمار اُن تابعین میں کیا ہے جنہوں نے امام عَمرو بن شعیب تبع تابعی سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

الأمر الثالث أنه قد روی عنه جماعة کثیرون من التابعین غیر هؤلاء وهم: ثابت بن عجلان، وحسان بن عطیة، وعبد اللہ بن عبد الرحمن بن یعلی الطائفي، وعبد الملک بن عبد العزیز بن جریج، والعلاء بن الحرث الشامی، ومحمد بن إسحاق بن یسار، ومحمد بن جحادة، ومحمد بن عجلان، وأبو حنیفة النعمان بن ثابت......وغیرهم.[2]

’’تیسرا امر یہ ہے کہ ان محدّثین کے علاوہ تابعین کی ایک کثیر جماعت نے بھی (تبع تابعی) عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے، وہ (تابعین) یہ ہیں: ثابت بن عجلان، حسان بن عطیہ، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن یعلیٰ الطائفی، عبدالملک بن

(۱) ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۱۰: ۱۰۷
(۲) زین الدین عراقی، التقیید والإیضاح: ۳۳۲

عبد العزیز بن جُرَیج، علاء بن الحرث الشامی، محمد بن اسحاق ابنِ یسار، محمد بن جحادہ، محمد بن عجلان اور ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دیگر تابعین کرام۔‘‘

۱۴۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی تصریح

۱۶۔ حافظِ حدیث امام ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۸۵۲ھ)، امامِ اعظم کے تعارف میں لکھتے ہیں:

النعمان بن ثابت التيمى أبو حنيفة الكوفى مولى بنى تيم الله بن ثعلبة. وقيل: إنه من أبناء فارس، رأى أنسا. (۱)

’’امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تیمی الکوفی بنو تیم اللہ بن ثعلبہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ کہا گیا ہے کہ آپ ابناءِ فارس میں سے ہیں اور آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔‘‘

۱۷۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ، امامِ اعظم کی تابعیت کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

وقد أورد ابن سعد بسند لا بأس به أنّ أبا حنيفة رأى أنسًا وكان غير هذين فى الصحابة بعده من البلاد أحياء. ......

والمعتمد على إدراكه ما تقدّم على رؤيته لبعض الصحابة ما أورده ابن سعد فى ’’الطبقات‘‘ فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعين ولم يثبت ذلک لأحد من أئمّة الأمصار المعاصرين له، كالأوزاعى بالشام، والحمادين بالبصرة، والثوري بالكوفة، ومالک بالمدينة، ومسلم بن خالد الزنجي بمكة والليث بن سعد بمصر. والله أعلم. (۲)

(۱) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱

(۲) سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبى حنيفة: ۳۴

''ابنِ سعد نے قابلِ قبول سند سے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے جبکہ اِن دو (عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور انس بن مالک) کے علاوہ کئی اور شہروں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم باحیات تھے۔......

''بعض صحابہ کی زیارت کرنے پر آپ کے بارے میں قابلِ اعتماد وہی بات ہے جو ابھی بیان ہو چکی ہے جسے ابنِ سعد نے ''الطبقات'' میں روایت کیا۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ اس اعتبار سے طبقہ تابعین میں سے ہیں۔ یہ فضیلت آپ کے معاصرین مثلاً شام میں امام اَوزاعی، بصرہ میں ہر دو حماد (حماد بن زید اور حماد بن سلمہ)، کوفہ میں ثَوری، مدینہ میں مالک، مکہ میں مسلم بن خالد زنجی اور مصر میں لیث بن سعد جیسے ائمہ میں سے کسی کے لئے بھی ثابت نہیں، واللہ أعلم۔''

۱۵۔ امام بدرالدین عینیؒ کی تصریح

۱۸۔ امام بدرالدین عینیؒ (۸۵۵ھ)، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کا تعارف بیان کرتے ہوئے امامِ اَعظم کا اُن کی زیارت کرنے کو درج ذیل الفاظ میں تحریر کرتے ہیں:

عبداللہ بن أبي أوفی واسم أبي أوفی علقمة الأسلمي، له ولأبیه صحبة، وهو آخر من مات بالکوفة من الصحابة وهو من جملة من رآه أبو حنیفة من الصحابة. (۱)

''حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، ابو اَوفیٰ کا نام علقمہ اسلمی ہے۔ حضرت ابنِ ابی اوفیٰ اور آپ کے والدِ گرامی کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ آپ وہ آخری صحابی ہیں جنہوں نے کوفہ میں وصال فرمایا اور آپ کا شمار اُن جملہ صحابہ میں ہوتا ہے جن کی امام ابوحنیفہ نے زیارت کی ہے۔''

---

(۱) بدر الدین عینی، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب ما یکره من الحلف فی البیع، ۱۱:۲۰۶

۱۹۔ دوسرے مقام پر امام بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں:

عبدالله بن أبي أوفى واسمه علقمة بن خالد بن الحارث الأسلمي المدني، من أصحاب بيعة الرضوان، روى له خمسة وتسعون حديثًا، للبخاري خمسة عشر. وهو آخر من بقي من أصحابه بالكوفة مات سنة سبع وثمانين، وهو أحد الصحابة السبعة الذين أدركهم أبو حنيفة سنة ثمانين وكان عمره سبع سنين سنّ التمييز والإدراک من الأشياء.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ، آپ کے والد کا نام حضرت علقمہ بن خالد بن حارث اسلمی مدنی رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ بیعتِ رضوان کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں، آپ سے ۹۵ احادیث روایت کی گئی ہیں، (جن میں سے) امام بخاری نے ۱۵ روایت کی ہیں۔ آپ وہ آخری صحابی ہیں جنہوں نے کوفہ میں ۸۷ھ میں وصال فرمایا اور آپ کا شمار ان سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہوتا ہے جن کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ۸۰ھ میں پایا، امام ابوحنیفہ کی عمر اس وقت سات سال کی تھی جو کہ اشیاء کو سمجھنے اور ان میں تمیز کرنے کا وقت ہوتا ہے۔‘‘

۲۰۔ تیسرے مقام پر امام بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں:

عبدالله بن أبي أوفى، واسم أبي أوفى علقمة، مات سنة ست وثمانين، وهو أحد من روى عنه أبو حنيفة رضی اللہ عنہ ولا يلتفت إلى قول المنكر المتعصب.(۲)

---

(۱) بدر الدين عينى، عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الزكاة، باب صلاة الإمام ودعائه لصاحب الصدقة، ۹: ۹۵

(۲) بدر الدين عينى، عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الحج، باب متى يحل المعتمر، ۱۰: ۱۲۸

’’حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ، ابو اوفیٰ کا نام علقمہ ہے، آپ کا ۸۶ ھ میں وصال ہوا، اور آپ اُن صحابہ میں سے ایک ہیں جن سے امام ابو حنیفہ نے روایت کیا لہٰذا کسی منکر متعصب کی بات کی طرف دھیان نہیں دیا جائے گا۔‘‘

۱۶۔ امام سخاویؒ کی تصریح

۲۱۔ امام شمس الدین سخاویؒ (۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

(وفی الخمسین ومائة) من السنين الإمام المقلّد أحد من عُدّ في التابعين (أبوحنيفة) النعمان بن ثابت الكوفي (قضى) أى مات. (۱)

’’۱۵۰ھ میں وہ امام جن کی تقلید کی جاتی ہے اور جنہیں تابعین میں شمار کیا جاتا ہے یعنی ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی وفات ہوئی۔‘‘

۱۷۔ امام جلال الدین سیوطیؒ کی تصریح

۲۲۔ امام جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) ’’طبقات الحفاظ‘‘ میں امام صاحب کا یوں تعارف کراتے ہیں:

أبو حنيفة النعمان بن ثابت التيمي الكوفي، فقيه أهل العراق وإمام أصحاب الرأي، وقيل: إنه من أبناء فارس رأى أنساً. (۲)

’’ابوحنیفہ نعمان بن ثابت التیمی الکوفی، اہلِ عراق کے فقیہ اور اصحاب الرائے کے امام، کہا گیا ہے کہ آپ اہلِ فارس میں سے ہیں، آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔‘‘

---

(۱) سخاوی، فتح المغيث شرح ألفيّة الحديث للعراقي، ۳: ۳۳۷

(۲) سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۸۰، رقم: ۱۵۶

۱۸۔ امام قسطلانیؒ کی تصریح

۲۲۳۔ امام شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعیؒ (۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

(ابن أبي أوفى) عبد الله الصحابي ابن الصحابي وهو آخر من مات من الصحابة بالكوفة سنة سبع وثمانين وقد كفّ بصره قبل. وقد رآه أبو حنيفة وعمره سبع سنين.[1]

''(ابن ابی اوفیٰ) عبد اللہ جو صحابی ابنِ صحابی رضی اللہ عنہما ہیں، آپ ۸۷ھ میں کوفہ میں وصال فرمانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے آخری ہیں۔ وصال سے قبل آپ نابینا ہو گئے تھے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے سات سال کی عمر میں آپ کی زیارت کی تھی۔''

۲۲۴۔ امام قسطلانیؒ ہی کسی مسئلہ پر ائمہ کرام کا مؤقف بیان کرتے ہوئے امامِ اعظم کو تابعین میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذا مذهب الجمهور من الصحابة: كابن عباس وعلي ومعاوية وأنس بن مالك وخالد بن الوليد وأبي هريرة وعائشة وأم هانئ رضی اللہ عنہم، ومن التابعين: الحسن البصري وابن سيرين والشعبي وابن المسيب وعطاء وأبوحنيفة، ومن الفقهاء: أبويوسف ومحمد والشافعي ومالك وأحمد فى رواية وإسحاق بن راهويه.[2]

(۱) قسطلانی، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب من لم ير الوضوء إلا من المخرجين

(۲) قسطلانی، إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، كتاب الصلاة، باب الصلاة فى الثوب الواحد، ۱: ۳۹۰

’’یہ جمہور کا مذہب ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابنِ عباس، حضرت علی، حضرت معاویہ، حضرت انس بن مالک، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو ہریرہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت امِ ھانی رضی اللہ عنہم۔ اور تابعین میں سے امام حسن بصری، امام ابنِ سیرین، امام شعبی، امام ابنِ مسیّب، امام عطاء اور امام ابوحنیفہ جبکہ فقہاء میں سے امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک، یہی مذہب ایک روایت کے مطابق امام احمد اور امام اسحاق بن راہویہ کا بھی ہے۔‘‘

۱۹۔ قاضی حسین بن محمد دیار بکریؒ کی تصریح

۲۵۔ قاضی حسین بن محمد دیار بکری مالکیؒ (۹۶۶ھ)، امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تعارف میں بیان کرتے ہیں:

في تذنيب الرافعي يقال: إنه أدرک أنس بن مالک حين نزل الكوفة.[1]

’’امام رافعی کی کتاب تذنیب میں ہے کہ کہا جاتا ہے: جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو امام ابوحنیفہ کا اُن سے سامنا ہوا۔‘‘

۲۰۔ امام ابنِ حجر مکیؒ کی تصریح

۲۶۔ امام ابنِ حجر ہیتمی مکی شافعیؒ (۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

صحّ كما قاله الذهبي: أنه رأى أنس بن مالک وهو صغير، وفي رواية: رأيته مرارًا وكان يخضب بالحمرة.[2]

(۱) دیار بکری، تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، ۲: ۳۲۶

(۲) ابن حجر مکی، الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة النعمان: ۳۲

’’یہ صحیح ہے جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے: امام ابو حنیفہ نے بچپن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے، اور ایک روایت میں (آپ سے مروی) ہے کہ میں نے انہیں کئی مرتبہ دیکھا ہے اور وہ سرخ خضاب لگاتے تھے۔‘‘

۲۷۔ امام ابنِ حجر ہیتمی مکی شافعیؒ ہی آپ کی تابعیت پر قرآن مجید سے دلیل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

فهو من أعيان التّابعين الذين شملهم قوله تعالى ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[1]۔[2]

’’امام ابو حنیفہ کا شمار ان تابعین میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت آتے ہیں: ﴿اور درجہ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہوگیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔﴾‘‘

۲۱۔ امام ابنِ عماد حنبلیؒ کی تصریح

۲۸۔ امام عبدالحی بن احمد عکری دمشقی المعروف ابنِ عماد حنبلیؒ (۱۰۸۹ھ)، سَن ۱۵۰ھ کے واقعات قلمبند کرتے ہوئے امامِ اعظم کے تعارف میں لکھتے ہیں:

مولده سنة ثمانين رأى أنسًا وغيره.[3]

---

(۱) التوبة، ۹: ۱۰۰

(۲) ابن حجر هيتمي، الخيرات الحسان: ۳۳

(۳) ابن عماد، شذرات الذهب في أخبار من ذهب، ۱: ۲۲۷

''آپ کا سنِ ولادت ۸۰ھ ہے، آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور اِن کے علاوہ کئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے۔''

امامِ اعظم ابوحنیفہ کی زیارتِ صحابہ اور آپ کے تابعی ہونے پر ائمہ حدیث کی درجِ بالا اٹھائیس (۲۸) تصریحات کے بعد آپ کے تابعی ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ ایسا جلیل القدر رتبہ آپ کے معاصرین میں سے اور بعد ازاں کسی امام کو نصیب نہیں ہوا۔ اِتنی پختہ تصریحات کے بعد بھی امامِ اعظم کی تابعیت پر شک کرنے والوں کے طرزِ عمل کو بقول امام بدر الدین عینیؒ تعصب و عناد، **بغض** و حسد اور جہالت و ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

۲۔ امامِ اعظمؒ کے زمانہ میں بائیس (۲۲) صحابہ حیات تھے

امامِ اعظم کے بارے میں اس بات پر اختلاف ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حیات پایا؟ یعنی عدد پر اختلاف ہے۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ نے **چار سے لے کر ۲۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم** تک کو اپنی زندگی میں پایا۔ اس پر محدثین کے درج ذیل اقوال ہیں:

۱۔ امام حسین بن علی الصیمریؒ (متوفی ۴۳۶ھ) نے امامِ اعظم کی حضرت عبد اللہ بن حارث اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم سے ابوبکر ہلالؒ بن محمد ھلال نے کہا ہے:

> **وقد أدرک أبوحنيفة من الصحابة أيضًا: عبدالله ابن أبي أوفی وأبا الطفيل عامر بن واثلة وهما صحابيان.** (۱)
>
> ''امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اور ابوطفیل عامر بن واثلہ کو بھی پایا ہے۔''

(۱) صیمری، أخبار أبی حنيفة وأصحابه: ۴

۲۔ امام ابنِ ماکولاؒ (۴۷۵ھ)، اِمامِ اعظم کے تعارف میں فرماتے ہیں:

أنه أدرک أربعة من الصحابة.(۱)

’’آپ نے چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا تھا۔‘‘

۳۔ قاضی ابنِ خلکانؒ (۶۸۱ھ)، امامِ اعظم کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

وأدرک أبو حنيفة أربعة من الصحابة. وهم: أنس بن مالک وعبد الله بن أبی أوفی بالکوفة، وسهل بن سعد الساعدي بالمدينة وأبو الطفيل عامر بن واثلة بمکة.(۲)

’’امام ابوحنیفہ نے چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا۔ جو یہ ہیں: کوفہ میں حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ، مدینہ میں حضرت سہل بن سعد الساعدی اور مکہ میں حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہم۔‘‘

۴۔ امام ذہبیؒ (۷۴۸ھ) امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

ولد سنة ثمانين فی حياة صغار الصحابة.(۳)

’’آپ ۸۰ھ میں صِغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم(۴) کے زمانے میں پیدا ہوئے۔‘‘

۵۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن اَسعد یافعیؒ (۷۶۸ھ)، امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

---

(۱) ابن ماکولا، الإکمال فی رفع الارتياب عن المؤتلف والمختلف فی الأسماء والکنی، ۶: ۴۱۶

(۲) ابن خلکان، وفيات الأعيان وأنباء الزمان، ۵: ۴۰۶

(۳) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱

۲۔ أيضاً، الکاشف، ۲:۳۲۲

(۴) وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو وصالِ نبوی ﷺ کے وقت کم سِن تھے۔

وكان قد أدرک أربعة من الصحابة، هم: أنس بن مالک بالبصرة، وعبدالله بن أبي أوفى بالكوفة، وسهل بن سعد الساعدى بالمدينة، وأبو الطفيل عامر بن واثلة بمكة رضي الله عنهم.[1]

''آپ نے (اپنے زمانہ میں) چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا۔ وہ یہ ہیں: حضرت انس بن مالک کو بصرہ میں، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو کوفہ میں، حضرت سہل بن سعد ساعدی کو مدینہ میں اور حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہم کو مکہ میں۔''

۶۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أدرک الإمام أبو حنفية جماعة من الصحابة لأنه ولد بكوفة سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ من الصحابة: عبدالله بن أبى أوفى فإنه مات بعد ذلک بالاتفاق، وبالبصرة يومئذ أنس بن مالک ومات سنة تسعين أو بعدها.[2]

''امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو اپنی حیات میں پایا ہے کیونکہ آپ کوفہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور اس وقت کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیات تھے: اُس وقت کوفہ میں صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اَفیٰ رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے بالاتفاق اس کے بعد وفات پائی اور بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تھے جن کی وفات ۹۰ ھ میں یا اس کے بعد ہوئی۔''

۷۔ امام محمد بن محمد المعروف ابنِ بزاز کردریؒ (۸۲۷ھ) نے بیان کیا ہے:

واتّفق المحدّثون على أنّ أربعة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كانوا على عهده فى الأحياء وإن تنازعوا فى روايته عنهم.

(۱) یافعی، مرآة الجنان وعبرة اليقظان، ۱: ۳۱۰

(۲) سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبى حنيفة: ۳۴

''محدّثین اس بات پر متفق ہیں کہ امامِ اعظم کے زمانہ میں چار اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باحیات تھے اگرچہ آپ کا ان سے روایت کرنے میں اختلاف ہے۔''

ان چار صحابہ میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت سہل بن ساعد الساعدی اور حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں، جن پر محدّثین متفق ہیں کہ امام صاحب نے ان کو باحیات پایا۔

درج ذیل چھ صحابہ کے نام بھی امام کردری نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا[۱]

۸۔ محدّثِ سندھ امام محمد بن ہاشم ٹھٹھویؒ (متوفی ۱۱۷۴ھ)[۲] نے **۲۱ صحابہ** رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا ہے جن کا زمانہ امامِ اعظم نے پایا۔ اُن اکیس صحابہ کرام کے اسمائے گرامی درج

(۱) کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: ۱: ۵-۱۹

(۲) مخدوم محمد بن ہاشم ٹھٹھوی سندھیؒ برصغیر کے اجل محدّثین، فقہاء اور مفسرین میں شمار ہوتے ہیں۔ عربی، فارسی اور سندھی زبانوں میں ان کی ۳۰۰ سے زائد تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے جن میں سے بعض چھپ بھی چکی ہیں۔ محمد ہاشم ٹھٹھویؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کے ہمعصر اور استاد بھائی تھے۔ ہاشم سندھیؒ نے مکہ مکرمہ میں دورانِ قیام شیخ ابی طاہر الکردی المدنیؒ سے (۱۱۳۵ھ) میں سندِ حدیث حاصل کی، جبکہ ان ہی سے (۱۱۴۳ھ) میں حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی سندِ حدیث حاصل کی۔ اسی دوران آپ نے مکہ مکرمہ میں (۱۱۳۶ھ) میں اپنی کتاب "إتحاف الأكابر بمرويات الشيخ عبد القادر" تحریر کی جو تاحال مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے۔

ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی
۲۔ حضرت انس بن مالک
۳۔ حضرت عمرو بن حریث
۴۔ حضرت عبداللہ بن حارث الزبیدی
۵۔ حضرت عبداللہ بن اُنَیس
۶۔ حضرت واثلہ بن اَسقع
۷۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی
۸۔ حضرت سائب بن خلّاد بن سُوَید
۹۔ حضرت محمود بن ربیع انصاری
۱۰۔ حضرت محمود بن لبید بن عقبہ
۱۱۔ حضرت عبداللہ بن بُسر المازنی
۱۲۔ حضرت ابو اُمامہ الباہلی
۱۳۔ حضرت وابصہ بن معبد
۱۴۔ حضرت ہِرماس بن زیاد الباہلی
۱۵۔ حضرت مقدام بن معدی کرب
۱۶۔ حضرت عتبہ بن عبد السلمی
۱۷۔ حضرت یوسف بن عبداللہ
۱۸۔ حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ
۱۹۔ حضرت سائب بن یزید کِندی
۲۰۔ حضرت عدّاء بن خالد بن ھَوذہ
۲۱۔ حضرت عِکراش بن ذُوَیب بن حرقوص التمیمی رضی اللہ عنہم

آپ مزید لکھتے ہیں:

''میں کہتا ہوں: یہ وہ حضرات ہیں جن کا زمانہ امام ابوحنیفہ نے پایا اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگیا ہے کہ یہ اکیس حضرات ہیں۔ اگر مزید جستجو کی جاتی تو اِن شاء اللہ اس میں کچھ اور اضافہ بھی ہو جاتا۔''(۱)

۹۔ علامہ محمد حسن سنبلیؒ (۱۳۰۵ھ) نے امامِ اعظم کے زمانہ میں درج ذیل **۲۲ صحابہ کرام** کے حیات ہونے کو نقل کیا ہے:

(۱) ابن هاشم ٹھٹھوی، إتحاف الأکابر بمرویات الشیخ عبد القادر

۱۔ حضرت انس بن مالک
۲۔ حضرت اسعد بن سھل بن حنیف
۳۔ حضرت بُسر بن اَرطاۃ
۴۔ حضرت سائب بن یزید الکندی
۵۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی
۶۔ حضرت ابواُمامہ صُدَی بن عَجلان
۷۔ حضرت طارق بن شِہاب بَجَلی
۸۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ
۹۔ حضرت عبد اللہ بن بُسر
۱۰۔ حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ
۱۱۔ حضرت عبد اللہ بن حارث بن نوفل
۱۲۔ حضرت عبد اللہ بن حارث الزبیدی
۱۳۔ حضرت عتبہ بن عبد السلمی
۱۴۔ حضرت عمرو بن ابی سلمہ
۱۵۔ حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ
۱۶۔ حضرت عمرو بن حُریث المخزومی
۱۷۔ حضرت قبیصہ بن ذُوَیب
۱۸۔ حضرت مالک بن حویرث
۱۹۔ حضرت محمود بن لبید
۲۰۔ حضرت مقدام بن معدیکرب
۲۱۔ حضرت مالک بن اَوس
۲۲۔ حضرت واثلہ بن اَسقع رضی اللہ عنہم (۱)

ائمہ حدیث کی بیان کردہ درجِ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ امامِ اعظم کی زندگی میں **۲۲ صحابہ کرام** تک حیات تھے جن سے آپ کو علم الحدیث کے استفادہ کا بھرپور موقع حاصل تھا جس کا آپ نے فائدہ اٹھایا۔ اب ہم اس بات کو مزید متحقق کرنے کے لئے کتبِ اسماء الرجال سے اِن ۲۲ صحابہ کے سنینِ وصال درج کریں گے۔

امامِ اعظم کے زمانہ میں حیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سنینِ وصال

معتبر کتبِ اسماء الرجال کے مطابق امامِ اعظم کے زمانہ میں حیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سنینِ وصال درج ذیل ہیں۔

(۱) سنبلی، تنسیق النظام فی مسند الإمام الأعظم للحصکفی: ۹

۱۔ حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۰۷ یا ۱۱۰ھ میں ہوئی۔[۱]

۲۔ حضرت ہِرماس بن زَیاد رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۰۰ھ کے بعد ہوئی۔[۲]

۳۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جَزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کی وفات ثقہ قول کے مطابق ۹۹ھ میں ہوئی۔[۳]

۴۔ حضرت عِکراش بن ذُوَیب رضی اللہ عنہ کی وفات پہلی صدی ہجری کے آخر تک ہوئی۔[۴]

۵۔ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی۔[۵]

۶۔ حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی وفات عمر بن عبد العزیز کے دور میں ہوئی، ان کا عہدِ خلافت ۹۹ھ سے شروع ہوا۔[۶]

۷۔ حضرت عبد اللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۸ یا ۹۶ھ میں ہوئی۔[۷]

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الصغیر، ۱: ۲۵۰

۲۔ عسقلاني، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۷: ۲۳۰

(۲) عسقلانی، تقریب التهذیب، ۱: ۵۷۱

(۳) ابن بزاز کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۱۲

(۴) عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۷: ۲۲۹

(۵) ۱۔ ابن حبان، مشاهیر علماء الأمصار، ۱: ۲۸

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۷: ۳۰۱

(۶) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۳: ۴۴۶

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۳۲: ۴۳۶

(۷) ۱۔ عسقلانی، الإصابة فی تمییز الصحابة، ۴: ۲۳

۲۔ أیضاً، تهذیب التهذیب، ۵: ۱۳۹

۸۔ حضرت محمود بن لَبِید رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی۔(۱)

۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۱ یا ۹۲ یا ۹۳ یا ۹۵ھ میں ہوئی۔(۲)

۱۰۔ حضرت مالک بن اَوس رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۲ھ میں ہوئی۔(۳)

۱۱۔ حضرت سائِب بن یزید بن سعید کِندی رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۱ھ میں ہوئی۔(۴)

۱۲۔ حضرت سَہَل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۸ یا ۹۱ھ میں ہوئی۔(۵)

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن ثَعْلَبَہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۹ھ میں ہوئی۔(۶)

۱۴۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۷ یا ۸۸ھ میں ہوئی۔(۷)

۱۵۔ حضرت مِقدام بن معدی کَرِب رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی۔(۸)

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۵: ۴۳۴

۲۔ عسقلانی، تقریب التهذیب، ۱: ۵۲۲

(۲) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۲۷

۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱: ۳۳۰

(۳) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۱۷۲

(۴) ۱۔ ابن حبان، مشاهیر علماء الأمصار، ۱: ۲۹

۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۳: ۳۹۱

(۵) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۴: ۹۷

۲۔ ذهبی، الکاشف، ۱: ۴۶۹

(۶) ۱۔ ابن حبان، مشاهیر علماء الأمصار، ۱: ۳۶

۲۔ عسقلانی، تقریب التهذیب، ۵: ۱۴۵

(۷) ۱۔ بخاری، التاریخ الصغیر، ۱: ۱۸۱

۲۔ أیضاً، التاریخ الکبیر، ۵: ۲۴

(۸) ۱۔ ذهبی، الکاشف، ۲: ۲۹۰

۲۔ عسقلانی، تقریب التهذیب، ۱: ۵۴۵

۱۶۔ حضرت عتبہ بن عبدالسلمی رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۷ھ میں ہوئی۔[1]

۱۷۔ حضرت ابواُمامہ الباھلی رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی۔[2]

۱۸۔ حضرت بُسر بن اَرطاۃ رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۶ھ میں ہوئی۔[3]

۱۹۔ حضرت عمرو بن حُرَیث رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی۔[4]

۲۰۔ حضرت واثِلہ بن اَسقع رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۳ یا ۸۵ھ میں ہوئی۔[5]

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۴ یا ۹۰ھ میں ہوئی۔[6]

نوٹ

حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک درج بالا **۲۱ صحابہ کرام** کے سنینِ وصال سے پتہ چلتا ہے کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ کا ان میں سے بعض کے ساتھ ملاقات کرنا یا ان کی زیارت سے مستفید ہونا بالکل

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، مشاهير علماء الأمصار، ۱: ۵۲
۲۔ ابن عبد البر، الاستيعاب فی معرفة الأصحاب، ۳: ۱۰۳۱

(۲) ۱۔ کلاباذی، رجال صحيح البخاری، ۱: ۳۶۶
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۳: ۳۶۳

(۳) ۱۔ عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصحابة، ۱: ۲۸۹
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱: ۳۸۱

(۴) ۱۔ بخاری، التاريخ الصغير، ۱: ۱۸۱
۲۔ ابن حبان، مشاهير علماء الأمصار، ۱: ۴۶

(۵) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۳: ۴۲۶
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۱: ۸۹

(۶) ۱۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۵: ۱۴۹
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۴: ۳۷۱

درست ہے۔

درجِ ذیل صحابی اور صحابیہ ایسے ہیں جن کی ثقہ اور قابلِ اعتماد تاریخِ وفات پر ائمہِ اسماء الرجال خاموش ہیں لیکن امامِ اعظم کا اِن سے روایت کرنا ثابت ہے:

۲۲۔ حضرت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات کا پتہ نہیں چل سکا کیونکہ امام ابنِ حجر ہیتمی کی تحقیق کے مطابق اس نام کے پانچ صحابہ کرام تھے۔ ہوسکتا ہے کہ امام صاحب نے جس صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ سے روایتِ حدیث کی ہو وہ معروف حضرت عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ (۵۴ھ) کے علاوہ ہوں۔ (۱)

۲۳۔ اسی طرح حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کا سنِ وفات بھی معلوم نہیں ہوسکا۔

جب کہ باقی تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۲۴۔ حضرت طارق بن شِہاب البَجَلی رضی اللہ عنہ کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی۔ (۲)

۲۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی۔ (۳)

۲۶۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی وفات ۶۰ تا ۷۰ھ کے درمیان ہوئی۔ (۴)

ایک شبہ کا اِزالہ

اگر امامِ اعظم کی تاریخِ ولادت قولِ معروف ۸۰ھ کو تسلیم کیا جائے تو درج بالا تین صحابہ کرام سے آپ کا لقاء ثابت نہیں ہوتا لیکن بعض محدّثین نے حضرت جابر بن عبد اللہ اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے آپ کی ملاقات کو بیان کیا ہے اور آپ کا اِن سے

(۱) ابن حجر هيتمي، الخيرات الحسان: ۳۳

(۲) ابن حبان، مشاهير علماء الأمصار، ۱: ۴۸

(۳) ۱۔ سليمان بن خلف الباجي، التعديل والتجريح، ۱: ۴۵۵
۲۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۳: ۱۹۴

(۴) عسقلاني، الإصابة في تمييز الصحابة، ۷: ۲۳۰

روایت کرنے کو ذکر کیا ہے۔ اس کی یہی وجہ قرینِ قیاس ہے کہ انہوں نے آپ کی ولادت کا سال ۶۱ھ/ ۷۰ھ ہونے کو ترجیح دیتے ہوئے ایسا کیا ہے یا امامِ اعظم نے ان صحابہ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ واللہ أعلم ورسولہ بالصواب۔

امام بخاریؒ کے نزدیک: پانچ سال کی عمر میں سماعِ حدیث صحیح ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ امامِ اعظم کا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لقاء اور اُن سے سماع کرنا بہت چھوٹی عمر میں ہوا۔ اس لئے کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ پانچ یا چھ سال کی عمر میں آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیسے سماع کر لیا؟

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ محدّثینِ کرام نے پانچ سال تک کی عمر میں سماعِ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب **الجامع الصحیح** میں **کتاب العلم، باب متی یصحّ سماع الصغیر** (چھوٹے بچے کا سماعتِ حدیث کرنا کس عمر میں درست ہوتا ہے؟) کے تحت صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت **محمود بن ربیع** رضی اللہ عنہ سے حدیثِ مبارکہ بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي وَ أَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِيْنَ مِنْ دَلْوٍ.

’’مجھے یاد ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈول سے پانی لے کر میرے چہرے پر کلی کی جبکہ میں اس وقت پانچ سال کا تھا۔‘‘

جس طرح امام بخاری کی روایت سے حضرت **محمود بن ربیع** رضی اللہ عنہ کا پانچ سال کی عمر میں سماعِ حدیث کرنا درست ثابت ہوتا ہے، اسی طرح امامِ اعظم کا بھی پانچ سال کی عمر میں روایتِ حدیث کرنا صحیح اور قابلِ اعتبار ہے۔

امامِ اعظم کا صحابہ سے روایتِ حدیث کرنے پر اٹھارہ ائمہ کی تحقیقات

امامِ اعظم پر لکھنے والے تمام محدّثین اور مؤرخین کی کتب کے گہرے مطالعے کے بعد یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ امامِ اعظم نے نہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی بلکہ آپ نے براہِ راست صحابہ کرام سے سماعِ حدیث بھی کیا۔

۱۔ امام فضلؒ بن دُکَین کی تحقیق

امامِ اعظم کے شاگرد اور امام احمدؒ بن حنبل و امام بخاریؒ کے شیخ، امام ابونعیم فضلؒ بن دُکَین (متوفی ۲۱۸ھ) امام صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں:

رأى أنس بن مالك سنة خمس وتسعين وسمع منه.[1]

''امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ۹۵ھ میں دیکھا اور اُن سے سماع کیا۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سنِ وصال میں اختلاف ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کے سنِ وصال پر ایک قول ۹۵ھ کا بھی ہے لٰہذا عین ممکن ہے کہ امامِ اعظم نے اُن سے اِس سال بھی سماع کیا ہو۔

۲۔ امام یحییٰؒ بن معین کی تحقیق

امام بخاری، امام مسلم اور امام ابو داؤد کے شیخ امام یحییٰ بن معینؒ (۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

أبو حنيفة صاحب الرأي قد سمع من عائشة بنت عجرد.[2]

(۱) صيمرى، أخبار أبى حنيفة وأصحابه: ۴

(۲) يحيى بن معين، تاريخ ابن معين (رواية الدوري)، ۳: ۴۸۰

''امام ابوحنیفہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سماعتِ حدیث کی ہے۔''

بعض علماء نے صحابیہ حضرت عائشہ بنت عَجْرَد رضی اللہ عنہا کو تابعیہ شمار کیا ہے لیکن اَجَل نقّاد محدّث امام یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ) نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کا حضور نبی اکرم ﷺ سے سماع صراحتاً بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

أن أبا حنيفة صاحب الرأي سمع عائشة بنت عجرد تقول: سمعت رسول الله ﷺ. (۱)

''امام ابوحنیفہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو سنا کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔''

اس قول کی بناء پر امامِ اعظم کی حضرت عائشہ بنتِ عجرد رضی اللہ عنہا سے روایت بالکل درست اور متحقق ہے۔

۳۔ امام ابوحامد حضرمیؒ کی تحقیق

امام ابو حامد محمد بن ہارون بن عبداللہ حضرمی المعروف بعرانیؒ (۳۲۱ھ) نے تحقیق کر کے امامِ اعظم کی صحابہ سے مرویّات کو ایک جُزء میں جمع کیا ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے اپنی تصنیف 'المعجم المفہرس (ص: ۳۶۲، رقم: ۱۰۸۹)' میں اِس جزو کا ذکر کیا ہے۔

(۱) ۱۔ سبط ابن جوزی، الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح: ۴۶۳ (مجموع کتب الإمام الکوثری)
۲۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۳: ۲۲۷

۴۔ امام علی بن محمد بن کاس نخعیؒ کی تحقیق

صاحبِ السنن امام دار قطنیؒ، امام ابنِ شاہینؒ اور امام طبرانیؒ کے شیخ امام علی بن محمد بن حسن بن کاس نخعیؒ (۳۲۴ھ) امامِ اعظم کے فضائل کے ضمن میں فرماتے ہیں:

من فضائله أنه روى عن أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فإن العلماء اتفقوا على ذٰلك واختلفوا في عددهم. فمنهم من قال: إنهم ستة وامرأة، ومنهم من قال: خمسة وامرأة، ومنهم من قال: سبعة وامرأة. (۱)

’’امام ابوحنیفہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام سے روایت کیا ہے، پس علماء اس بات پر متفق ہیں البتہ صحابہ کرام کی تعداد کے بارے میں ان میں اختلاف ہیں۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں: چھ صحابی اور ایک صحابیہ، بعض کہتے ہیں: پانچ صحابہ اور ایک صحابیہ اور بعض بیان کرتے ہیں: سات صحابہ اور ایک صحابیہ (سے آپ نے روایت کیا ہے)۔‘‘

۵۔ امام محمد بن عمر بن جعابیؒ کی تحقیق

محدّثِ اکبر امام ابو بکر محمد بن عمر المعروف ابنِ جعابیؒ (۳۵۵ھ) نے اپنی کتاب ’الانتصار لمذهب أبي حنيفة‘ میں صراحتًا حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن حارث بن جَزء زُبیدی رضی اللہ عنہم سے امامِ اعظم کا سماع بیان کیا ہے۔ (۲)

۶۔ امام ابونعیم اصبہانیؒ کی تحقیق

امام ابونعیم اصبہانیؒ (۴۳۰ھ) نے اپنی کتاب ’مسند الإمام أبی حنیفة النعمان بن ثابت الکوفی‘ میں ایک مستقل باب امامِ اعظم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماع

(۱) حسن بن حسین طولونی، مناقب الأئمة الأربعة، رقم: ۲۵۳
(۲) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: ۱: ۲۴، ۲۵

کے بیان میں درج ذیل الفاظ سے قائم کیا ہے:

ذکر من رآی من الصحابة وروی عنهم.

’’ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ جن کو امام ابوحنیفہ نے دیکھا اور جن سے روایت کیا۔‘‘

آگے اُنہوں نے اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام بھی لکھے ہیں جو درج ذیل ہیں:

أنس بن مالک، وعبد الله بن الحارث بن الجزء الزبیدي، ویقال: عبد الله بن أبي أوفی الأسلمي رضی اللہ عنہم. (۱)

’’امام ابوحنیفہ نے حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن حارث بن جَزء الزبیدی سے روایت کیا ہے، کہا جاتا ہے: آپ نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اسلمی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔‘‘

۷۔ امام حسین بن علی صیمری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

امام ابوعبداللہ حسین بن علی صَیْمَری رحمۃ اللہ علیہ (۴۳۶ھ) نے اپنی کتاب ’أخبار أبي حنیفة وأصحابه‘ میں امامِ اعظم کے صحابہ سے روایت کرنے پر درج ذیل عنوان سے باب قائم کیا ہے:

من لقی أبو حنیفة من الصحابة وما رواه عنهم.

’’امام ابوحنیفہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملے اور ان سے جو روایت کیا۔‘‘

یہ باب باندھنے کے بعد امام صیمری نے امام ابویوسف کے طریق سے امامِ اعظم سے لے کر حضرت عبد اللہ بن حارث بن جَزء اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک دو مرفوع متصل احادیثِ مبارکہ روایت کی ہیں۔ (۲)

(۱) أبو نعیم أصبهانی، مسند الإمام أبی حنیفة: ۱۷۵
(۲) صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۴

امام صیمریؒ کی ذکر کردہ روایات کے حوالے ہم نے اُحادیاتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ذیل میں درج کر دیئے ہیں۔

۸۔ امام احمد بن حسین بیہقیؒ کی تحقیق

صاحبِ السنن و الشعب امام احمد بن حسین بیہقیؒ (۴۵۸ھ) نے امامِ اعظم کے بارے میں بیان کیا ہے:

يقال: أنه لقي من الصحابة عبدالله بن الحارث بن جزء الزبيدي وأنس بن مالک.(۱)

''کہا جاتا ہے: آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے۔''

۹۔ امام ابنِ عبد البرؒ کی تحقیق

امام ابنِ عبد البر اندلسیؒ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

سمع من عبد الله بن الحارث بن جزء فيُعدّ بذلک من التابعين.(۲)

''امام ابوحنیفہ نے حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا ہے لہٰذا اسی وجہ سے آپ کو تابعی شمار کیا جاتا ہے۔''

۱۰۔ امام ابومعشر عبد الکریم شافعیؒ کی تحقیق

امام ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعیؒ (۴۷۸ھ) نے اپنے

(۱) بیہقی، المدخل إلی السنن الکبری، ۱: ۱۷۰، رقم: ۱۶۵

(۲) ابن عبد البر، کتاب الکنی

ایک جزء میں امامِ اعظم کی صحابہ سے مرویّات کو روایت کیا ہے۔ اس میں ذکر کرتے ہیں:

قال أبو حنيفة: لقيت من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم سبعة: أنس بن مالک، عبد الله بن أنيس، وعبدالله بن جزء الزبيدي، وجابر بن عبد الله، ومعقل بن يسار، و واثلة بن الأسقع، عائشة بنت عجرد رضي الله عنهم.

ثم روى له عن أنس ثلاث أحاديث، وعن ابن جزء حديثًا، وعن واثلة حديثين، وعن جابر حديثًا، وعن عبد الله بن أنيس حديثًا، وعن عائشة بن عجرد حديثًا وروى له أيضاً عن عبد الله بن أبی أوفی حديثًا. (۱)

''امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: میں نے سات اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی ہے، جن میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن انیس، حضرت عبد اللہ بن جزء الزبیدی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

''پھر آپ نے حضرت انس سے تین احادیث، حضرت ابنِ جُزء سے ایک حدیث، حضرت واثلہ سے دو حدیثیں، حضرت جابر سے ایک حدیث، حضرت عبد اللہ بن انیس سے ایک حدیث، حضرت عائشہ بنت عجرد سے ایک حدیث اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی۔''

امام ابومعشر طبری کے اس جُزء کا تذکرہ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے اپنی تصنیف 'المعجم المفهرس (ص: ۳۷۸، رقم: ۱۱۳۳)' میں بھی کیا ہے۔

(۱) سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۳۳

۱۱۔ امام موفق بن احمد مکیؒ کی تحقیق

امام مُوَفق بن احمد المکیؒ (۵۶۸ھ) نے اپنی کتاب میں درج ذیل الفاظ سے باب باندھا ہے اور اس باب کے تحت انہوں نے امامِ اعظم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات کو اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔

الباب الثالث: فی ذکر من لقي من الصحابة وروايته عنهم.(۱)

''تیسرا باب: امام ابوحنیفہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملنے اور ان سے روایت کرنے کا بیان۔''

اس بات کے تحت اِمام موفق نے امامِ اعظم کی رِوایات کو متصل اسانید کے ساتھ حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن حارث بن جَزء زبیدی، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت عبد اللہ بن اُنَیس، حضرت واثلہ بن اَسقع اور حضرت عائشہ بنت عَجرد رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے۔

۱۲۔ امام سبط ابنِ جوزیؒ کی تحقیق

امام یوسف بن فرغل المعروف سبط ابنِ جوزیؒ (۶۵۴ھ) نے اپنی کتاب 'الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح' میں امامِ اعظم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے پر درج ذیل عنوان سے باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت احادیث ذکر کی ہیں:

الباب الرابع: فی ذکر من لقي من الصحابة و روی عنه.(۲)

''چوتھا باب: امام ابوحنیفہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملنے اور ان سے روایت کرنے

---

(۱) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: ۱: ۲۴

(۲) سبط ابن جوزی، الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح (مجموع کتب الإمام الكوثري): ۴۵۹

کا بیان۔‘‘

۱۳۔ امام خوارزمیؒ کی تحقیق

امام ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ (۶۶۵ھ) اپنی کتاب ’جامع المسانید‘ کی نوعِ ثالث کا عنوان یوں تحریر کرتے ہیں:

من مناقبه وفضائله التي لم يشاركه فيها أحد بعده أنه روى عن أصحاب رسول الله ﷺ.

﴿فإنّ العلماء﴾ اتفقوا على ذلک وإن اختلفوا في عددهم. فمنهم من قال: إنهم ستة وامرأة، ومنهم من قال: خمسة وامرأة، ومنهم من قال: سبعة وامرأة. (۱)

’’امامِ اعظم کے ایسے مناقب اور فضائل کا بیان جو آپ کے بعد کسی کے حصہ میں نہیں آئے، بے شک آپ نے اصحابِ رسول ﷺ سے روایت کیا ہے۔

’’علماء اس بات پر متفق ہیں مگر ان کا صحابہ کے عدد میں اختلاف ہے، ان میں سے کسی نے کہا: چھ صحابہ اور ایک صحابیہ، کسی نے کہا: پانچ صحابہ اور ایک صحابیہ، اور کسی نے کہا: سات صحابہ اور ایک صحابیہ۔‘‘

۱۴۔ حافظ ابنِ کثیرؒ کی تحقیق

حافظ ابنِ کثیرؒ (۷۷۴ھ)، امامِ اعظم کے تذکرہ میں بیان کرتے ہیں:

ذكر بعضهم: أنه روى عن سبعة من الصحابة. فالله أعلم. (۲)

(۱) خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۲۲

(۲) ابن کثیر، البدایة والنهایة، ۱۰: ۱۰۷

''بعض ائمہ نے بیان کیا ہے کہ آپ نے سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ فاللہ أعلم۔''

۱۵۔ امام عبد القادر بن ابی الوفاء قرشیؒ کی تحقیق

امام عبد القادر بن ابی الوفاء قرشیؒ (۵۷۷ھ) نے امامِ اعظم سے روایات پر مشتمل جزء تالیف کیا اور آپ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات کو بیان کیا۔ اس سلسلے میں وہ امامِ اعظم کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

أدعى بعضهم أنه سمع ثمانية من الصحابة. وقد جمعهم غير واحد في جزء و روينا هذا الجزء عن بعض شيوخنا. وذكرت هذا الجزء من سمعه من الصحابة ومن رآه.

''والذي سمعه'' منهم رضى الله تعالى عنهم أجمعين: عبدالله بن أنيس، وعبد الله بن جزء الزبيدي، وأنس بن مالک، وجابر بن عبد الله، ومعقل بن يسار، وواثلة بن الأسقع وعائشة بنت عجزد.[1]

''ائمہ میں سے بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماع کیا۔ کئی محدّثین نے ان کو (الگ الگ) جزء میں جمع کیا ہے اور ہم نے بھی اس جزء کو اپنے بعض شیوخ سے روایت کیا ہے۔ میں نے اس جزء میں ان صحابہ کا ذکر کیا ہے جن سے آپ نے سماع کیا اور جن کی زیارت کی۔

''آپ نے صحابہ کرام میں سے ان حضرات سے سماع کیا: حضرت عبد اللہ بن اُنیس، حضرت عبد اللہ بن جَزء زُبیدي، حضرت اَنس بن مالک، حضرت جابر بن

(۱) عبد القادر قرشی، الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية: ۲۱

عبداللہ، حضرت معقل بن یسار، حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہم۔‘‘

۱۶۔ امام ابنِ حجر مکی شافعیؒ کی تحقیق

امام ابنِ حجر ہیتمی مکی شافعیؒ (۹۷۳ھ) نے امامِ اعظم کا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ **کُل ۱۷ صحابہ کرام** رضی اللہ عنہم سے سماع کرنا بیان کیا ہے۔ جن میں سے امام ہیتمی نے حضرت عمرو بن حُریث، حضرت عبد اللہ بن اُنیس، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اور حضرت واثلہ بن اَسقَع رضی اللہ عنہم سے امامِ اعظم کے سماعِ حدیث پر وارد اعتراضات کے جوابات دیے ہیں۔

درجِ بالا صحابہ کرام کے علاوہ امام ہیتمی نے حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ، حضرت سہل بن ساعد الساعدی، حضرت سائب بن خلّاد بن سُوید، حضرت سائب بن یزید بن سعید، حضرت عبد اللہ بن بُسر اور حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہم کے صرف سنینِ وصال درج کرنے پر اکتفا کیا ہے اور امامِ اعظم کا اِن سے سماع کرنے کے حوالے سے کسی قسم کے کوئی اعتراض کا ذکر نہیں کیا۔[1]

۱۷۔ امام ابنِ عماد حنبلیؒ کی تحقیق

امام عبد الحی بن احمد عکری حنبلی المعروف ابنِ عمادؒ (۱۰۸۹ھ) فرماتے ہیں:

وذكر الحافظ العامري في تأليفه الرياض المستطابة وكذلک ملخّصه صالح ابن صلاح العلائي، ومن خطه نقلت: أن الإمام أباحنيفة رأى عبد الله بن الحارث بن جزء الصحابي وسمع منه

(۱) ابن حجر هيتمي، الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان: ۳۳۔۳۵

قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من تفقّه فی دین الله كفاه الله همّه و رزقه من حيث لا يحتسب. (۱)

''(اس تحقیق کو) حافظ عامری نے اپنی تالیف ''الرياض المستطابة'' میں ذکر کیا ہے جس کی صالح بن صلاح علائی نے تلخیص کی ہے۔ میں نے اُنہی کے خط سے (اِس تحقیق کو) نقل کیا ہے کہ بے شک امام ابوحنیفہ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء صحابی کو دیکھا اوران سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہوجاتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔''

ائمہ کرام کی درجِ بالا تصریحات سے معلوم ہوا کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کرکے نہ صرف شرفِ تابعیت سے بہرہ ور ہوئے بلکہ آپ نے صحابہ سے براہِ راست احادیثِ مبارکہ بھی روایت کیں۔

آخر میں امام ابنِ بزاز کردری کی تحقیق درج کی جاتی ہے۔

۱۸۔ امام ابنِ بزاز کردریؒ کی تحقیق

امام ابنِ بزاز کردریؒ (۸۲۷ھ) نے امامِ اعظم کی دس (۱۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات اور ان سے مروی روایات بیان کرنے کے بعد ائمہ کے دوطرفہ اقوال کو مدّنظر رکھتے ہوئے امامِ اعظم کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کوخلاصۃً یوں بیان کیا ہے:

فالحاصل أن جماعة من المحدّثين أنكروا ملاقاته مع الصحابة. وأصحابه أثبتوه بالأسانيد الصحاح الحسان وهم أعرف بأحواله

(۱) ابن عماد، شذرات الذهب فی أخبار من ذهب، ۱: ۲۲۸

منهم. والمثبت العدل العالم أولى من النافي. وقد جمعوا مسنداته فبلغت خمسين حديثًا يرويه الإمام عن الصحابة. (۱)

’’خلاصۂ بحث یہ ہے کہ محدّثین کی ایک جماعت نے امامِ اعظم کی صحابہ کرام ﷡ کے ساتھ ملاقات کا انکار کیا ہے جبکہ آپ کے شاگردوں نے اسے صحیح حسن اسانید کے ساتھ ثابت کیا ہے اور وہ محدّثین کی نسبت آپ کے احوال سے زیادہ واقف ہیں۔ (قاعدہ ہے کہ) مثبت عادل عالم، نفی کرنے والے پر مقدم ہوتا ہے۔ اُنہوں نے اپنی مسانید میں امامِ اعظم کی صحابہ کرام ﷡ سے مروی پچاس (۵۰) کے لگ بھگ اَحادیث کو جمع کیا ہے۔‘‘

امام ابنِ بزاز کردری نے **دو اصول** بیان کر کے امامِ اعظم کا صحابہ کرام سے روایت کرنے کو محقّق اور مثبت کر دیا ہے۔

۱۔ امام کردری نے سب سے پہلے بیان کیا ہے کہ اگرچہ بعض محدّثین نے امامِ اعظم کا صحابہ سے ملاقات کرنے کا انکار کیا ہے لیکن امامِ اعظم کے ہاں روز و شب بسر کرنے والے اوران سے دین میں تدبر و تفقہ سیکھنے والے اور حدیث روایت کرنے والے شاگردوں نے آپ کی صحابہ کرام سے ملاقات اور روایت کو صحیح حسن اسانید کے ساتھ ثابت کیا ہے لہٰذا قریب رہنے والوں کی شہادت ملنے کے بعد کسی دوسرے کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔

۲۔ امام کردری نے دوسری بات اصول کی بنیاد پر یہ کہی ہے کہ مُثبِت عادل عالم کو نفی کرنے والے پر فوقیت و برتری حاصل ہوتی ہے۔ اس اُصول کو مدّنظر رکھا جائے تو ایک طرف امامِ اعظم کی صحابہ کرام ﷡ سے روایت ماننے والے آپ کے بذاتِ خود شاگرد ہیں جو کہ مثبت موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف اس موقف کے برعکس ائمہ ہیں لہٰذا اس قاعدہ کی رو سے بھی مثبت کو نافی پر ترجیح دیتے ہوئے ماننا پڑے گا کہ امامِ اعظم

---

(۱) کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۲۰، ۲۱

ابوحنیفہ نے صحابہ کرام سے ملاقات کی اور ان سے حدیث کا سماع کیا۔

خلاصۂ بحث

اِس سارے باب کا خلاصہ یہ ہوا کہ امامِ اعظم نہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مشرف ہو کر تابعی کہلائے بلکہ آپ نے براہِ راست اُن سے سماعِ حدیث بھی کیا۔ اِن دو صفاتِ عظیمہ کی بدولت آپ کا شمار جلیل القدر محدّثین تابعین میں ہوتا ہے اور یہ ایسا بلند رتبہ ہے جو آپ کے معاصرین یا آپ کے بعد کسی بھی حدیث و فقہ کے امام کو نصیب نہیں ہوا۔

باب ششم

اِمامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اَخذِ علم الحدیث کے مراکز

امامِ اعظم جب اس عالمِ رنگ و بو میں فروکش ہوئے تو اس وقت کا سارا عالمِ اسلام بشمول عراق و مصر علم الحدیث کی ضیا بار خوشبوؤں سے مہک رہا تھا۔ طالبانِ علم الحدیث مشرق و غرب سے ائمہ دین کی خدمت میں آتے اور سالہا سال تک حصولِ فیض فرماتے۔ اُس وقت درج ذیل مقامات خصوصی اہمیت کے حامل تھے، اور امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے انہی چار مقامات سے بطور خاص علم الحدیث حاصل کیا تھا:

۱۔ کوفہ
۲۔ مدینہ منورہ
۳۔ مکہ مکرمہ
۴۔ بصرہ

اُس دور میں ان مقامات پر ہزارہا محدّثین صحابہ اور تابعین موجود تھے جو اَطراف و اَکناف سے آنے والے سینکڑوں طُلّاب کو علم الحدیث کے چشمۂ فیض سے سیراب کر رہے تھے۔ ان میں سے کوفہ، امامِ اعظم کا مولد و مسکن بھی تھا جو اِن چاروں مراکزِ حدیث میں سے بوجوہ ممتاز و منفرد حیثیت کا حامل تھا (جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آرہی ہے۔) امامِ اعظم اسی شہر میں پیدا ہوئے اور اپنی زندگی کے آخری چند سالوں کے سوا (جب وہ بغداد منتقل ہو گئے تھے) عمر بھر یہاں پر ہی قیام فرما رہے۔ اس طرح آپ کا بچپن، لڑکپن، جوانی اور ادھیڑ عمری کے تمام ماہ و سال مدینۃ علم الحدیث کوفہ میں ہی گزرے۔ امامِ اعظم نے تحصیلِ علم الحدیث کے لیے کوفہ کے علاوہ جن شہروں کا بطورِ خاص سفر کیا ان میں حرمین شریفین (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) اور بصرہ شامل ہیں۔ امامِ اعظم نے علم الحدیث کے ان عظیم مراکز کا کئی بار سفر کیا اور کئی کئی سال وہاں پر موجود محدّثینِ عظام سے علم الحدیث کی تحصیل کی۔ امامِ اعظم کا مولد اور مسکن ہونے کی نسبت ہم سب سے پہلے

علم الحدیث میں کوفہ کے علمی مقام و مرتبہ پر تفصیلاً روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

کوفہ: علم الحدیث کا عظیم مرکز

علم الحدیث اور اس سے متعلقہ علوم کی آبیاری میں کوفہ کی بلند پایہ علمی و فنی خدمات کو جاننے کے لئے اس شہر کی تاریخی حیثیت، یہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آباد کاری، تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں نظامِ تعلیم و تربیت کا آغاز و ارتقاء اور وہاں مقیم وارثانِ علمِ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد سے آگاہی ازحد ضروری ہے۔ لہٰذا ہم سب سے پہلے تاریخی نکتۂ نظر سے دیکھیں گے کہ اس عظیم علمی شہر کی بنیاد رکھنے والے صاحبانِ علم کون تھے؟

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عہدِ فاروقی میں کوفہ آمد اور اقامت

تاریخی اعتبار سے ۱۷ ہجری میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کوفہ میں آمد کے وقت اس شہر کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قادسیہ، مدائن اور جلولاء کے معرکوں سے فراغت کے بعد اس شہر کی بنیاد رکھی اور اس کو فوجی چھاؤنی اور سرائے کی حیثیت سے آباد کیا۔ لیکن جلد ہی یہ شہر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد میں آمد اور آباد کاری کے سبب علم و فن اور تقویٰ و طہارت کی آماجگاہ بن گیا اور اسلام کی عظیم تہذیب و ثقافت کا علمبردار بن کر آئندہ کئی صدیوں تک علم و فکر کا عظیم مرکز بنا رہا۔

۱۔ امام عبد الحمید بن جعفرؒ تبع تابعی (متوفی ۱۵۳ھ) شہرِ کوفہ کی بنیاد رکھنے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

أن عمر بن الخطاب كتب إلى سعد بن أبي وقاص يأمره أن يتّخذ للمسلمين دار هجرة وقيروانا وأن لا يجعل بينه وبينهم بحرا، فأتى الأنبار وأراد أن يتّخذها منزلا فكثر على الناس الذباب

فتحوّل إلى موضع آخر فلم يصلح. فتحوّل إلى الكوفة فاختطها وأقطع النّاس المنازل وأنزل القبائل منازلهم وبنى مسجدها وذلک فی سنة سبع عشرة.(۱)

’’حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ مسلمانوں کے لئے کوئی دارِ ہجرت اور قافلوں کے ٹھہرنے کی جگہ بنائی جائے اور (وہ جگہ ایسی ہو جس میں) آپ کے اور ان کے درمیان کوئی سمندر حائل نہ ہو۔ سو آپ اَنبار آئے اور اسے گھر بنانا چاہا تو وہاں مکھیوں کی کثرت کے باعث آپ دوسری جگہ چلے گئے مگر وہ جگہ بھی مناسب ثابت نہ ہوئی۔ پس آپ نے کوفہ تشریف لا کر اس کی داغ بیل ڈالی، لوگوں کے لئے مکانات بنائے اور قبیلوں کو اپنے اپنے گھر فراہم کئے نیز وہاں مسجد تعمیر کی اور یہ سب کچھ ۱۷ھ میں ہوا۔‘‘

۲۔ امام ابنِ جریر طبریؒ (متوفی ۳۱۰ھ) سن ۱۷ھ کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ارتحل سعد بالنّاس من المدائن حتى عسكر بالكوفة فی المحرّم سنة سبع عشرة، وكان بين وقعة المدائن و نزول الكوفة سنة و شهران. وكان بين قيام عمر و اختطاط الكوفة ثلاث سنين و ثمانية أشهر. اختطت سنة أربعة من إمارة عمر فی المحرّم سنة سبع عشرة من التأريخ.(۲)

’’حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ مدائن سے کوچ کر کے محرم ۱۷ھ کو کوفہ

(۱) بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۷۴

(۲) طبری، تاریخ الأمم والملوک، ۲: ۴۷۸

میں لشکر ٹھہرایا، واقعہ مدائن پیش آنے اور کوفہ میں ٹھہرنے کا درمیانی عرصہ ایک سال اور دو ماہ کا بنتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کے قیام اور کوفہ کی حد بندی کرنے کا درمیانی عرصہ تین سال اور آٹھ ماہ کا ہے۔ کوفہ کی حد بندی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ امارت میں محرم مؤرّخہ ۱۷ھ کو ہوئی۔‘‘

۳۔ حافظ ابنِ کثیرؒ (متوفی ۷۷۴ھ) سن ۱۷ھ میں رونما ہونے والے واقعات کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فی المحرّم منها انتقل سعد بن أبي وقاص من المدائن إلی الکوفة، و ذلک أن الصّحابة استوخموا المدائن، و تغیّرت ألوانهم، و ضعفت أبدانهم لکثرة ذبابها و غبارها. فکتب سعد إلی عمر فی ذلک، فکتب عمر: إن العرب لا تصلح إلا حیث یوافق إبلها. فبعث سعد حذیفة و سلمان بن زیاد یرتادان للمسلمین منزلا مناسبا یصلح لإقامتهم. فمرّا علی أرض الکوفة وهی حصباء فی رملة حمراء فأجبتهما......

ثم کتبا إلی سعد بالخبر، فأمر سعد باختطاط الکوفة، وسار إلیها فی أوّل هذه السّنة فی محرّمها، فکان أوّل بناء وضع فیها المسجد. (۱)

’’اس سال محرم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدائن سے کوفہ منتقل ہوئے، اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدائن کی آب و ہوا موافق نہ آئی، ان کے رنگ متغیر ہو گئے اور جسم ماحولیاتی آلودگی اور مکھیوں کی کثرت کے سبب کمزور ہوگئے۔ پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معاملہ لکھ بھیجا تو حضرت

(۱) ابن کثیر، البدایة و النهایة، ۵: ۱۴۷۔ ۱۴۸

عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا: عربوں کو وہی جگہ موافق آتی ہے جو ان کے اونٹوں کے لئے بہتر ہو۔ سو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حذیفہ اور سلمان بن زیاد کو مسلمانوں کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنے کے لئے بھیجا وہ دونوں کوفہ کی سرزمین پر سے گزرے جو کہ سرخ ریت میں سنگریزوں پر مشتمل زمین تھی تو وہ ان کے دل کو بھا گئی۔...... ان دونوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھ دیا تو حضرت سعد نے کوفہ کی حد مقرر کرنے کا حکم دیا اور اسی سال محرم میں آپ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اور سب سے پہلے وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔‘‘

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں کوفہ کی شان

کوفہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ کوفہ کے حوالے سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خیالات ایک جیسے تھے۔ وہ کوفہ کو عسکری لحاظ سے ایک مضبوط قلعہ تصور کرتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آنے والے دور میں کوفہ کو تمام مسلمانوں کے لئے پناہ گاہ قرار دیتے تھے۔ اہلِ حجاز کی طرح مستقبل میں اس کے باسیوں کی طرف بھی اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات کا تذکرہ فرماتے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس شہر کی بنیاد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی تھی جو ’’مستجاب الدعوات‘‘ تھے ان کے ہمراہ بعد ازاں کئی صحابہ کرام اور ہزاروں تابعین آ کر آباد ہو گئے تھے جو صوم و صلوٰۃ کے پابند، متقی و پرہیزگار اور جذبۂ شوقِ شہادت سے سرشار ہونے کے ساتھ ساتھ محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی لبریز تھے۔ ان نفوسِ قدسیہ کی برکات بذاتِ خود اس شہر کے تقدس مآب ہونے کے لئے بڑی حجت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کئی صحابہ کرام نے کوفہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ ذیل میں ان میں سے بعض کا مختصراً ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) حضرت عمر فاروق ﷛ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

صحابہ کرام و تابعین اور دیگر اہلِ اسلام ایک بڑی تعداد میں مختلف جہتوں اور علاقوں سے آ کر کوفہ میں آباد ہوگئے تھے۔ اسلام کے ہمہ گیر نظامِ اخوت نے، مختلف المقام ہونے کے باوجود، ان سب کو تسبیح کے دانوں کی طرح آپس میں باہم مربوط کردیا تھا اور اُن کے دلوں میں غلبۂ اسلام کا جوش و خروش پیدا کردیا تھا۔ یہی سبب تھا کہ وہ اسلام کو پیش آنے والے ہر معرکہ میں سرِ فہرست رہے اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ کوفہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت عمر فاروق ﷛ اس کے بارے میں خصوصی رائے رکھتے تھے اور اسے اچھے الفاظ اور خاص تراکیب سے یاد فرماتے تھے۔

۱۔ حضرت نافع بن جبیر بن مطعمؒ تابعی (متوفی ۹۹ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ﷛ نے فرمایا:

بالکوفة وجوه الناس. (۱)

''کوفہ میں تمام جہتوں سے لوگ جمع ہیں۔''

۲۔ امام عامر بن شراحیل شعبیؒ (متوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں:

كتب عمر بن الخطاب إلى أهل الكوفة، إلى رأس أهل الإسلام. (۲)

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۵
۲۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۴۶
۳۔ بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۸۷

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۵
۲۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۴۷
۳۔ بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۸۷

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کی طرف یہ الفاظ لکھے: ''**إلی رأس أهل الإسلام**'' (اہلِ اسلام کے مرکز کی طرف)۔''

۳۔ دوسری روایت میں امام عامر شعبیؒ سے ہی یہ الفاظ مروی ہیں:

كتب عمر بن الخطاب إلى أهل الكوفه، إلى رأس العرب.(۱)

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کو یوں لکھا: ''**إلی رأس العرب**'' (عرب کے مرکز کی طرف)۔''

۴۔ امام شمر بن عطیہ، بنو عامر کے ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

رُمح الله وكَنز الإيمان وجُمُجُمَة العرب. يجزون ثغورهم ويمدون الأمصار.(۲)

''کوفہ والے، اللہ کا نیزہ، ایمان کا خزانہ اور عرب کا دماغ (یعنی سردار) ہیں۔ وہ اپنی حدود کی حفاظت کرتے ہیں اور شہروں کو پھیلاتے ہیں۔''

(۲) حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جیسے زیرک، معاملہ فہم اور ماہرِ معاشرت و معیشت شخصیت

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۵
۲۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۴۸
۳۔ بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۸۷

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۵، ۶
۲۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۵۰
۳۔ بلاذری، فتوح البلدان، ۱: ۲۸۷
۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۲۵

نے کوفہ کو اہلِ اسلام اور اہلِ عرب کا مرکز قرار دیا تو صاف ظاہر ہے اس کی بہت سی وجوہات ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد ازاں جب مدینہ النبی ﷺ سے اسلامی سلطنت کا دارالخلافہ کسی اور جگہ منتقل کرنے کی نوبت آئی تو سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی نظرِ انتخاب بھی کوفہ پر ہی پڑی۔ مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کوفہ کی سیاسی، معاشی اور عسکری اہمیت کے پیشِ نظر اپنا دار الخلافہ کوفہ منتقل کرنے سے قبل بھی اسے اچھے الفاظ میں یاد فرماتے تھے۔

۵۔ حضرت اصبغ بن نباتہ تابعیؒ سے روایت ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الكوفة جمجمة الإسلام و كنز الإيمان وسيف الله ورمحه، يضعه حيث يشاء، و أيم الله، لينصرن الله بأهلها في مشارق الأرض ومغاربها كما انتصر بالحجارة. (۱)

''کوفہ، اسلام کا دماغ، ایمان کا خزانہ، اللہ کی تلوار اور اس کا نیزہ ہے، وہ اسے جہاں چاہے رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت کی قسم! اللہ تعالیٰ ضرور دنیا کے مشارق اور مغارب میں اہلِ کوفہ کی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے اہلِ حجاز کی مدد کی۔''

۶۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

يا أمير المؤمنين! والله! إن الكوفة للهجرة بعد الهجرة وإنها لقبة الإسلام وليأتينّ عليها يوم لا يبقي مؤمن إلا أتاها و حنّ إليها، والله لينصرنّ بأهلها كما انتصر بالحجارة. (۲)

''یا امیر المؤمنین! اللہ رب العزت کی قسم! بے شک مدینہ کے بعد اگر کوئی مقام

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۶

(۲) ۱۔ طبری، تاريخ الأمم والملوك، ۲: ۴۸۷

۲۔ ابن جوزی، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، ۴: ۲۲۳

جائے ہجرت ہے تو وہ کوفہ ہے کیونکہ وہ اسلام کا قبہ ہے اور اس پر ایک دن ایسا آئے گا کہ ہر مؤمن اس کی طرف آئے گا اور اس کی طرف مائل ہوگا، اللہ تعالیٰ ضرور اہلِ کوفہ کی مدد کرے گا جیسا کہ اس نے حجاز کی مدد کی۔‘‘

۷۔ اسی طرح سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

أهل الكوفة أهل الله وهي قبّة الإسلام يحنّ إليها كلّ مؤمن. (۱)

’’کوفہ کے رہنے والے اہل اللہ ہیں اور کوفہ اسلام کا قبہ ہے عنقریب ہر مومن اس کی طرف مشتاق ہوگا۔‘‘

(۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

۸۔ امام جندب ازدیؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرہ سے آئے تو آپ نے دو مرتبہ فرمایا:

الكوفة قبّة الإسلام. (۲)

’’کوفہ، اسلام کا قبہ ہے۔‘‘

۹۔ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الكوفة قبّة الإسلام و أهل الإسلام. (۳)

’’کوفہ، اسلام اور اہلِ اسلام کا قبہ (وجۂ عزت و شہرت) ہے۔‘‘

۱۰۔ جندب ازدیؒ ہی کہتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حیرہ کی

---

(۱) ياقوت بن عبد الله الحموی، معجم البلدان، ۴: ۴۹۲

(۲) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۴۰۷، رقم: ۳۲۴۴۲

(۳) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۶

طرف نکلے تو آپ نے کوفہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

قبّة الإسلام، ما من أحصاص يدفع عنها ما يدفع عن هذه الأحصاص، كان بها محمد ﷺ، ولا تذهب الدنيا حتى يجتمع كلّ مؤمن فيها أو رجل هواه إليها.(1)

’’(یہ) اسلام کا قبہ ہے، اس کے گھروں کی ایسے ہی مدافعت کی جاتی ہے (جیسا کہ) ان گھروں کی مدافعت کی جاتی جن سے حضور ﷺ مدینہ میں وابستہ تھے اور دنیا اس وقت تک برباد نہیں ہوگی جب تک کہ ہر مومن اس میں جمع نہ ہو جائے یا ہر شخص اس کی طرف مائل نہ ہو جائے۔‘‘

۱۱۔ جندب ازدیؒ سے ہی روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الكوفة قبّة الإسلام يأتي على الناس زمان لا يبقى فيها مؤمن إلا بها أو قلبه يهوى إليها.(2)

’’کوفہ اسلام کا قبہ ہے۔ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کوئی مومن باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ کوفہ سے وابستہ ہو گا یا اس کا دل کوفہ کی طرف مائل ہو گا۔‘‘

۱۲۔ حضرت سلمہ بن کُہَیلؒ تابعی (متوفی ۱۲۱ھ) سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما يدفع عن أرض بعد أخبية مع محمد ﷺ ما يدفع عن الكوفة، ولا يريدها أحد خاربا إلا أهلكه الله، ولتصيرنّ يوما وما من مؤمن إلا بها أو يصير هواه بها.(3)

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ٦: ٤٠٧، رقم: ٣٢٤٤١

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ٦: ٤٠٨، رقم: ٣٢٤٥٢

۲۔ بلاذري، فتوح البلدان، ١: ٢٨٧

(۳) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ٦: ٦

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی میں مدینہ کی حفاظت کے بعد سب سے زیادہ اس شہرِ کوفہ کی مدافعت کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے تباہ و برباد کرنے والے کو ہلاک کر دے گا، اور ایک دن آئے گا کہ ہر مومن اس کی طرف مائل ہوگا یا اس کی خواہش اس کے ساتھ وابستہ ہوگی۔‘‘

(۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں کوفہ کی قدر و منزلت

۱۳۔ حضرت سالم بن ابی الجعدؒ (متوفی ۹۷ھ) سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الكوفة قبة الإسلام و أرض البلاء.(۱)

’’کوفہ اسلام کا قبہ اور آزمائش کی سرزمین ہے۔‘‘

۱۴۔ حضرت بلال بن یحییٰ عبسیؒ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما أَخُبِيَةٌ بعد أخبية كانت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَكْثَرَ يُدُفَعُ عنها من المكروه أَكْثَرَ مِنُ أخبية وُضِعَتُ في هذه البقعة.(۲)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمراہی میں مدینہ کی حفاظت کے بعد سب سے زیادہ اس شہرِ کوفہ کی مکروہات سے مدافعت کی گئی ہے۔‘‘

۱۵۔ مغیث البکریؒ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

والله! ما يدفع عن أهل قرية ما يدفع عن هذه يعني الكوفة إلا أصحاب محمد الذين اتبعوه.(۳)

---

(۱) حاکم، المستدرک، ۳: ۹۶، رقم: ۴۵۰۶

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۹۱

۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۶

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۶

’’اللہ رب العزت کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کی حفاظت کے سوا کسی بھی بستی والوں کی حفاظت کوفہ جتنی نہیں کی جاتی۔‘‘

٣۔ مرجعِ علم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کوفہ آمد

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی عسکری اور سیاسی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے اجل فقیہ و محدّث صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہرِ کوفہ کے چیف جسٹس (قاضی القضاۃ)، معلّم، فقیہ اور وزیرِ بیت المال کی حیثیت سے تقرر فرما کر اہلِ کوفہ کی تعلیم و تربیت کے لئے اہم ترین تاریخی قدم اٹھایا۔

١۔ تابعیٔ کبیر امام حارثہ بن مُضَرِّب کوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كتب إلينا عمر بن الخطاب إني قد بعثت إليكم عمّار بن ياسر أميرا، وعبد الله بن مسعود معلّما و وزيرا. وهما من النجباء من أصحاب محمد صلى الله عليه وآله وسلم من أهل بدر فاسمعوا. وقد جعلت بن مسعود على بيت مالكم فاسمعوا فتعلّموا منهما و اقتدوا بهما. وقد آثرتكم بعبد الله على نفسي. (١)

’’حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھا کہ میں نے تمہارے پاس عمار بن یاسر کو امیر اور عبد اللہ بن مسعود کو معلّم و وزیر بنا کر بھیج دیا ہے۔ یہ دونوں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدری (اور چودہ) نجباء صحابہ میں سے ہیں، پس تم ان کی

(١) ١۔ حاکم، المستدرک، ٣: ٤٣٨، رقم: ٥٦٦٣
٢۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ٦: ٣٨٤، رقم: ٣٢٢٣٧
٣۔ بیہقی، المدخل إلی السنن الکبری، ١: ١٤١، رقم: ١٠١
٤۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ٦: ٨
٥۔ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب، ٣: ١١٤٠

اطاعت کرو۔ میں نے ابنِ مسعود کو تمہارے بیت المال پر وزیر بھی مقرر کر دیا ہے سو تم ان دونوں حضرات کی اتباع کرو، ان سے سیکھو اور ان کی پیروی کرو۔ میں نے اپنی نسبت عبد اللہ بن مسعود کو تم پر ترجیح دی ہے۔‘‘

۲۔ حضرت حَبَّہ بن جُوَینؒ تابعی (متوفی ۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أن عمر بن الخطاب قال: یا أهل الکوفة أنتم رأس و سهمي الذي أرمي به إن أتاني شيء من ها هنا و ها هنا، وإني بعثت إلیکم بعبد اللہ بن مسعود و اخترته به علی نفسي إثرة. (۱)

’’حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اہلِ کوفہ! تم (اہلِ اسلام کے) سرتاج ہو اور اگر میرے پاس اِدھر اُدھر سے (یعنی مختلف علاقوں سے) کوئی شے (حملہ آور) ہو تو تم (میدانِ جنگ میں دشمن پر حملہ کرنے کے اعتبار سے) میرے تیر ہو جس سے میں تیر اندازی کرتا ہوں۔ میں نے عبد اللہ بن مسعود کو تمہارے پاس بھیج دیا ہے اور ان کو اپنے مقابلہ میں ترجیح دیتے ہوئے (تمہارے لئے) منتخب کیا ہے۔‘‘

۳۔ امام عامر بن شراحیل شعبیؒ (متوفی ۱۰۴ھ) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حمص تشریف لے گئے تو

فحدره عمر إلی الکوفة، و کتب إلیهم إني واللہ! الذي لا إله إلّا هو آثرتکم به علی نفسي فخذوا عنه. (۲)

(۱) ۱۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۶: ۴۰۸، رقم: ۳۲۴۴۵
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۷

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۸
۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۱: ۴۹۱

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کو) کوفہ بھیج دیا اور کوفہ والوں کی طرف لکھا کہ مجھے اللہ رب العزت کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے عبد اللہ بن مسعود کو تمہارے لئے اپنی جان پر ترجیح دی ہے سوتم ان سے دین سیکھ لو۔‘‘

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجنے کا مقصد اہلِ کوفہ کی اعلیٰ ترین علمی و فقہی تربیت کرنا تھا تاکہ کوفہ والے جہاں عسکری لحاظ سے اسلام کا مضبوط قلعہ ثابت ہوئے ہیں اسی طرح علمی لحاظ سے بھی ان میں یگانۂ روزگار افراد پیدا ہوں جو تعلیمی میدان میں بھی آئندہ آنے والے مسلمانوں کی قیادت کا فریضہ سرانجام دیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی مقام

معلّمِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے تربیت یافتگان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی اور فقہی مقام بہت بلند تھا۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے بھی کئی مواقع پر اس بات کا اظہار فرمایا تھا۔ ذیل میں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اُس وقت سے عبد اللہ بن مسعود سے محبت کرتا آرہا ہوں جب سے میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَ سَالِمٍ، وَ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ. (۱)

---

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۴: ۱۹۱۲، رقم: ۴۷۱۳

’’تم قرآن ان چار سے سیکھو: عبد اللہ بن مسعود، سالم (مولیٰ ابوحذیفہ)، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب۔‘‘

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رَضِيْتُ لِأُمَّتِي مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ وَ كَرِهْتُ لِأُمَّتِي مَا كَرِهَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ.(۱)

’’میں اپنی امت سے (اس امر پر) راضی ہوں جس سے ابنِ امّ عبد (عبد اللہ بن مسعود) راضی ہے اور اپنی امت سے (اس امر پر) ناخوش ہوں جس سے ابنِ امّ عبد (عبد اللہ بن مسعود) ناخوش ہے۔‘‘

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد آثرت أهل الكوفة بإبن أمّ عبد على نفسي إنه من أطولنا فوقا كُنَيْفٌ مُلِيءَ عِلمًا.(۲)

’’میں نے اپنے مقابلے میں اہلِ کوفہ کے لئے ابنِ امّ عبد (عبد اللہ بن

...... ۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن مسعود و أمه، ۴: ۱۹۱۳، رقم: ۲۴۶۴

۳۔ ترمذی، الجامع الصحيح، كتاب المناقب، باب مناقب عبد الله بن مسعود، ۵: ۶۷۴، رقم: ۳۸۱۰

(۱) ۱۔ بزار، المسند، ۵: ۳۵۴، رقم: ۱۹۸۶

۲۔ احمد بن حنبل، فضائل الصحابة، ۲: ۸۳۸، رقم: ۱۵۳۶

۳۔ هيثمی، مجمع الزوائد، ۹: ۲۹۰

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۹

۲۔ ابو اسحاق شيرازی، طبقات الفقهاء، ۱: ۲۴

مسعود رضی اللہ عنہ) کو ترجیح دی ہے۔ بے شک وہ ہم سب میں زیادہ سمجھدار اور علم سے معمور شخص ہیں۔''

۴۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عالم القرآن و السنّة.[۱]

''وہ قرآن اور سنت کے عالم ہیں۔''

۵۔ امام یحییٰ بن سعیدؒ تابعی فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابوموسیٰ شعری رضی اللہ عنہ کے پاس آکر پوچھا کہ میری بیوی کا دودھ میرے پیٹ میں چلا گیا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ تم پر حرام ہوگئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس فتوے پر انہیں کہا: غور کیجئے آپ اس شخص کو کیا فتوی دے رہے ہیں؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رضاعت (کی حرمت) صرف دو سال کی عمر تک ثابت ہوتی ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا:

لا تسألوني عن شيء ما كان هذا الحبر بين أظهركم.[۲]

''جب تک تم میں یہ عظیم عالم موجود ہیں مجھ سے کسی چیز کے بارے میں سوال

---

(۱) ۱۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۶: ۳۸۵، رقم: ۳۲۲۳۸
۲۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۲: ۳۴۶
۳۔ أبو نعیم، حلیة الأولیاء و طبقات الأصفیاء، ۱: ۱۲۹

(۲) ۱۔ مالك، الموطأ، ۲: ۶۰۷، رقم: ۱۲۶۷
۲۔ عبد الرزاق، المصنف، ۷: ۴۶۳، رقم: ۱۳۸۹۵
۳۔ بیهقی، السنن الکبری، ۷: ۴۶۲
۴۔ سعید بن منصور، کتاب السنن، ۱: ۲۸۲، رقم: ۹۸۷

نہ کیا کرو۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اسی بلند علمی مقام کے سبب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کی علمی تربیت کے لئے آپ کو کوفہ بھیج دیا۔ آپ نے وہاں جا کر اہلِ کوفہ کی تعلیم و تربیت اس نہج پر کی کہ وہاں پر علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے حوالے سے ایک وسیع اور قابلِ قدر حلقہ معرضِ وجود میں آ گیا جس کو مزید تقویت اُس وقت ملی جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا۔

۴۔ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا

سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا چوتھا خلیفہ راشد منتخب کرلیا گیا تو آپ نے سیاسی طور پر خلافت کے استحکام کے لیے دارالحکومت کو بوجوہ مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا زمانۂ خلافت کوفہ کی ایک جگہ رحبہ میں گزارا جو ’’رَحبہ علی‘‘ کے نام سے مشہور ہوئی۔

۱۔ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا کوفہ کو دارالحکومت بنانے کے بارے میں مشہور مؤرخ ابنِ سعدؒ (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

نزل الكوفة فی الرحبة التي يقال لها: رحبة علي، فی أخصاص كانت فيها، ولم ينزل القصر التي كانت تنزله الولاة قبله.[1]

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی اس کشادہ زمین کے گھروں میں سے ایک گھر میں اقامت اختیار کی جسے ’’رحبہ علی‘‘ کہا جاتا ہے۔ آپ نے اُس محل نما مکان میں اقامت اختیار نہ کی جس میں آپ سے قبل فرمانروا رہا کرتے تھے۔‘‘

۲۔ اسی واقعہ کو حافظ ابنِ کثیرؒ (۷۷۴ھ) یوں بیان کرتے ہیں:

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ٦: ١٢

دخلها علي يوم الإثنين لثنتي عشرة ليلة خلت من رجب سنة ست وثلاثين. فقيل له: انزل بالقصر الأبيض، فقال: لا إنّ عمر بن الخطاب كان يكره نزوله فأنا أكرهه لذلک فنزل فی الرحبة.(۱)

’’حضرت علی ﷛ پیر کے روز سن ۳۶ھ رجب کی بارھویں تاریخ کو کوفہ میں داخل ہوئے۔ آپ سے عرض کیا گیا: آپ (سابقہ حکمرانوں کی اِقامت گاہ) سفید محل میں تشریف فرما ہوں تو آپ نے فرمایا: نہیں! بے شک عمر بن خطاب اس میں رہنے کو ناپسند کرتے تھے اس لئے میں بھی اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ پس آپ نے رحبہ (کشادہ زمین) میں قیام گاہ اختیار کی۔‘‘

۵۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷛ کے تلامذہ کے سبب کوفہ کی علمی مرکزیت

سیدنا علی کرم اللہ وجھہ الکریم کے کوفہ تشریف لانے سے قبل ہی اہلِ کوفہ بہت سے صحابہ کرام ﷡ خصوصاً حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷛ اور بعد ازاں ان کے تلامذہ کی صحبت و تربیت سے فیضیاب ہو رہے تھے اور کوفہ کی بستی حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷛ کے شاگردوں کے وجود سے جگمگا رہی تھی، جس کا ثبوت ائمہ کرام کی درج ذیل تصریحات سے ملتا ہے۔

۱۔ جب سیدنا علی المرتضیٰ ﷛ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود ﷛ کے شاگردوں کی علمی کاوشوں کو یوں داد دی:

أصحاب عبدالله سرج هذه القرية.(۲)

---

(۱) ابن کثیر، البداية والنهاية، ۷: ۲۵۴

(۲) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۱۰

۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، ۴: ۱۷۰

۳۔ عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۶۰

''عبداللہ بن مسعود کے شاگرد شہرِ کوفہ کے چراغ ہیں۔''

۲۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہی فرمایا:

رحم الله ابن أمّ عبد، قد ملأ هذه القرية علماً. (۱)

''اللہ تعالیٰ ابنِ امّ عبد (عبد اللہ بن مسعود) پر رحم فرمائے انہوں نے اس بستی (کوفہ) کو علم سے بھر دیا ہے۔''

۳۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود اپنے شاگردوں سے فرمایا:

أنتم جلاء قلبي. (۲)

''تم میرے دل کا سرور ہو۔''

۴۔ عظیم تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ (متوفی ۹۴ھ) نے بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے متعلق فرمایا:

أصحاب عبدالله سرج هذه القرية. (۳)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد اس بستی (کوفہ) کے چراغ ہیں۔''

۵۔ ابراہیم بن یزید تیمیؒ تابعی (متوفی ۹۳ھ)، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد بیان کرتے ہیں:

كان فينا ستون شيخا من أصحاب عبد الله. (۴)

---

(۱) زیلعی، مقدمة نصب الراية، ۱: ۳۰

(۲) أبو نعيم، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، ۴: ۱۷۰

(۳) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۱۰

۲۔ أبو نعيم، حلية الأولياء و طبقات الأصفياء، ۴: ۱۷۰

(۴) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۱۰

’’ہم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے ساٹھ (٦٠) شیوخ تھے۔‘‘

٦۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اسی شانِ تفقہ کے پیشِ نظر محدّثِ اکبر امام شعبیؒ (۱۰۴ھ) نے آپ کو یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

ما كنت أعرف فقهاء الكوفة إلا أصحاب عبد الله. [1]

’’میں کوفہ کے فقہاء میں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو پہچانتا ہوں۔‘‘

٧۔ علامہ ابنِ تیمیہ (۷۲۸ھ) نے کوفہ میں سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کے وقت اس شہر کی علمی عظمت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

لما ذهب إلى الكوفة، كان أهل الكوفة قبل أن يأتيهم قد أخذوا الدين عن سعد بن أبي وقاص، و ابن مسعود، و حذيفة، وعمار، وأبي موسى رضي الله عنهم وغيرهم ممن أرسله عمر إلى الكوفة. [2]

’’جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لے گئے تو آپ کے کوفہ تشریف لانے سے قبل ہی اہلِ کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت عمار، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ سے دین حاصل کر چکے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ بھیجا تھا۔‘‘

٨۔ ایک اور مقام پر علامہ ابنِ تیمیہ اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

فإن أهل الكوفة التي كانت داره كانوا قد تعلّموا الإيمان والقرآن وتفسيره والفقه والسنّة من ابن مسعود وغيره قبل أن

---

(۱) ذهبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۸۳

(۲) ابن تیمیه، منهاج السنة النبوية، ۸: ۵۰

يقدم علي الكوفة.[۱]

''کوفہ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دارالحکومت تھا یقیناً وہاں کے لوگوں نے ایمان، قرآن، تفسیرِ قرآن، فقہ اور سنت کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوفہ آمد سے قبل ہی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے سیکھ لیا تھا۔''

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوفہ میں ورود کے وقت اہلِ کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ان کے شاگردوں اور دیگر اکابر صحابہ کرام کے زیرِ سایہ تعلیم و تربیت کی منازل درجہ بدرجہ طے کر رہے تھے۔ اہلِ کوفہ خاص طور پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ کے علوم حاصل کر رہے تھے اور آپ کی زندگی میں ہی آپ کے شاگرد تفہیمِ دین میں اعلیٰ فقہی بصیرت حاصل کر چکے تھے یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اکابر تابعین اُن کو أَصْحَابُ عَبْدِاللهِ سُرُجُ هَذِهِ الْقَرْيَة (عبد اللہ بن مسعود کے شاگرد شہرِ کوفہ کے چراغ ہیں) کہہ کر اُن کے علمی مقام کا اعتراف کرتے۔ کوفہ کے علمی مقام کو مزید عروج حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنانے سے حاصل ہوا۔

۶۔ کوفہ پندرہ سو (۱,۵۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قیام گاہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوفہ کو دار الخلافہ بنانے کے بعد یہاں پر علمی حوالے سے اہم ترین پیش رفت اس وقت ہوئی جب آپ کے ساتھ ساتھ سینکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی وہاں منتقل ہو گئے۔ دار الخلافہ بننے کے بعد ایک طرف تو قضاء و افتاء کی بھاری ذمہ داریوں کا مرکز ہونے کی وجہ سے کوفہ واہلِ کوفہ کی علمی و فقہی حیثیت مستند تر ہوتی چلی گئی جبکہ دوسری طرف ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو کہ وارثانِ علم الحدیث ہیں) کی کوفہ میں آمد کی وجہ سے اس شہر میں علم الحدیث کے فروغ اور عروج کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ کوفہ میں موجود

(۱) ابن تيميه، منهاج السنة النبوية، ۷: ۵۲۷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے متعلق متعدد مؤرخین ومحدّثین نے اقوالِ تابعین و تبع تابعین کی روشنی میں اپنی اپنی تحقیقات پیش کی ہیں، ذیل میں ہم انہی تحقیقات میں سے چند ایک بمع حوالہ جات درج کر رہے ہیں۔

۱۔ تابعی کبیر امام ابراہیم بن یزید نخعیؒ (متوفی ۹۶ھ) نے فرمایا:

هبط الكوفة ثلاثمائة من أصحاب الشجرة وسبعون من أهل بدر.(۱)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کرنے والے (چودہ سو) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تین سو (۳۰۰) اور غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں میں سے ستر (۷۰) صحابی کوفہ میں آ کر آباد ہوئے۔''

۲۔ تابعی کبیر حضرت قتادہ بن دعامہ بصریؒ (متوفی ۱۱۷ھ) سے روایت ہے:

نزل الكوفة من الصحابة ألف وخمسون منهم أربعة وعشرون بدريون.(۲)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ہزار پچاس (۱۰۵۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوفہ میں مقیم ہوئے جن میں سے چوبیس (۲۴) بدری صحابہ تھے۔''

۳۔ ائمہ کرام محمد بن علی المعروف امام محمد باقر (۱۱۴ھ)، محمد بن مطلب اور زید بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے:

شهد مع علي بن أبي طالب في حربه من أصحاب بدر سبعون

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۹

(۲) شمس الدين سخاوی، فتح المغيث شرح ألفية الحديث للعراقي، ۳: ۱۲۳

رجلا و شهد معه ممن بايع تحت الشجرة سبعمائة رجل، فيما لا يحصى من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم.[1]

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ میں ستر بدری صحابہ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کرنے والوں میں سے سات سو صحابہ، (ان کے علاوہ) اس میں اتنے صحابہ شامل تھے جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔‘‘

۴۔ اسی حقیقت کو مؤرخ احمد بن ابی یعقوب نے اپنی کتاب ’’تاریخ الیعقوبی‘‘ میں جنگِ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کو یوں بیان کیا ہے:

وكان مع علي يوم صفين من أهل بدر سبعون رجلا وممن بايع تحت الشجرة سبعمائة رجل، ومن سائر المهاجرين والأنصار أربعمائة رجل.[2]

’’یومِ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ستر (۷۰) بدری صحابہ رضی اللہ عنہم، بیعتِ رضوان میں شامل ہونے والے سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم اور مہاجرین اور انصار میں سے چار سو صحابہ موجود تھے۔‘‘

عین ممکن ہے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ میں آباد ہونے کے بعد جنگِ صفین میں شریک ہوئے ہوں کیونکہ وہی آپ کا دار الحکومت تھا۔

۵۔ نقاد محدّث امام احمد بن عبد اللہ عجلیؒ (۲۶۱ھ) نے فرمایا:

نزل الكوفة ألف و خمسمائة من الصحابة و نزل قرقيسا

(۱) ابن العديم، بغية الطلب فی تاريخ حلب، ۱: ۳۱۲

(۲) يعقوبی، تاريخ اليعقوبی، ۲: ۱۸۸

ستمائة.[1]

''کوفہ میں ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) اور قرقیسا میں چھ سو (٦٠٠) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔''

ائمہ کرام کی اِن تصریحات سے معلوم ہوا کہ **ستر (۷۰) بدری صحابہ، سات سو (۷۰۰) بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ** اور مہاجرین و انصار صحابہ کرام سمیت مجموعی طور پر **پندرہ سو (۱۵۰۰) صحابہ کرام** رضی اللہ عنہم کوفہ میں **اقامت** پذیر ہوئے۔

۷۔ کوفہ میں مقیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماءِ گرامی پر ائمہ کی تحقیقات

بعض محدّثین اور مؤرّخین نے آثارِ ائمہ تابعین کی مدد سے کوفہ میں رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء اور احوال بھی اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں۔

(۱) امام ابنِ سعدؒ کی تحقیق

مشہور مؤرّخ ابنِ سعدؒ (۲۳۰ھ) نے کوفہ میں اقامت اختیار کرنے والے ایک سو پینتیس (۱۳۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء اور ان میں سے بعض کا مختصر تعارف بھی لکھا ہے۔ اُن ایک سو پینتیس (۱۳۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب
۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص
۳۔ حضرت سعید بن زید
۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود
۵۔ حضرت عمار بن یاسر
٦۔ حضرت خبّاب بن اَرت
۷۔ حضرت سہل بن حنیف
۸۔ حضرت حُذیفہ بن یَمان

(۱) ۱۔ ابن الهمام، فتح القدير شرح الهداية، ۱: ۱۰۴
۲۔ ابن نجيم، البحر الرائق، ۱: ۱۲٦

۹۔ حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو انصاری
۱۰۔ حضرت ابوقَتادہ بن رِبعی انصاری
۱۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری
۱۲۔ حضرت سلمان فارسی
۱۳۔ حضرت براء بن عازب
۱۴۔ حضرت حارث بن زیاد انصاری
۱۵۔ حضرت زید بن اَرقم
۱۶۔ حضرت نعمان بن عمرو بن مُقَرّن
۱۷۔ حضرت معقل بن مُقَرّن
۱۸۔ حضرت سِنان بن مُقَرّن
۱۹۔ حضرت سُوَید بن مُقَرّن
۲۰۔ حضرت عبدالرحمٰن بن مُقَرّن
۲۱۔ حضرت عقیل بن مُقَرّن
۲۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل
۲۳۔ حضرت مُغیرہ بن شعبہ
۲۴۔ حضرت خالد بن عُرفُطہ
۲۵۔ حضرت عبداللہ بن ابی اَوفیٰ
۲۶۔ حضرت عدی بن حاتم طائی
۲۷۔ حضرت جریر بن عبداللہ
۲۸۔ حضرت اَشعَث بن قیس
۲۹۔ حضرت سعد بن حُرَیث
۳۰۔ حضرت عمرو بن حُرَیث
۳۱۔ حضرت سَمُرَہ بن جُنادہ
۳۲۔ حضرت جابِر بن سَمُرَہ
۳۳۔ حضرت حُذیفہ بن اَسِید
۳۴۔ حضرت ولید بن عُقبہ بن ابی معیط
۳۵۔ حضرت عمرو بن الْحَمِق
۳۶۔ حضرت سلیمان بن صُرَد
۳۷۔ حضرت ھانی بن اَوس اَسلمی
۳۸۔ حضرت حارثہ بن وَھَب
۳۹۔ حضرت وائِل بن حَجَر
۴۰۔ صَفوان بن عَسّال
۴۱۔ حضرت اُسامہ بن شَرِیک
۴۲۔ حضرت مالک بن عوف
۴۳۔ حضرت عامر بن شَھر
۴۴۔ حضرت نُبَیط بن شَرِیط

۴۵۔ حضرت سلمہ بن یزید
۴۶۔ حضرت صَخُر بن عَیُلَہ
۴۷۔ حضرت عُروہ بن مُضَرِّس
۴۸۔ حضرت ھُلب بن یزید
۴۹۔ حضرت ابومَجُزَأۃ زَاہِر بن زاہر
۵۰۔ حضرت نافع بن عتبہ
۵۱۔ حضرت لَبید بن ربیعہ
۵۲۔ حضرت حَبَّہ بن خالد اسدی
۵۳۔ حضرت سَواء بن خالد
۵۴۔ حضرت سلمہ بن قیس
۵۵۔ حضرت ثَعُلَبَہ بن حَکَم
۵۶۔ حضرت عُروہ بن ابی الجعد
۵۷۔ حضرت سَمُرَہ بن جُندب
۵۸۔ حضرت جندب بن عبداللہ
۵۹۔ حضرت مِخُنَف بن سُلَیم
۶۰۔ حضرت حارث بن حسان
۶۱۔ حضرت جابر بن ابی طارق
۶۲۔ حضرت مَعن بن یزید
۶۳۔ حضرت طارق بن اَشُیم
۶۴۔ حضرت مالک بن ربیعہ
۶۵۔ حضرت حُبشی بن جُنادہ
۶۶۔ حضرت دُکَین بن سعید
۶۷۔ حضرت خُرَیم بن اَخرم
۶۸۔ حضرت ضِرار بن اَزُوَر
۶۹۔ حضرت فُرات بن حیان
۷۰۔ حضرت عُمارہ بن رُؤَیُبَہ ثقفی
۷۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عقیل
۷۲۔ حضرت عُتبہ بن فَرقَد
۷۳۔ حضرت عبید بن خالد سلمی
۷۴۔ حضرت ابنِ ابی شیخ محاربی
۷۵۔ حضرت سالم بن عبید
۷۶۔ حضرت سلمہ بن نعیم اشجعی
۷۷۔ حضرت شَکَل بن حُمَید عبسی
۷۸۔ حضرت اَسوَد بن ثعلبہ
۷۹۔ حضرت رشید بن مالک سعدی
۸۰۔ حضرت فُجَیُع بن عبداللہ

۸۱۔ حضرت عَتَّاب بن شمیر
۸۲۔ حضرت ذو الجَوشَن ضِبابی
۸۳۔ حضرت غالب بن اَبُجَر
۸۴۔ حضرت عامر بن عامر
۸۵۔ حضرت اَغَر مُزَنی
۸۶۔ حضرت ھانی بن یزید بن نَھِیک
۸۷۔ حضرت یزید بن مالک
۸۸۔ حضرت مِسوَر بن یزید اسدی
۸۹۔ حضرت بشیر بن الخَصَاصِیَۃ
۹۰۔ حضرت نُمَیر خزاعی
۹۱۔ حضرت ابو رِمثہ حبیب بن حیان
۹۲۔ حضرت ابوامیہ فزاری
۹۳۔ حضرت خزیمہ بن ثابت
۹۴۔ حضرت مُجَمَّع بن جارِیہ
۹۵۔ حضرت ثابت بن وَدِیعہ
۹۶۔ حضرت سعد بن بُجَیر
۹۷۔ حضرت نعمان بن بشیر
۹۸۔ حضرت ابو لیلیٰ بلال بن بلیل
۹۹۔ حضرت عمرو بن بلیل
۱۰۰۔ حضرت شیبان انصاری
۱۰۱۔ حضرت حَنظَلَہ بن ربیع
۱۰۲۔ حضرت معقل بن سنان
۱۰۳۔ حضرت عدی بن عمیرہ
۱۰۴۔ حضرت مرداس بن مالک اسلمی
۱۰۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ
۱۰۶۔ حضرت ابومغیرہ عبداللہ
۱۰۷۔ حضرت ابو شہم
۱۰۸۔ حضرت ابوالخطاب
۱۰۹۔ حضرت حَرِیز یا ابوحریز
۱۱۰۔ حضرت رَسِیم
۱۱۱۔ حضرت ابنِ سیلان
۱۱۲۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبِ مِنحَۃ (دودھ دینے والی اونٹنی کے نگران) ابوطیبہ

۱۱۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی بکریاں چرانے والے ابو سلمیٰ
۱۱۴۔ حضرت حرب بن ھلال ثقفی کے نانا بنو تغلب کے شخص
۱۱۵۔ حضرت طلحہ بن مُصَرِّف کے دادا
۱۱۶۔ حضرت ابو مرحب
۱۱۷۔ حضرت قیس بن حارث اسدی
۱۱۸۔ حضرت فلتان بن عاصم
۱۱۹۔ عمرو بن اَحوص
۱۲۰۔ حضرت نُقادہ بن عبداللہ اسدی
۱۲۱۔ حضرت مُستَوْرِد بن شدّاد
۱۲۲۔ حضرت محمد بن صفوان
۱۲۳۔ حضرت محمد بن صیفی
۱۲۴۔ حضرت وَھب بن خَنبش
۱۲۵۔ حضرت مالک بن عبداللہ
۱۲۶۔ حضرت قیس بن عائذ
۱۲۷۔ حضرت عمرو بن خارجہ
۱۲۸۔ حضرت صُنابح بن الاعسر
۱۲۹۔ حضرت مالک بن عمیر
۱۳۰۔ حضرت ابوجُحَیفَہ وَھب بن عبداللہ
۱۳۱۔ حضرت طارق بن زیاد
۱۳۲۔ حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ کنانی
۱۳۳۔ حضرت الجحدمہ
۱۳۴۔ حضرت یزید بن نعامہ ضَبّی
۱۳۵۔ حضرت ابوخَلّاد رضی اللہ عنہم (۱)

(۲) خلیفہ بن خیاطؒ کی تحقیق

مؤرّخ خلیفہ بن خیاط (متوفی ۲۴۰ھ) نے اپنی کتاب ''الطبقات'' میں کوفہ میں اقامت اختیار کرنے والے ایک سو چھپن (۱۵۶) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام کی فہرست مرتب کی ہے۔ امام ابنِ سعد کی مذکورہ بالا تحقیق میں ایک سو پینتیس صحابہ کے نام درج کئے جا چکے ہیں، ان کے علاوہ جو اضافی اکیس صحابہ کے نام ہیں یا جو اوپر کی فہرست میں مذکور

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۶: ۱۲-۶۵

نہیں وہ نام ذیل میں درج کیئے جا رہے ہیں:

۱۔ حضرت عقیل بن ابی طالب
۲۔ حضرت حسن بن علی
۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس
۴۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب
۵۔ حضرت ابو ہاشم بن عتبہ
۶۔ حضرت نافع بن عتبہ بن ابی وقاص
۷۔ حضرت ثابت مولیٰ الاخنس
۸۔ حضرت ھاشم بن عتبہ بن ابی وقاص
۹۔ حضرت سعید بن زید
۱۰۔ حضرت ضحاک بن قیس
۱۱۔ حضرت شداد بن الھاد
۱۲۔ حضرت عبس غفاری
۱۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یعمر
۱۴۔ حضرت وابصہ بن معبد
۱۵۔ حضرت حارث بن قیس
۱۶۔ حضرت عمرو بن خارجہ اسدی
۱۷۔ حضرت ایاس بن عبد
۱۸۔ حضرت شعبہ بن التوءم
۱۹۔ حضرت کدیر بن نیار ضبی
۲۰۔ حضرت حنظلہ ابن الربیع
۲۱ حضرت ریاح ابن الربیع
۲۲۔ حضرت اسود بن ثعلبہ یربوعی
۲۳۔ حضرت نعیم بن مسعود
۲۴۔ حضرت شریط بن انس
۲۵۔ حضرت ابوالجراح
۲۶۔ حضرت نوفل ابوعبدالرحمٰن بن نوفل
۲۷۔ حضرت عرفجہ بن شریح اشجعی
۲۸۔ حضرت قُطْبہ بن مالک
۲۹۔ حضرت طارق بن عبداللہ
۳۰۔ حضرت عبدہ بن خالد
۳۱۔ حضرت عتبہ بن یربوع
۳۲۔ حضرت مَطَر بن عُکامِس
۳۳۔ حضرت یعلیٰ بن سیابہ
۳۴۔ حضرت یعلیٰ بن مُرّہ

۳۵۔ مالک بن نضلہ

۳۶۔ حضرت سَمُرَہ بن عمرو

۳۷۔ حضرت حبہ بن خالد

۳۸۔ حضرت یزید بن قنافہ

۳۹۔ حضرت رافع بن ابی رافع

۴۰۔ حضرت عَفِیف بن قیس

۴۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید

۴۲۔ حضرت طارق بن سُوَید

۴۳۔ حضرت ابوموسیٰ صالح بن الحکم

۴۴۔ حضرت فَروَہ بن مُسَیک

۴۵۔ حضرت یزید بن شجرہ

۴۶۔ حضرت عمرو بن کعب

۴۷۔ حضرت یسار بن بلال

۴۸، ۴۹۔ حضرت حنیف بن واہب کے بیٹے سہل و عثمان

۵۰۔ حضرت قرظہ بن کعب

۵۱۔ حضرت ثابت بن زید

۵۲۔ حضرت عبداللہ بن یزید

۵۳۔ حضرت عبداللہ بن ثابت

۵۴۔ حضرت کعب بن عُجرہ

۵۵۔ حضرت حارث بن زیاد انصاری

۵۶۔ حضرت عمرو بن الحارث

۵۷۔ حضرت بُدَیل بن ورقاء

۵۸۔ حضرت عبدالرحمٰن بن اَبزی

۵۹۔ حضرت زید بن ابی اوفیٰ

۶۰۔ حضرت ابومعتب بن عمرو اسلمی

۶۱۔ حضرت اُھبان بن اَوس

۶۲۔ حضرت ابوزینب زھیر بن عوف

۶۳۔ حضرت جحن بن المرقع

۶۴۔ حضرت طفیل بن حارث

۶۵۔ حضرت طارق بن شھاب

۶۶۔ حضرت عوف بن عبدالحارث

۶۷۔ حضرت شھاب بن المجنون

۶۸۔ حضرت ابومعبد عبداللہ بن عکیم

۶۹۔ حضرت اذینہ بن اذینہ

۷۰۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان
۷۱۔ حضرت عمرو بن العاص
۷۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص
۷۳۔ حضرت قیس بن سعد
۷۴۔ حضرت ابوایوب انصاری
۷۵۔ حضرت بُسر بن ابی اَرطاۃ
۷۶۔ حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام
۷۷۔ حضرت خالد بن ولید السواد
۷۸۔ حضرت محمد بن مسلمہ
۷۹۔ حضرت عمران بن حُصَین
۸۰۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہم (۱)

دونوں تحقیقات کو ملانے سے **دوسو پندرہ (۲۱۵) صحابہ کرام** رضی اللہ عنہم کے نام سامنے آتے ہیں جنہوں نے شہرِ کوفہ میں اپنا علمی فیض منتقل کیا۔

(۳) امام حاکمؒ کی تحقیق کا تقابلی جائزہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرما جانے کے بعد صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد تبلیغ و اشاعتِ دین کا جذبہ لے کر مدینہ منورہ سے نکل کر دیگر بلاد و امصار میں منتقل ہوگئی۔ محدّثِ کبیر و صاحبِ ''مستدرک'' نے اپنی تحقیق کے مطابق دیگر شہروں میں آباد ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماءِ گرامی کی فہرست تیار کی ہے جس میں انہوں نے کوفہ میں آباد ہوجانے والے سینتالیس (۴۷) صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے۔

امام حاکمؒ کوفہ میں مقیم صحابہ کے نام درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هؤلاء أكثرهم بالكوفة دفنوا.

''ان میں سے اکثر کوفہ میں ہی مدفون ہوئے۔''

اس کے علاوہ امام حاکم نے دیگر شہروں میں بسنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو نام

(۱) خليفة بن خياط، الطبقات، ۱: ۱۲۶۔ ۱۴۰

تحریر کئے ہیں ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ مکہ میں چھبیس (۲۶) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

۲۔ بصرہ میں چھتیس (۳۶) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

۳۔ مصر میں سترہ (۱۷) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

۴۔ شام میں پینتیس (۳۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

۵۔ جزیرہ میں تین (۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

۶۔ خراسان میں پانچ (۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اقامت اختیار کی۔

آگے بغداد کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

فأمّا مدينة السّلام فإنّي لا أعلم صحابيا توفّي بها إلا أن جماعة من التّابعين وأتباع التابعين نزلوها و ماتوا بها. [۱]

''جہاں تک مدینۃ السلام (بغداد) کا تعلق ہے تو میں نہیں جانتا کہ کسی صحابی نے یہاں وصال فرمایا ہو مگر یہ کہ تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت نے یہاں آکر قیام کیا اور یہیں وصال فرمایا۔''

گذشتہ اَوراق میں پیش کیے جانے والے اعداد و شمار اور امام حاکم کی پیش کردہ تحقیق سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے لحاظ سے کوفہ تمام مراکزِ اسلام میں انفرادی حیثیت کا حامل قرار پایا اور علم و آگہی کا عظیم گہوارہ بن کر ابھرا۔ یہی وجہ ہے کہ علم الحدیث، فقہ الحدیث، تفسیر، عربی زبان و ادب کے معاون علوم صرف، نحو، بلاغت الغرض تمام علومِ دینیہ کے حوالے سے اس شہر کو شانِ امتیاز عطا ہوئی۔ کوفہ ان احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مصداق ٹھہرا جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ فارس کے ایک

(۱) حاکم، معرفة علوم الحديث، ۱: ۱۹۱۔ ۱۹۴

شخص یا اشخاص کا ذکر فرمایا تھا جو اوجِ ثریا تک رسائی حاصل کر کے بھی ایمان/ دین/علم کی معرفت حاصل کر لیں گے۔ یہ قطعہءِ فارس نا صرف یہ کہ معلمِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ اصحاب کے علوم کا مرکز ٹھہرا بلکہ اسی سبب سے معلمِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کی حقانیت و صداقت کی عملی تفسیر بھی قرار پایا۔

۸۔ کوفہ علم الحدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ کوفہ میں موجود سینکڑوں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت یہ شہر نہ صرف یہ کہ اسلامی علوم وفنون کی نرسری اور اوّلین درسگاہ کی حیثیت اختیار کر چکا تھا بلکہ علم الحدیث اور فقہ الحدیث کا گڑھ بھی بن گیا تھا۔ ذواتِ صحابہ کی بدولت کوفہ میں علم الحدیث کے بے شمار چشمے پھوٹ رہے تھے چنانچہ یہ ایک فطری امر تھا کہ دنیائے اسلام کے کونے کونے سے طالبانِ علم الحدیث اس کی طرف کھنچے چلے آئیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اگر کوئی شخص تحصیلِ علم کے لئے کوفہ سے باہر سفر کرتا تو دوسرے علاقوں میں موجود صحابہ اُسے ٹوکتے اور اور اسے کوفہ کے علمی مقام سے آگاہ کرتے۔ آئندہ صفحات میں اسی حوالے سے آثارِ صحابہ و تابعین میں سے چند حوالہ جات بطورِ نمونہ پیش کئے جارہے ہیں۔

ا۔ امام ابراہیم بن یزید نخعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علقمہؒ بن قیس (متوفی ۶۲ھ) کوفہ سے شام گئے تو وہاں کی جامع مسجد میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کسی صالح شخص کی ہم نشینی نصیب ہو، پس انہیں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟ فرماتے ہیں:

قلت: مِن أهل الكوفة، قال: أَلَيسَ فيكم أو منكم صاحبُ السِّر الذي لا يعلمه غيرُه يعني حذيفةَ؟ قال، قلتُ: بَلَى! قال: أليس

فيكم أو منكم الذي أجاره اللهُ على لسان نبيّه يعني من الشيطان يعني عمارا؟ قلت: بلى! قال: أليس فيكم أو منكم صاحب السّواک أو السِّرار، قال: بلى![1]

’’میں نے عرض کیا: کوفہ سے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم میں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) صاحبِ راز نہیں ہیں جس (راز) کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا یعنی حذیفہ؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے فرمایا: کیا تم میں وہ نہیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی شیطان سے پناہ دے دی تھی، ان کی مراد عمار تھی؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! انہوں نے فرمایا: کیا تم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسواک اور تکیہ اپنے ساتھ رکھنے والے نہیں ہیں (یعنی عبداللہ بن مسعود)؟ میں نے کہا: کیوں نہیں!‘‘

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا کبیر تابعی حضرت علقمہ بن قیس سے ان صحابہ کرام کے متعلق پوچھنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ جب ان جیسے اکابر صحابہ وہاں موجود ہیں تو آپ کیوں جگہ جگہ طلبِ علم الحدیث میں مارے مارے پھر رہے ہیں؟ اسی موقف کی تائید درج ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔

۲۔ حضرت خَیْثَمَہؒ بن ابی سَبْرَہ تابعی (متوفی ۸۵ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ حاضر ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کسی صالح شخص کی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب عمار و حذیفۃ، ۳: ۱۳۶۸، رقم: ۳۵۳۲

۲۔ أیضاً، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، ۳: ۱۳۷۲، رقم: ۳۵۵۰

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۴۵۰

۴۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۳۵۷، رقم: ۵۳۸۳

ہم نشینی نصیب ہو پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک پہنچنے میں میری راہنمائی فرما دی۔ میں نے ان کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے کسی صالح شخص کی معیت نصیب ہو جائے تو آپ تک میری رہنمائی کر دی گئی ہے۔ اس پر آپ نے مجھ سے پوچھا: کہاں سے آئے ہیں؟ آپ کا وطن کونسا ہے؟ فرماتے ہیں:

قلت: مِن أهل الكوفة، جئت ألتَمس الخير وأطلبه، قال: أليس فيكم سَعدُ بن مالك مجاب الدعوة؟ وابنُ مسعود صاحبُ طَهُور رسول الله ﷺ ونَعليه؟ وحذيفةُ صاحب سرّ رسول الله ﷺ؟ وعمّارٌ الذي أجار اللهُ من الشيطان على لسان نبيّه، وسلمانُ صاحبُ الكتابين؟

قال قتادة و الكتابان: الإنجيل والفرقان. (۱)

''میں نے عرض کیا: میں کوفہ سے علم و خیر کی تلاش میں نکلا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیا وہاں سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاص) نہیں ہیں جن کی دعا قبول ہوتی ہے؟ کیا وہاں حضور ﷺ کا سامانِ طہارت اور نعلین مبارک اٹھانے والے عبد اللہ بن مسعود نہیں ہیں؟ کیا وہاں حضور ﷺ کے راز دار حذیفہ نہیں ہیں؟ کیا وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کی زبان پر شیطان سے محفوظ رہنے والے عمار بن یاسر نہیں ہیں؟ کیا وہاں دو کتابوں (کا علم رکھنے) والے سلمان فارسی نہیں ہیں؟

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ دو کتابوں سے مراد: انجیل اور قرآن ہیں۔''

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعود، ۵: ۶۷۴، رقم: ۳۸۱۱

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۴۴۳، رقم: ۵۶۷۹

۳۔ بیہقی، المدخل إلی السنن الکبری، ۱: ۱۴۳

۳۔ سنن ترمذی کے علاوہ باقی تمام کتبِ حدیث میں تابعی مذکور کے الفاظ ہیں کہ ’’جئت ألتمس العلم و الخير‘‘ (میں کوفہ سے علم و خیر کی تلاش میں نکلا ہوں۔) امام ابونعیم اصبھانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل الفاظ نقل کئے ہیں جو انہوں نے اُس تابعی کے جواب میں استعمال فرمائے:

تسألني وفيكم علماء أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ابن عمّه علي بن أبي طالب و فيكم سعد بن مالك ...... (۱)

’’(پوچھنے والے!) تم مجھ سے سوال کر رہے ہو حالانکہ تم میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علماء صحابہ موجود ہیں، ان کے چچا کے بیٹے علی بن ابی طالب ہیں، اورتم میں سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاص) ہیں ...... (آگے الفاظ درج بالا رقم کردہ حدیثِ مبارکہ کی طرح ہی ہیں)۔‘‘

اس روایت میں جمیع صحابہ میں سب سے زیادہ کثیر الروایت صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اُس سائل کو کسی حدیث سے فیضیاب کرنے کی بجائے اُس کی توجہ اِس جانب مبذول کرا رہے ہیں کہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں خلیفہ چہارم حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ شامل ہیں، حرمین شریفین سے چل کر کوفہ آباد ہوگئے ہیں۔ لہٰذا اِن ہستیوں کی شہرِ کوفہ میں موجودگی کے باعث آپ کو کسی بھی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہی وہ شہر ہے جہاں علم الحدیث، فقہ الحدیث اور ہر طرح کی بھلائی میسر ہے۔ یہ واقعات ان تابعینِ کرام کے علم دوستی کے بھی عکاس ہیں جو طلبِ علم میں دنیا کا کونہ کونہ چھان مارتے اور اس معاملہ میں کسی بڑے سے بڑے دنیوی مفاد کو اپنے راستے میں حائل نہ ہونے دیتے۔

۴۔ حضرت محمد بن سیرین بصریؒ تابعی (متوفی ۱۱۰ھ) کوفہ میں موجود طالبانِ

---

(۱) ابو نعيم، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۴: ۱۲۰

حدیث اور وہاں کے فقہاء کا حال بیان کرتے ہیں:

أتيت الكوفة فرأيت فيها أربعة آلاف يطلبون الحديث و أربعمائة قد فقهوا.(۱)

’’میں نے کوفہ آکر دیکھا کہ چار ہزار طلباء علمِ حدیث حاصل کر رہے ہیں اور چار سو حضرات فقیہ ہو چکے ہیں۔‘‘

مندرجہ بالا روایت میں جہاں شہرِ کوفہ میں ہزاروں محدّثینِ عظام اور سینکڑوں فقہاء کرام کی موجودگی کا علم حاصل ہوتا ہے وہیں صحابہ کرام کی طرف سے لوگوں کو تحصیلِ علم کے لیے انتخابِ کوفہ کی ترغیب دلانے کی وجوہات بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہیں۔ ’’چار ہزار محدّثین اور چار سو فقہاء‘‘ کا تقابلی جائزہ لینے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ علم الحدیث حاصل کرنے والے کثیر افراد ہوتے ہیں جبکہ فہم و بصیرت کی بناء پر احادیث سے استنباط کرنے والے افراد ہر جگہ اور ہر زمانے میں قلیل ہوتے ہیں کیونکہ حدیث کے معانی کو سمجھنا بہ نسبت روایت کرنے سے مشکل اور ادق کام ہے۔

۵۔ امام عفانؒ بن مسلم بصری (متوفی ۲۲۰ھ) کوفہ میں علم الحدیث کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقدمنا الكوفة فأقمنا أربعة أشهر، ولو أردنا أن نكتب مائة ألف حديث لكتبنا بها، فما كتبنا إلا قدر خمسين ألف حديث.(۲)

(۱) ۱۔ رامهرمزی، المحدث الفاصل بين الراوي والواعي، ۱: ۵۶۰
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۲: ۴۳۹
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۲۷
۴۔ أيضاً، تدريب الراوی، ۲: ۴۰۰

(۲) ۱۔ رامهرمزی، المحدث الفاصل، ۱: ۵۵۹
۲۔ خطيب بغدادی، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، ۲: ۲۴۴
۳۔ زيلعی، تقدمة نصب الراية، ۱: ۳۵

''ہم نے کوفہ پہنچ کر چار ماہ قیام کیا، (اس دوران) اگر ہم ایک لاکھ احادیث لکھنا چاہتے تو لکھ لیتے، لیکن ہم نے صرف پچاس ہزار احادیث لکھیں۔''

۶۔ صاحب السنن امام ابو داوٗد سلیمان بن اشعث السجستانیؒ کے صاحبزادے شیخ عبداللہ (متوفی ۳۱۶ھ) فرماتے ہیں:

دخلت الكوفة و أكتب عن أبي سعيد الأشج ألف حديث (في كل يوم) فلما كان الشهر حصل معي ثلاثين ألف حديث.[1]

''میں کوفہ داخل ہوا تو امام ابوسعید الاشج سے (روزانہ) ایک ہزار احادیث لکھتا تھا، اس طرح ایک ماہ تک میں نے تیس ہزار احادیث لکھ لیں۔''

یہ ہر محدّث کی اپنی استطاعت پر منحصر تھا کہ وہ علم الحدیث کے اس بحرِ بے کنار سے کتنا فیضیاب ہوتا ہے؟ امام عفان نے اس عظیم مرکزِ علم میں چار مہینے گزار کر پچاس ہزار احادیث کا ذخیرہ سمیٹ لیا جبکہ امام ابوداؤد کے صاحبزادے امام عبداللہ کا حال دیکھیے کہ وہ یہاں صرف ایک ماہ ہی رہے اور انہوں نے تیس ہزار احادیث لکھ لیں۔ اس کو اگر چار مہینوں سے ضرب دیں تو ''ایک لاکھ بیس ہزار'' احادیث بنتی ہیں یعنی امام عبداللہ بآسانی چار ماہ میں ایک لاکھ بیس ہزار احادیث لکھ سکتے تھے۔ اس سے شہرِ کوفہ میں علم الحدیث کے متموج سمندروں کی وسعت اور گہرائی کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے۔

۷۔ فقہ حنبلی کے بانی اور صاحبِ مسند امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے امام عبداللہ (متوفی ۲۹۰ھ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ گرامی سے عرض کیا کہ آپ کے خیال میں کس محدّث کا طلبِ حدیث کے لیے دامن پکڑنا چاہئے کہ اس سے احادیث لکھی

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، وتاریخ بغداد، ۹: ۴۶۶۔ ۴۶۷
۲۔ ابن قیسرانی، تذکرہ الحفاظ، ۲: ۷۶۸
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۳: ۲۲۳
۴۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۳۲۵

جائیں یا آپ کے خیال میں کون سے دیگر مقامات میں جا کر علم الحدیث سماع کیا جائے؟ تو امام احمد نے فرمایا:

يرحل يكتب عن الكوفيين و البصريين و أهل المدينة ومكة. (۱)

''سفر اختیار کر کے کوفیوں، بصریوں، اہلِ مدینہ اور مکہ سے علمِ حدیث کو لکھنا چاہیے۔''

امام احمد بن حنبلؒ کے اس قول سے علم الحدیث میں شہرِ کوفہ کی سیادت و اوّلیت اجاگر ہو رہی ہے۔ آپ نے علم الحدیث کے عظیم مراکز حرمین شریفین اور بصرہ سے بھی پہلے اہلِ کوفہ کا نام لے کر اُس دور کے اور بعد میں آنے والے ہر محدّث پر واضح کر دیا کہ احادیثِ مبارکہ آپ کو کئی علاقوں سے مل جائیں گی مگر کوفہ ان سب میں سرِفہرست اور درجۂ اوّل میں ہے۔ علم الحدیث میں جو شان کوفہ کو حاصل ہے وہ کسی اور شہر کو حاصل نہیں۔

۸۔ امیر المؤمنین فی الحدیث اور محدّثین کے سرخَیل صاحب الصحیح امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) کوفہ کے مقامِ علم الحدیث کو یوں اجاگر کرتے ہیں:

دخلت إلی الشام ومصر والجزيرة مرّتين، وإلی البصرة أربع مرّات، و أقمتُ بالحجاز ستّة أعوام، ولا أُحصِي كم دخلتُ إلی الكوفة و بغداد مع المحدّثين. (۲)

''میں ملکِ شام، مصر اور جزیرہ میں حدیث لینے کیلئے دو مرتبہ گیا ہوں، بصرہ چار

---

(۱) ۱۔ خطيب بغدادی، الرحلة فی طلب الحديث، ۱: ۸۸
۲۔ أيضاً، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، ۲: ۲۲۴
۳۔ سيوطی، تدريب الراوی فی شرح تقريب النووی، ۲: ۱۴۳

(۲) ۱۔ عسقلانی، هدی الساری مقدمة فتح الباری: ۴۷۸
۲۔ هبة الله لالكائی، شرح أصول إعتقاد أهل السنة، ۱: ۱۷۳

مرتبہ گیا ہوں اور میں نے چھ سال تک حرمین شریفین (حجاز) میں قیام کیا لیکن میں محدّثین کے ہمراہ کوفہ اور بغداد حدیث لینے کیلئے کتنی مرتبہ گیا ہوں اس کا شمار بھی نہیں کرسکتا۔‘‘

یہ بات بڑی قابلِ غور ہے کہ امام بخاریؒ کوفہ جا کر جن ائمہِ حدیث سے احادیث لیتے تھے وہ کون حضرات تھے؟ اُس وقت کوفہ میں محدّثین کے دو ہی طبقے تھے یا تو ان میں امامِ اعظم کے شاگرد تھے یا ان کے پوتے شاگرد تھے۔ امام بخاری کی پیدائش امامِ اعظم کی وفات کے بعد ہوئی، امامِ اعظم کی وفات ۱۵۰ ہجری میں ہوئی اور امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ ہجری میں ہوئی۔ امام بخاری کا کوفہ سے اخذِ حدیث کرنے کا زمانہ یا تو امام اعظم کے عمر رسیدہ شاگردوں کا تھا یا ان کے پوتے شاگردوں کا تھا جو کوفہ میں موجود تھے۔ دوسرے الفاظ میں امام بخاری کوفہ میں امامِ اعظم کے شاگردوں سے حدیث لینے جاتے تھے۔

یہ محض نظر انداز کی جانے والی بات نہیں بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن ہی نہیں۔ ہم نے کتاب ہذا کی جلد دوم کے متعلقہ باب میں مصدّقہ اور محقّقہ روایات سے ثابت کیا ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب ’’أصح الکتب بعد القرآن‘‘ کی حامل صحیح البخاری میں امامِ اعظم کے مشہور و معروف اور معتبر تقریباً ستر تلامذہ سے سینکڑوں احادیث روایت کی ہیں جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ امام بخاریؒ نے کوفہ جا کر براہِ راست امامِ اعظم کے شاگردوں یا بالواسطہ امام اعظم کے پوتے شاگردوں سے احادیث نقل کیں۔

یہی کوفہ امامِ اعظم کا مولد و مسکن اور علمی درس گاہ ہے

کوفہ کے حوالے سے یہ بات سوچنے والی ہے کہ ایسا مقام جہاں ہزار سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کی نہریں پھوٹی ہوں، ہزار ہا اکابر تابعین اسی علم الحدیث کو

پھیلانے میں مصروف اور کوشاں ہوں اور ہزارہا تشنگانِ علم، حدیث کے حصول کے لئے پوری دنیا سے کوفہ کا رخ کریں وہ شہرِعلم ابوحنیفہ جیسے گوہر کو ''امامِ اعظم'' بناتا ہے تو اس میں تعجب کیسا؟ ہاں تعجب اس میں ہے کہ اس تاریخی علمی و روحانی مرکز کا روحِ رواں امامِ وقت کو حدیث سے نابلد قرار دے دیا جائے۔ جس کوفہ شہر کی عظمتِ علم کا ڈنکا مدینہ منورہ میں مقیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بجائیں، جس کی شانِ علمی کا اقرار شام میں مقیم حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کریں اور اپنی طرف آنے والے تابعین کی توجہ اس بے مثل علمی مقام کی طرف دلائیں وہاں شب و روز گزارنے والے امام ابوحنیفہ نے یقیناً علم الحدیث کے دریا اپنے اندر اتارے ہوں گے۔ امام عفان کوفہ شہر میں چار ماہ رہ کر پچاس ہزار احادیث لکھ لیں، امام عبداللہ وہاں پہنچ کر ایک ماہ میں تیس ہزار احادیث نقل کر لیں اور امام بخاری احادیث حاصل کرنے کے لئے اسی شہر میں بار بار جائیں لازمی بات ہے کہ امام ابوحنیفہ جیسے قابل ترین شخص نے صرف کوفہ میں ہی ہزارہا احادیث کا سماع کیا ہو گا کیونکہ آپ کوفہ میں روایت ہونے والی ہر حدیث سے واقف تھے۔

۱۔ حافظِ حدیث امام حسن بن صالح رحمہ اللہ (متوفی ۱۶۹ھ) بیان کرتے ہیں:

كان أبو حنيفة عارفاً بحديث أهل الكوفة و فقه أهل الكوفة، و كان حافظاً لفعل رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الأخير الذى قبض عليه مما وصل إلى أهل بلده.(۱)

''امام ابوحنیفہ تمام اہلِ کوفہ کے علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے عالم تھے اور اپنے شہر کے رہنے والے محدّثین تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری افعال سے متعلق پہنچنے والی تمام احادیث کے حافظ تھے۔''

امام حسن بن صالح کے اس قول سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا کہ کوفہ میں

(۱) ۱۔ صيمری، أخبار أبی حنيفة وأصحابه: ۱۱
۲۔ ابن حجر الهيتمی، الخيرات الحسان: ۴۲

موجود جمیع محدّثین اور فقہاء کے علم الحدیث اور فقہ الحدیث پر امامِ اعظم ابوحنیفہ کی گہری نگاہ تھی اور بالخصوص آپ حضور ﷺ کے آخری عملِ مبارک کے حافظ تھے۔ اس قول سے آپ کی عظیم محدّ ثانہ شان اور فقیہانہ بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۲۔ امامِ اعظم ﷛ یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

أنا عالم بعلم أهل الكوفة.(۱)

’’میں اہلِ کوفہ کے علم کا عالم ہوں۔‘‘

۳۔ امام مالک بن انس اَصبحی (متوفی ۱۷۹ھ) نے کوفہ کی شانِ علمی پر کیا خوبصورت تبصرہ کیا ہے۔ امام عبداللہ بن وہب بیان کرتے ہیں:

سئل مالک عن مسئلة؟ فأجاب فيها. فقال له السائل: إنّ أهل الشام يخالفونک فيها فيقولون كذا و كذا. فقال: ومتى كان هذا الشأن بالشام، إنما هذا الشأن وقف على أهل المدينة والكوفة.(۲)

’’امام مالک سے کسی مسئلہ کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے اس کا جواب دیا۔ سائل نے کہا: اہلِ شام کے علماء آپ سے اس میں اختلاف کرتے ہیں (اور وہ اس کی بجائے) یہ، یہ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: علم کا یہ مقام اہلِ شام کو کیسے حاصل ہوگیا؟ علم کا یہ مقام ومرتبہ تو صرف دوشہروں اہلِ مدینہ اور کوفہ کو حاصل ہے۔‘‘

۴۔ پھر آگے اسی صفحہ پر امام ابنِ عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) امام مالک کا قول کہ کوفہ کو یہ مقام اور شان کس وجہ سے حاصل ہے، بیان کرتے ہیں:

(۱) ابن حجر الهيتمي، الخيرات الحسان: ۹۱

(۲) ابن عبد البر، جامع بيان العلم وفضله، ۲: ۳۰۵

لأن شأن المسائل بالكوفة مداره على أبي حنيفة وأصحابه والثوري.[1]

’’کوفہ کے علم کی اس شان کا تاج امام ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں اور سفیان ثوری کے سر پر ہے۔‘‘

امام مالکؒ، امام اعظم کے شاگرد نہیں ہیں بلکہ فقہ مالکیہ کے بانی اور جلیل القدر فقیہِ مدینہ ہیں۔ آپ کا مندرجہ بالا فرمان ہر طرح کے تعصب سے بالاتر اور حقیقتِ اصلیہ کا برملا اظہار ہے مندرجہ بالا تمام حقائق نہ صرف کوفہ کے تناظر میں امام اعظم کی علمی شان کا مدلل و مستند اظہار ہیں بلکہ معترضینِ امامِ اعظم کے لیے لمحہِ فکریہ ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ باہر سے سفر کر کے آنے والے ائمہ حدیث ہزارہا احادیث کوفہ سے لے جائیں اور وہاں ساری زندگی بسر کرنے والے امامِ اعظم ابوحنیفہ جو کوفہ میں بسنے والے ہزارہا محدّثین و فقہاء کے لئے مرکز و محور کی حیثیت رکھتے تھے ان کو یہاں سے صرف ۱۷ حدیثیں ملیں ہوں۔ ہم ایسی سوچ رکھنے والے پر **إنّا للہ و إنّا إلیه راجعون** ہی پڑھ سکتے ہیں۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ

یہ امر بحث طلب نہیں کہ حرمین شریفین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اکابر صحابہ کی مستقل موجودگی یہاں کے علمی وقار کا اہم ترین حوالہ رہا ہے۔ بالخصوص مدینۃ الرسول ﷺ تو ہر دور میں پوری دنیائے اسلام کا روحانی اور علمی مرکز رہا ہے۔ چنانچہ اس دور میں بھی کوفہ کی مرکزیتِ علمی کے ساتھ ساتھ مدینہ طیبہ بھی مرجعِ علماء تھا۔ لہٰذا کوفہ کے بعد دوسرا بڑا مرکز جہاں سے امامِ اعظم نے علم الحدیث حاصل کیا وہ سرزمینِ حجاز کے یہی دو مقدس شہر تھے۔ اہلِ علم کے سوا عامۃ الناس کو بالعموم یہ خبر نہیں کہ حجاز میں امام اعظم کا کتنا عرصہ قیام رہا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حجاز میں دو طرح قیام کیا جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

---

(۱) ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضله، ۲: ۳۰۵

۱۔ امام اَعظم رضی اللہ عنہ نے پچپن (۵۵) حج کیے

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلا حج ۹۶ھ میں اپنے والدِ محترم حضرت ثابت کے ساتھ کیا۔ اس بارے میں ان سے بذات خود درج ذیل روایت مروی ہے:

رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ قَالَ: وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِينَ وَ حَجَجْتُ مَعَ أَبِي سَنَةَ سِتٍّ وَ تِسْعِينَ وَ أَنَا ابْنُ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةً فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ رَأَيْتُ حَلَقَةً عَظِيمَةً فَقُلْتُ لِأَبِي: حَلَقَةُ مَنْ هَذِهِ؟ قَالَ: حَلَقَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَزْءِ الزُّبَيْدِيِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَ رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.(۱)

’’امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ ہجری میں ۱۶ سال کی عمر میں حج کیا پس جب میں مسجدِ حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا سو میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ کا حلقۂ درس ہے پس میں آگے بڑھا اور ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالی اس کے غموں کو کافی ہوجاتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہیں کرسکتا۔‘‘

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۸۰
۲۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضله، ۱: ۱۰۱
۳۔ خطیب بغدادي، تاریخ بغداد، ۳: ۳۲، رقم: ۹۵۶
۴۔ سبط ابن جوزی، الإنتصار والترجیح للمذهب الصحیح: ۱۲

یہ امامِ اعظم کا حرمین شریفین کی طرف پہلا سفر تھا جو آپ نے ۹۶ھ میں سولہ سال کی عمر میں کیا۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے **پچپن (۵۵)** حج کیے یوں آپ نے ۹۶ھ سے لے کر ۱۵۰ھ تک ہر سال حج کے لئے سفرِ حجاز کیا۔ اس روایت کو امام یحییٰ بن آدمؒ نے درج ذیل الفاظ سے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

حجّ أبو حنيفة رحمه الله تعالى خمسا و خمسين حجة. (۱)

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پچپن (۵۵) حج کیے۔''

آپ ہر سال سفرِ حج پر جاتے صرف اپنے بچپن اور لڑکپن کے پندرہ سال چھوڑے جن میں آپ نے حج نہ کیا۔

۲۔ بسلسلہ حج حرمین شریفین میں ساڑھے چار سال قیام

آج جدید دور میں ہمیں سفر کرنے کے جدید سے جدید ترین ذرائع اور سہولتیں مثلاً ہوائی جہاز، ریلوے اور بسیں میسر ہیں جن کے باعث ہمارا سفر انتہائی آرام دہ اور آسان ہو گیا ہے جبکہ کم و بیش تیرہ سو سال پہلے تک ان جدید ذرائع آمد و رفت کا نام و نشان تک نہ تھا، سفر کرنا انتہائی تکالیف اور مشکلات سے پُر تھا۔ یہی حال سفرِ حج کا بھی ہے، آج اگر ایک شخص لاہور سے جدّہ تک کا طویل سفر فلائٹ کے ذریعے تقریباً چار گھنٹے میں طے کرتا ہے تو یہی سفر اُس دور میں مہینوں میں طے کرتا ہو گا۔ چنانچہ آج سے تیرہ سو برس پہلے کوفہ سے مکۃ المکرّمہ تک کے سفر کے دوران سفر کی صعوبتوں اور مشکلات کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو اسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

مصائبِ سفر کی زیادتی کے باعث اگر ایک سفرِ حج کی مدت بمعہ قیامِ حرمین ۲ ماہ

(۱) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۲۵۳
۲۔ قرشي، الجواهر المضيئة في طبقات الحنفية، ۱: ۴۹۵
۳۔ زيلعي، مقدمة نصب الراية لأحاديث الهداية، ۱: ۳۶

بھی فرض کر لی جائے تو سفرِ حج اور قیامِ حرمین کا یہ عرصہ **ایک سو دس ماہ یعنی تقریباً ۹ سال** بنتا ہے۔ کوئی شخص اس عرصۂ قیام کو کم کرنا چاہے تو اگر اس عرصۂ قیام کو **ایک مہینہ** بھی کر لیں تو اس کا نصف **ساڑھے چار سال** بنتا ہے۔ امامِ اعظم کے حرمین شریفین میں قیام کی کم از کم مدت اس سے ہرگز کم نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ امام صاحب حرمین شریفین میں جائیں اور وہاں محدّثین کی صحبتوں سے فیضیاب نہ ہوتے ہوں جبکہ وہاں حج بھی کرنا ہو تو امام صاحب کی وہاں مدتِ قیام کم از کم ساڑھے چار سال بن جاتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ قیامِ حرمین اُس قیام کے علاوہ ہے جس کا ذکر سطورِ ذیل میں علیحدہ سے آ رہا ہے اور جو حرمین شریفین کے مستقل قیام پر مبنی ہے۔

۳۔ حرمین شریفین میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا مزید چھ سالہ مستقل قیام

یہ بات خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کہ امامِ اعظم حج کے ان سفروں کے علاوہ بھی مزید چھ (٦) سال مستقل طور پر حرمین شریفین میں قیام پذیر رہے۔ ایک سوتیس (۱۳۰) ہجری میں بنو امیہ کے حکمران مروان ثانی نے کوفہ کا گورنر یزید بن عمر ابنِ ھُبَیر ہ کو مقرر کیا اور اس کو لکھا کہ ابو حنیفہ کو مجبور کرو کہ وہ ہماری حکومت میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنیں یا وزیرِ خزانہ بن جائیں۔ ابنِ ھبیر ہ نے امام صاحب کو حاکمِ وقت کا پیغام سنایا اور منصب سنبھالنے پر مجبور کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ اس پاداش میں اُس نے آپ کو قید اور کوڑوں کی سزا سنائی۔ ہر روز قید خانے سے نکال کر آپ کو کوڑے لگائے جاتے۔ پھر جب ابنِ ہبیر ہ کو خواب میں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے دوران سرزنش ہوئی کہ تمہیں شرم نہیں آتی میری امت کے ایک شخص پر اتنا ظلم کر رہے ہو؟ چنانچہ اس نے تائب ہو کر آپ کو رہا کر دیا۔

امامِ اعظم **۱۳۰ ہجری** میں بنو امیہ کی ظالمانہ روش سے پریشان ہوکر نقل مکانی کر کے حرمین شریفین چلے گئے تھے۔ اس عرصہ کے دوران آپ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ قیام کیا۔ آپ ایک سوتیس (۱۳۰) ہجری سے لے کر ۱۳۶ھ تک چھ سال حرمین شریفین میں

مقیم رہے۔ ان چھ سالوں کے دوران بنو امیہ کی حکومت ختم ہونے کے بعد آپ خلافتِ عباسیہ کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر عبد اللہ بن محمد منصور عباسی کے دور میں واپس تشریف لائے۔[1]

ان تاریخی حوالوں سے بخوبی واضح ہوگیا کہ امام صاحب نے ناسازگار حالات کے پیشِ نظر کوفہ سے ہجرت فرمائی اور حرمین شریفین میں چھ سال قیام فرمایا۔

۴۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا حرمین میں مجموعی طور پر دس (۱۰) سالہ قیام

درج بالا تحقیق سے ثابت ہوا کہ امامِ اعظم کا کم از کم ساڑھے چار سال حج کے سفروں کا قیام اور ایک سو تیس سے ایک سو چھتیس ہجری تک چھ سال مستقل قیام حرمین شریفین میں رہا۔ **چھ سال اور ساڑھے چار سال کا عرصہ ملانے سے مجموعی طور پر امامِ اعظم کا مکہ اور مدینہ میں قیام کا کل عرصہ ساڑھے دس سال تک بنتا ہے۔** تقریباً گیارہ برس کے اس طویل قیام سے حرمین شریفین میں علم الحدیث کا کون سا ذخیرہ باقی بچ گیا ہوگا جو امامِ اعظم نے اپنی جھولی میں جمع نہیں کیا ہوگا۔

بصرہ

کوفہ اور حرمین شریفین کے بعد اس دور میں علم الحدیث کا تیسرا بڑا مرکز بصرہ تھا جہاں حضرت عُتبہ بن غزوان، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو بَرزہ اسلمی، حضرت عبداللہ بن مُغَفَّل المُزَنِی، حضرت معقل بن یسار، حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ، حضرت ابو بکرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو زید انصاری، حضرت عمرو بن اَخطب، حضرت ثابت بن زید، حضرت عبد اللہ بن الشِّخِّیر، حضرت اَقرع بن حابس، حضرت قیس بن

---

(۱) امام موفق بن احمد المکی (۵۶۸ھ) نے (مناقب الإمام الأعظم، ۲:۲۳۔۲۴) اور ابنِ بزاز الکردری (۸۲۷ھ) (مناقب الإمام الأعظم، ۲:۲۷) نے اس واقعہ کو تفصلاً اپنی کتب میں درج کیا ہے۔

عاصم، حضرت عبداللہ بن سَرْجِس، حضرت مَیْسَرَۃ الْفَجْر، حضرت سلمان بن عامر الضبی اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اقامت اختیار کی۔(۱)

امام صاحب نے درج بالا تمام صحابہ کرام ﷡ کا علمی فیض اپنے بصرہ کے اکابر شیوخ امام حسن بن یسار بصری، عاصم بن سلیمان اَحول، بکر بن عبد اللہ مزنی، ثابت بن اسلم بُنانی، قتادَہ بن دِعامہ، میمون بن سِیاَہ، شعبہ بن حجاج ﷛ سمیت دیگر اکابرین کے ذریعے حاصل کیا۔

صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کا علمی فیض سمیٹنے کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ ﷛ نے ۲۰ مرتبہ بصرہ کا سفر کیا۔ کوفہ کی طرح جو علم الحدیث بصرہ میں تھا آپ نے اسے بیس مرتبہ سے زائد سفر کرکے حاصل کیا۔

امام یحیٰی بن شیبانؒ، امام ابوحنیفہ ﷛ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

دخلت البصرة نيفا وعشرين مرة، منها ما أقيم سنة و أقل و أكثر.(۲)

’’میں بصرہ میں بیس سے زائد مرتبہ گیا، ان سفروں کے دوران میں وہاں سال یا سال سے کم یا سال سے زیادہ عرصہ قیام کرتا۔‘‘

خلاصۂ بحث یہی ہے کہ اپنا مولد و مسکن ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے امامِ اعظم کوفہ میں موجود علم الحدیث کے تمام چشموں سے سیراب ہوئے۔ اس کے بعد جو علم الحدیث سرزمینِ حجاز یعنی مکہ و مدینہ میں تھا اس کو اپنے ذخیرۂ علم کا حصہ بنایا اس کے ساتھ ساتھ آپ نے خصوصاً بصرہ میں موجود علم الحدیث کو بھی اپنے دامنِ صدرنگ میں سمیٹا۔

(۱) حاكم، معرفة علوم الحديث، ۱: ۱۹۲-۱۹۳

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۵۹
۲۔ قرشی، الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية، ۱: ۴۶۸
۳۔ كردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۱۲۱

الغرض امام صاحب نے ان چاروں مراکزِعلم الحدیث کے علاوہ پوری اسلامی دنیا کے ائمہِ حدیث سے علم الحدیث کی تحصیل کی۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی جھدِ مسلسل اورمحنتِ شاقہ کی بدولت امامِ اعظم کے نام سے ملقب ہوکر علمی افق پر مثلِ ماہتاب چمکے اورصرف فقہ الحدیث میں ہی نہیں بلکہ علم الحدیث میں بھی امام الائمہ فی الحدیث کے اعلیٰ رتبہ پر متمکن ہوئے۔

باب ہفتم

اِمامِ اعظم رضی اللہ عنہ اَکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے وارث ہیں

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے جن طرق کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علمِ حدیث حاصل کیا اِسے خطیب بغدادی اور دیگر ائمہ نے آپ ہی کی زبانی روایت کیا ہے۔ خطیب بغدادی روایت کرتے ہیں کہ امامِ اعظم نے فرمایا:

دخلت علی أبي جعفر أمیر المؤمنین، فقال لي: یا أبا حنیفة! عمّن أخذت العلم؟ قال: قلت: عن حمّاد عن إبراهیم عن عمر بن الخطاب، و علي بن أبی طالب، وعبد اللہ بن مسعود، و عبد اللہ بن عباس. قال: فقال أبوجعفر: بخ بخ استوثقت ما شئت یا أبا حنیفة! الطیّبین الطاهرین المبارکین صلوات اللہ علیهم.(۱)

’’میں امیر المؤمنین ابوجعفر منصور کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا: ابوحنیفہ! آپ نے علم الحدیث کہاں سے حاصل کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے بواسطۂ حماد (بن سلیمان)، ابراہیم (بن یزید نخعی) کے طریق سے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے علم الحدیث حاصل کیا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ ابوجعفر منصور نے کہا: بہت خوب! بہت خوب! ابوحنیفہ! آپ نے ان طیب، پاکیزہ اور مبارک ہستیوں صلوات اللہ علیہم سے حسبِ خواہش علمی ثقاہت اور پختگی و مضبوطی

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۳۴
۲۔ صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۵۷
۳۔ نووی، تهذیب الأسماء واللغات، ۲: ۲۱۸

حاصل کر لی ہے۔‘‘

اس روایت میں امامِ اعظم نے اکابر تابعین اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک علم الحدیث میں اپنی متصل سند بیان فرمائی ہے۔ زیرِ نظر باب میں ہم اسی اسلوب پر عمل پیرا ہوتے ہوئے امامِ اعظم کا اپنے شیوخ سے نسبتِ تلمذ معتبر ائمہِ حدیث کی کتب کے حوالوں سے بیان کریں گے۔ آپ کا علمی تعلق خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم سمیت دیگر اکابر صحابہ کرام سے کیا ہے؟ اس کی بھی وضاحت کریں گے۔

ا۔ امامِ اعظم کی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم تک اسانیدِ حدیث

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو براہِ راست بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مستفید ہونے اور ان سے روایتِ حدیث کرنے کی بناء پر تابعیت کا شرف حاصل ہے جس کو ہم پہلے ہی ایک مستقل باب میں مبسوط دلائل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنے اکابر شیوخ تابعین کے توسط سے بھی خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اخذِ حدیث اور اکتسابِ علم کیا ہے۔ سطورِ ذیل میں سب سے پہلے آپ کے خلفائے راشدین سے ترتیب وار اخذِ حدیث کے طرق کو بیان کیا جائے گا۔

(ا) امامِ اعظم کی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی دو مختلف اسناد

امامِ اعظم ابوحنیفہ علم الحدیث میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وارث ہیں۔ وہ یوں کہ امام صاحب علم الحدیث میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر اور امام میمون بن مہران کے شاگرد ہیں، انہی کے طرق سے آپ علم الحدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وارث بنتے ہیں۔ دونوں حضرات کے ذریعے خلیفہ اوّل تک سندِ حدیث ذیل کے نقشے میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے:

خلیفۂ اوّل تک امامِ اعظم کے طرقِ حدیث کا نقشہ

۱۔ الإمام أبوحنيفة عن قاسم بن محمد بن أبي بكر عن أم المؤمنين عائشة الصديقة عن أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہم

۲۔ الإمام أبو حنيفة عن ميمون بن مهران عن عبدالرحمن بن أبي بكر عن أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہم

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

پہلا طریق	دوسرا طریق
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ
↓	↓
قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ	میمون بن مہران رضی اللہ عنہ
↓	↓
امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ	امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

۱۔ پہلے طریق کی تحقیق

حضرت قاسم بن محمد (متوفی ۱۰۸ھ) نے براہِ راست اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا اور امامِ اعظم نے اُن سے روایت کیا اس طرح امامِ اعظم بیک وقت بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے علمی وارث ٹھہرے۔(۱) امام عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا:

من أدركت من الكبراء؟

''آپ کو کن اکابر ائمہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

القاسم وسالما وطاؤسا ...... وغيره.(۲)

''قاسم، سالم، طاؤس ...... اور دیگر ائمہ سے۔''

۲۔ دوسرے طریق کی تحقیق

امام ابوایوب میمون بن مہران (۱۱۷ھ) کا شمار جزیرہ کے معتبر ترین حفاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔ انہوں نے براہِ راست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امامِ اعظم نے ان سے اخذِ حدیث کیا لہٰذا اس طریق سے بھی امامِ اعظم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے وارث قرار پائے۔

۱۔ امام ابن منجویہ اور مزی نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۷: ۱۵۷
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۹۶

(۲) حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹، رقم: ۳۸۷

ابی بکر نے اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایتِ حدیث کی ہے۔[۱]

۲۔ امام میمون بن مہران نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام سے بھی حدیث روایت کی ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ۴۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا[۲]

۳۔ امام موفق بن احمد المکی اور ابنِ بزاز الکردری نے حدیث میں امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں امام میمون بن مہران کا نام بطور خاص درج کیا ہے۔[۳]

---

(۱) ۱۔ ابن منجويه، رجال مسلم، ۱: ۲۰۱

۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱٦: ۵۵٦

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۸: ۲۳۳

۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱٦: ۵۵۷

۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۷۱

(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۵۰

۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۸٦

(۲) اِمامِ اعظم کی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی دو مختلف اسناد

امامِ اعظم ابوحنیفہ علم الحدیث میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھی وارث ہیں۔ امام صاحب علم الحدیث میں حضرت سالم بن عبداللہ اور حضرت زید بن اسلم کے شاگرد ہیں، انہی کے طرق سے آپ علم الحدیث میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وارث قرار پاتے ہیں۔

خلیفہ دوم تک اِمامِ اَعظم کے طرقِ حدیث کا نقشہ

۱۔ الإمام أبوحنيفة عن سالم بن عبدالله عن عبدالله بن عمر عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم

۲۔ الإمام أبوحنيفة عن زيد بن أسلم عن أسلم مولٰى عمر عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

پہلا طریق	دوسرا طریق
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	حضرت اسلم مولٰی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
↓	↓
سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	زید بن اسلم رضی اللہ عنہ
↓	↓
امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ	امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

۱۔ پہلے طریق کی تحقیق

امام ابوحنیفہ، حضرت فاروقِ اعظم کے پوتے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم (۱۰۶ھ) کے براہِ راست شاگرد ہیں انہی کے ذریعے سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم الحدیث حاصل کیا۔ حضرت سالم نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی علم الحدیث حاصل کیا ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا[۱]

لہٰذا امامِ اعظم، حضرت سالم کے ذریعے درجِ بالا اِن صحابہ کرام کے علم الحدیث سے بھی مستفید ہوئے۔

۱۔ امامِ اعظم نے اپنے اکابر اساتذہ میں حضرت سالم بن عبداللہ کا نام بھی لیا ہے۔[۲]

۲۔ امام صالحی شامی نے امامِ اعظم کے اساتذہ کی فہرست میں حضرت سالم کا نام بھی درج کیا ہے۔[۳]

۲۔ دوسرے طریق کی تحقیق

حضرت زید (متوفی ۱۳۶ھ) کے والد اسلم، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایتِ حدیث کرتے ہیں۔ اس بات کو امام مسلم اور

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۱۰: ۱۴۶

(۲) حصكفى، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹، رقم: ۳۸۷

(۳) صالحى، عقود الجمان فى مناقب الإمام الأعظم أبى حنيفة: ۷۲

ابنِ حبان جیسے اکابر محدّثین نے بیان کیا ہے۔[1]

معروف ائمہِ حدیث امام ابنِ ابی حاتم، امام ابنِ حبان، امام ذہبی اور امام سیوطی نے حضرت زید کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ اپنے والد حضرت اسلم رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا[2]

امام ابنِ بزاز الکردری اور امام صالحی شامی شافعی نے امامِ اعظم کے اساتذہ اور شیوخ میں حضرت زید کا ذکر کیا ہے۔[3]

درج بالا علمی تحقیق سے ثابت ہوا کہ امامِ اعظم، حضرت سالم اور حضرت زید کے طرق سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے بھی وارث ٹھہرے۔

---

(۱) ۱۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۲۷۷، رقم: ۹۶۵
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۴۵

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۵۵۵
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۲۴۶
۳۔ ذہبی، تذکرۃالحفاظ، ۱: ۱۳۲
۴۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۶۰

(۳) ۱۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفۃ، ۱: ۷۶
۲۔ صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفۃ: ۷۲

(۳) امامِ اعظم کی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی سند

امامِ اعظم ابوحنیفہ علم الحدیث میں سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے بھی وارث ہیں۔ امام صاحب، حضرت موسیٰ بن طلحہ کے شاگرد ہیں جن کے ذریعے سے آپ علم الحدیث میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے وارث قرار پاتے ہیں۔

خلیفہ سوم تک امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

الإمام أبوحنيفة عن موسى بن طلحة بن عبيدالله التميمي المدني الكوفي عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم

↓

حضرت موسیٰ بن طلحہ تیمی مدنی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

علمی تحقیق

حضرت موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ تیمی مدنی کوفی (۱۰۳ھ) کی ولادت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں ہوئی لیکن ایمان بعد میں لائے، اس لئے تابعیت کے منصب پر فائز ہوئے انہوں نے بارہ سال تک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں گزارے۔

حضرت موسیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام سے بھی علم الحدیث حاصل کیا:

۱۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت ابوبریدہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا[1]

امام موفق، کردری اور صالحی نے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیوخ اور اساتذہ کی فہرست میں حضرت موسیٰ کا نام بھی لکھا ہے۔[2]

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۷: ۲۸۶
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۱۴۷
۳۔ ابن حبان، الثقات، ۵: ۴۰۱
۴۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۸۲
۵۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۱۷

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة، ۱: ۴۹
۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة، ۱: ۸۶
۳۔ صالحی، عقودالجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة: ۸۳

(۴) امامِ اعظم کی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی تین اسانید

جن جلیل القدر صحابہ کے ذریعے علم الحدیث کوفہ میں بکثرت منتقل ہوا اور جو حضرات کوفہ میں علم الحدیث کے بانی کہلائے امامِ اعظم کی اَسانید اُن حضرات تک بھی پہنچتی ہیں۔ ان عالی مرتبت صحابہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا شمار صفِ اوّل میں ہوتا ہے۔ ان کے کئی شاگرد ہیں جن میں حضرت قاضی شُرَیح بن حارث کوفی، حضرت علقمہ بن قیس کوفی اور مسروق بن اَجدع کوفی جیسے اکابر تابعین شامل ہیں۔ یہ تابعین حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کل علم الحدیث کے وارث ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سارے تابعین نے آپ سے علم الحدیث کا فیض حاصل کیا مگر خصوصاً یہ تینوں ہی آپ رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے جامع ہیں۔ ان تینوں کے شاگرد امام ابراہیم بن یزید نخعی کوفی (متوفی ۹۶ھ)، امام ابو اسحاق سبیعی (متوفی ۱۲۷ھ) اور امام سلمہ بن کُہَیل کوفی (متوفی ۱۲۱ھ) وغیرہم بھی تابعین ہیں جو امامِ اعظم کے بلا واسطہ استاد ہیں۔ امامِ اعظم تابعین ہی کے تین واسطوں اور طرق سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے وارث ہیں جن کے نقشہ جات درج ذیل ہیں۔

خلیفہ چہارم تک امامِ اعظم کے طرقِ حدیث کے نقشہ جات

۱۔ الإمام أبوحنيفة عن إبراهيم بن يزيد النخعي عن القاضي شريح بن حارث الكوفي عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه

۲۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي إسحاق السبيعي عن مسروق بن الأجدع عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه

خلیفۂ رابع حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

پہلا طریق	دوسرا طریق
قاضی شریح بن حارث الکوفی رضی اللہ عنہ	حضرت مسروق بن اَجدع رضی اللہ عنہ
↓	↓
ابراہیم بن یزید نخعی رضی اللہ عنہ	ابو اسحاق سبیعی رضی اللہ عنہ
↓	↓
امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ	امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

تیسرا طریق

الإمام أبو حنيفة عن سلمة بن كهيل عن علقمة بن قيس النخعي عن علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہ

خلیفۂ رابع حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

↓

حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ

↓

سلمہ بن کُھَیل رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

۱۔ پہلے طریق کی تحقیق

قاضی شُرَیح بن حارث کوفی (متوفی ۷۸ھ) کی ولادت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ہوئی لیکن انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع نہ کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے عہدِ خلافت میں کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ ان کے بعد قاضی شریح حضرت عثمان غنی، سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم حتی کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ تک ساٹھ (۶۰) سال کوفہ کی مسندِ قضاء پر فائز رہے۔ حجاج کے زمانہ میں انہوں نے کوفہ کے عہدۂ قضاء سے استعفیٰ دینے کے بعد بصرہ میں ایک سال تک قاضی کا عہدہ سنبھالا۔ انہوں نے ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی عمر میں ۷۸ھ میں وصال فرمایا۔[۱]

قاضی شریح نے درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایتِ حدیث کیا:

۱۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۲۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت عُروہ بن جَعد رضی اللہ عنہ[۲]

امام ابراہیم نخعی نے قاضی شریح سے روایت کیا ہے جسے امام بخاری، ابنِ ابی حاتم اور ذہبی نے قاضی شریح کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه إبراهيم النخعي.[۳]

''ابراہیم نخعی نے ان سے روایت کیا۔''

---

(۱) مزی، تهذيب الکمال، ۱۲: ۴۳۶، ۴۳۷

(۲) مزی، تهذيب الکمال، ۱۲: ۴۳۶، ۴۳۷

(۳) ۱۔ بخاری، التاريخ الکبير، ۴: ۲۲۸

۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۴: ۳۳۲

۳۔ ذهبی، الکاشف، ۱: ۴۸۳

امام اَعظم نے امام ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے لہٰذا وہ امامِ اَعظم کے حدیث میں شیخ ہیں۔ امام صالحی شامی نے امامِ اَعظم کے اساتذہ کی فہرست میں امام ابراہیم کا نام بھی ذکر کیا ہے۔(۱)

معلوم ہوا کہ امامِ اَعظم، امام ابراہیم نخعی کے توسط اور قاضی شریح کے ذریعہ سے حضرت عمر فاروق اورسیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما کے علم کے امین ہونے کے ساتھ دیگر اکابر صحابہ کرام کے علم سے بھی فیض یاب ہوئے۔

۲۔ دوسرے طریق کی تحقیق

امامِ اَعظم نے اپنے شیخ حضرت عمرو بن عبداللہ بن عبید المعروف ابواسحاق سبیعی (۱۲۸ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا اورانہوں نے اپنے شیخ حضرت مسروق بن اَجدَع کوفی (۶۳ھ) سے حاصل کیا۔ حضرت مسروق بن اجدع کا شمار کوفہ کے جلیل القدر محدّثین و فقہاء تابعین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اخذِ حدیث کیا:

۱۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۳۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۴۔ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
۸۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۲)

---

(۱) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: ۲۶

(۲) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۳۵
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۳۹۶
۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۷: ۴۵۱
۴۔ ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۴۹
۵۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱۰: ۱۰۰

امام ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعی نے حضرت مسروق بن اَجدع سے روایت کیا ہے۔ امام مزی، نووی اور عسقلانی نے حضرت مسروق کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه أبو إسحاق السبيعي.(۱)

''ابو اسحاق سبیعی نے ان سے روایت کیا۔''

امام اعظم نے امام ابواسحاق سبیعی سے روایت کیا ہے لہٰذا وہ علم الحدیث میں امام اعظم کے شیخ ہیں۔ خطیب بغدادی، امام نووی، مزی اور ذہبی جیسے نقاد ائمہِ رجال نے امام صاحب کے ترجمہ میں لکھا ہے:

سمع أبا إسحاق السبيعي.(۲)

''آپ نے ابو اسحاق سبیعی سے سماعتِ حدیث کی۔''

معلوم ہوا کہ امامِ اعظم نے امام ابو اسحاق سبیعی کے توسط سے، حضرت مسروق کے علم الحدیث تک رسائی حاصل کی اور یوں وہ اس ذریعہ سے بھی چاروں خلفائے راشدین المھدیین اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے بھی وارث ہوئے۔

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۷: ۴۵۳
۲۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۳۹۴
۳۔ عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصحابة، ۶: ۲۹۲

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۲۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱
۳۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹
۴۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

۳۔ تیسرے طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے اپنے شیخ حضرت سلمہ بن کُہَیل (۱۲۱ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا، انہوں نے اپنے شیخ حضرت علقمہ بن قیس نخعی (۶۲ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا جبکہ حضرت علقمہ درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے وارث ہوئے:

۱۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ
۱۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا(۱)

امام سلمہ بن کُہَیل نے حضرت علقمہ بن قیس سے روایت کیا ہے۔ امام مزی، ذہبی اور عسقلانی جیسے نقّادِ رجال نے حضرت علقمہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۶: ۴۰۴
۲۔ کلاباذی، رجال صحيح البخاری، ۲: ۵۷۵
۳۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۲: ۲۹۶
۴۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۳۰۰
۵۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۲۴۴

روی عنه سلمة بن كهيل.(۱)

''سلمہ بن کُہَیل نے ان سے روایت کیا۔''

امامِ اعظم نے امام سلمہ بن کہیل سے روایت کیا ہے لہٰذا وہ علم الحدیث میں امام اعظم کے شیخ ہیں۔ امام مزی، ذہبی اور عسقلانی جیسے جلیل القدر محدّثین نے امام صاحب کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن سلمة بن كهيل.(۲)

''آپ نے سلمہ بن کہیل سے سماعتِ حدیث کی۔''

اس علمی تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے شیخ حضرت سلمہ بن کہیل سے علم الحدیث حاصل کیا، انہوں نے اپنے شیخ حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے کوفہ میں موجود علم الحدیث کے عظیم وارث حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام سے فیضِ نبوت حاصل کیا۔(۳)

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۳۰۲
۲۔ ذہبی، الكاشف، ۲: ۳۴
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۲۴۵

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۸
۲۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱

(۳) **نوٹ:** امامِ اعظم اپنے نو (۹) شیوخِ اہلِ بیت کے ذریعے سے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے وارث ہیں، ان طرق کو ہم علیحدہ اگلے باب میں ذکر کریں گے۔

۲۔ اِمامِ اَعظم کی اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن تک آٹھ اَسانیدِ حدیث

امام ابوحنیفہ جس طرح خلفائے راشدین کے علم الحدیث کے وارث ہیں اس طرح اپنے کئی اکابر اساتذہ کے طرق سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور امہات المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت اُمِّ سلمہ، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن اور دیگر ازواجِ طیبات تک بھی آپ کی سندِ حدیث موجود ہے۔ ذیل میں ہم قدرے تفصیل سے ان طرق پر روشنی ڈالتے ہیں۔

اِمامِ اَعظم کے اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن تک علم الحدیث کے آٹھ طرق

امامِ اَعظم نے اپنے اَجل شیوخ الحدیث کے ذریعے آٹھ طرق سے امہات المؤمنین سے علم الحدیث حاصل کیا۔ یوں ان طرق کی بدولت آپ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم الحدیث سے فیضیاب ہوئے۔ یہ آٹھ طرقِ حدیث درج ذیل ہیں:

۱۔ الإمام أبوحنيفة عن عامر بن شراحيل الشعبي عن عائشة الصدّيقة وأم سلمة وميمونة بنت الحارث رضی اللہ عنہن

۲۔ الإمام أبوحنيفة عن عطاء بن أبي رباح عن عائشة الصديقة وأم سلمة رضی اللہ عنہما

۳۔ الإمام أبوحنيفة عن نافع مولٰى عمر بن الخطاب عن عائشة الصديقة وأم سلمة رضی اللہ عنہما

۴۔ الإمام أبوحنيفة عن زيد بن أسلم مولٰى عمر بن الخطاب عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی اللہ عنہا

۵۔ الإمام أبوحنيفة عن سالم بن عبدالله بن عمر عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی الله عنها

٦۔ الإمام أبوحنيفة عن محمد بن المنكدر عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی الله عنها

٧۔ الإمام أبوحنيفة عن عكرمة مولٰى ابن عباس عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی الله عنها

٨۔ الإمام أبوحنيفة عن عثمان بن عبدالله بن موهب التيمي المدني عن أم المؤمنين أم سلمة رضی الله عنها

اِمامِ اعظم کے اُمہات المؤمنین تک طرقِ حدیث کے آٹھ نقشہ جات

پہلا طریق

(امہات المؤمنین) عائشہ صدیقہ، ام سلمہ، میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہن

↓

(تابعی) عامر بن شراحیل الشعبی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

دوسرا طریق

(امہات المؤمنین) عائشہ صدیقہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہما

↓

(تابعی) عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

تیسرا طریق

(امہات المؤمنین) عائشہ صدیقہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہما

↓

(تابعی) نافع مولیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

چوتھا طریق

(امہات المؤمنین) عائشہ صدیقہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہما

↓

(تابعی) زید بن اَسلم مولیٰ عمر بن خطاب ﷛

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ ﷛

پانچواں طریق

(امہات المؤمنین) عائشہ صدیقہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہما

↓

(تابعی) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب ﷛

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ ﷛

چھٹا طریق

(ام المؤمنین) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

↓

(تابعی) محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

ساتواں طریق

(ام المؤمنین) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

↓

(تابعی) عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

آٹھواں طریق

(ام المؤمنین) امِ سلمہ رضی اللہ عنہا

↓

(تابعی) عثمان بن عبداللہ بن موھب التیمی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

اِمامِ اعظم کے اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن تک درج بالا آٹھ طرق میں سے حضرت سالم بن عبداللہ اور زید بن اسلم کے دو طرق پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ضمن میں تحقیق گزر چکی ہے۔ امام شعبی، حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اور محمد بن المنکدر کے حوالے سے علیحدہ تحقیق آگے آرہی ہے۔ ہم ذیل میں بقیہ تین ائمہ کے طرق، عطاء بن ابی رِباح کا دوسرا طریق، عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا ساتواں طریق اور عثمان بن عبداللہ بن موھب کے آٹھویں طریق پر علمی تحقیق بیان کریں گے۔

(۱) حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے دوسرے طریق کی تحقیق

امام ابو محمد عطاء بن ابی رِباح اسلم قرشی مکی (متوفی ۱۱۴ھ) کا شمار مکہ کے مفتیانِ عظام اور محدّثینِ کرام میں ہوتا ہے۔ حضرت عطاء بن ابی رِباح بذاتِ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اپنی ملاقات کو یوں بیان کرتے ہیں:

أدركت مائتين من أصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.(۱)

''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو سو صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔''

محدّثین کی تحقیق کے مطابق امام عطاء نے درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایتِ حدیث کی ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ
۱۴۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۱۵۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۱۶۔ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا(۲)

---

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۸۱
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۸۱

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۷۰۔۷۲

امام ابنِ ابی حاتم نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن عطاء.(۱)

''امام ابوحنیفہ نے عطا بن ابی رباح سے روایت کیا ہے''

(۲) حضرت عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے ساتویں طریق کی تحقیق

حضرت ابوعبد اللہ عکرمہ (متوفی ۱۰۷ھ) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ محدّثینِ کرام کے مطابق آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت حجاج بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ
۱۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
۱۵۔ حضرت حمنہ بنت جحش
۱۶۔ حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہن(۲)

...... ۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۷۸۔۷۹

۳۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۷: ۱۸۰

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹

(۲) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۰: ۲۶۵

۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۱۲۔۱۳

امام مزی 'تهذيب الكمال' میں امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عن عكرمة مولٰى ابن عباس. (۱)

''آپ نے عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔''

(۳) حضرت عثمان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے آٹھویں طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے براہِ راست علم الحدیث حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موہب تمیمی مدنی (متوفی ۱۲۰ھ) سے حاصل کیا جبکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام سے بھی روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۲)

امام ذہبی اور مزی نے حضرت عثمان بن عبد اللہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه أبو حنيفة. (۳)

''امام ابوحنیفہ نے ان سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹

(۲) ۱۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۶: ۲۳۱
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۹: ۴۲۳
۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۸۷

(۳) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۸۷
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۹: ۴۲۳

۳۔ امامِ اعظم کی عبادلۂ ثلاثہ تک اَسانیدِ حدیث

امامِ اعظم کو یہ خوش نصیبی بھی حاصل ہے کہ آپ اپنے اکابر شیوخ تابعین کے کئی طرق اور واسطوں سے خلفائے راشدین اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اَزواجِ مطہرات کے علاوہ عبادلۂ ثلاثہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے بھی وارث ہیں۔

(ا) اِمامِ اَعظم کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی سات اسانید

جس طرح خصوصی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے ذریعے علم الحدیث کوفہ میں منتقل ہوا اسی طرح جلیل القدر صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی کوفہ میں علم الحدیث کے بانی کہلائے۔ کوفہ میں ان کی خدمات کا تفصیلی تذکرہ گزشتہ باب میں ہو چکا ہے۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسانید پر تحقیق کرتے ہوئے ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ قاضی شریح بن حارث کوفی، حضرت علقمہ بن قیس کوفی اور مسروق بن اَجدع کوفی جیسے اکابر تابعین تک امام اعظم کی اسانید آپ کے تین تابعین شیوخ، امام ابراہیم بن یزید نخعی کوفی، امام ابو اسحاق سبیعی اور امام سلمہ بن کُہَیل کوفی کے ذریعے ذکر کیں، وہیں ہم نے یہ ذکر بھی کیا ہے کہ یہ تینوں اکابر تابعین (قاضی شریح، حضرت علقمہ اور مسروق) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھی تلامذہ ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جمیع شاگردوں میں کچھ اور بھی نمایاں تھے۔

۱۔ امام ابراہیم نخعیؒ بیان کرتے ہیں:

كان أصحاب عبد الله الذين يقرؤون ويفتون ستة: علقمة، والأسود، ومسروق، وعبيدة، والحارث بن قيس، وعمرو بن شرحبيل.(۱)

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ۶: ۱۰

۲۔ عجلی، معرفة الثقات، ۱: ۲۳۰

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے وہ شاگرد جو لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور فتویٰ دیتے تھے، چھ ہیں: علقمہ بن قیس، اسود بن یزید، مسروق بن اجدع، عبیدہ سلمانی، حارث بن قیس اور عمرو بن شرحبیل۔''

۲۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں:

كان الفقهاء بعد أصحاب رسول الله ﷺ بالكوفة في أصحاب عبدالله بن مسعود، وهؤلاء: علقمة بن قيس النخعي، وعبيدة بن قيس المرادي ثم السلماني، وشريح بن الحارث الكندي، ومسروق بن الأجدع الهمذاني ثم الوادعي.(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کے بعد کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد فقہاء تھے۔ ان کے نام یہ ہیں: علقمہ بن قیس النخعی، عبیدہ بن قیس المرادی السلمانی، شریح بن حارث الکندی اور مسروق بن اجدع الھمذانی الوادعی۔''

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم کے وارث درج ذیل سات (۷) نمایاں اشخاص تھے:

۱۔ علقمہ بن قیس ۲۔ اسود بن یزید ۳۔ مسروق بن اجدع

۴۔ عبیدہ سلمانی ۵۔ حارث بن قیس ۶۔ عمرو بن شرحبیل

۷۔ قاضی شریح بن حارث الکندی

.... ۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۹۹، ۱۳: ۲۳۳

۴۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۶۵

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۹۹

۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۰: ۳۰۴

۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۵۶

درجِ بالا اِن ساتوں جلیل القدر حضرات کے ذریعے امامِ اعظم نے اپنے شیوخ کے واسطوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علم سمیٹا۔ امامِ اعظم کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک سات طرق درج ذیل ہیں:

١۔ الإمام أبوحنيفة عن إبراهيم النخعي عن علقمة بن قيس عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

٢۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي إسحاق السبيعی عن الأسود بن يزيد النخعي عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

٣۔ الإمام أبوحنيفة عن عامر بن شراحيل الشعبي عن مسروق بن الأجدع عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

٤۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي حصين عثمان بن عاصم الأسدي عن عبيدة بن عمرو السلماني عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

٥۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي إسحاق السبيعی عن أبي ميسرة عمرو بن شرحبيل عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

٦۔ الإمام أبوحنيفة عن عامر بن شراحيل الشعبي عن القاضي شريح بن الحارث الكندي عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

٧۔ الإمام أبوحنيفة عن سليمان بن مهران الأعمش عن خيثمة بن عبدالرحمن عن الحارث بن قيس عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث کا پہلا اور دوسرا نقشہ

١۔ الإمام أبو حنيفة عن إبراهيم النخعي عن علقمة بن قيس عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہم

٢۔ الإمام أبو حنيفة عن أبي إسحاق السبيعي عن الأسود بن يزيد النخعي عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم

پہلا طریق	دوسرا طریق
(تابعی کبیر) علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ	(تابعی کبیر) اسود بن یزید نخعی رضی اللہ عنہ
↓	↓
ابراہیم بن یزید نخعی رضی اللہ عنہ	ابو اسحاق سبیعی رضی اللہ عنہ
↓	↓
امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ	امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

۱۔ پہلے طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے اپنے شیخ امام ابراہیم نخعی سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت علقمہ بن قیس نخعی (۶۲ھ) سے حاصل کیا اور وہ براہِ راست حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث سے مستفید ہوئے۔ امام ابنِ ابی حاتم، کلاباذی اور دیگر ائمہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علقمہ بن قیس نخعی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے علم الحدیث حاصل کیا ہے۔[۱]

امام مسلم، ابنِ حبان اور ابنِ ابی حاتم نے حضرت علقمہ بن قیس کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه إبراهيم.[۲]

''ابراہیم نخعی نے ان سے روایت کیا ہے۔''

امام محمد بن یوسف صالحی شامی نے امامِ اعظم کے اساتذہ کی فہرست میں امام ابراہیم بن یزید نخعی کا نام درج کیا ہے۔[۳]

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۴۰۴
۲۔ کلاباذی، رجال صحیح البخاری، ۲: ۵۷۵
حضرت علقمہ بن قیس کے مزید شیوخ کی تفصیل اور حوالہ جات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرق میں دیکھیں۔

(۲) ۱۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۴۳۰
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۵: ۲۰۸
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۴۰۴

(۳) صالحی شامی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ۶۶

۲۔ دوسرے طریق کی تحقیق

امام اعظم نے اپنے شیخ امام ابواسحاق سبیعی سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت اسود بن یزید نخعی (۷۵ھ) سے حاصل کیا۔ حضرت اسود بن یزید نخعی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اخذِ حدیث کی ہے:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا[(۱)]

امام ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعی، حضرت اسود بن یزید سے روایت کرتے ہیں اسے امام مسلم، ابنِ منجویہ اور دیگر ائمہ نے حضرت اسود کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه أبو إسحاق.[(۲)]

''ابو اسحاق سبیعی نے اِن سے روایت کیا ہے۔''

خطیب بغدادی اور ذہبی جیسے نقاد ائمہ رِجال نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ آپ نے امام ابواسحاق سے روایت کیا ہے۔[(۳)]

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۱: ۴۴۹
۲۔ مسلم، الكنى والأسماء، ۱: ۵۶۳
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱: ۲۹۹

(۲) ۱۔ مسلم، الكنى والأسماء، ۱: ۵۶۳
۲۔ ابن منجويه، رجال مسلم، ۱: ۸۰

(۳) ۱۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث کا تیسرا اور چوتھا نقشہ

۳۔ الإمام أبوحنيفة عن عامر بن شراحيل الشعبي عن مسروق بن الأجدع عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہم

۴۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي حصين عثمان بن عاصم الأسدي عن عبيدة بن عمرو السلماني عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم

تیسرا طریق

(تابعی کبیر) مسروق بن اجدع رضی اللہ عنہ

↓

عامر بن شراحیل الشعبی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

چوتھا طریق

(تابعی کبیر) عبیدہ بن عمرو السلمانی رضی اللہ عنہ

↓

ابوحصین عثمان بن عاصم الاسدی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

۳۔ تیسرے طریق کی تحقیق

امام اعظم نے اپنے شیخِ اکبر امام عامر بن شراحیل (انہیں عمرو بن شرحبیل بھی کہا جاتا ہے) شعبی سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت مسروق بن اجدع (۷۵ھ) سے حاصل کیا اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ ائمہ حدیث کی تحقیق کے مطابق حضرت مسروق بن اجدع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ خلفائے راشدین سے بھی علم الحدیث اخذ کیا ہے۔[1] امام بخاری، مسلم اور ابنِ ابی حاتم نے حضرت مسروق بن اجدع کے تذکرہ میں درج کیا ہے:

روى عنه الشعبي.[2]

''امام شعبی نے ان سے روایت کیا ہے۔''

امام موفق بن احمد المکی، حصکفی اور مزی نے اپنی کتابوں میں امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں امام شعبی کا نام لکھا ہے۔[3]

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۳۵
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۳۹۶
۳۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۷: ۴۵۱
حضرت مسروق بن اجدع کے شیوخ کی مزید تفصیل اور حوالہ جات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرق میں دیکھیں۔

(۲) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۳۵
۲۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۶۴۲
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۳۹۶

(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷
۲۔ حصكفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹، رقم: ۳۸۷
۳۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۴: ۳۳

۴۔ چوتھے طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے امام ابوحصین عثمان بن عاصم سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت عبیدہ بن عمرو السلمانی (۷۴ھ) سے حاصل کیا جبکہ وہ براہِ راست حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری، مسلم، ابنِ ابی حاتم اور دیگر اجل محدّثین کی تحقیق کے مطابق حضرت عبیدہ نے حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی ہے۔[۱]

امام ابوسعید بن خلیل علائی نے حضرت عبیدہ سلمانی کا تعارف یوں کرایا ہے:

عبيدة السلماني، صاحب علي و ابن مسعود رضی اللہ عنهما.[۲]

''امام عبیدہ سلمانی، حضرت علی اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کے شاگرد ہیں۔''

امام ابنِ ابی حاتم، خطیب بغدادی اور امام نووی نے حضرت عبیدہ سلمانی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ابوحصین نے حضرت عبیدہ سے روایت کیا ہے۔[۳]

امام موفق بن احمد المکی، مزی اور سیوطی نے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شیوخ اور اساتذہ کی فہرست میں امام ابوحصین عثمان کا نام درج کیا ہے۔[۴]

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاريخ الکبير، ۶: ۸۲
۲۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۷۸۵
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۶: ۹۱

(۲) علائی، جامع التحصيل فی أحکام المراسيل، ۱: ۲۳۴

(۳) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۶: ۹۱
۲۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۱: ۱۱۸
۳۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۱: ۲۹۳

(۴) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷
۲۔ مزی، تهذيب الکمال، ۲۹: ۴۲۰
۳۔ سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۶۴

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث کا پانچواں اور چھٹا نقشہ

۵۔ الإمام أبوحنيفة عن أبي إسحاق السبيعى عن أبي ميسرة عمرو بن شرحبيل عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

۶۔ الإمام أبوحنيفة عن عامر بن شراحيل الشعبي عن القاضي شريح بن الحارث الكندي عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

پانچوں طریق	چھٹا طریق
(تابعی کبیر) عمرو بن شرحبیل رضی اللہ عنہ	(تابعی کبیر) قاضی شریح بن حارث رضی اللہ عنہ
↓	↓
ابو اسحاق سبیعی رضی اللہ عنہ	عامر بن شراحیل الشعبی رضی اللہ عنہ
↓	↓
امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ	امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

۵۔ پانچویں طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے اپنے شیخ امام ابواسحاق سبیعی سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت ابومیسرہ عمرو بن شُرَحْبِیل (۶۳ھ) سے حاصل کیا جبکہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے معروف شاگرد ہیں۔

امام عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں:

كان أبو ميسرة من أفاضل أصحاب عبد الله رضی اللہ عنہ.[1]

''ابومیسرہ، حضرت عبداللہ کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں۔''

محدّثین کی تحقیق کے مطابق حضرت عمرو بن شرحبیل نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی علم الحدیث اخذ کیا ہے:

۱۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت معقل بن مقرن رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ۸۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا[2]

امام بخاری، امام مسلم، امام ابنِ ابی حاتم اور امام مزی نے حضرت ابومیسرہ عمرو بن شرحبیل کے تذکرہ میں درج کیا ہے:

---

(۱) ابن حبان، الثقات، ۲: ۴۲۹

(۲) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۳۴۱

۲۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۸۲۴

۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۲۳۷

۴۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۲: ۶۰، ۶۱

روی عنه أبو إسحاق.(۱)

''امام ابواسحاق سبیعی نے ان سے روایت کیا ہے۔''

خطیب بغدادی، امام نووی، مزی اور ذہبی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ آپ نے امام ابواسحاق سبیعی سے روایت کیا ہے۔(۲)

۶۔ چھٹے طریق کی تحقیق

امام اعظم نے اپنے شیخِ اکبر امام شعبی سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت قاضی شریح بن حارث الکندی (۸۷ھ) سے حاصل کیا جبکہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بڑے قابل شاگرد ہیں۔ ائمہِ حدیث کی تحقیق کے مطابق قاضی شریح نے حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود، رضی اللہ عنہم سے علم الحدیث حاصل کیا ہے۔(۳) امام بخاری، مسلم، ابنِ حبان اور ابنِ ابی حاتم نے قاضی شریح کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه الشعبي.(۴)

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۳۴۱
۲۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۸۲۴
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۲۳۷
۴۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۲: ۶۱

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۲۔ نووی، تهذیب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱
۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹
۴۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

(۳) مزی، تهذیب الکمال، ۱۲: ۴۳۷

(۴) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۴: ۲۲۸

''امام شعبی نے ان سے روایت کیا ہے۔''

امام مزی اور سیوطی نے امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں امام عامر بن شراحیل شعبی کا نام لکھا ہے۔(۱)

.... ۲۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۸۰

۲۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۳۵۲

۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۴: ۳۳۲

(۱) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۴: ۳۳

۲۔ سیوطی، تبییض الصحیفۃ بمناقب أبی حنیفۃ: ۴۷

مزید حوالہ جات کے لئے دوسرے طریق کی علمی تحقیق ملاحظہ کریں۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ تک طریقِ حدیث کا ساتواں نقشہ

۷۔ الإمام أبوحنيفة عن سليمان بن مهران الأعمش عن خيثمة بن عبدالرحمن عن الحارث بن قيس عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم

↓

حارث بن قیس رضی اللہ عنہ

↓

خیثمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ

↓

سلیمان بن مہران الاعمش رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

۷۔ ساتویں طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے امام سلیمان بن مہران اعمش سے علم الحدیث حاصل کیا، انہوں نے اپنے شیخ امام خَیْثَمَہ بن عبدالرحمٰن بن ابی سَبْرَہ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت حارث بن قیس الجعفی سے حاصل کیا۔ امام بخاری، ابنِ حبان اور ابنِ ابی حاتم کی تحقیق کے مطابق حضرت حارث بن قیس نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔[۱] امام ابنِ حبان، ذہبی اور عسقلانی، حضرت حارث بن قیس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی عنه خيثمة بن عبدالرحمن.[۲]

''خیثمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت حارث سے روایت کیا ہے۔''

امام بخاری، مسلم، ابنِ ابی حاتم اور ذہبی نے امام خیثمہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

سمع منه الأعمش.[۳]

''اعمش نے امام خیثمہ سے سماع کیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۲۷۹
۲۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۱۳۳
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۸۶

(۲) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۱۳۳
۲۔ ذھبی، الکاشف، ۱: ۳۰۴
۳۔ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۲: ۱۳۴

(۳) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۳: ۲۱۵
۲۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۱۹۲
۳۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۳۹۳
۴۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۳۲۱

امام موفق بن احمد المکی، ذہبی اور سیوطی کے مطابق امام اَعمش، امامِ اَعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ اور استاد ہیں۔(۱)

ان ساتوں طرق کی علمی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ امامِ اَعظم اپنے اَجل اور اَوثق شیوخ کے ذریعے سے، حضرت علقمہ بن قیس، اسود بن یزید النخعی، مسروق بن اجدع، عبیدہ بن عمرو السلمانی، ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل، قاضی شریح بن حارث الکندی اور حارث بن قیس کے توسط سے خلفائے راشدین المہدیین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بالخصوص کوفہ میں اقامت اختیار کرنے والے چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور فقیہ صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے وارث ہوئے۔

(۱) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة، ۱: ۴۵
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۲۲۷
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۷۴

(۲) امامِ اعظم کی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی سات اسانید

امامِ اعظم اپنے شیوخ کے ذریعے سات طرق سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے وارث ہوئے ہیں۔ یہ سات طرقِ حدیث درج ذیل ہیں:

۱۔ الإمام أبو حنيفة عن عطاء بن أبي رباح عن عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما

۲۔ الإمام أبو حنيفة عن عكرمة مولٰى ابن عباس عن عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما

۳۔ الإمام أبو حنيفة عن طلحة بن نافع عن عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما

۴۔ الإمام أبو حنيفة عن عثمان بن عاصم عن عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما

۵۔ الإمام أبو حنيفة عن عمرو بن دينار المكي عن عبد الله بن عباس رضی اللہ عنہما

۶۔ الإمام أبو حنيفة عن عبدالعزيز بن رفيع المكي عن عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما

۷۔ الإمام أبو حنيفة عن ميمون بن مهران عن عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث کے سات نقشہ جات

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

پہلا طریق: عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ ← امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

دوسرا طریق: عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ ← امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

تیسرا طریق: طلحہ بن نافع رضی اللہ عنہ ← امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

چوتھا طریق: عثمان بن عاصم رضی اللہ عنہ ← امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

پانچواں طریق

عمرو بن دینار المکی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

چھٹا طریق

عبدالعزیز بن رفیع المکی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

ساتواں طریق

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

↓

میمون بن مہران رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امامِ اعظم کے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث میں موجود بعض شیوخ تابعین پر تحقیقات ہم پچھلے صفحات میں خلفائے راشدین اور ازواجِ مطہرات کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ امام صاحب کے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تعلقِ علم الحدیث میں باقی تین طرق پر تحقیقات درجِ ذیل ہیں:

۱۔ امام عمرو بن دینار المکی رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

امام اعظم نے اپنے شیخ امام عمرو بن دینار المکی سے علم الحدیث حاصل کیا اور وہ براہِ راست حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔

امام عمرو بن دینار مکی (متوفی ۱۲۶ھ) نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (۱)

امام عمرو بن دینار، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ اور استاد ہیں۔(۲)

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۰۰، ۳۰۱
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۲: ۵۔۷
(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹

۲۔ امام عثمان بن عاصم رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے اپنے شیخ امام ابوحصین عثمان بن عاصم (۱۲۸ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا جبکہ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث سے فیض یاب ہوئے۔

امام ابوحصین عثمان بن عاصم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے علاوہ درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ[۱]

امام مزی اور ذہبی، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عن أبي حصين الأسدي.[۲]

''آپ نے امام ابوحصین اسدی سے روایت کیا ہے۔''

۳۔ امام عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے امام عبدالعزیز بن رفیع (متوفی ۱۳۰ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، یوں ان کے ذریعے بھی امامِ اعظم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا علم الحدیث سمیٹا۔

امام عبدالعزیز بن رفیع مکہ کے بہت بڑے محدّث تھے۔ امام بخاری، ابنِ ابی

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۴۱۳
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۱۶
(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۰
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

حاتم اور ابنِ حبان کے مطابق امام عبدالعزیز نے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔(۱)

امام موفق بن احمد المکی، کردری اور سیوطی نے امام عبدالعزیز کو امامِ اعظم کا حدیث میں شیخ اور استاد قرار دیا ہے۔(۲)

(۱) ا۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۱۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۵: ۳۸۱
۳۔ ابن حبان، الثقات، ۵: ۱۲۳

(۲) ا۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷
۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۸۰
۳۔ سیوطی، تبییض الصحیفة بمناقب أبی حنیفة: ۴۹

(۳) امامِ اعظم کی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک علم الحدیث کی چھ اسانید

امامِ اعظم اپنے شیوخ کے ذریعے عبادلہ ثلاثہ میں سے تیسرے فرد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث کے بھی چھ نمایاں طرق سے وارث ٹھہرے ہیں۔ یہ چھ طرقِ حدیث درج ذیل ہیں:

۱۔ الإمام أبوحنيفة عن سالم بن عبداللّٰه عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہ

۲۔ الإمام أبوحنيفة عن زيد بن أسلم مولٰى عمر بن الخطاب عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہ

۳۔ الإمام أبوحنيفة عن نافع مولٰى عبد اللّٰه بن عمر عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہ

۴۔ الإمام أبوحنيفة عن ثابت بن أسلم البناني عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہ

۵۔ الإمام أبوحنيفة عن ميمون بن مهران عن عبداللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہ

۶۔ الإمام أبوحنيفة عن محارب بن دثار الكوفي عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث کے چھ نقشہ جات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

پہلا طریق

سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اَعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

دوسرا طریق

زید بن اسلم مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اَعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

تیسرا طریق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

↓

نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اَعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

چوتھا طریق

ثابت بن اسلم البُنانی رضی اللہ عنہ

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

پانچواں طریق

میمون بن مہران رضی اللہ عنہ

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

چھٹا طریق

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

محارِب بن دِثار الکوفی رضی اللہ عنہ

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام اعظم کے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک طرقِ حدیث میں سے بعض کی تحقیقات ہم پچھلے صفحات میں ذکر کر چکے ہیں، اِن کے طرق میں سے بقیہ تین طرق کا ہم ذیل میں تذکرہ کر رہے ہیں:

۱۔ حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

حضرت ابو عبداللہ نافع بن ہرمز مدنی عدوی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ محدّثینِ کرام کے مطابق آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ اپنے آقا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت ابو لبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ
۶۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۷۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۸۔ حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا[(۱)]

امام ابن ابی حاتم، خطیب بغدادی، امام نووی اور مزی، امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی عن نافع مولٰی ابن عمر.[(۲)]

”امام ابوحنیفہ نے حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔“

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۴۴
۲۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۴۲۴
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۳۶۸

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۸: ۴۴۹
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۳۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱
۴۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹

۲۔ حضرت ثابت بن اسلم بُنانی رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

امامِ اعظم نے حضرت ثابت بن اسلم بُنانی (۱۲۷ھ) سے علم الحدیث حاصل کیا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، یوں ان کے ذریعے بھی امامِ اعظم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا علم الحدیث سمیٹا۔ امام ذہبی کی تحقیق کے مطابق حضرت ثابت نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت عمر بن ابی سلمہ مخزومی اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی ہے۔[1]

امام موفق بن احمد المکی، ابنِ بزاز کردری اور محمد بن یوسف صالحی شامی نے امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں حضرت ثابت کا نام درج کیا ہے۔[2]

۳۔ حضرت مُحارِب بن دِثار رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

حضرت مُحارِب بن دِثار الکوفی (۱۱۶ھ) کا شمار بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں ہوتا ہے جبکہ یہ امامِ اعظم کے شیخ ہیں۔ لہٰذا ان کے ذریعے بھی امامِ اعظم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا علم الحدیث حاصل کیا۔ امام ذہبی اور عسقلانی کی تحقیق کے مطابق حضرت محارِب نے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اور حضرت عبداللہ بن یزید الخطمی رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔[3]

خطیب بغدادی، امام مزی اور ذہبی نے امامِ اعظم کے شیوخ میں حضرت محارب

(۱) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۲۰

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۱

۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۷۴

۴۔ صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة: ۶۸

(۳) ۱۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۱۷

۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱۰: ۴۵

کا نام لکھا ہے۔(۱)

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اپنے اکابر شیوخ کے ذریعے سے عبادلہ ثلاثہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے درج بالا اِن طرق کی علمی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آپ ان حضرات کے علم الحدیث کے بھی بدرجۂ اتم وارث ٹھہرے ہیں۔

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۴
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹
۳۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱

۴۔ امامِ اعظم کی دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم تک اسانیدِ حدیث

امامِ اعظم، خلفائے راشدین، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور عبادلۂ ثلاثہ کے علاوہ اپنے اکابر شیوخ تابعین کے کئی طرق اور واسطوں سے دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم الحدیث کے بھی وارث ہیں۔ جن میں سے ہم امام صاحب کے تین اکابر شیوخ (امام عامر بن شراحیل شعبی، امام حسن بصری اور امام محمد بن المنکدر) کے طرق پر تحقیق درج کر رہے ہیں۔

(۱) امام اعظم کی بطریقِ امام شعبیؒ بیالیس صحابہ رضی اللہ عنہم تک متصل اسانید

امامِ اعظم کے اگر بہت سے اکابر تابعین شیوخ نہ بھی ہوتے تو تب بھی آپ کے ایک ہی استاد تابعی اکبر حضرت ابوعمرو عامر بن شراحیل شعبی ہمدانی کوفی (۱۰۴ھ) کافی تھے۔ ان کی ولادت ۱۷ ہجری میں ہوئی جو کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ کتب اسماء الرجال کے مطابق آپ نے پانچ سو (۵۰۰) صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا جبکہ ایک سو پچاس (۱۵۰) کے قریب صحابہ سے علم الحدیث لیا۔ اس لحاظ سے یہ سارے صحابہ امام شعبی کے حدیث میں استاذ ہیں۔

۱۔ امام شعبی خود ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أدركت خمس مائة من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أو أكثر. (۱)

''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ سو یا اس سے زیادہ صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔''

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۴۵۰
۲۔ سلیمان بن خلف باجی، التعدیل والتجریح، ۳: ۹۹۳
۳۔ ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۸۱
۴۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۵: ۵۹

۲۔ امام ابن حبان نے امام شعبی کو ثقات تابعین میں شمار کرتے ہوئے ان کے بارے میں لکھا ہے:

روى عن خمسين و مائة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم. (۱)

’’امام شعبی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سو پچاس (۱۵۰) صحابہ کرام سے روایتِ حدیث کی ہے۔‘‘

امام شعبی نے جن جلیل القدر صحابہ سے حدیث کو روایت کیا ہے ان میں سے درج ذیل بیالیس (۴۲) صحابہ کرام کے اسماء کتبِ اسماء الرجال سے معلوم ہو سکے ہیں:

۱۔ حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت براء بن عازِب رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت جَرِیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت حارث بن مالک رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت زید بن اَرقَم رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت سعید بن زَید رضی اللہ عنہ
۱۴۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
۱۵۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
۱۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۱۷۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ
۱۸۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
۱۹۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۲۰۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۲۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۲۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

(۱) ابن حبان، الثقات، ۵: ۱۸۶

۲۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
۲۴۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ
۲۵۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲۶۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ
۲۷۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ
۲۸۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
۲۹۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
۳۰۔ حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ
۳۱۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
۳۲۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ
۳۳۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۳۴۔ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ
۳۵۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
۳۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۳۸۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۳۹۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا
۴۰۔ حضرت اَسماء بنت عُمیس رضی اللہ عنہا
۴۱۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا
۴۲۔ حضرت ام ہانی بنتِ ابی طالب رضی اللہ عنہا(۱)

امام شعبی، امام اعظم کے حدیث میں شیخِ اکبر ہیں۔

۱۔ امام موفق بن احمد المکی، حصکفی، امام مزی، ذہبی اور سیوطی جیسے اکابر محدّثین نے نے اپنی کتابوں میں امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں امام شعبی کا نام لکھا ہے۔(۲)

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۲۷
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۴: ۲۸۔۳۱
۳۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۵: ۵۸

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة، ۱: ۴۷

۲۔ امام ذہبی نے 'تذکرۃ الحفاظ' میں امام شعبی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اِن سے روایت کیا ہے، آگے صراحت کرتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے:

هو أكبر شيخ لأبي حنيفة.(۱)

''آپ امام ابوحنیفہ کے سب سے بڑے شیخ ہیں۔''

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام شعبی نے **۱۵۰** صحابہ کرام سے پوری دنیا کا علم سمیٹ کر اپنے شاگرد امامِ اعظم کو منتقل کیا جس سے صرف اسی ایک طریق سے امام صاحب کے مقامِ حدیث کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

.... ۲۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹، رقم: ۳۸۷

۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۴: ۳۳

۴۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ٦: ۳۹۱

۵۔ سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۴۷

(۱) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۷۹

(۲) امام اعظم کی بطریقِ امام حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ نو صحابہ رضی اللہ عنہم تک متصل اسانید

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اکابر صحابہ کرام کے علم الحدیث کے وارث ہونے میں دوسرا اہم واسطہ امام ابوسعید حسن بن ابی الحسن یسار بصری (۱۱۰ھ) کا ہے۔

شیوخِ امام حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۲۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	۳۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۴۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ	۵۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۶۔ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ
۷۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	۸۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۹۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ

↓

امام حسن البصری رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

امام حسن بصری وہ خوش قسمت تابعی ہیں جنہوں نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پرورش پائی۔ امام حسن بصری نے بہت سارے صحابہ اور سینکڑوں اکابر تابعین سے علم الحدیث سمیٹ کر اپنے شاگرد ابوحنیفہ کو عطا فرمایا۔

امام ذہبی کے مطابق امام حسن بصری نے درج ذیل صحابہ کرام سے علم الحدیث

حاصل کیا:

۱۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابوبکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ[1]

امام حصکفی نے 'مسند امام اعظم' میں بذاتِ خود امام اعظم کا قول نقل کیا ہے کہ امام حسن بصری حدیث میں اُن کے شیخ اور استاد ہیں۔[2]

(۱) ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۷۱
(۲) حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹، رقم: ۳۸۷

(۳) امام اعظم کی بطریقِ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ گیارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک متصل اسانید

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اکابر صحابہ کرام کے علم الحدیث کے وارث ہونے میں تیسرا اہم طریق امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۱ھ) کا ہے۔

شیوخِ امام محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۳۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۴۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۵۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۶۔ ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ
۷۔ ابو اُمامہ الباہلی رضی اللہ عنہ	۸۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۹۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۱۰۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۱۱۔ اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا	

↓

امام محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

امام محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ کے طریق کی تحقیق

امام ابوعبداللہ محمد بن منکدر کا شمار بھی امام اعظم کے شیوخ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے

درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم الحدیث اخذ کرکے امامِ اعظم کو منتقل کیا:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ زبیر رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۱۰۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۱۱۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا[۱]

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

سمع عن محمد بن المنكدر.[۲]

''آپ نے محمد بن منکدر سے سماع کیا۔''

ان کے علاوہ امام موفق، مزی، ذہبی اور سیوطی نے بھی امامِ اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام محمد بن منکدر آپ کے حدیث میں شیخ اور استاد ہیں۔[۳]

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۱: ۲۱۹
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۸: ۹۷
۳۔ ابن حبان، الثقات، ۵: ۳۵۰
۴۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۶: ۵۰۴۔۵۰۵
۵۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۵۳۔ ۳۵۴
(۲) خطیب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۳۹
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹

خلاصۂ بحث

اگر آپ کے سلسلۂ اساتذہ کی عمیق نظروں سے تحقیق کی جائے تو کئی تصانیف وجود میں آ سکتی ہیں مگر اختصاراً بات کو سمجھانے کے لئے اس پر اکتفا کرنا کافی ہے کہ امامِ اعظم کے وہ اکابر اساتذہ جنہیں تابعیت کا شرف حاصل ہے کتنے ہی کبار اور جلیل القدر صحابہ کرام کے شاگرد ہیں لہٰذا امامِ اعظم تک ان تابعین شیوخ کے ایک ایک واسطے کے ذریعے سینکڑوں صحابہ کرام کا علم الحدیث پہنچا۔ امامِ اعظم تک بیسیوں صحابہ کا علم امام شعبی کے ذریعے پہنچا اور سینکڑوں صحابہ کا علم امامِ اعظم تک حضرت علقمہ بن قیس، قاضی شریح، حضرت مسروق بن اَجدع، حضرت اسود بن یزید، حضرت عبیدہ سلمانی، حضرت حارث بن قیس اور حضرت عمرو بن شرحبیل کے ذریعے پہنچا۔ اسی طرح امامِ اعظم نے حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر، حضرت حسن بصری، حضرت محمد بن منکدر، حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر، حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر، حضرت زید بن اسلم، حضرت عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس، حضرت عمرو بن دینار، حضرت عطاء بن ابی رِباح، حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہم اور دیگر اعاظم شیوخ کے ذریعے سینکڑوں صحابہ کا علم الحدیث حاصل کیا۔ یہ سب طرق اور واسطے امامِ اعظم کے علم الحدیث کے منابع، ماخذ اور مصادر ہیں۔ اِن بلند پایہ طرق اور سلاسل کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ امامِ اعظم نے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے اپنے شیوخ کے ذریعے سرزمینِ مکہ مکرمہ کا علم الحدیث بھی ایک دو واسطوں سے حاصل کیا، مدینہ منورہ کے علم الحدیث سے بھی فیضیاب ہوئے، اپنے مولد کوفہ کے جمیع علم الحدیث سے بھی مستفید ہوئے اور بصرہ، حتیٰ کہ شام کے علم الحدیث سے بھی آپ کو حصۂ وافر میسر آیا۔

.... ۳۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱

۴۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۸

باب ہشتم

اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ اور اَئمہ اہلِ بیتِ نبوی کے علم الحدیث کے وارث ہیں

گزشتہ باب میں ہم نے بالتفصیل امامِ اعظم کے ان طرق اور اسانیدِ حدیث پر روشنی ڈالی ہے جو ان کے اور خلفائے راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کے درمیان متصل ہیں۔ اس باب میں ہم ان اسنادِ حدیث کا تذکرہ کر رہے ہیں جو امام صاحب کو ائمہ اہلِ بیتِ نبوی ﷺ سے مربوط کر رہے ہیں۔ مدعائے تحقیق یہ ہو گا کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ائمہِ اہلِ بیتِ نبوی ﷺ کے علم الحدیث کے بھی وارث ہیں۔ امامِ اعظم کے دور میں اہلِ بیتِ اطہار کے جتنے امام موجود تھے اور جن سے علمِ نبوت ﷺ کے چشمے جاری ہو رہے تھے، آپ نے ایک ایک کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اہلِ بیتِ اطہار میں سے نو (۹) اکابر حضرات امامِ اعظم کے شیوخ ہیں۔ اہلِ بیتِ اطہار ہونے کی حیثیت سے ان میں سے اکثر کا علمی سلسلہ سیدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے توسط سے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ تک جاتا ہے۔ فقہ و حدیث کے کسی بھی امام کو امام ابوحنیفہ کی طرح کثیر ائمہ اہلِ بیت سے فیضیاب ہونے کا یہ شرف نصیب نہیں ہوا۔ ان تمام طرق اور سلاسل کے ذریعے اہلِ بیت کا وسیع ذخیرۂ علم الحدیث امامِ اعظم کے حصہ میں آیا۔ ذیل میں ہم ترتیب وار آپ کے ان شیوخ اور ان کی اسناد کا ذکر کر رہے ہیں۔

ا۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ سے اخذِ علم الحدیث

الإمام أبو حنيفة عن الإمام محمّد الباقر عن الإمام علي زين العابدين عن الحسين بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

↓

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ

↓

امام محمد الباقر بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کا تعارف

آپ کا پورا نام ابوجعفر محمد بن علی زین العابدین المعروف محمد الباقر ہے۔ آپ کا مکمل سلسلہ نسب یوں ہے: محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ آپ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی حیاتِ مبارکہ میں مدینہ منورہ میں ۵۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ آپ مدینہ منورہ کے بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔

آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ

آپ کی روایات اپنے نانا حضرت حسن بن علی اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے مروی سنن نسائی میں موجود ہیں جبکہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے آپ کی روایت سنن ابی داؤد میں بھی موجود ہے۔[۱]

امام محمد الباقر، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔ امام ابنِ ابی حاتم، امام مزی، امام ذہبی، امام عسقلانی اور امام سیوطی نے اپنی کتابوں میں امامِ اعظم کے ترجمہ میں ان کے شیوخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

روى عن أبي جعفر محمد بن علي.[۲]

---

(۱) ۱۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۱۔ ۴۰۲
۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۶

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۲۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹

’’امام ابوحنیفہ نے امام ابوجعفر محمد بن علی سے روایت کیا ہے۔‘‘

امام محمد الباقر وہ خوش نصیب شخص ہیں جنہیں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سلام بھیجا تھا۔ اس روایت کو امام ابنِ عساکر، سبط ابنِ جوزی، ابنِ تیمیہ، احمد بن حجر المکی اور علامہ مؤمن بن حسن شبلنجی نے بیان کیا ہے۔

۱۔ ابوزبیر سے روایت ہے کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے جبکہ (بڑھاپے کے باعث) ان کی نظر اور دانت کمزور ہو چکے تھے۔ اس دوران میں امام علی بن حسین زین العابدین اپنے چھوٹے بیٹے محمد الباقر کے ہمراہ تشریف لائے، انہوں نے آ کر آپ کو سلام کیا اور تشریف فرما ہو کر اپنے بیٹے محمد الباقر سے کہا کہ اپنے چچا کے پاس جاؤ اور جھک کر ان کے سر کا بوسہ لو، پس بچے نے ایسا ہی کیا۔ اس پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ میرا بیٹا محمد ہے۔ یہ سننا تھا کہ آپ نے بچے کو سینے سے لگایا اور رو دیئے پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے محمد! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لئے سلام بھیجا ہوا ہے۔ ان کے کسی ساتھی نے آپ سے پوچھا کہ ماجرا کیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كنت عند رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، فدخل عليه الحسين بن علي فضمّه إليه وقبّله وأقعده إلى جنبه. ثم قال: يولد لإبني هذا إبن يقال له علي. إذا كان يوم القيامة نادى منادٍ من بطنان العرش ليقم سيد العابدين فيقوم هو، ويولد له محمّد، إذا رأيته يا جابر! فاقرأ عليه السّلام منّي واعلم أن بقائک بعد ذلک اليوم قليل.

------ ۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

۴۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱

۵۔ سيوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۶

فما لبث جابر بعد ذلک الیوم إلا بضعة عشر یومًا حتی توفّی.(۱)

’’میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ اس دوران آپ کے پاس حسین بن علی حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں اپنے سینہ مبارک سے لگا لیا اور ان کا بوسہ لے کر انہیں اپنے پہلو مبارک میں بٹھا لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اس بیٹے کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کا نام علی ہو گا۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک ندا دینے والا عرش کی پہنائیوں سے ندا دے گا کہ سید العابدین کھڑا ہو جائے تو وہ لڑکا کھڑا ہو جائے گا۔ اِس کے ہاں ایک لڑکا محمد پیدا ہو گا، اے جابر! جب تم اسے دیکھو تو میری طرف سے اسے سلام کہنا اور جان لینا کہ اس دن کے بعد تمہاری زندگی کم رہ جائے گی۔

’’چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس دن کے بعد دس سے کچھ دن اوپر حیات رہ کر وصال فرما گئے۔‘‘

۲۔ امام سبط ابنِ جوزی (۶۵۴ھ) نے دوسری روایت ایسے بیان کی ہے کہ امام ابو جعفر محمد الباقر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کرنے کے بعد پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

محمّد بن علي بن الحسین!

’’محمد بن علی بن حسین!‘‘

انہوں نے کہا:

---

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۵۴: ۲۷۶
۲۔ سبط ابن جوزی، تذکرة الخواص: ۳۰۳
۳۔ ابن تیمیة، منهاج السنة النبویة، ۴: ۱۱
۴۔ ابن حجر مکی، الصواعق المحرقة، ۲: ۵۸۶
۵۔ شبلنجی، نور الأبصار فی مناقب آل بیت النبی المختار: ۲۸۸

ادن مني.

’’آپ میرے قریب ہو جایئے۔‘‘

پس جب وہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لیا، پھر ان سے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یسلّم علیک. (۱)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام فرمایا ہے۔‘‘

امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

اکابر تابعین اور اجل محدّثین نے اِن کے بلند علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

۱۔ امام محمد الباقر نے امام ابوحنیفہ کو کسی مسئلہ پر جواب دیا تو امامِ اعظم نے آپ کی علمی ذہانت کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا:

ما رأیت جواباً أفحم منه. (۲)

’’میں نے اس سے زیادہ ساکت کر دینے والا جواب کوئی نہیں سنا۔‘‘

امامِ اعظم نے چار ہزار (۴,۰۰۰) شیوخ کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا لیکن آپ نے اپنے اور کسی استاذ کے علمی اعترف میں ایسے کلمات نہیں کہے۔ امام محمد الباقر کے حق میں امام صاحب کا یہ ایک قول ہی اُن کے بلند پایہ تفقہ کو اجاگر کرنے کے لئے کافی ہے۔

۲۔ امام محمد الباقر کے شاگرد امام عبداللہ بن عطاء المکی نے آپ کا علمی مقام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) سبط ابن جوزی، تذکرۃ الخواص: ۳۰۳

(۲) سبط ابن جوزی، تذکرۃ الخواص: ۳۰۲

ما رأيت العلماء عند أحد أصغر علمًا منهم عند أبی جعفر، لقد رأيت الحكم عنده كأنه متعلّم.[1]

’’میں نے علماء کو ان سے کم علم والے کسی بھی شخص کے پاس نہیں دیکھا، (اور) انہی (علماء) میں سے بعض ابو جعفر (امام محمد الباقر) کے پاس حاضر ہوتے، میں نے حَکَم بن عُتَیبہ جیسے شخص کو اُن کے پاس متعلم کی حیثیت سے دیکھا۔‘‘

امام حَکَم بن عُتَیبہ (متوفی ۱۱۳ھ) کا شمار اکابر محدّثین میں ہوتا ہے، وہ بھی امام محمد الباقر کے پاس تلمیذ کی حیثیت سے حاضر ہوتے۔

۳۔ امام ابنِ سعد (۲۳۰ھ) نے امام محمد الباقر کے بارے میں فرمایا:

كان ثقة كثير الحديث.[2]

’’آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔‘‘

۴۔ امام ابنِ برقی (۲۴۹ھ) نے کہا:

كان فقيها فاضلا.[3]

’’آپ فضیلت کے حامل فقیہ تھے۔‘‘

۵۔ امام ابنِ خلکان (۶۸۱ھ) نے امام محمد الباقر کے علمی مقام پر لکھا ہے:

كان الباقر عالمًا، سيّدًا كبيرًا، و إنما قيل له الباقر: لأنه تبقّر فی

---

(۱) ۱۔ ابو نعیم اصبہانی، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ۳: ۱۸۶

۲۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۲: ۱۱۰

۳۔ سبط ابن جوزی، تذكرة الخواص: ۳۰۲

(۲) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۳۱۲

(۳) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۳۱۲

العلم، أی توسّع.(۱)

’’امام الباقر بڑے عالم اور عظیم سردار تھے، آپ کو ’الباقر‘ کا لقب اس لیے دیا گیا کیونکہ آپ نے علم میں وسعت حاصل کی۔‘‘

۶۔ امام ذہبی (۷۴۸ھ) نے آپ کا تذکرہ یوں کیا ہے:

وشُهِرَ أبو جعفر: بالباقِر، من: بَقَرَ العلمَ أی شقَّه فعرَف أصْلَهُ و خَفِيَّهُ. ولقد کان أبو جعفر إماما، مجتهدا، تالِيًا لکتاب الله، کبيرَ الشأن.(۲)

’’امام ابوجعفر ’’الباقر‘‘ کے نام سے مشہور ہیں۔ (الباقر) کا مطلب ہے: آپ نے علم کا سینہ چاک کر کے اس کی اصل اور مخفی کی معرفت حاصل کر لی۔ ابوجعفر، امام، مجتہد، قرآن سے لگاؤ رکھنے والے اور بڑی شان کے مالک تھے۔‘‘

۷۔ امام ذہبی نے آپ کے تذکرہ میں یوں بھی لکھا ہے:

وقد عدَّه النسائي وغيره فی فقهاء التّابعين بالمدينة. واتّفق الحفّاظ علی الاحتجاج بأبي جعفر.(۳)

’’امام نسائی وغیرہ نے آپ کو مدینہ کے فقہاء میں شمار کیا ہے۔ حفاظِ حدیث امام ابوجعفر کے حجت ہونے پر متفق ہیں۔‘‘

امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے درمیان علمی مکالمہ

۱۔ امامِ اعظم کے معروف شاگرد امام عبداللہ بن مبارک، امامِ اعظم کی سیدنا امام

(۱) ابن خلکان، وفيات الأعيان، ۴: ۱۷۴

(۲) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۲

(۳) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۲

الباقر سے ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام صاحب کی امام محمد الباقر سے مدینہ طیبہ میں ملاقات ہوئی۔ امامِ اعظم پر بعض حاسدین نے ترکِ احادیث کا الزام لگا رکھا تھا چنانچہ جب ملاقات ہوئی تو امام باقر نے ان سے پوچھا:

أنت الذي خالفتَ أحاديث جدّي ﷺ بالقياس؟

’’کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جو اپنے قیاس کی بناء پر میرے جدِ امجد ﷺ کی احادیث کی مخالفت کرتے ہیں؟‘‘

امامِ اعظم نے کہا: معاذ اللہ! آپ تشریف رکھیں تو عرض کرتا ہوں، آپ کی عزت و حرمت ہم پر ایسے ہی لازم ہے جیسے آپ کے جدِ امجد حضور نبی اکرم ﷺ کی حرمت صحابہ پر تھی۔ امام باقر تشریف فرما ہوئے تو امام صاحب بھی آپ کے روبرو بیٹھ گئے اور عرض کیا: میں آپ سے تین باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں آپ ان کے جواب مرحمت فرما دیں؟ پہلا سوال یہ ہے کہ

الرجل أضعف أم المرأة؟

’’مرد ضعیف ہے یا عورت؟‘‘

انہوں نے فرمایا: عورت۔ پھر امام ابوحنیفہ نے عرض کیا: عورت کا وراثت میں کتنا حصہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: عورت کا حصہ مرد کے حصہ کا نصف ہے۔ یہ جواب سن کر امام ابوحنیفہ نے عرض کیا:

هذا قول جدّک ولو حوّلت دين جدّک لکان ينبغي في القياس أن يکون للرجل سهم و للمرأة سهمان لأن المرأة أضعف من الرّجل.

’’یہ آپ کے نانا کا ارشاد ہے اور اگر میں آپ کے نانا کے دین کو قیاس کے

ذریعے بدلنا چاہتا تو قیاس کے مطابق آدمی کو ایک حصہ دیتا اور عورت کو دو کیونکہ مرد کی نسبت عورت زیادہ کمزور ہوتی ہے۔''

پھر امامِ اعظم نے دوسرا سوال عرض کیا: نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز۔ اس پر امام ابوحنیفہ نے کہا:

هذا قول جدّک ولو حوّلت دین جدّک فالقیاس أن المرأة إذا طهرت من الحیض أمرتها أن تقضی الصّلوة ولا تقضی الصّوم.

''یہ آپ کے نانا کا ارشاد ہے اگر میں نے آپ کے نانا کے دین کو تبدیل کر دیا ہوتا تو قیاس یہ کہتا ہے کہ عورت جب حیض سے پاک ہو تو اُسے حکم دیا جائے کہ روزہ قضا کرنے کی بجائے وہ فوت شدہ نمازیں ادا کرے۔''

پھر امام ابوحنیفہ نے تیسرا سوال عرض کیا: پیشاب زیادہ نجس ہے یا منی؟ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پیشاب۔ اس پر امامِ اعظم نے کہا:

فلو کنت حوّلت دین جدّک بالقیاس لکنت أمرت أن یغتسل من البول و یتوضّأ من النّطفة لأنّ البول أقذر من النّطفة، ولکن معاذ اللہ أن أحوّل دین جدّک بالقیاس.

''اگر میں نے قیاس سے آپ کے نانا کا دین بدل دیا ہوتا تو میں فتویٰ دیتا کہ پیشاب کرنے پر غسل کرنا چاہئے اور منی خارج ہونے پر وضو۔ کیونکہ پیشاب منی سے زیادہ نجس ہوتا ہے لیکن معاذ اللہ کہ میں آپ کے نانا کے دین کو قیاس کے ذریعے تبدیل کروں۔''

یہ سنتے ہی امام باقر اپنے مقام سے اٹھ کر آپ سے بغل گیر ہوئے، آپ کو شرف وتکریم سے نوازا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔[1]

---

(۱) ا۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم، ۱: ۱۶۸

اس رِوایت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امامِ اَعظم کے فہم قرآن و حدیث اور بلند پایہ قیاس و مجتھدانہ بصیرت کے خلاف مخالفین نے اس قدر پراپیگنڈہ کیا تھا کہ امام محمد الباقر جیسے اَجل امام نے بھی آپ سے اس خدشہ کا اظہار کیا۔ جب امام صاحب نے مختلف مثالیں دے کر اپنی فقیہانہ بصیرت کا اظہار کر دیا تو امام باقر نے نہ صرف اپنا الزام واپس لے لیا بلکہ امام ابو حنیفہ کی علمی، فقہی اور اجتہادی صلاحیت کی تصدیق فرماتے ہوئے قیام فرما ہوکر آپ سے بغل گیر ہوئے اور آپ کی پیشانی پر بوسہ بھی دیا۔ اس کی تائید درج ذیل رِوایات سے بھی ہوتی ہے:

۲۔ سنن الترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی ابو حمزہ ثُمالی (۱۴۸ھ) بیان کرتے ہیں:

كنّا عند أبي جعفر محمّد بن علي، فدخل عليه أبو حنيفة، فسأله عن مسائلَ فأجابه محمّد بن علي، ثم خرج أبو حنيفة، فقال لنا أبو جعفر: ما أحسَنَ هَدْيَه وسَمْتَه، وَما أكثَرَ فِقهَه. (۱)

’’ہم امام ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ امام ابوحنیفہ نے ان کے پاس حاضر ہوکر آپ سے چند مسائل کے بارے میں دریافت کیا۔ پس امام محمد بن علی نے ان کو جواب دیا۔ پھر جب ابوحنیفہ چلے گئے تو امام ابوجعفر نے ہمیں فرمایا: اس شخص کی ہدایت کتنی اچھی ہے، اس کا راستہ کتنا نمایاں ہے اور اس کو دین کا کتنا زیادہ فہم حاصل ہے۔‘‘

۳۔ ایک مرتبہ امامِ اعظم مکہ مکرمہ میں امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے

------ ۲۔ ابن حجر مکی، الخيرات الحسان: ۷۶

۳۔ ابو زهرة، أبو حنيفة: ۷۱

(۱) ۱۔ ابن عبد البر، الانتقاء فی فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء: ۱۹۳

۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة: ۳۳

تو آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ابوحنیفہ! میں آپ کو (نگاہِ بصیرت سے) دیکھ رہا ہوں کہ

أنت تحيي سنّة جدّي ﷺ وقد اندرست، و تكون معينا لكلّ ملهوف وغياثا لكلّ مهموم، يسلك بك المتحيّرون إذا وقفوا، تهديهم إلى الواضح من الطريق إذا تحيّروا، فلك من الله العون والتوفيق حتى تشارك الربّانيين في الطريق.(۱)

’’آپ میرے نانا کی مٹی ہوئی سنت کا احیاء کریں گے، آپ ہر غم زدہ کے مدد گار ہوں گے اور ہر مصیبت زدہ کے فریاد رس ہوں گے، پریشان حال لوگ جب کوئی راہِ نجات نہ پائیں گے تو آپ کے ذریعہ سے چلیں گے، آپ راستہ بھولنے والے لوگوں کی واضح طریق کی طرف راہنمائی فرمائیں گے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص مدد و توفیق حاصل ہوگی یہاں تک کہ آپ راہِ طریقت میں اہل اللہ کے شریک کار ہو جائیں گے۔‘‘

امام ابونعیم، سعید بن عفیر اور مصعب زبیری کے مطابق امام محمد الباقر رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۱۴ھ میں ہوا۔(۲)

(۱) کردری، مناقب الإمام الأعظم، ۱: ۳۱

(۲) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۹

۲۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا امام زید بن علی رضی اللہ عنہ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبو حنيفة عن الإمام زيد بن علي عن الإمام علي زين العابدين عن الحسين بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضي الله عنهم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم

↓

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ

↓

امام زید بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کا تعارف

امامِ اعظم، امام محمد الباقر کے بھائی اور امام زین العابدین کے دوسرے بیٹے امام زید کے بھی شاگرد ہیں۔ آپ کا مکمل سلسلہ نسب یوں ہے: زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۲۲ھ میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والد امام زین العابدین کے طریق سے سیدنا امام حسن، امام حسین اور امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہم سے علم الحدیث حاصل کیا۔

امام ابنِ حبان (۳۵۴ھ) امام زید کو اپنی کتاب **الثقات** میں تابعی شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رأى جماعة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم. (۱)

’’امام زید نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کو دیکھا ہے۔‘‘

امام زید نے درج ذیل اکابر تابعین سے براہ راست روایتِ حدیث کی ہے:

۱۔ اپنے والدِ گرامی امام زین العابدین
۲۔ اپنے بھائی امام محمد الباقر
۳۔ اَبان بن عثمان
۴۔ عروہ بن زبیر
۵۔ عبید اللہ بن ابی رافع رحمھم اللہ تعالی (۲)

امام موفق بن احمد المکی اور صاحبِ ’’سیرۃ الشامیہ‘‘ امام محمد بن یوسف صالحی نے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیوخ کی فہرست میں امام زید کا نام درج کیا ہے۔ (۳)

---

(۱) ابن حبان، الثقات، ۴: ۲۴۹

(۲) ۱۔ مزی، تھذیب الکمال، ۱۰: ۹۶
۲۔ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۳: ۳۶۲

(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفۃ، ۱: ۴۴
۲۔ صالحی، عقود الجمان: ۷۲

امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

ائمہ اہلِ بیت اور محدّثینِ عظام نے ان کے علمی مقام و مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام محمد باقر کے بیٹے امام جعفر صادق (۱۴۸ھ) نے اپنے چچا امام زید کے علمی مقام کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

كان والله أقرأنا لكتاب الله، وأفقهنا في دين الله، وأوصلنا للرحم، والله ما ترك فينا لدنيا ولا لآخرة مثله. (۱)

''اللہ رب العزت کی قسم! امام زید ہم میں سب سے زیادہ قرآن کو پڑھنے والے، اللہ کے دین کی ہم میں سب سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھنے والے اور ہم میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا اور آخرت میں اب ہم میں ان کی مثل کوئی بھی موجود نہیں۔''

۲۔ امام جعفر صادق نے ایک اور موقع پر امام زید کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

رحم الله عمّي، كان والله سيّدا، لا والله ما ترك فينا لدنيا ولا لآخرة مثله. (۲)

''اللہ تعالیٰ میرے چچا زید پر رحم فرمائے، اللہ رب العزت کی قسم! وہ سردار تھے، اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا اور آخرت میں اب ہمارے درمیان ان کی مثل کوئی بھی موجود نہیں۔''

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۰: ۹۷

۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۹۰

(۲) ابن عساكر، تاريخ مدينة دمشق، ۱۹: ۴۵۸

۳۔ محدّثِ اکبر امام شعبی (۱۰۴ھ) نے امام زید کے متعلق فرمایا:

واللہ ما ولدت النساء أفضل من زید بن علي ولا أفقه ولا أشجع ولا أزهد.(۱)

”اللہ تعالیٰ کی قسم! کسی عورت نے بھی زید بن علی سے زیادہ فضیلت کا حامل، ان سے زیادہ فقیہ، ان سے زیادہ شجاع اور ان سے زیادہ زاہد پیدا نہیں کیا۔“

۴۔ امام ابو اسحاق السبیعی (۱۲۸ھ) نے امام زید کے متعلق بیان کیا:

رأیت زید بن علي، فلم أر في أهله مثله، ولا أعلم منه، ولا أفضل، وکان أفصحهم لسانًا، وأکثرهم زهدًا و بیانًا.(۲)

”میں نے زید بن علی کو دیکھا ہے، میں نے ان کے گھر والوں میں سے کسی ایک کو بھی ان جیسا نہ پایا، نہ ان سے بڑھ کر کسی کو علم میں پایا اور نہ ہی کسی کو فضیلت میں ان سے زیادہ دیکھا، وہ ان میں سب سے زیادہ فصیح اللسان تھے اور اِن میں زہد و بیان میں سب سے بڑھ کر تھے۔“

۵۔ امام اعمش (۱۴۷ھ) آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں:

ما کان في أهل زید بن علي مثل زید، ولا رأیت فیهم أفضل منه، ولا أفصح ولا أعلم ولا أشجع.(۳)

”امام زید بن علی کے گھرانہ میں کوئی بھی امام زید کی مثل نہیں ہوا، میں نے ان کے گھرانہ میں ان سے زیادہ فضیلت والا، ان سے زیادہ فصیح، ان سے زیادہ

(۱) مقریزی، المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، ۳: ۴۳۸
(۲) مقریزی، المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، ۳: ۴۳۸
(۳) مقریزی، المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار، ۳: ۴۳۸

عالم اور ان سے زیادہ شجاع کسی کو نہیں دیکھا۔‘‘

۶۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ نے امام زید کے علمی مقام پر یوں تبصرہ کیا:

شاهدت زيد بن علي، كما شاهدت أهله فما رأيت في زمانه أفقه منه، ولا أعلم، ولا أسرع جوابًا، ولا أبين قولًا. (۱)

’’میں نے زید بن علی کے پاس حاضری دی جیسا کہ ان کے خاندان سے شرفِ ملاقات ہوئی، میں نے ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ فقیہ، ان سے زیادہ عالم، ان سے زیادہ حاضر جواب اور ان سے زیادہ بات کی وضاحت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔‘‘

۷۔ امام مزی (۷۴۲ھ) نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى له أبو داود والترمذي والنسائي في مسند علي وابن ماجة. (۲)

’’امام ابوداؤد، ترمذی (نے سنن میں)، نسائی نے مسند علی میں اور ابنِ ماجہ نے (سنن میں) امام زید سے روایت کیا ہے۔‘‘

امام ذہبی کے مطابق امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۲۲ھ میں ہوا۔ (۳)

(۱) ابو زهرة، ابو حنيفة: ۷۰ (بحواله الروض النضير)

(۲) مزى، تهذيب الكمال، ۱۰: ۹۷

(۳) ذهبى، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۹۰

۳۔ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کا امام عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبوحنيفة عن الإمام عبدالله بن علي عن الإمام علي زين العابدين عن الحسين بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

↓

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ

↓

امام عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

امام عبداللہ بن علی رضی اللہ عنہ کا تعارف

آپ کا مکمل سلسلۂ نسب یوں ہے: عبداللہ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہم۔

۱۔ امام عبداللہ بن علی نے اپنے والد کے چچا حضرت حسن بن علی بن ابی طالب اور اپنے والد امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔[(۱)]

۲۔ امام ترمذی اور امام نسائی نے امام عبداللہ سے اپنی السنن میں روایت کیا ہے۔[(۲)]

۳۔ امام ابنِ حبان (۳۵۴ھ) نے امام عبد اللہ بن علی کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔[(۳)]

امام صالحی شامی نے امام عبداللہ بن علی کا نام امامِ اعظم کے شیوخ کی فہرست میں لکھا ہے۔[(۴)]

(۱) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۵: ۳۲۱
۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۵: ۲۸۴

(۲) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۵: ۳۲۱
۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۵: ۲۸۴

(۳) ابن حبان، الثقات، ۷: ۲

(۴) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة: ۷۷

۴۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبو حنيفة عن الإمام جعفر الصادق عن الإمام محمّد الباقر عن الإمام علی زين العابدين عن الحسين بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

↓

حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ

↓

امام محمد الباقر بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا تعارف

امام جعفر کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو اسماعیل جبکہ لقب صادق ہے۔ آپ کا پورا سلسلہ نسب یوں ہے: جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہم۔ آپ مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ امام جعفر صادق کی والدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پڑپوتی حضرت فروہ بنت قاسم بن محمد تھیں اور حضرت فروہ کی والدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی حضرت اسماء بنت عبدالرحمٰن تھیں۔ اسی نسبت کی وجہ سے امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

ولدني الصديق مرتين. (۱)

”(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت سے) میری دو مرتبہ ولادت ہوئی ہے۔“

امام جعفر نے اپنے والد محمد الباقر اور اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

۱۔ عبید اللہ بن ابی رافع ۲۔ عروہ بن زبیر
۳۔ عطاء بن ابی رباح ۴۔ نافع مولیٰ ابنِ عمر
۵۔ محمد بن منکدر ۶۔ ابنِ شہاب زہری
۷۔ مسلم بن ابی مریم رحمۃ اللہ تعالی علیہم أجمعین (۲)

امام موفق بن احمد المکی، امام مزی اور امام ذہبی کے مطابق امام جعفر الصادق، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔ (۳)

---

(۱) ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۶۶

(۲) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۵: ۷۴۔ ۷۵
۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۲۵۵

(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة، ۱: ۴۲
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۵: ۷۶
۳۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۲۵۶

امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

ائمہِ کرام اور محدّثینِ عظام نے آپ کے بلند علمی مقام و مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ صالح بن ابو الاسود کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کو بذاتِ خود بیان کرتے ہوئے سنا:

سلوني قبل أن تفقدوني فإنّه لا يحدّثكم أحد بعدي بمثل حديثي.[۱]

’’مجھ سے (علم الحدیث کے متعلق) سوال کیا کرو قبل اس سے کہ تم مجھے نہ پاؤ (یعنی میرا وصال ہو جائے) کیونکہ میرے بعد تمہیں میری طرح کوئی بھی حدیث بیان نہیں کرے گا۔‘‘

۲۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے کس شخص کو سب سے بڑا فقیہ دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

ما رأيت أفقه من جعفر بن محمد.[۲]

’’میں نے امام جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔‘‘

۳۔ امامِ اعظم نے اپنے استاد امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے ہاں مدینہ منورہ میں دو سال شاگردی اختیار کی۔ آپ نے ان دو سالوں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اپنے شیخ کی علمی عظمت کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

(۱) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۵: ۷۹
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۶۶

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۵: ۷۹
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۶۶

لو لا السنتان لهلك النعمان.[1]

''(امام جعفر صادق کے ہاں گزارے ہوئے) اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت ہلاک ہو جاتا۔''

۴۔ محدّثِ کبیر امام ابوزرعہ سے سوال کیا گیا کہ

عن جعفر بن محمّد عن أبيه، و سهيل عن أبيه، و العلاء عن أبيه، أيها أصحّ؟

''امام جعفر بن محمد کا اپنے والد سے روایت کرنا، سہل کا اپنے والد سے اور علاء کا اپنے والد سے روایت کرنا (کس درجہ کا ہے) ان میں سے کون سا طریق اَصح ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

لا يقرن جعفر إلى هؤلاء.[2]

''امام جعفر (جیسے معتبر شخص) کو ان کے ساتھ نہ ملایا جائے۔''

۵۔ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم اپنے والد محدّث کبیر ابو حاتم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

ثقة لا يسأل عن مثله.[3]

''ثقہ ہیں ان جیسے شخص کے متعلق پوچھا نہیں جاتا۔''

(۱) محمود شكرى الألوسي، مختصر التحفة الإثنى عشرية: ۸

(۲) مزى، تهذيب الكمال، ۵: ۷۸

(۳) ۱۔ مزى، تهذيب الكمال، ۵: ۷۸

۲۔ ذهبى، تذكرة الحفاظ، ۱: ۱۶۶

۶۔ امام ابو احمد بن عدی فرماتے ہیں:

و لجعفر حديث كثير عن أبيه عن جابر عن النبي ﷺ، و عن أبيه عن آبائه، و نسخ لأهل البيت. و قد حدث عنه من الأئمة مثل بن جريج و شعبة وغيرهما. و هو من ثقات الناس.[1]

’’امام جعفر کے پاس بواسطہ اپنے والد، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حضور نبی اکرم ﷺ سے، (اسی طرح) اپنے والد کے واسطہ سے اپنے آباؤ و اجداد سے کثیر احادیث اور اہلِ بیت (کے طرق) سے کئی نقل شدہ کتب ہیں۔ آپ سے ابنِ جریج اور شعبہ جیسے اجل محدّثین نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کا شمار ثقہ لوگوں میں ہوتا ہے۔‘‘

امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے ہاں امامِ اعظم کے اِفتاء کی پذیرائی

امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ مسجدِ حرام میں بیٹھے فتویٰ دے رہے تھے کہ اس دوران وہاں امام جعفر الصادق تشریف لائے اور لوگوں میں کھڑے ہو گئے۔ امام ابوحنیفہ کو معلوم ہوا تو کھڑے ہو کر عرض کیا:

يا ابن رسول الله! لو علمت أوّل ما وقفت لما قعدت و أنت قائم، فقال: اجلس فأفتِ الناس، فعلى هذا أدركت آبائي.[2]

’’اے ابنِ رسول اللہ ﷺ! اگر مجھے آپ کے یہاں کھڑے ہونے کا علم ہوتا تو آپ کے کھڑے ہوتے ہوئے ہرگز نہ بیٹھتا (نہ لوگوں کو فتوے دیتا۔) آپ نے فرمایا: آپ بیٹھ کر لوگوں کو فتویٰ دیجئے۔ میں نے اپنے آباؤ و اجداد کو اسی طریقہ پر پایا ہے۔‘‘

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۵: ۷۸
(۲) کردری، مناقب الإمام الأعظم، ۱: ۱۱۶

امام ابو الحسن مدائنی، خلیفہ بن خیاط، زبیر بن بکار اور دیگر ائمہ کے مطابق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۴۸ھ ہجری میں ہوا۔ (۱)

(۱) مزی، تهذیب الکمال، ۵: ۹۷

۵۔ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کا اِمام عبد اللہ بن حسن المُثَنّٰی رضی اللہ عنہ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبوحنيفة عن الإمام عبد اللّٰه بن الحسن المثنٰى عن الإمام الحسن المثنٰى بن الحسن المجتبٰى عن الإمام الحسن بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

↓

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام حسن المثنٰی بن حسن المجتبٰی رضی اللہ عنہ

↓

امام عبداللہ بن حسن المثنٰی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

امام عبداللہ بن حسن المُثَنّٰی رضی اللہ عنہ کا تعارف

امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ کی کنیت ابو محمد ہے۔ آپ کا پورا سلسلہ نسب یوں ہے: عبد اللہ بن حسن المثنیٰ بن حسن المجتبیٰ بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہم۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے اکابر علماء اور شیوخ میں ہوتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ صغریٰ تھیں اور والد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام حسن المثنیٰ تھے۔

امام بخاری، امام ابنِ ابی حاتم، امام مزی اور امام عسقلانی نے اپنی کتب میں امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ کے ترجمہ میں بیان کیا ہے کہ امام عبداللہ نے اپنے والد امام حسن المثنیٰ اور اپنی والدہ سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل اکابر تابعین سے بھی روایت کیا ہے:

۱۔ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ۲۔ ابراہیم بن محمد بن طلحہ

۳۔ عبدالرحمٰن بن ہُرمُز الأعرَج ۴۔ عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس

۵۔ ابو بکر بن عمرو حزم رحمۃ اللہ تعالی علیھم أجمعین[1]

امام موفق بن احمد المکی، امام ابنِ بزاز الکردری اور امام محمد بن یوسف صالحی کی تحقیق کے مطابق امام عبداللہ بن حسن، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔[2]

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۵: ۷۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۵: ۳۳
۳۔ مزی، تھذیب الکمال، ۱۴: ۴۱۵
۴۔ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۵: ۱۶۳

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفۃ، ۱: ۴۶
۲۔ کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفۃ، ۱: ۷۸
۳۔ صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ۷۶

امام عبداللہ بن حسن المُثَنّٰی رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

ائمہ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام مصعب بن عبداللہ فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا من علمائنا يكرمون أحدا ما يكرمون عبدالله بن حسن بن حسن.[۱]

''میں نے اپنے ہم عصر علماء میں کسی ایک کو بھی کسی دوسرے کی اتنی تکریم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا وہ عبداللہ بن حسن بن حسن کی تکریم کرتے۔''

۲۔ امام جریر بن عبد الحمید (۱۸۸ھ) بیان کرتے ہیں:

كان المغيرة إذا ذكر له الحديث عن عبدالله بن الحسن، قال: هذه الروايّة صادقة.[۲]

''جب مُغیرہ بن مِقْسَم کو امام عبداللہ بن حسن کے طریق سے کوئی حدیث بیان کی جاتی تو وہ کہتے: یہ روایت سچی ہے (اس میں کذب کا کوئی امکان نہیں۔)''

۳۔ امام عبدالخالق بن منصور کہتے ہیں کہ محمد بن عوف انصاری نے یحییٰ بن معین سے حضرت عبداللہ بن حسن کے بارے میں پوچھا جبکہ میں انہیں سن رہا تھا تو امام یحییٰ بن معین نے فرمایا:

هذا عبد الله بن حسن بن حسن بن علي بن أبي طالب، ثقة.[۳]

---

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۴۳۲

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۵: ۳۳

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۱۶۳

(۳) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۴۳۲

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۱۶۳

’’یہ عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب، ثقہ (راوی) ہیں۔‘‘

۴۔ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم (۳۲۷ھ) کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ محترم ابوحاتم کو فرماتے ہوئے سنا:

عبد الله بن الحسن بن الحسن بن علي، ثقة. (۱)

’’عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی، ثقہ ہیں۔‘‘

۵۔ امام ابنِ حبان نے بھی حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی تصنیف **الثقات** میں ثقہ شمار کیا ہے۔ (۲)

۶۔ حضرت عبداللہ بن حسن المثنیٰ کا ثقاہت میں بلند رتبہ ہونے ہی کی وجہ سے ائمہ سننِ اربعہ امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ نے اپنی سنن میں ان سے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام عسقلانی فرماتے ہیں:

روى له الأربعة. (۳)

’’ائمہ سننِ اربعہ نے حضرت عبداللہ بن حسن سے روایت کیا ہے۔‘‘

امام مزی اور زبیر بن بکّار کی تحقیق کے مطابق حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کا ۷۲ سال کی عمر میں کوفہ میں ۱۴۵ ہجری میں وصال ہوا۔ (۴)

---

(۱) ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۵: ۳۳

(۲) ابن حبان، الثقات، ۷: ۱

(۳) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۴: ۴۱۷

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۱۶۳

(۴) مزی، تہذیب الکمال، ۱۴: ۴۱۷

٦۔ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کا امام حسن المُثَلَّث بن حسن المُثَنّٰی رضی اللہ عنہم سے اخذِ علم الحدیث

الإمام أبو حنيفة عن الإمام الحسن المثلّث بن الحسن المثنٰی عن الإمام الحسن المثنٰی بن الحسن المجتبٰی عن الإمام الحسن بن علي عن سيدنا علي بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

↓

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ

↓

امام حسن المثنٰی بن حسن المجتبٰی رضی اللہ عنہ

↓

امام حسن المثلث بن حسن المثنٰی رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام حسن المُثَلَّث بن حسن المُثَنّٰی رضی اللہ عنہ کا تعارف

امام حسن المثلث کا پورا سلسلہ نسب یوں ہے: حسن المثلّث بن حسن المثنیٰ بن حسن المجتبیٰ بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہم۔ آپ کی والدہ محترمہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ صغریٰ تھیں اور والد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے امام حسن المثنیٰ تھے اور آپ امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ کے بھائی تھے۔

امام مزی اور عسقلانی نے اپنی کتب میں امام حسن المثلث کے ترجمہ میں بیان کیا ہے کہ آپ نے اپنے والد امام حسن المثنیٰ اور اپنی والدہ سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔[1]

امامِ اعظم، امام حسن مجتبیٰ کے دوسرے پوتے حسن المثلث بن حسن المثنیٰ کے بھی شاگرد ہیں۔ امام صالحی شامی نے **عقود الجمان** میں امام حسن المثلث کو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شیوخ میں شمار کیا ہے۔[2]

امام حسن المُثَلَّث رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

ائمہ کرام اور محدّثینِ عظام نے ان کے علمی مقام و مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام ابنِ حبان نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔[3]

۲۔ امام مزی اور امام عسقلانی کے مطابق امام ابنِ ماجہ نے امام حسن المثلث سے اپنی ''السنن'' میں ایک حدیث روایت کی ہے۔ امام مزی لکھتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ٦: ٨٤

۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۲: ۲۳۰

(۲) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ٦٩

(۳) ابن حبان، الثقات، ٦: ١٥٩

روى له ابن ماجة حديثًا واحدًا عن أمّه فاطمة بنت الحسين، عن الحسين بن علي، عن فاطمة الكبرى ......(۱)

''امام ابنِ ماجہ نے امام حسن المثلث سے ان کی والدہ فاطمہ بنت حسین سے، انہوں نے حضرت حسین بن علی سے، انہوں نے سیدہ فاطمہ کبریٰ (بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ایک حدیث روایت کی ہے۔''

یہ حدیث امام ابنِ ماجہ نے 'السنن (**كتاب الأطعمة، باب من بات وفي يده ريح غمر**، ۲: ۱۰۹۶، رقم: ۳۲۹۶)' میں درج کی ہے۔

امام مزی اور عسقلانی کی تحقیق کے مطابق حضرت حسن المثلث بن حسن المثنیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال ۶۸ سال کی عمر میں ابوجعفر منصور کی قید میں عراق کے علاقہ ہاشمیہ میں ۱۴۵ ہجری میں ہوا۔(۲)

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۸۹

۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۳۰

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۸۶

۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۳۰

۷۔ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کا امام حسن بن زید رضی اللہ عنہ سے اخذِ علم الحدیث

الإمام أبوحنيفة عن الإمام الحسن بن زيد عن الإمام زيد بن الحسن المجتبىٰ عن الإمام الحسن بن على عن سيدنا على بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

↓

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما

↓

امام زید بن حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ

↓

امام حسن بن زید رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کا تعارف

امام حسن بن زید کی کنیت ابو محمد ہے اور آپ کا پورا سلسلہ نسب یوں ہے: حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی المدنی رضی اللہ عنہم۔ امام حسن الانور بن زید الابلج، سیدہ نفیسہ کے والد ہیں۔ آپ خلیفہ ابوجعفر منصور کے دور میں مدینہ منورہ کے گورنر بھی رہے۔

امام بخاری، ابنِ ابی حاتم، ابنِ ماکولا اور مزی نے امام حسن بن زید کے ترجمہ میں بیان کیا ہے کہ آپ نے درج ذیل اکابر تابعین سے احادیثِ مبارکہ روایت کی ہیں:

۱۔ اپنے والد زید بن حسن مجتبیٰ
۲۔ چچا کے بیٹے عبداللہ بن حسن
۳۔ عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس
۴۔ معاویہ بن عبداللہ بن جعفر
۵۔ المطلب بن عبداللہ
۶۔ عبداللہ بن ابی بکر بن حزم
۷۔ مسلم بن ریاح مولیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم (۱)

صاحبِ سیرت الشامیہ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے عقود الجمان میں امام حسن بن زید کو امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ میں شمار کیا ہے۔(۲)

امام حسن بن زید رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ عظام نے امام حسن بن زید کے علمی مقام و مرتبے کا اظہار درج ذیل

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۲۹۴
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۱۴
۳۔ ابن ماکولا، الإکمال، ۴: ۱۶
۴۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۱۵۲

(۲) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ۶۹

الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام ابنِ سعد (۲۳۰ھ) نے امام حسن بن زید کے بارے میں فرمایا ہے:

كانت عنده أحاديث وكان ثقة. (۱)

''آپ کے پاس کئی احادیث مبارکہ تھیں اور آپ ثقہ تھے۔''

۲۔ امام عجلی (۲۶۱ھ) نے امام حسن بن زید کو ''**مدني ثقة**'' لکھا ہے۔ (۲)

۳۔ امام ابنِ حبان (۳۵۴ھ) نے بھی امام حسن الانور کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (۳)

۴۔ امام عسقلانی اور مزی نے لکھا ہے:

روى له النسائي حديثًا واحدًا. (۴)

''صاحبِ سنن امام نسائی نے امام حسن سے ایک حدیث روایت کی ہے۔''

خلیفہ بن خیاط، ابنِ سعد، ابنِ حبان، ابوحسان الزیادی، مزی، ذہبی اور عسقلانی کی تحقیق کے مطابق حضرت حسن بن زید بن حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کا وصال ۸۵ سال کی عمر میں مدینہ سے پانچ میل دور مکہ کی طرف حاجر کے مقام پر ۱۶۸ ہجری میں ہوا۔ (۵)

عوام الناس میں یہی بات معروف ہے کہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صرف امام محمد

---

(۱) ابن سعد، الطبقات الكبرىٰ، ۱: ۳۸۶

(۲) عجلی، معرفة الثقات، ۱: ۲۹۴

(۳) ابن حبان، الثقات، ۶: ۱۶۰

(۴) ۱۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۴۳

۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۱۶۲

(۵) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۱۶۲

۲۔ ذهبی، ميزان الإعتدال فی نقد الرجال، ۲: ۲۳۹

۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۴۳

باقر اور امام جعفر صادق کے شاگرد ہیں حالاں کہ آپ ان کے ساتھ ساتھ کل ائمہ اہلِ بیت (جو اس وقت موجود تھے) کے بھی شاگرد ہیں۔ درج بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امامِ اعظم، سید الشہداء، شہزادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جگر گوشۂ بتول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتوں کے شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ سید الأمۃ، رَیْحانَۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جگر گوشۂ زہراء حضرت امام حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پوتوں کے بھی شاگرد ہیں۔ پس جو علم الحدیث بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچا، وہی علم سیدنا علی المرتضیٰ کے شہزادوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد سے ہوتا ہوا امامِ اعظم تک پہنچا۔ امام ابوحنیفہ نے ائمہِ اہلِ بیت اور خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام چراغوں کی روشنی سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔

اِن طرق کے علاوہ امامِ اعظم کئی دوسرے طرق سے بھی اہلِ بیتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم الحدیث کے وارث تھے جس کو ہم ذیل میں بالتحقیق بیان کریں گے۔

۸۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا امام حسن بن محمد ابنِ حنفیہ رضی اللہ عنہم سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبوحنيفة عن الإمام الحسن بن محمّد عن الإمام محمّد (ابن الحنفية) بن علی عن سيدنا علی بن أبي طالب رضی اللہ عنہم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

↓

حضرت محمد بن حنفیہ ابنِ علی رضی اللہ عنہ

↓

حضرت امام حسن بن محمد رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

امام حسن بن محمد ابنِ حَنَفِیَّہ رضی اللہ عنہم کا تعارف

سیدۂ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے علاوہ سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دوسری زوجہ بنوحنفیہ میں سے خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمہ تھیں جن سے آپ کے صاحبزادے امام محمد بن حنفیہ ہیں۔ لہٰذا اس نسبت سے امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہم آپ کے بھائی ہیں۔ حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حسن، امامِ اعظم کے شیخ تھے۔ اس طرح امام حسن کا مکمل سلسلۂ نسب یوں بنتا ہے: ابومحمد حسن بن محمد (ابنِ حنفیہ) بن علی بن ابی طالب الہاشمی العلوی المدنی رضی اللہ عنہم۔ امام حسن بن محمد کی والدہ ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جن کا نام جمال بنت قیس بن مخرمہ بن عبدالمطلب بن عبدمناف بن قصی تھا۔[1]

امام مزی، امام ذہبی اور امام عسقلانی کی تحقیق کے مطابق امام حسن بن محمد نے اپنے والد حضرت محمد بن حنفیہ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی حدیث روایت کی ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
۶۔ عبیداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہم
۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا[2]

امام محمد بن یوسف صالحی شامی نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ کی فہرست میں امام حسن بن محمد ابنِ حنفیہ کا نام بھی درج کیا ہے۔[3]

---

(۱) عبدالحمید مصطفیٰ، سیرۃ آل بیت النبی ﷺ، ۲: ۳۳۶
(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۳۱۷
۲۔ ذہبی، میزان الإعتدال فی نقد الرجال، ۸: ۸۰
۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۲۷۶
(۳) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ۶۹

امام حسن بن محمد ابنِ حَنَفِیَّہ رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام حسن بن محمد کے علمی مقام و مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ علم الحدیث کے عظیم سپوت امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (متوفی ۱۲۴ھ) نے امام حسن بن محمد کے علمی مقام کو یوں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

حدّثنا الحسن وعبدالله ابنا محمّد، وكان الحسن أرضاهما فی أنفسنا، وفي رواية: وكان الحسن أوثقهما. (۱)

’’ہم سے حضرت محمد بن حنفیہ کے صاحبزادوں حسن اور عبداللہ نے حدیث بیان کی، ان دونوں میں سے حسن بن محمد ہمیں زیادہ پسند ہیں۔ ایک روایت میں امام زہری سے یہ الفاظ مروی ہیں: حسن بن محمد ان دونوں میں ہمارے نزدیک زیادہ ثقہ ہیں۔‘‘

۲۔ محدّثِ کبیر امام عمرو بن دینار المکی (۱۲۶ھ) نے بلند پایہ محدّث امام زہری کے مقابل امام حسن بن محمد ابنِ حنفیہ کے علمی مقام و مرتبہ کو یوں اجاگر کیا ہے:

ما كان الزهري إلا من غلمان الحسن بن محمد. (۲)

’’زہری (علمی لحاظ سے) امام حسن بن محمد کے بچوں میں سے تھے۔‘‘

۳۔ امام مسعر بن کِدام (۱۵۳ھ) بیان کرتے ہیں:

كان الحسن بن محمّد يفسّر قول النبيّ ﷺ وليس منّا، ليس مثلنا. (۳)

(۱) عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۲۷۶

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۳۱۹

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۲۷۶

(۳) مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۳۱۹

’’امام حسن بن محمد، حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی ایسی تفسیر کرتے تھے کہ ہم میں سے کوئی نہیں کرسکتا اور نہ ہی وہ ہمارے بیان کی طرح ہوتی۔‘‘

۴۔ امام سفیان ثوری (۱۶۱ھ) کہتے ہیں کہ میں نے عبدالواحد بن ایمن سے پوچھا کہ جب امام حسن بن محمد مکہ تشریف لاتے اور آپ کے ہاں ٹھہرتے تھے تو ان کے پاس کون سے ائمہ حضرات علمی فیض کے حصول کے لئے آتے؟ انہوں نے فرمایا:

عطاء، وعمرو بن دينار، والزبير بن موسى وغيرهم. (۱)

’’عطاء بن ابی رِباح، عمرو بن دینار، زبیر بن موسیٰ اور بہت سارے (اکابر تابعین ان کے پاس حاضر ہوتے)۔‘‘

۵۔ امام محمد بن اسماعیل جعفری آپ کے متعلق بیان کرتے ہیں:

وكان حسن من أوثق الناس عند الناس. (۲)

’’لوگوں کے نزدیک حسن بن محمد تمام لوگوں میں زیادہ معتبر اور ثقہ تھے۔‘‘

۶۔ خلیفہ بن خیاط (۲۴۰ھ) نے امام حسن بن محمد کو ثقاہت میں اہلِ مدینہ کے ائمہ میں سے ’’طبقہ ثانیہ‘‘ میں شمار کیا ہے۔ (۳)

۷۔ امام احمد بن عبد اللہ العجلی (۲۶۱ھ) نے امام حسن بن محمد کو ’’تابعی، مدنی اور ثقہ‘‘ لکھا ہے۔ (۴)

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۳۱۹
(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۳۱۹
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۷۶
(۳) مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۳۱۷
(۴) ۱۔ عجلی، معرفة الثقات، ۱: ۳۰۰
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۳۱۸

۸۔ امام ابنِ حبان (۳۵۴ھ) آپ کے علمی مقام کو ان الفاظ میں اجاگر کرتے ہیں:

كان من أعلم الناس بالإختلاف.(۱)

’’آپ لوگوں میں سب سے زیادہ (ائمہ کے درمیان علمی و فقہی) اختلاف کو جاننے والے تھے۔‘‘

۹۔ امام دار قطنی (۳۸۵ھ)، امام حسن بن محمد کے بارے میں فرماتے ہیں:

هو صحيح الحديث، واحتج به أهل الصحيح.(۲)

’’آپ صحیح الحدیث ہیں، ائمہ ثقہ نے آپ کو حجت مانا ہے۔‘‘

۱۰۔ امام مزی اور امام عسقلانی کے مطابق ائمہ صحاحِ ستّہ نے اپنی کتب میں امام حسن بن محمد سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں:

روىٰ له الجماعة.(۳)

’’آپ سے (ائمہ صحاح ستّہ کی) جماعت نے روایت کیا ہے۔‘‘

امام حسن بن محمد ابنِ حنفیہ کی تاریخِ وصال میں اختلاف ہے، خلیفہ بن خیاط

---

(۱) ۱۔ ابن حبان، مشاهير علماء الأمصار، ۱: ۶۲
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۳۱۹
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۷۶
(۲) ذهبی، ميزان الإعتدال فی نقد الرجال، ۸: ۸۰
(۳) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۶: ۳۲۳
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۲۷۶

وغیرہ کے مطابق آپ کا وصال ۹۹ ہجری میں ہوا۔[1]

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ امامِ اعظم کو امام حسن اور حسین کے بھائی محمد بن حنفیہ کے طریق سے بھی بیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم الحدیث حاصل ہے۔

(۱) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۶: ۳۲۲

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۲۷۶

۹۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا امام جعفر بن تَمَّام بن عباس رضی اللہ عنہ سے اَخذِ علم الحدیث

الإمام أبو حنيفة عن الإمام جعفر بن تَمَّام عن الإمام تَمَّام بن عباس عن سيدنا عباس بن عبد المطلب رضي الله عنهم

امامِ اعظم کے طریقِ حدیث کا نقشہ

سیدنا حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم

↓

حضرت تَمَّام بن عباس رضی اللہ عنہ

↓

امام جعفر بن تَمَّام رضی اللہ عنہ

↓

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

امام جعفر بن تَمَّام رضی اللہ عنہ کا تعارف

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کے پوتے اور حضرت تَمَّام کے بیٹے جعفر رضی اللہ عنہ بھی امام اعظم کے شیوخ میں سے ہیں۔ رشتہ کے لحاظ سے امام جعفر، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم چچازاد ہیں۔ حضرت جعفر کا سلسلۂ نسب یوں ہے: جعفر بن تمام بن عباس بن عبدالمطلب الہاشمی المدنی رضی اللہ عنہم۔ ان کی والدہ کا نام عالیہ بنت نُہَیْک بن قیس بن معاویہ تھا۔

امام بخاری اور ابنِ ابی حاتم کے مطابق حضرت جعفر نے اپنے والد تَمَّام بن عباس سے روایتِ حدیث کی ہے۔(۱)

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے امام جعفر بن تمام کا نام امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ میں درج کیا ہے۔(۲)

امام جعفر بن تَمَّام رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ کرام نے ان کے بلند پایہ علمی مرتبے اور ثقاہت کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام ابنِ سعد (۲۳۰ھ) نے اہلِ مدینہ کے تابعین کے تیسرے طبقہ میں امام جعفر بن تَمَّام کا ذکر کیا ہے۔(۳)

۲۔ محدّثِ کبیر امام ابو زرعہ رازی (۲۶۴ھ) سے حضرت جعفر بن تمام کے بارے

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۱۸۷

۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۴۷۵

(۲) صالحی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم: ۶۸

(۳) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۵: ۳۱۶

میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''وہ مدنی ثقہ ہیں۔''(۱)

۳۔ امام الجرح والتعدیل ابنِ حبان (۳۵۴ھ) نے اپنی کتاب ''الثقات'' میں حضرت جعفر بن تمام کا ذکر کیا ہے۔(۲)

خلاصۂ بحث

امامِ اَعظم تاریخِ اسلام کی وہ واحد علمی شخصیت ہیں جو نہ صرف خلفائے راشدین المھدیین، صحابہ کرام اور تابعینِ عظام کے علم الحدیث کے جامع ہیں بلکہ آپ امام محمد الباقر، امام زید بن علی، امام عبداللہ بن علی، امام جعفر الصادق، امام عبداللہ بن حسن المثنیٰ، امام حسن المثلث بن حسن المثنیٰ، امام حسن بن زید، امام حسن بن محمد ابنِ حنفیہ اور امام جعفر بن تمّام بن عباس جیسے عظیم ائمہ اہلِ بیت کے ذریعے اہلِ بیتِ رسول ﷺ کے تمام علم الحدیث کے بھی وارث ہیں۔ یہ اسانید اعلیٰ اور ارفع ہونے کے ساتھ ساتھ منفرد اور یکتا بھی ہیں کہ امامِ اعظم کے علاوہ روئے زمین پر فقہ و حدیث کا کوئی اور امام براہِ راست ان مقدس شخصیات سے علمی خوشہ چینی کا دعوے دار نہیں۔ ان سلاسلِ عظیمہ سے نسبت کی بدولت آپ علمِ اہلِ بیت اور فیضانِ اہلِ بیت کے بھی وارث ہیں۔

ائمہ اہلِ بیت کے طریق سے بیان کردہ سند بھی باعثِ برکت ہے

سنن ابنِ ماجہ میں ایک حدیثِ مبارکہ مروی ہے جس کی سند امام علی بن موسیٰ رضا سے لے کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوتے ہوئے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ تک پہنچتی ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ کے راوی ابوصلت عبدالسلام بن صالح الھروی نے اس حدیث کی مقدس اور بابرکت سند کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اگر صرف اس سند کو ہی پڑھ کر کسی

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۲: ۴۷۵
۲۔ عسقلانی، تعجیل المنفعة، ۱: ۷۰

(۲) ابن حبان، الثقات، ۶: ۱۳۲

پاگل کو دم کر دیا جائے تو اسے شفا نصیب ہوجائے گی۔ امام ابنِ ماجہ کے طریق سے بیان کردہ اس سند اور راوی کے الفاظ درج ذیل ہیں:

عَنْ عَبْدِ السَّلامِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ أَبِي الصَّلْتِ الْهَرَوِيّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہم، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ''الإِيْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَقَوْلٌ بِاللِّسَانِ وَعَمَلٌ بِالأَرْكَانِ.''

قَالَ أَبُو الصَّلْتِ: لَوْ قُرِئَ هَذَا الإِسْنَادُ عَلَى مَجْنُوْنٍ لَبَرَأَ.[1]

''ابوصلت عبدالسلام بن صالح ہروی سے مروی ہے، (انہوں نے کہا:) ہم سے امام علی بن موسیٰ رضا نے بیان کیا، انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے روایت کیا، انہوں نے امام جعفر بن محمد الصادق سے روایت کیا، انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے، انہوں نے امام علی بن حسین زین العابدین سے، انہوں نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے) کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایمان دل سے پہچاننے، زبان سے اقرار کرنے اور ارکانِ (اسلام) پر عمل کرنے کا نام ہے۔''

''(راوی) ابوصلت ہروی نے (اس سند اور متن کو نقل کرنے کے بعد) کہا ہے: **اگر یہ سند پاگل پر پڑھ کر دم کی جائے تو وہ ٹھیک ہو جائے۔''**

(۱) ۱۔ ابن ماجۃ، السنن، کتاب المقدمۃ، باب فی الإیمان، ۱: ۲۵، رقم: ۶۵
۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۶: ۲۲۶، رقم: ۶۲۵۴
۳۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۱: ۴۷، رقم: ۱۶
۴۔ کنانی، مصباح الزجاجة، ۱: ۲۱، رقم: ۲۳

سندِ حدیث پر اعتراض کے جوابات

۲۹ مارچ ۲۰۰۵ء بروز بدھ تحریکِ منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر ایک عظیم الشان ''امامِ اعظم رضی اللہ عنہ امام الائمہ فی الحدیث'' کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں اہلِ علم کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔ اس کانفرنس کے بعد ایک صاحب نے راویِ حدیث ''ابو صلت ہروی'' کے بارے میں ہمیں ایک خط لکھا کہ ''میں نے کہیں پڑھا ہے کہ ابوصلت ہروی کے ضعف پر محدّثین متفق ہیں، لہٰذا اس کی وضاحت کریں۔''

ہم نے انہیں جواباً لکھا کہ ابوصلت ہروی نے چونکہ اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں روایات بیان کی ہیں اس وجہ سے بعض احباب نے ان کو شیعہ سمجھا اور ان کی ثقاہت وصدق کو ضعف قرار دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اکابر ائمہِ حدیث وفنِ رجال نے اُن کو صدوق، ثقہ، ضابط اور صالح قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں عظیم نقاد محدّثین کی تصریحات مع حوالہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ناقدینِ حدیث کے امام یحیٰی بن معین (۲۳۳ھ)، ابو صلت ہروی کو ثقہ اور صدوق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ایسا شخص نہیں ہے جس کو جھٹلایا جائے۔[1]

۲۔ امام دار قطنی نے انہیں 'ثقہ' اور امام احمد بن حنبل نے انہیں 'صدوق' کہا ہے۔[2]

۳۔ امام المحدّثین احمد بن عبد اللہ عجلی (۲۶۱ھ) نے انہیں ثقہ کہا ہے۔[3]

۴۔ امام ابوداؤد (۲۷۵ھ) نے انہیں ''ضابط'' قرار دیا ہے۔[4]

(۱) ذھبی، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ۴: ۳۴۸

(۲) سیوطی + عبدالغنی + فخر الحسن دھلوی، شرح سنن ابن ماجه، ۱: ۸

(۳) عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۹۴

(۴) عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۶: ۲۸۶

۵۔ امام حاکم نے بھی امام یحییٰ بن معین کا قول دہرایا ہے۔(۱)

۶۔ امام ابوسعید ہروی سے دو بار اِن کے بارے میں پوچھا گیا، لیکن انہوں نے سکوت اختیار کیا۔(۲)

۷۔ امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ نے ابوصلت ہروی سے روایت کیا ہے۔(۳)

۸۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ یہ مشرباً شیعہ تھے لیکن محدّثین نے ان کی روایات کو صدق کے ساتھ متصف کیا ہے۔(۴)

۹۔ امام ذہبی نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے: ''صالح شخص ہیں۔''(۵)

خطیب بغدادی نے ابوصلت ہروی کے بغیر اسی سند کو بیان کیا ہے

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ابوصلت ہروی کا یہ جملہ اس حدیث کے متن پر نہیں بلکہ سند پر ہے۔ اسی سند کو بعینہٖ خطیب بغدادی نے ابوصلت کے بغیر ایک دوسرے راوی محمد بن سہل بن عامر بجلی کوفی سے روایت کیا ہے۔(۶)

ابوصلت ہروی کے بارے میں ائمہ محدّثین کی تصریحات اور خصوصاً محمد بن سہل کی بیان کردہ اسی اسناد کے بعد نہ تو شک وشبہ کی گنجائش ہے اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی اشکال باقی رہا ہے لہٰذا ہم اسے صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اس سند کے توسط سے شفا اور برکت کے حصول کو جائز مانتے ہیں۔ جہاں تک امامِ اعظم کے اِن تمام ائمہ اہلِ بیت سے علمی فیض

---

(۱) عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۶: ۲۸۶

(۲) عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۶: ۲۸۶

(۳) سیوطی + عبدالغنی + فخر الحسن دهلوی، شرح سنن ابن ماجه، ۱: ۸

(۴) سیوطی + عبدالغنی + فخر الحسن دهلوی، شرح سنن ابن ماجه، ۱: ۸

(۵) ذهبی، میزان الإعتدال فی نقد الرجال، ۴: ۳۴۸

(۶) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۲۵۵

یاب ہونے کا تعلق ہے تو اگر سندِ ائمہ اہلِ بیت کے اسماء کے توسل سے شفا اور برکت حاصل کی جاتی ہے تو اُن مقدّس و روحانی ہستیوں کی قربت وصحبت کے فیوض و برکات کا عالم کیا ہوگا ؟ یقیناً پورے عالمِ اسلام میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی وہ واحد ہستی ہیں جنہیں اپنے دور میں ان تمام ائمہ اہلِ بیت کی قربت نصیب ہوئی جس کی بدولت آپ علمِ اہلِ بیت اور فیضِ اہلِ بیت کے گراں قدر انعامات سے سرفراز ہو کر ''امامِ اعظم'' کے لقب سے ملقب ہوئے۔

باب نہم

اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ اَکابر تابعین کے علمِ الحدیث کے وارث ہیں

پچھلے باب میں امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ایک سو پچیس (۱۲۵) معروف شیوخِ حدیث کے نام درج کئے جا چکے ہیں، اُس فہرست سے معلوم ہو چکا کہ آپ کے شیوخ میں اکابر تابعین بکثرت شامل ہیں۔ امامِ اعظم کے متذکرہ بالا تمام شیوخِ کبار علم الحدیث میں نہایت اعلیٰ و ارفع مقام کے حامل تھے اور ان میں سے بیشتر، تابعین ہونے کی حیثیت سے براہِ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے شاگرد بھی تھے۔ لہٰذا امامِ اعظم کو ان کی اس نسبتِ عظمیٰ کے توسط سے بھی علم الحدیث کا فیضِ کثیر عطا ہوا۔ اس باب میں ہم امام صاحب کے اُن ۱۲۵ شیوخ میں سے اکیس (۲۱) ائمہِ تابعین کے احوال اور علم الحدیث میں اُن کے بلند مقام کو بیان کر رہے ہیں جن کے احوال کو محدّثین نے اپنی کتب میں درج کیا ہے۔ امامِ اعظم کے اِن تمام اکابر شیوخ کا علم الحدیث میں مقام و مرتبہ جاننے کے بعد ہی علم الحدیث میں امام صاحب کے مقام و مرتبہ کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ امام ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ (متوفی ۹۵ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا پورا نام ابو عمران ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود ہے۔ آپ کا شمار کوفہ کے ممتاز فقہاء میں ہوتا تھا۔ آپ نے حضرت علقمہ، حضرت مسروق، حضرت اَسود، حضرت سُوَید بن غَفلہ، حضرت قاضی شُرَیح، حضرت ھمام بن حارِث رحمھم اللہ تعالی اور دیگر کبار تابعین کی ایک جماعت سے حدیث روایت کی۔[1] بچپن میں آپ کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ امام احمد بن عبد اللہ

(۱) ۱۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۴: ۵۲۰
۲۔ أيضاً، تذكرة الحفاظ، ۱: ۷۳۔۷۴

العجلیؒ (متوفی ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

لم یحدّث عن أحد من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد أدرک منھم جماعة، ورأی عائشة. (۱)

''آپ نے کسی صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث روایت نہیں کی حالانکہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا زمانہ بھی پایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت بھی کی۔''

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ (متوفی ۹۴۲ھ) اور علامہ مرعی بن یوسف حنبلیؒ (متوفی ۱۰۳۳ھ) کی تحقیق کے مطابق امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث روایت کی ہے۔ (۲)

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام ابراہیم کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درجِ ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ حضرت سعید بن جبیرؒ استفتاء کے سلسلے میں اپنے پاس آنے والوں سے کہتے:

أتستفتونی وفیکم إبراھیم. (۳)

''کیا تم مجھ سے فتویٰ پوچھتے ہو جبکہ تم میں ابراہیم موجود ہیں؟''

(۱) ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۵۲۱

(۲) ۱۔ صالحی، عقود الجمان: ۲۶

۲۔ مرعی، کتاب تنویر بصائر المقلدین: ۵۵

(۳) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۵۲۳

۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۷۴

۲۔ فنِ حدیث میں آپ کی مہارت و دسترس کو امام اَعمشؒ (۹۴ھ) یوں بیان کرتے ہیں:

كان إبراهيم صيرفيا فى الحديث، وكان يتوقّى الشّهرة ولا يجلس إلى الأسطوانة.[1]

''ابراہیم علمِ حدیث کے نقاد تھے، آپ شہرت سے بچتے تھے اسی لئے مسجد کے کسی ستون کے پاس نہیں بیٹھتے تھے۔''

۳۔ تابعی امام شعیب بن حَبْحَاب بصریؒ (۱۳۰ھ) کہتے ہیں کہ جس رات ابراہیم نخعی کو دفن کیا گیا میں تدفین کرنے والوں میں شامل تھا۔ امام شعبی نے ہم سے پوچھا: کیا تم نے اپنے ساتھی کو دفن کر دیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس پر انہوں نے فرمایا:

إنه ما ترك أحدا أعلم منه أو أفقه منه. قلت: ولا الحسن ولا ابن سيرين؟ قال: نعم! ولا من أهل البصرة، ولا من أهل الكوفة، ولا من أهل الحجاز، وفي رواية: ولا من أهل الشام.[2]

''انہوں نے اپنے پیچھے اپنے سے بڑھ کر کسی عالم یا فقیہ کو نہیں چھوڑا۔ میں نے کہا: حسن بصری اور ابنِ سیرین کو بھی نہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! نہ اہلِ بصرہ میں، نہ اہلِ کوفہ میں اور نہ ہی اہلِ حجاز میں ان جیسا کوئی موجود ہے۔ ایک روایت کے مطابق انہوں نے فرمایا: نہ اہلِ شام میں۔''

آپ نے بڑھاپے سے پہلے زمانۂ کہولت میں ۹۵ھ کے آخر میں وفات پائی۔[3]

---

(۱) ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۷۴

(۲) ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۵۲۷

(۳) ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۷۴

۲۔ امام شعبی رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۰۴ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا نام عامر بن شراحیل (یا عمرو بن شرحبیل) تھا۔ کوفہ کے رہنے والے اور شعبِ ہمدان سے تعلق رکھتے تھے۔ معروف ہے کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے۔ محدّثین کے مطابق آپ نے درجِ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت براء بن عازِب رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت زید بن اَرقم رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت سمرہ بن جندب فزاری رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ
۱۴۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اَوفیٰ رضی اللہ عنہ
۱۵۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
۱۶۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۱۷۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۱۸۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۱۹۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۲۰۔ حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۲۱۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲۲۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ
۲۳۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ
۲۴۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ
۲۵۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
۲۶۔ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ
۲۷۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
۲۸۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

۲۹۔ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ — ۳۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۳۱۔ حضرت اَسماء بنتِ عمیس — ۳۲۔ حضرت ام ہانی بنتِ ابی طالب

۳۳۔ حضرت فاطمہ بنتِ قیس — ۳۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ

۳۵۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنتِ حارث

۳۶۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن[1]

۱۔ امام شعبیؒ اپنے سنِ ولادت کے متعلق کہتے ہیں:

ولدت عام جلولاء (يعني سنة سبع عشرة).[2]

''میں معرکہ جلولا کے سال (یعنی ۱۷ھ میں) پیدا ہوا۔''

۲۔ صحابہ کرام کی کثیر تعداد سے ملاقات کو امام شعبیؒ خود ہی بیان کرتے ہیں:

أدركت خمس مائة من أصحاب النبي ﷺ أو أكثر.[3]

''میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے پانچ سو یا اس سے زیادہ صحابہ کرام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔''

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۲۷

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۴: ۲۸۔۳۱

۳۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۵: ۵۸

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۲۸

۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۴

(۳) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۶: ۴۵۰

۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۱

۳۔ سلیمان بن خلف باجی، التعدیل والتجریح، ۳: ۹۹۳

۴۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۵: ۵۹

۳۔ امام ابنِ حبانؒ (۳۵۴ھ) نے انہیں ثقات تابعین میں شمار کرتے ہوئے لکھا ہے:

روی عن خمسین و مائة من أصحاب رسول الله ﷺ. [1]

’’امام شعبی نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک سو پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایتِ حدیث کی ہے۔‘‘

امام موفق بن احمد المکی، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی نے امام شعبی کو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا حدیث میں شیخ بیان کیا ہے۔ [2]

۴۔ بلکہ امام ذہبیؒ نے امام شعبی کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

هو أكبر شيخ لأبي حنيفة. [3]

’’آپ امام ابوحنیفہ کے سب سے بڑے شیخ ہیں۔‘‘

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام شعبی کے بلند پایۂ علمی کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام ابو مِجلَز لاحق بن حُمَیدؒ (۱۰۱ھ) فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا أفقه من الشعبي، لا سعيد بن المسيب و لا طاوس

(۱) ابن حبان، الثقات، ۵: ۱۸۶

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۴: ۳۳
۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱
۴۔ سيوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۴۷

(۳) ذهبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۷۹

ولا عطاء ولا الحسن ولا ابن سيرين. (۱)

’’میں نے شعبی سے بڑا (دین میں) تفقہ رکھنے والا کوئی نہیں دیکھا، نہ سعید بن مسیّب، نہ طاؤس، نہ عطاء، نہ حسن بصری اور نہ ہی ابنِ سیرین۔‘‘

۲۔ قاضی ابنِ شُبرُمہ کوفیؒ (۱۴۴ھ) سے روایت ہے کہ امام شعبیؒ نے اپنے حافظہ کے متعلق فرمایا:

ما كتبت سوداء في بيضاء إلى يومي هذا، ولا حدّثني رجل بحديث قطّ إلا حفظته، ولا أحببت أن يعيده عليّ. ولقد نسيت من العلم ما لو حفظه أحد لكان به عالما. (۲)

’’میں نے آج تک کاغذ پر کچھ نہیں لکھا، جب کوئی شخص مجھے کوئی بھی حدیث سناتا تو میں اسے حفظ کر لیتا اور مجھے کبھی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ وہ اسے میرے سامنے دوبارہ پڑھے۔ مجھے (نہ لکھنے کے سبب) اتنا علم بھول گیا ہے کہ اگر کوئی اور اسے یاد کر لیتا تو وہ عالم بن جاتا۔‘‘

۳۔ قاضی ابنِ شبرمہؒ ہی کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبی کو فرماتے ہوئے سنا:

ما سمعت منذ عشرين سنة رجلا يحدّث بحديث إلا أنا أعلم به منه. (۳)

---

(۱) ۱۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۱
۲۔ ابن جوزی نے ’صفۃ الصفوۃ (۳: ۷۵)‘ میں اس روایت کا پہلا حصہ بیان کیا ہے۔

(۲) ۱۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۴
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۴: ۳۴
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۴۰

(۳) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۲۹
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۸

''میں نے بیس سال سے جس شخص سے جو بھی حدیث سنی ہے، میں سنانے والے کی نسبت اس (حدیث) کو زیادہ جانتا ہوں۔''

۴۔ امام ابنِ سیرینؒ (۱۱۰ھ) کہتے ہیں:

قدمت الكوفة وللشعبي حلقة عظيمة وأصحاب رسول ﷺ يومئذ كثير.(۱)

''میں نے کوفہ میں امام شعبی کا بہت بڑا حلقۂ درس دیکھا، حالانکہ اس وقت وہاں حضور نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکثرت موجود تھے۔''

۵۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابنِ سیرینؒ نے ابوبکر ہُذَلیؒ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا:

يا أبا بكر! إذا دخلت الكوفة فاستكثر من حديث الشعبي فإن كان ليسأل وانّ أصحاب محمد ﷺ لأحياء.(۲)

''اے ابوبکر! جب تم کوفہ جاؤ تو شعبی کے حلقۂ درس میں کثرت سے جانا کیونکہ ان سے حضور ﷺ کے صحابہ کی موجودگی میں بھی مسئلہ کا حل پوچھا جاتا تھا۔''

۶۔ امام مکحول شامیؒ (۱۱۳ھ) فرماتے ہیں:

ما رأيت أفقه من الشعبي.(۳)

''میں نے امام شعبی سے بڑا کوئی فقیہ (یا عالم) نہیں دیکھا۔''

---

(۱) ۱۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۳: ۷۵

۲۔ ذہبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۸۵

(۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۲۹

(۳) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۴: ۳۵

۲۔ ذہبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۸۱ (ان کی روایت میں أعلم کے الفاظ ہیں۔)

۳۔ عسقلانی، تقریب التهذیب، ۱: ۲۸۷

۷۔ امام ابو حصین عثمانؒ بن عاصم (۱۲۷ھ) آپ کے علمی مرتبہ کو یوں واضح کرتے ہیں:

ما رأيت أعلم من الشعبي. فقال له أبو بكر بن عياش: ولا شريح؟ فقال: تريدني أن أكذب؟ ما رأيت أعلم من الشعبي. (۱)

''میں نے شعبی سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ ابو بکر بن عیاش نے اُن سے کہا: شریح بھی نہیں؟ انہوں نے فرمایا: تم چاہتے ہو کہ میں جھوٹ بولوں؟ میں نے امام شعبی سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔''

۸۔ امام ابو حصینؒ ہی کہتے ہیں:

ما رأيت أحدا قطّ أفقه من الشعبي. (۲)

''میں نے کسی کو بھی شعبی سے بڑھ کر دین کا فہم رکھنے والا نہیں دیکھا۔''

۹۔ تابعی امام عبد الملک بن عمیرؒ (۱۳۶ھ) سے روایت ہے:

مرّ ابن عمر بالشّعبي وهو يحدّث بالمغازي، فقال: شهدت القوم ولهذا أحفظ لها وأعلم بها مني. (۳)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ شعبی کے پاس سے گزرے تو وہ غزوات کے احوال بیان کررہے تھے۔ آپ نے (اُن کو سن کر) فرمایا: میں صحابہ کے ساتھ خود غزوات میں شریک رہا ہوں۔ لیکن اِس (شعبی) کو وہ واقعات مجھ سے زیادہ

(۱) ۱۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۵۹
۲۔ سليمان بن خلف باجي، التعديل والتجريح، ۳: ۹۹۳

(۲) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۱

(۳) ۱۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۱
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۵۹
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۴۰

حفظ اور معلوم ہیں۔‘‘

۱۰۔ امام داؤد بن ابی ہندؒ (۱۳۹ھ) کہتے ہیں:

ما جالست أحدا أعلم من الشعبي.(۱)

’’میں شعبی سے بڑے کسی عالم کے پاس نہیں بیٹھا۔‘‘

۱۱۔ امام عاصم بن سلیمان اَحولؒ (۱۴۲ھ) امام شعبی کے علمِ حدیث کی کثرت کے متعلق فرماتے ہیں:

أنه كان أكثر حديثا من الحسن و أسن منه بسنتين.(۲)

’’امام شعبی، حسن بصری سے زیادہ علم حدیث رکھتے تھے اور عمر میں بھی ان سے دو سال بڑے تھے۔‘‘

۱۲۔ امام عاصم احولؒ ہی بیان فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا أعلم بحديث أهل الكوفة و البصرة و الحجاز من الشعبي.(۳)

’’میں نے امام شعبی سے بڑھ کر اہلِ کوفہ، اہلِ بصرہ اور اہلِ حجاز کی احادیث جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔‘‘

۱۳۔ امام مجالدؒ بن سعید (۱۴۴ھ) فرماتے ہیں:

كنت مع إبراهيم فأقبل الشعبي فقام إليه إبراهيم ثم جاء فجلس

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۲: ۲۳۰
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۵

(۲) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۴

(۳) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۸۵

فی موضع إبراهيم.[1]

''میں ابراہیم نخعی کے پاس بیٹھا تھا کہ امام شعبی کے تشریف لانے پر ابراہیم نے ان کا کھڑے ہوکر استقبال کیا پھر وہ تشریف لا کر ابراہیم کی جگہ ان کی مسندِ خاص پر بیٹھے۔''

امام اسماعیل بن مجالد، امام ابونعیم فضل بن دُکین، امام محمد بن عمران البجلی، امام عمر بن شبیب المسلی، امام عبد اللہ بن ادریس اور امام بخاری کے اقوال کے مطابق ''امام شعبی نے ۸۲ سال کی عمر میں ۱۰۴ھ میں وفات پائی۔''[2]

۳۔ امام عکرمہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۰۷ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا نام ابوعبداللہ عکرمہ مدنی ہاشمی تھا اور آپ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ بربر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ محدّثینِ کرام کے مطابق آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا

(۱) ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۸۱
(۲) ۱۔ بخاری، التاريخ الکبير، ۶: ۴۵۰
۲۔ مزی، تهذيب الکمال، ۱۴: ۳۹

۱۳۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ۱۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

۱۵۔ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ ۱۶۔ حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اُن کے روایتِ حدیث پر تحقیق کرتے ہوئے نقاد محدّث امام ذہبیؒ (۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

وروايته عن علي بن أبي طالب في سنن النسائي وذلک ممكن لأن ابن عباس ملكه عند ما ولي البصرة لعلي. (۲)

’’عکرمہ کی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سننِ نسائی میں روایت مذکور ہے اور یہ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی روایت) ممکن ہے کیونکہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو اس وقت اپنی ملکیت میں لیا جب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے۔‘‘

امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی جیسے ائمہِ حدیث کی تحقیق کے مطابق حضرت عکرمہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔(۳)

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام عکرمہ کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۲، ۱۳
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۲۶۵
(۲) ذهبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۹۵
(۳) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱
۳۔ أيضاً، الكاشف فی معرفة من له رواية فی الكتب الستة، ۲: ۳۲۲
۴۔ سيوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۵۱

درجِ ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام ابو شَعْثَاء جابر بن زید بصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۳ھ) فرماتے ہیں:

هذا عكرمة مولٰى ابن عباس، هذا أعلم الناس. (۱)

''یہ عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں۔''

۲۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۴ھ) سے سوال کیا گیا کہ آپ اپنے سے بڑے کسی عالم کو جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا:

نعم! عكرمة. (۲)

''ہاں! عکرمہ۔''

۳۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۴ھ) فرماتے ہیں:

ما بقي أحد أعلم بكتاب الله من عكرمة. (۳)

''عکرمہ سے بڑھ کر کتاب اللہ کو جاننے والا کوئی بھی باقی نہیں رہا۔''

۴۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا علمی حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إني لأخرج إلى السوق فأسمع الرجل يتكلم بالكلمة فيفتح لي خمسون بابا من العلم. (۴)

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۶
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۲۷۲

(۲) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۶
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۲۷۲

(۳) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۷
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۲۷۲

(۴) ۱۔ ذهبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۹۶
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۲۷۴

''میں بازار جاتے ہوئے کسی شخص کو کوئی کلمہ کہتے ہوئے سنتا ہوں تو اس سے میرے لئے علم کے پچاس دروازے کھل جاتے ہیں۔''

۵۔ امام عثمان بن حکیم سے روایت ہے کہ میں ابو اُمامہ اسعدؒ بن سہل بن حنیف (متوفی ۱۰۰ھ) کے پاس بیٹھا تھا کہ اس دوران عکرمہ نے آکر ابو امامہ سے پوچھا:

يا أبا أمامة، أذكرک الله هل سمعت بن عباس يقول: ما حدّثكم عنّي عكرمة، فصدّقوه فإنّه لم يكذب عليّ؟

''ابو امامہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عکرمہ میری طرف سے تمہیں جو بیان کرے تم اس کی تصدیق کرو کیونکہ وہ مجھ پر جھوٹ نہیں بولتا۔''

ابو امامہ نے کہا:

نعم![1]

''ہاں! (میں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی کہتے سنا ہے۔)''

۶۔ حضرت قَتادہ بن دِعامہ بصریؒ (۱۱۷ھ) فرمایا کرتے:

أعلم الناس بالحلال والحرام الحسن، وأعلمهم بالمناسک عطاء، وأعلمهم بالتفسير عكرمة.[2]

''لوگوں میں سب سے زیادہ حلال و حرام کا علم رکھنے والے حسن بصری ہیں، ان میں سب سے زیادہ مناسکِ حج کا علم رکھنے والے عطاء ہیں اور ان میں سب سے زیادہ تفسیر کا علم رکھنے والے عکرمہ ہیں۔''

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۲۷۱

(۲) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۷

۷۔ امام قُرَّۃ رحمۃ اللہ علیہ بن خالد (۱۵۴ھ) کا بیان ہے:

كان الحسن إذا قدم عكرمة البصرة أمسک عن التفسير والفتيا ما دام عكرمة بالبصرة. [۱]

''جب حضرت عکرمہ بصرہ آتے تو حسن بصری اُن کے بصرہ رہنے تک تفسیرِ قرآن کا درس دینے اور فتویٰ نویسی سے رُکے رہتے۔''

۸۔ امام یحییٰ بن ایوب مصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابنِ جریج (۱۵۰ھ) نے مجھ سے پوچھا: تمہارے پاس عکرمہ آئے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! کیوں نہیں۔ تو انہوں نے پوچھا:

فكتبتم عنه؟ قلت: لا. قال: فاتكم ثلثا العلم. [۲]

''کیا آپ نے ان سے (علم الحدیث) لکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، انہوں نے فرمایا: آپ نے دوتہائی علم الحدیث کھو دیا ہے۔''

اکثر محدّثین کی تحقیق کے مطابق حضرت عکرمہ نے مدینہ منورہ میں ۱۰۷ھ میں وصال فرمایا۔ [۳]

۴۔ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۱۴ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا پورا نام ابو جعفر محمد بن علی زین العابدین المعروف امام محمد باقر ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے: ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب العلوی الفاطمی الھاشمی۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے اَجل علماء میں ہوتا تھا۔ آپ سن ۵۶ھ میں ام المؤمنین

(۱) ذھبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۹۶
(۲) مزی، تھذیب الکمال، ۲۰: ۲۷۴
(۳) ۱۔ ذھبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۴
۲۔ أيضاً، تذكرة الحفاظ، ۱: ۹۶

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حیات میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بعض ذیل صحابہ کرام ﷡ اور بہت سے اکابر تابعین سے روایتِ حدیث کی ہے۔(۱)

امام ابنِ ابی حاتم، امام مزی، امام ذہبی، امام عسقلانی اور سیوطی جیسے نقاد محدّثین کی تحقیق کے مطابق امام محمد باقر ﷛، امامِ اعظم ابوحنیفہ ﷛ کے حدیث میں شیخ ہیں۔(۲)

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ کرام نے امام محمد باقر ﷛ کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام ابنِ سعدؒ (متوفی ۲۳۰ھ) نے امام محمد باقر کے متعلق فرمایا ہے:

كان ثقة كثير الحديث.(۳)

''آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔''

۲۔ امام عجلیؒ (۲۶۱ھ) نے کہا:

مدني تابعي ثقة.(۴)

''آپ ثقہ، مدنی اور تابعی ہیں۔''

(۱) ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۱، ۴۰۲

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲
۴۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۰: ۴۰۱
۵۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۶

(۳) عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۹: ۳۱۲

(۴) عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۹: ۳۱۲

۴۔ امام ذہبیؒ نے آپ کے تذکرہ میں یوں بھی لکھا ہے:

وقد عدَّه النسائي وغيره فی فقهاء التّابعين بالمدينة. واتّفق الحفّاظ علی الاحتجاج بأبي جعفر.(۱)

''امام نسائی اور دیگر ائمہ نے آپ کا شمار مدینہ کے فقہاء میں کیا ہے۔ حفاظِ حدیث امام ابوجعفر سے روایت کرنے پر متفق ہیں۔''

امام ابونعیم، امام سعید بن عفیر، امام مصعب الزبیری اور محدّثین کی ایک جماعت کے مطابق امام محمد باقر نے ۱۱۴ھ میں وصال فرمایا۔(۲)

۵۔ امام عطاءؒ بن ابی رِباح (متوفی ۱۱۴ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا نام ابومحمد عطاء بن ابی رِباح اسلم القرشی المکی ہے۔ صحیح تر قول کے مطابق آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے۔ آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایتِ حدیث کی ہے:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۳۔ حضرت اُمِ ہانی رضی اللہ عنہا
۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت زید بن اَرقم رضی اللہ عنہ

(۱) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۲

(۲) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۴: ۴۰۹

۲۔ سيوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۶

نوٹ: امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کا تفصیلی تذکرہ گزشتہ باب میں ہو چکا ہے، وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۹۔ حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۱۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۱۵۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
۱۶۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کرنے کو حضرت عطاء بن ابی رباحؒ بذاتِ خود یوں بیان کرتے ہیں:

أدرکت مائتین من أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. [2]

''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو سو صحابہ کرام کو پایا۔''

امام ابنِ ابی حاتم، امام مزی، امام ذہبی اور امام عسقلانی کی تحقیق کے مطابق امام عطاء بن ابی رِباح، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں [3] بلکہ امام ذہبیؒ نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا تعارف درج کرتے ہوئے آپ کے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے حدیث روایت کرنے کو لکھنے کے بعد یہ بھی کہا ہے:

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۰: ۷۰۔۷۲
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۷۸۔۷۹
۳۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۷: ۱۸۰
۴۔ سیوطی، تبییض الصحیفة بمناقب أبي حنیفة: ۵۰

(۲) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۸۱
۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۷: ۱۸۱

(۳) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۰: ۷۵
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۷۹
۴۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۷: ۱۸۰

هو أكبر شيخ له.(۱)

''آپ امام ابوحنیفہ کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔''

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور محدّثین نے امام عطاء کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ جب اہلِ مکہ میں سے کوئی شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۸ھ) سے مسئلہ پوچھتا تو آپ فرماتے:

يا أهل مكة! تجتمعون عليّ وعندكم عطاء؟(۲)

''اے اہلِ مکہ! تم اپنے پاس عطاء کے ہوتے ہوئے بھی (مسئلہ پوچھنے کے لئے) میرے پاس جمع ہوجاتے ہو؟''

۲۔ امام عمرو بن سعید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

قدم ابن عمر مكّة فسألوه، فقال: تجمعون لي المسائل وفيكم عطاء؟(۳)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لائے تو لوگوں نے آپ سے مسائل

(۱) ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۷۷

۲۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۵: ۸۱

۳۔ عسقلاني، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۸۱

(۳) ۱۔ ذهبي، تذكرة الحفاظ، ۱: ۹۸

۲۔ عسقلاني، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۸۱

۳۔ سيوطي، طبقات الحفاظ، ۱: ۴۶

پوچھنے شروع کر دیے۔ اس پر آپ نے فرمایا: تم میرے لئے مسائل جمع رکھتے ہو حالانکہ تم میں عطاء موجود ہیں؟''

۳۔ امام ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ (۱۱۴ھ) لوگوں سے فرمایا کرتے:

خذوا من حديث عطاء ما استطعتم.(۱)

''تم اپنی بقدر استطاعت عطاء سے علمِ حدیث سیکھو۔''

۴۔ امام ابوجعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ ہی فرمایا کرتے:

ما بقي على ظهر الأرض أحد أعلم بمناسك الحج من عطاء.(۲)

''رُوئے زمین پر حج کے مسائل عطاء سے زیادہ جاننے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا۔''

۵۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے خود اپنے شیخِ اکبر امام عطاء کے متعلق فرمایا:

ما رأيت فيمن لقيت أفضل من عطاء بن أبي رباح.(۳)

''میں جن لوگوں سے ملا ہوں ان میں سے عطاء بن ابی رِباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔''

۶۔ حضرت قتادہ (۱۱۷ھ) سے روایت ہے کہ مجھ سے سلیمان بن ہشام نے پوچھا: کیا شہرِ مکہ میں کوئی (عالم) موجود ہے؟ تو میں نے کہا: ہاں!

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۰: ۷۷
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۸۱

(۲) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۸۱
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۸۱

(۳) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۸۳
۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۴۶

أقدم رجل في جزيرة العرب علما. فقال: من؟ قلت: عطاء بن أبي رباح.(۱)

’’ایک شخص (موجود ہے جو) جزیرۂ عرب میں علم منتقل کر رہا ہے۔ اس نے پوچھا: وہ کون ہے؟ میں نے کہا: عطاء بن ابی رباح۔‘‘

۷۔ امام یحییٰ بن معینؒ (۲۳۳ھ) نے کہا:

كان عطاء معلّم كتاب.(۲)

’’حضرت عطاء قرآن مجید کے معلّم تھے۔‘‘

۸۔ امام ابنِ سعدؒ (۲۳۰ھ) نے حضرت عطاء کے علمی مرتبہ کو یوں بیان فرمایا ہے:

كان ثقة فقيها عالما كثير الحديث.(۳)

’’آپ ثقہ، فقیہ اور کثیر احادیث کے عالم تھے۔‘‘

صحیح تر قول کے مطابق حضرت عطاء بن ابی رِباح المکی نے مکہ مکرمہ میں ۱۱۴ھ میں وصال فرمایا۔(۴)

۶۔ امام حَکَم بن عُتَیبہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۱۵ھ) سے اَخذِ حدیث

آپ کی کنیت ابو محمد، ابو عمرو یا ابو عبد اللہ ہے۔ یمن کے مشہور قبیلہ کندہ سے

(۱) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۸۳
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۸۱
(۲) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۸۱
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۸۱
(۳) مزی، تهذيب الكمال، ۲۰: ۷۶
(۴) ذہبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۹۸

نسبت رکھنے کی بناء پر آپ کو کندی کہا جاتا تھا۔ آپ حافظِ حدیث، ممتاز فقیہ اور اہلِ کوفہ کے شیخ تھے۔ محدّثین کے مطابق آپ نے درج ذیل اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

۱۔ امام ابوجحیفہ سُوائی	۲۔ امام قاضی شریح
۳۔ امام ابراہیم نخعی	۴۔ امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ
۵۔ امام سعید بن جبیر	۶۔ امام ابو وائل شقیق بن سلمہ
۷۔ امام مصعب بن سعد	۸۔ امام طاوس
۹۔ امام عکرمہ	۱۰۔ امام مجاہد
۱۱۔ امام ابوضحیٰ	۱۲۔ امام علی بن حسین زین العابدین
۱۳۔ امام ابوشعثاء محاربی	۱۴۔ امام عامر شعبی
۱۵۔ امام عطاء بن ابی رباح	۱۶۔ امام سالم بن ابی جعد
۱۷۔ امام قیس بن حازم	۱۸۔ امام ابراہیم تیمی ﷭ اور دیگر ائمہ سے [۱]

امام حَکَم نے حضرت زید بن اَرقم ﷛ کی زیارت کی تھی، آپ خود فرماتے ہیں:

خرجت علی جنازة وأنا غلام، فصلی علیها زید بن أرقم. [۲]

''میں بچپن میں ایک جنازہ میں شریک ہوا تو اس کی نماز جنازہ حضرت زید بن ارقم ﷛ نے پڑھائی۔''

امام موفق بن احمد المکی، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی نے امامِ اعظم ابوحنیفہ ﷛ کے حدیث میں شیوخ کی فہرست میں امام حکم کا نام شمار کیا ہے۔ [۳]

(۱) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۰۸

(۲) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۱۱

(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۲

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام حکم کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام اوزاعیؒ (متوفی ۱۵۷ھ) سے روایت ہے کہ میں حج کرنے گیا تو منٰی میں میری ملاقات عَبْدَہ بن ابو لبابہ سے ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا:

هل لقيت الحكم؟ قلت: لا. قال: فالقه فما بين لابتيها أحد أفقه من الحكم. (۱)

’’کیا آپ کی ملاقات حکم سے ہوئی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: پس آپ ان سے ملاقات کریں کیونکہ (مکہ کے ان) دو کناروں کے درمیان حکم سے بڑا فقیہ کوئی نہیں ہے۔‘‘

۲۔ امام اوزاعیؒ ہی سے ایک اور روایت مروی ہے جو ان سے امام حکم سے ملاقات کرنے کے بعد کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسی طرح مکہ میں منٰی کے مقام پر میری ملاقات یحییٰ بن ابی کثیر (متوفی ۱۳۲ھ) سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا:

ألقيت الحكم بن عتيبة؟ قلت: نعم! قال: أما أنه ليس بين لابتيها أفقه منه؟ قال الأوزاعي: وعطاء وأصحابه يومئذ أحياء وذلك بمنى. (۲)

.... ۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۸

۳۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱

۴۔ سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۴۰

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۳: ۱۲۴

۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۷: ۱۱۷

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۳: ۱۲۴

۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۷: ۱۱۷

’’کیا آپ کی حکم بن عتیبہ سے ملاقات ہوئی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے کہا: کیا وہ (مکہ کے ان) دو کناروں کے درمیان سب لوگوں سے بڑھ کر فقیہ نہیں ہیں؟ امام اوزاعی کہتے ہیں: ان دنوں فقیہِ کبیر عطاء اور ان کے شاگرد باحیات تھے اور یہ منٰی کا واقعہ ہے۔‘‘

۳۔ امام مغیرہؒ (۱۳۶ھ) آپ کا علمی مقام یہاں تک بیان فرماتے ہیں:

كان الحكم إذا قدم المدينة أخلوا له سارية النبي ﷺ يصلّى إليها.(۱)

’’جب امام حکم مدینہ منورہ تشریف لاتے تو لوگ ان کے نماز پڑھنے کے لئے حضور ﷺ کا ستون مبارک خالی کر دیتے تھے۔‘‘

۴۔ امام لیث بن ابو سلیمؒ (۱۴۸ھ) فرماتے ہیں:

كان الحكم أفقه من الشعبي.(۲)

’’امام حکم، امام شعبی سے بڑے فقیہ تھے۔‘‘

۵۔ امام مجاہد بن رومیؒ فرماتے ہیں:

ما كنت أعرف فضل الحكم إلا إذا اجتمع علماء الناس فى مسجد منى نظرت إليهم، عيال عليه.(۳)

’’مجھے امام حکم کی فضیلت کا حقیقی ادراک اس وقت ہوتا جب دنیا بھر کے علماء

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۷: ۱۱۸
۲۔ ذهبی، سير اعلام النبلاء، ۵: ۲۱۱
(۲) ذهبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۱۱۷
(۳) ذهبی، سير اعلام النبلاء، ۵: ۲۰۹

ان کے پاس منٰی کی مسجد میں جمع ہوتے تو مجھے محسوس ہوتا کہ یہ سب علماء ان کے عیال ہیں۔‘‘

۶۔ امام سفیان بن عیینہؒ (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

ما كان بالكوفة بعد إبراهيم والشعبي مثل الحكم وحماد. (۱)

’’کوفہ کے اہلِ علم میں ابراہیم نخعی اور شعبی کے بعد حکم اور حماد کی مثل کوئی عالم نہیں ہے۔‘‘

۷۔ امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ) کے بیٹے عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی سے سوال کیا:

من أثبت الناس في إبراهيم؟ قال: الحكم بن عتيبة ثم منصور. (۲)

’’ابراہیم نخعی کی احادیث میں تمام لوگوں سے زیادہ کون قابلِ اعتماد ہے؟ انہوں نے فرمایا: حکم بن عتیبہ پھر منصور۔‘‘

۸۔ امام احمد بن عبد اللہ عجلیؒ (۲۶۱ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

ثقة ثبت في الحديث، وكان من فقهاء أصحاب إبراهيم، وكان صاحب سنّة واتّباع. (۳)

’’آپ حدیث میں ثقہ اور ثبت ہیں، امام ابراہیم نخعی کے فقہاء شاگردوں میں

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۱۲۴
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۷: ۱۱۸

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۱۲۴
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۷: ۱۱۸۔۱۱۹

(۳) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۷: ۱۱۸
۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۰۹

سے تھے اور سنت کے پابند اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیروکار تھے۔‘‘

امام شعبہ، ابو نعیم اور بہت سے محدّثین کے مطابق امام حَکَم نے ۱۱۵ھ میں وصال فرمایا۔ (۱)

۷۔ امام قاسمؒ بن عبد الرحمٰن (متوفی ۱۱۶ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے اور سلسلہ نسب یوں ہے: قاسم بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود الھُذَلی رضی اللہ عنہم۔ آپ امام، مجتہد اور کوفہ کے ممتاز قاضی تھے۔ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے صحابہ کرام میں سے حضرت عبد اللہ بن عمر اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ ان کے علاوہ آپ نے درج ذیل اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

۱۔ اپنے والد امام عبدالرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود

۲۔ امام مسروق بن اجدع

۳۔ امام حصین بن یزید تغلبی

۴۔ امام حصین بن قبیصہ فزاری رضی اللہ عنہم اور دیگر تابعینِ کرام سے (۲)

امام موفق، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی نے شیوخِ امامِ اعظم میں ان کا

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۲: ۳۳۳
۲۔ ذھبی، سیر اعلام النبلاء، ۵: ۲۱۲

(۲) ۱۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۱۹۶
۲۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۳: ۳۷۹۔۳۸۰
۳۔ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۸: ۲۸۸

نام بھی لکھا ہے۔(۱)

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام قاسم کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام مُحارب بن دِثارؒ (۱۱۶ھ) فرماتے ہیں:

صحبناه إلى بيت المقدس ففضلَنَا بكثرة الصّلاة وطُولِ الصمت والسخاء. (۲)

''ہم نے بیت المقدس تک آپ کے ساتھ مصاحبت اختیار کی تو آپ کثرتِ نماز، طویل خاموشی اور سخاوت کے باعث ہم پر چھائے رہے۔''

۲۔ امام سلیمان بن مہران اَعمشؒ (متوفی ۱۴۷ھ) فرماتے ہیں:

كنت أجلس إليه وهو قاض. (۳)

''میں آپ کے پاس بیٹھا کرتا تھا جب آپ (کوفہ کے) قاضی تھے۔''

۳۔ امام سفیان بن عیینہؒ (متوفی ۱۹۸ھ) کہتے ہیں کہ میں نے امام مسعر بن کدام (۱۵۳ھ) سے پوچھا:

---

(۱) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۹
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹
۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱
۴۔ سيوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۵۴

(۲) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۹۶
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۸: ۲۸۸

(۳) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۹۶

من أشدُّ من رأيت توقياً للحديث؟

''آپ نے (احتیاط کے پیشِ نظر) سب سے زیادہ کس کو حدیث (بیان کرنے) سے بچتے ہوئے دیکھا ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

القاسِمُ بن عبد الرحمن.(۱)

''قاسم بن عبد الرحمٰن کو۔''

۴۔ امام عجلیؒ (۲۶۱ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

كان على قضاء الكوفة، وكان لا يأخذ على القضاء أجرا، وكان ثقة رجلا صالحا.(۲)

''آپ کوفہ کی مسندِ قضاء پر فائز تھے، آپ اس مسند پر فائز ہونے کا کوئی اجر نہ لیتے تھے اور آپ ثقہ اور صالح شخص تھے۔''

۵۔ امام ابنِ سعدؒ اور یحییٰ بن معینؒ نے بھی آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔(۳)

امام ابنِ قانعؒ کے مطابق امام قاسم بن عبد الرحمٰن نے ۱۱٦ھ میں وصال فرمایا۔(۴)

۸۔ امام نافعؒ مولیٰ ابنِ عمرؓ (متوفی ۱۱۷ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا نام ابو عبد اللہ نافع بن ھرمز مدنی عدوی ہے اور آپ حضرت عبد اللہ بن

(۱) ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۹٦
(۲) عسقلاني، تهذيب التهذيب، ۸: ۲۸۸
(۳) مزي، تهذيب الكمال، ۲۳: ۳۸۰
(۴) ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۵: ۱۹٦

عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے۔ محدّثینِ کرام کے مطابق آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت ابو لُبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۷۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
۸۔ حضرت رُبَیِّع بنت مُعَوِّذ رضی اللہ عنہا[1]

امام ابنِ ابی حاتم، خطیب بغدادی، امام نووی، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی کی تحقیق کے مطابق آپ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔[2]

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ عظام نے حضرت نافع کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام عبید اللہ بن عمر بن حفص (متوفی ۱۴۷ھ) سے روایت ہے:

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۴۴
۲۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۲: ۴۲۴
۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۰: ۳۶۸

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۳۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱
۴۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹
۵۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱
۶۔ سیوطی، تبییض الصحیفۃ بمناقب أبي حنیفۃ: ۶۱

أن عمر بن عبد العزیز بعث نافعاً إلی مصر یعلّمهم السنن.[1]

''امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز نے (اپنے دورِ حکومت میں) نافع کو مصر میں لوگوں کو سنن سکھانے کے لئے بھیجا۔''

۲۔ امام عبید اللہ بن عمرؒ سے ہی روایت ہے، فرماتے ہیں:

لقد منّ اﷲ علینا بنافع.[2]

''اللہ تعالیٰ نے ہم پر نافع کے ذریعہ احسان فرمایا ہے۔''

۳۔ فقہ مالکیہ کے بانی امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) آپ سے علم الحدیث پڑھنے کے معمول کو بیان فرماتے ہیں:

کنت آتی نافعا وأنا غلام حدیث السّن معي غلام فینزل ویحدّثني. وکان یجلس بعد الصبح فی المسجد لا یکاد یأتیه أحد فإذا طلعت الشمس قام.[3]

''میں بچپن میں ایک غلام کے ساتھ حضرت نافع کے ہاں علمِ حدیث پڑھنے کے لئے حاضر ہوتا تو آپ بالا خانہ سے نیچے تشریف لا کر مجھے حدیث پڑھاتے۔ آپ صبح کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتے کسی کو آپ سے ہم کلام ہونے کی ہمت نہ ہوتی۔ جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ (مسندِ حدیث سے) اٹھ جاتے۔''

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۴۴
۲۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۰۰
۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۰: ۳۶۹

(۲) ۱۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۲: ۴۲۵
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۰: ۳۶۹

(۳) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۰۰

۴۔ امام مالکؒ ہی فرماتے ہیں:

إذا سمعت من نافع حديث عن ابن عمر لا أبالي أن لا أسمعه من غيره.[1]

’’جب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کوئی حدیثِ مبارکہ نافع کے طریق سے سن لوں تو پھر مجھے کسی دوسرے سے اس حدیث کے سننے میں کوئی پرواہ نہیں ہوتی (یعنی یہ طریق اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کی طرف دھیان ہی نہیں جاتا)۔‘‘

۵۔ امام سفیان بن عیینہؒ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

أي حديث أوثق من نافع؟[2]

’’کون سی حدیث نافع کے طریق سے زیادہ اوثق ہے؟ (یعنی کوئی بھی نہیں۔)‘‘

۶۔ امام احمد بن حنبلؒ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

إذا اختلف نافع و سالم ما أقدّم عليهما.[3]

’’جب نافع اور سالم (دوسرے علماء سے) اختلاف کریں تو میں ان دونوں پر کسی کو مقدم نہیں سمجھتا۔‘‘

۷۔ امام ابنِ سعدؒ (متوفی ۲۳۰ھ) حضرت نافع رضی اللہ عنہ کے بارے فرماتے ہیں:

كان ثقة كثير الحديث.[4]

---

(۱) ۱۔ نووی، تهذیب الأسماء واللغات، ۲: ۴۲۴
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۳۰۳

(۲) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۴۴

(۳) ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۰۰

(۴) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۴۵

’’آپ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے۔‘‘

امام حماد بن زید، محمد بن سعد، یحییٰ بن معین اور محدّثین کی ایک جماعت کے مطابق حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا وصال ہشام بن عبد الملک کے دورِ خلافت میں ۱۱۷ھ میں ہوا۔(۱)

۹۔ امام قتادہ بن دِعامہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۱۷ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کی کنیت ابو الخطاب اور لقب قُدوۃ المفسرین والمحدّثین ہے۔ آپ ۶۰ھ میں پیدا ہوئے، نسبی لحاظ سے سدوسی اور بصری کہلاتے تھے۔ آپ مادر زاد نابینا ہونے کے باوجود اپنے زمانہ کے مشہور حافظِ حدیث تھے۔ امام قتادہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمران بن حصین، حضرت سفینہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن سَرجِس، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضوان اللہ علیہم أجمعین سے روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

۱۔ امام سعید بن مسیّب
۲۔ امام ابو عالیہ رُفَیع الریاحی
۳۔ امام نضر بن انس
۴۔ امام عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ
۵۔ امام حسن بصری
۶۔ امام بکر بن عبداللہ مزنی
۷۔ امام عطاء بن ابی رباح
۸۔ امام معاذہ العدویہ
۹۔ امام ابو شعثاء جابر بن زید
۱۰۔ امام حَسّان بن بلال
۱۱۔ امام حُمید بن عبدالرحمٰن بن عوف
۱۲۔ امام سالم بن ابی جعد
۱۳۔ امام شہر بن حوشب
۱۴۔ امام مطرف بن شِخّیر
۱۵۔ امام محمد بن سیرین
۱۶۔ امام ابو مِجلَز

(۱) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۰۰

۱۷۔ امام ابو جوزاء ربعی ۱۸۔ امام عامر شعبی رحمہم اللہ تعالی[(۱)]

امام موفق، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی کی تحقیق کے مطابق امام قتادہ، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔[(۲)]

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام قتادہ کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ آپ کے شیخ حضرت سعید بن مسیّب مدنیؒ (متوفی ۹۳ھ) فرماتے ہیں:

ما أتاني عراقي أحفظ من قتادة.[(۳)]

''میرے پاس کوئی عراقی ایسا نہیں آیا جو قتادہ سے بڑھ کر حافظِ حدیث ہو۔''

۲۔ امام معمرؒ بن راشد (متوفی ۱۵۴ھ) آپ کی ذہانت کے متعلق درجِ ذیل واقعہ نقل کرتے ہیں:

أقام قتادة عند سعيد بن المسيب ثمانية أيّام. فقال له فى اليوم الثالث: ارتحل يا أعمى! فقد أنزفتني.[(۴)]

---

(۱) ذهبى، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۷۱

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۹
۲۔ مزى، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹
۳۔ ذهبى، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱
۴۔ سيوطى، تبييض الصحيفة بمناقب أبى حنيفة: ۵۴

(۳) ۱۔ ابن ابى حاتم، الجرح والتعديل، ۷: ۱۳۳
۲۔ مزى، تهذيب الكمال، ۲۳: ۵۰۷

(۴) ۱۔ مزى، تهذيب الكمال، ۲۳: ۵۰۶
۲۔ ذهبى، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۷۱

’’قتادہ نے آٹھ دن (اپنے شیخ) سعید بن مسیّب کے پاس قیام کیا تو انہوں نے تیسرے دن ہی آپ سے کہا: اے نابینے میاں! آپ یہاں سے چلے جائیں کیونکہ آپ نے میرا سارا علم حاصل کر لیا ہے۔‘‘

۳۔ امام عمرو بن عبد اللہ اِس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ قتادہ نے سعید بن مسیّب کے پاس حاضر ہوکر کثرت سے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ اس پر حضرت سعید نے اِن سے کہا:

أكلّ ما سألتني عنه تحفظه؟ قال: نعم! سألتُک عن كذا، فقلتَ فيه كذا. وسألتُک عن كذا، فقلتَ فيه كذا، وقال فيه الحسن كذا حتى ردّ عليه حديثاً كثيرًا. قال يقول سعيد: ما كنت أظنّ أنّ الله خلق مثلک. (۱)

’’جو کچھ آپ نے مجھ سے پوچھا کیا آپ کو سارا یاد ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! میں نے آپ سے فلاں مسئلہ پوچھا تو آپ نے مجھے ایسے کہا، اور میں نے آپ سے فلاں مسئلہ پوچھا تو آپ نے مجھے ایسے کہا، اورحسن بصری نے اس مسئلہ میں ایسے کہا یہاں تک کہ انہوں نے کثرت سے احادیث بیان کر دیں۔ اس پر سعید کہنے لگے: مجھے خیال تک بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ جیسا بھی کوئی پیدا کیا ہے۔‘‘

۴۔ حضرت قتادہ کے ایک اور شیخ بکر بن عبد اللہ مزنیؒ (متوفی ۱۰۶ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

من أراد أن ينظر إلى أحفظ من رأينا ما رأينا الذي هو أحفظ منه، ولا أحرى أن يأتي بالحديث كما سمعه. فلينظر إلى قتادة. (۲)

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۲۳: ۵۰۶

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۷: ۱۳۳
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۳: ۵۰۷

''جس سب سے بڑے حافظِ حدیث کو من وعن حدیث بیان کرنے کے لحاظ سے ہم نے دیکھا کہ ان سے زیادہ لائق کسی حافظِ حدیث کو نہیں پایا اگر کوئی شخص چاہے کہ ان ہی کی مثل کسی اور کو دیکھے تو اسے قتادہ کو دیکھنا چاہیے۔''

۵۔ حضرت قتادہ نے خود اپنے حفظِ حدیث کے متعلق بیان فرمایا:

ما قلت لمحدّث قطّ: اعد عليّ، وما سمعت أذناي قطّ شيئا إلا وعاه قلبي.(۱)

''میں نے کبھی بھی کسی محدّث سے یہ نہیں کہا کہ مجھے یہ حدیث دوبارہ سناؤ کیونکہ میرے کان جو کچھ بھی سنتے ہیں میرا دل اسے فوراً یاد کر لیتا ہے۔''

۶۔ امام معمرؒ (۱۵۴ھ) سے روایت ہے کہ میں نے حضرت قتادہ کو فرماتے ہوئے سنا:

ما فی القرآن آية إلا قد سمعت فيها بشیء.(۲)

''قرآن مجید میں موجود ہر آیت کے متعلق میں نے کچھ نہ کچھ سنا ہے۔''

۷۔ امام ابنِ سیرینؒ (متوفی ۱۱۰ھ) نے فرمایا:

قتادة أحفظ الناس.(۳)

''قتادہ سب لوگوں سے زیادہ قوی الحافظہ ہیں۔''

۸۔ امام معمرؒ سے ہی روایت ہے کہ میں نے زہری (متوفی ۱۲۴ھ) سے پوچھا:

---

(۱) ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۲۳

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۷: ۱۳۴
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۷۱

(۳) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۷: ۱۳۴
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۳: ۵۰۷

یا أبا بکر! أ قتادة أعلم أو مکحول؟ قال: لا! بل قتادة، وما عند مکحول إلا شیء یسیر. (۱)

''اے ابوبکر! کیا قتادہ بڑے عالم ہیں یا مکحول؟ انہوں نے کہا: نہیں! بلکہ قتادہ بڑے عالم ہیں، اور مکحول کے پاس (اِن کے مقابلہ میں) بہت کم علم ہے۔''

۹۔ امام شعبہؒ بن الحجاج (متوفی ۱۶۰ھ) فرماتے ہیں:

قصصت علی قتادة سبعین حدیثا کلّها یقول فیها: سمعت أنس بن مالک، إلا أربعة. (۲)

''میں نے قتادہ کو ستر (۷۰) احادیث پڑھ کر سنائیں تو سوائے چار کے سب کے متعلق آپ نے کہا کہ یہ میں نے حضرت انس بن مالک ﷺ سے سماعت کی ہیں۔''

۱۰۔ امام سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۱ھ) نے امام شعبہ سے حضرت قتادہ کی حدیث ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وکان فی الدنیا مثل قتادة؟ (۳)

''کیا کوئی قتادہ کی مثل دنیا میں ہے؟''

۱۱۔ امام احمد بن حنبلؒ (متوفی ۲۴۱ھ) آپ کے حافظہ کے متعلق فرماتے ہیں:

کان قتادة أحفظ أهل البصرة، لا یسمع شیئا إلا حفظه، وقرئ علیه صحیفة جابر مرّة واحدة فحفظها. (۴)

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۷: ۱۳۴
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۳: ۵۱۱

(۲) ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۲۳

(۳) ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۷: ۱۳۴

(۴) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۷: ۱۳۴
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۳: ۵۱۵

''اہلِ بصرہ میں سے قتادہ سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے، آپ جو کچھ سنتے تھے اسے یاد کر لیتے تھے۔ صرف ایک ہی بار حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ آپ پر پڑھا گیا تو آپ نے اسے سارے کا سارا یاد کرلیا۔''

حضرت قتادہ کا شہر واسط میں طاعون کی بیماری سے وصال ہوا۔ امام حماد بن زید، امام یحییٰ بن معین، امام عمرو بن علی اور کئی محدّثین کے مطابق حضرت قتادہ کا سنِ وصال ۱۱۷ھ ہے۔(۱)

۱۰۔ امام حمادؒ بن ابی سلیمان (متوفی ۱۲۰ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کی کنیت ابو اسماعیل ہے، آپ اپنے دور میں اجل فقیہِ عراق تھے۔ آپ نسبی لحاظ سے اشعری اور کوفی کہلاتے تھے۔ امام حماد نے صحابہ کرام میں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور تابعین میں سے ابراہیم نخعی سے فقہ سیکھی جبکہ درج ذیل اکابر تابعین سے روایت کیا:

۱۔ امام ابو وائل
۲۔ امام زید بن وهب
۳۔ امام سعید بن مسیّب
۴۔ امام سعید بن جبیر
۵۔ امام عامر شعبی
۶۔ امام عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ
۷۔ امام حسن بن یسار بصری
۸۔ امام عبد اللہ بن بریدہ
۹۔ امام عبدالرحمٰن بن سعد مولیٰ آلِ عمر رحمہم اللہ تعالی (۲)

(۱) مزی، تهذیب الکمال، ۲۳: ۵۱۶، ۵۱۷

(۲) ۱۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۱

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۷: ۲۷۰

۳۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۳: ۱۴

۱۔ امام محمد بن عبد اللہ بن نمیر رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۴ھ) امام حماد کے والد کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان أبو سليمان والد حمّاد مولٰى أبي موسى الأشعري رضی اللہ عنہ. (۱)

''امام حماد کے والد ابوسلیمان، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔''

۲۔ امام حماد نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے فقہ سیکھی۔ اس بات کا تذکرہ امام ذہبی نے امام حماد بن ابی سلیمان کے ترجمہ میں یوں کیا ہے:

تفقه بإبراهيم النخعي، وهو أنبل أصحابه، وأفقههم، وأقيسهم، وأبصرهم بالمناظرة والرأي. (۲)

''آپ نے ابراہیم نخعی سے فقہ سیکھی اور آپ ان کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ذہین، سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ قیاس کرنے والے اور مناظرہ ورائے میں سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والے شخص ہیں۔''

امام اعظم نے امام حماد بن ابی سلیمان کے پاس اٹھارہ (۱۸) سال زانوئے تلمذ تہہ کرکے ان سے علم الحدیث حاصل کیا اور فقہ سیکھی لہٰذا ان کا شمار امام اعظم کے اکابر شیوخ میں ہوتا ہے۔ امام ابنِ حبان، خطیب بغدادی، امام مزی، امام ذہبی، امام عسقلانی اور امام سیوطی نے امام حماد کو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا حدیث میں شیخ بیان کیا ہے۔ (۳)

---

(۱) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۱

(۲) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۱

(۳) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۴: ۱۶۰
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۷: ۲۷۱
۴۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۱
۵۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۳: ۱۴
۶۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۸۰

امام ابو حنیفہؒ خود امام حمادؒ کی صحبت میں گزارے ہوئے اٹھارہ سال کے بارے میں فرماتے ہیں:

قدمت البصرة فظننت أني لا أُسأل عن شيء إلا أجبت عنه. فسألوني عن أشياء لم يكن عندي فيها جواب فجعلت على نفسي أن لا أفارق حمَّادًا حتى يموت فصحبته ثماني عشرة سنة.(۱)

’’میں بصرہ آیا تو میرا خیال تھا کہ مجھ سے جس چیز کے بارے بھی پوچھا جائے گا تو میں اس کا جواب دے دوں گا۔ پس اہلِ بصرہ نے مجھ سے ایسی چیزوں کے بارے پوچھا جن کا میرے پاس کوئی جواب نہ تھا تو اس پر میں نے اپنے دل میں تہیہ کرلیا کہ میں امام حماد سے ان کے وصال تک کبھی جدا نہ ہوں گا، سو میں نے ان کی شاگردی میں اٹھارہ (۱۸) سال گزارے۔‘‘

مسندِ کوفہ کی جانشینی

یہ امامِ اعظم کا امام حماد بن ابی سلیمان کی صحبت میں گزارے ہوئے اٹھارہ سالوں کا ہی فیض تھا کہ ایک سو بیس ہجری میں جب اُن کا وصال ہوا تو ان کے فقیہ بیٹے امام اسماعیل باحیات تھے لیکن امام حماد کے فقہاء شاگردوں ابوبکر نہشلی، ابو بردہ عتبی اور محمد بن جعفر حنفی اور دیگر فقہاء کی مشاورت سے امامِ اعظم، امام حماد کی مسندِ علمی پر براجمان ہوئے۔(۲)

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام حماد بن ابی سلیمان کے بلند پایہ علمی

(۱) ۱۔ عجلی، معرفة الثقات، ۱: ۳۲۱
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۳۴
۳۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۷
(۲) صیمری، أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ۷

مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام عبد الملک بن ایاس شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی (متوفی ۹۶ھ) سے پوچھا:

مَن نسألُ بعدک؟

''ہم آپ کے بعد کس سے سوال کریں؟''

اُنہوں نے فرمایا:

حمَّادا. [1]

''حماد سے۔''

۲۔ امام حَکَمؒ (۱۱۵ھ) نے فرمایا:

من فيهم مثلُ حماد يعني أهلَ الكوفة. [2]

''اہلِ کوفہ میں حماد جیسا کون ہے؟''

۳۔ امام مغیرہؒ (۱۳۶ھ) فرماتے ہیں:

أتينا إبراهيم نعودُه حين اختفى، فقال: عليكم بحمَّاد، فإنه قد سألني عن جميعِ ما سألني عنه الناس. [3]

---

(۱) ۱۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۶۵، رقم: ۳۳۹
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۱۴۶
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۲

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۳: ۱۴۶
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۴

(۳) ۱۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۶۶، رقم: ۳۴۹
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۲

''ابراہیم نخعی جب گوشہ نشین ہو گئے اور ہم ان کی عیادت کے لئے گئے تو انہوں نے فرمایا: تم حماد کی مجلس میں ضرور جایا کرو کیونکہ اس نے مجھ سے ہر اس چیز کے بارے میں بھی پوچھ لیا ہے جس کا لوگوں نے مجھ سے سوال نہیں کیا۔''

۴۔ امام عبداللہ بن شُبرُمہؒ (متوفی ۱۴۴ھ) کہتے ہیں:

ما أحدٌ أمنَّ عليَّ بعلم من حمَّاد. [۱]

''مجھ پر کسی نے بھی حماد سے بڑھ کر علم میں احسان نہیں کیا۔''

۵۔ امام معمرؒ (متوفی ۱۵۴ھ) فرمایا کرتے تھے:

لم أَرَ مِنْ هؤلاء أفقه من الزهري وحمّاد وقتادة. [۲]

''میں نے زہری، حماد اور قتادہ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔''

۶۔ امام شعبہؒ بن الحجاج (۱۶۰ھ) فرماتے ہیں:

كان حمّاد ومغيرة أحفظَ من الحكم. [۳]

''حماد اور مغیرہ، حَکَم سے زیادہ حافظِ حدیث تھے۔''

۷۔ امام عبداللہ بن ادریسؒ (متوفی ۱۹۲ھ) کہتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۶۶، رقم: ۳۴۸
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۳: ۱۴۶
۳۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۲

(۲) ۱۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۶۶، رقم: ۳۴۶
۲۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۲

(۳) ۱۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۶۶، رقم: ۳۵۱
۲۔ ذہبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۳

ما سمعتُ أبا إسحاق الشيباني ذكر حماداً إلا أثنى عليه.[1]

''میں نے جب بھی ابو اسحاق شیبانی کو حماد کا ذکر کرتے ہوئے سنا تو آپ نے ان کی تعریف کی۔''

۸۔ امام یحییٰ بن سعیدؒ (۱۹۸ھ) کہتے ہیں:

حماد أحبُّ إليَّ مِن مغيرة.[2]

''مجھے مغیرہ سے زیادہ حماد پسندیدہ ہے۔''

۹۔ امام یحییٰ بن معین، امام عجلی اور امام نسائی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔[3]

۱۰۔ امام بخاری نے 'الأدب المفرد' میں، امام مسلم نے اپنی 'الصحیح' میں جبکہ امام ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ نے اپنی 'السنن' میں امام حماد سے روایت کیا ہے۔[4]

۱۱۔ امام ذہبیؒ (۷۴۸ھ) آپ کے کثرت سے روایت نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ليس هو بالمكثّر من الرواية، لأنه مات قبل أوان الرواية.[5]

''آپ کثیر احادیث روایت کرنے والے نہیں تھے کیونکہ آپ روایت کا دور

---

(۱) ۱۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۶۵، رقم: ۳۴۰
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۲

(۲) ۱۔ ابن جعد، المسند، ۱: ٦٦، رقم: ۳۵۲
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۳

(۳) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۳: ۱۵

(۴) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۳: ۱۴

(۵) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۳۱

شروع ہونے سے قبل ہی وفات فرما گئے تھے۔‘‘

امام ذہبی نے امام حماد کے زیادہ روایت نہ کرنے کی بڑی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کا وصال روایتِ حدیث کا دور شروع ہونے سے قبل ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ امام حماد کے دور میں احادیث بیان نہ ہوتی تھیں اور ائمہ، احادیث کے بغیر ہی مختلف مسائل کا حل تلاش کرتے تھے بلکہ امام ذہبی کے قول کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ جس طرح بعد کے ائمہ حدیث ایک ایک حدیث کا متن کئی طرق سے حاصل کرنے کے بعد کثیر الحدیث کہلائے اس طرح کا رجحان ماقبل نہ تھا اور نہ ہی متقدمین ائمہ حدیث کو مابعد والے محدّثین کی طرح کثیر اسانید کی ضرورت تھی۔ اس وجہ سے کہ ان کے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان بہت قریب کا زمانہ تھا جس کے باعث ان کو کثرتِ اسانید سے حدیث کے حصول کی ضرورت پیش نہ آئی۔ بعینہٖ یہی معاملہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کو درپیش تھا کہ اپنے دور کے تقاضوں کے مطابق آپ احادیثِ مبارکہ کے متون کو حاصل کرنے کے لحاظ سے کثیر الحدیث کہلائے مگر متاخرین ائمہ حدیث کے دور کی رو سے جس میں کثرت اسانید پر توجہ دی جاتی تھی قلیل الحدیث کہلائے۔ کثرتِ متونِ حدیث اور کثرتِ اسانیدِ حدیث کے انہی دو ادوار کو نہ سمجھنے کے باعث بہت سے علماء بھٹک گئے اور امام اعظم پر قلیل الحدیث ہونے کا بہتان باندھنے لگے۔

امام حماد کا سن وصال ۱۲۰ھ ہے اس پر امام ابوبکر بن ابی شیبہ اور دیگر محدّثین کا اجماع ہے۔[1]

۱۱۔ امام یزید الفقیر رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۲۲ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کی کنیت ابو عثمان اور لقب فقیر ہے۔ پورا نام یوں ہے: یزید بن صہیب الفقیر۔ آپ کوفہ کے رہنے والے ممتاز محدّث تھے۔ آپ کو لقب ’’فقیر‘‘ محتاجی اور فقر کی

(۱) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۳: ۱۵

وجہ سے نہیں دیا گیا بلکہ عربی زبان میں فَقَار ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ آپ کو ریڑھ کی ہڈی میں تکلیف رہتی تھی جس کے سبب آپ کا لقب ''فقیر'' پڑ گیا۔ آپ کا شمار اکابر تابعین میں سے ہوتا ہے، اس لئے آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ(۱)

خطیب بغدادی، امام موفق بن احمد المکی، امام مزی، امام ذہبی، امام عسقلانی اور امام سیوطی کی تحقیق کے مطابق امام یزید، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔(۲) امام ذہبی نے امام یزید کے متعلق یہاں تک لکھا ہے:

وهو من كبار شيوخ أبي حنيفة.(۳)

''آپ امام ابوحنیفہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔''

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ کرام نے امام یزید کی بلند پایہ ثقاہت کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

---

(۱) ۱۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۲۷۔۲۲۸

۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۳۲: ۱۶۴

(۲) ۱۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵

۲۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۵۲

۳۔ مزی، تهذيب الكمال، ۳۲: ۱۶۴

۴۔ ذهبي، الكاشف، ۲: ۳۸۴

۵۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۱: ۲۹۵

۶۔ سيوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۶۳

(۳) ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۲۸

۱۔ امام یحییٰ بن معین، امام ابو زُرعہ اور امام نسائی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔[۱]

۲۔ امام ابو حاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔[۲]

۳۔ امام ابنِ خراش نے کہا ہے:

جليل صدوق عزيز الحديث.[۳]

''آپ عالی مرتبہ، صدوق اور حدیث میں قوی ہیں۔''

امام عمرو بن علی، امام ابوعیسیٰ، واقدی اور ابنِ نمیر کے مطابق امام یزید الفقیر نے ۱۲۲ھ میں وصال فرمایا۔[۴]

۱۲۔ اِمام سِماک رحمۃ اللہ علیہ بن حرب (متوفی ۱۲۳ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا پورا نام ابومغیرہ سماک بن حرب بن اوس الذھلی البکری الکوفی ہے۔ آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کی ہے:

۱۔ حضرت ثعلبہ بن حکم اللیثی رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ[۵]

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۳۲: ۱۶۵
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۱: ۲۹۵
(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۳۲: ۱۶۵
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۱: ۲۹۵
(۳) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۳۲: ۱۶۵
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۱: ۲۹۵
(۴) کلاباذی، رجال صحيح البخاری، ۲: ۸۰۹
(۵) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۲۴۵

آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پانے کے بارے میں یوں فرماتے ہیں:

أدركت ثمانين من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وكان ذهب بصري، فدعوت الله تعالى، فردّ عليّ بصري. (۱)

''میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اَسی (۸۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا، میری بصارت چلی گئی تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ پس اُس نے میری بصارت لوٹا دی۔''

امام ابن ابی حاتم، خطیب بغدادی، امام نووی، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی نے امام سماک کا نام امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شیوخِ حدیث میں لکھا ہے۔ (۲)

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ عظام نے امام سماک کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام ابو بکرؒ بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے محدّثِ کبیر ابو اِسحاق سبیعی (متوفی ۱۲۸ھ) کو لوگوں سے کہتے ہوئے سنا:

خذوا العلم من سماك بن حرب. (۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۴: ۱۷۳
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۴۶

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۳۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱
۴۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۸
۵۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲
۶۔ سیوطی، تبییض الصحیفۃ بمناقب ابی حنیفۃ: ۴۳

(۳) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۴: ۲۷۹
ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۴۶

''(لوگو) !تم سماک بن حرب سے علم الحدیث حاصل کرو۔''

۲۔ امام ابنِ مدینیؒ (متوفی ۲۳۴ھ) نے امام سماک سے مروی احادیث کی تعداد کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

له نحو مائتي حديث. (۱)

''ان سے تقریباً دوسو (۲۰۰) احادیث مروی ہیں۔''

۳۔ امام سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں:

ما سقط لسماک بن حرب حديث. (۲)

''سماک بن حرب سے کوئی حدیث ساقط نہیں ہوئی۔''

۴۔ امام یحیٰی بن معینؒ (متوفی ۲۳۳ھ) نے کہا:

سماک بن حرب أحبّ إلي من إبراهيم بن مهاجر. (۳)

''سماک بن حرب (سے روایت کرنا) مجھے ابراہیم بن مہاجر سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''

۵۔ امام احمد بن حنبلؒ (متوفی ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں:

هو أصحّ حديثاً من عبد الملک بن عُمير. (۴)

''سماک بن حرب حدیث میں عبد الملک بن عمیر سے زیادہ صحیح ہیں۔''

محدّثین کے مطابق امام سماک نے ۱۲۳ھ میں وصال فرمایا۔ (۵)

---

(۱) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۴۶
(۲) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۴۶
(۳) ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۴: ۲۷۹
(۴) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۴۶
(۵) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۲: ۱۲۰
۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۲۴۸

۱۳۔ امام ابنِ شہاب زہریؒ (متوفی ۱۲۴ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا پورا نام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب القرشی الزھری ہے۔ آپ کی ولادت ۵۰ ھ میں ہوئی۔ آپ مدینہ کے رہنے والے اور اپنے زمانہ کے اَجل حافظِ حدیث تھے۔ امام مالک کے اجل اساتذہ میں سے تھے۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے تدوینِ حدیث کا جو بورڈ تشکیل دیا آپ اس کے سربراہ مقرر ہوئے تھے، اس سے اس دور میں آپ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔

امام زہری نے درج ذیل کبار اور صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت سُنَین ابی جمیلہ رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت ربیعہ بن عباد الدیلی رضی اللہ عنہ (۱)

ا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے آپ کے سماعِ حدیث کے متعلق امام احمد عجلیؒ یوں فرماتے ہیں:

سمع ابن شهاب من ابن عمر ثلاثة أحاديث. (۲)

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۲۶۔۳۲۷
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۳۹۵

(۲) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۲۶

''ابنِ شہاب نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے تین احادیث کا سماع کیا۔''

۲۔ امام معمرؒ فرماتے ہیں:

سمع الزهري من ابن عمر حديثين.(۱)

''زہری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے دو احادیث سماعت کی ہیں۔''

امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی نے امام زہری کو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شیوخِ حدیث میں شمار کیا ہے۔(۲)

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

۱۔ امام زہریؒ اپنے حصولِ علم کے متعلق کہتے ہیں:

جالست سعيد بن المسيّب ثمان سنين تمسّ ركبتي ركبته.(۳)

''میں سعید بن مسیّب کے پاس (حصولِ علم کے لئے) مسلسل آٹھ سال ایسے حاضر ہوا کہ (ان کے سامنے بیٹھنے کے دوران) میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کے ساتھ مس کر رہا ہوتا۔''

۲۔ امام ابنِ شہاب زہریؒ حدیث میں اپنے حافظہ کے بارے فرماتے ہیں:

ما استعدت حديثاً قطّ ولا شككت فی حديث إلا حديثاً واحدًا فسألت صاحبي فإذا هو كما حفظت.(۴)

(۱) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۲۶

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹

۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

۳۔ سيوطی، تبييض الصحيفة بمناقب ابی حنيفة: ۵۷

(۳) مزی، تهذيب الكمال، ۲۶: ۴۳۳

(۴) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۶: ۴۳۵

۲۔ ذهبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۱۱۱

''میں نے کبھی بھی (پڑھتے وقت استاد سے) کسی حدیث کو دوبارہ بیان کرنے کے لئے نہیں کہا اور مجھے سوائے ایک حدیث کے کبھی (کسی حدیث کے بارے میں) شک نہ ہوا، وہ بھی میں نے اپنے ساتھی سے پوچھی تو اُسی طرح تھی جس طرح مجھے یاد تھی۔''

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام زہری کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

۳۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۰۱ھ) فرماتے:

لم يبق أحد أعلم بسنّة ماضية من الزهري. (۱)

''زہری سے بڑھ کر سنت کو جاننے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا۔''

۴۔ امام مکحول شامیؒ (متوفی ۱۱۳ھ) سے پوچھا گیا:

من أعلم من لقيت؟ قال: ابن شهاب. قال: ثم من؟ قال: ابن شهاب. (۲)

''آپ جن اہلِ علم سے ملے ہیں ان میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابنِ شہاب۔ اس نے کہا: پھر کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابنِ شہاب ہی ہے۔''

۵۔ حافظِ حدیث امام ایوب سختیانیؒ (متوفی ۱۳۱ھ) فرماتے ہیں:

ما رأيت أعلم من الزهري. فقال له صخر بن جويرية: ولا الحسن؟ قال: ما رأيت أعلم من الزهري. (۳)

(۱) ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۰۹

(۲) ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۱۰

(۳) سلیمان بن خلف باجی، التعدیل والتجریح، ۲: ۶۳۹

''میں نے زہری سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ صخر بن جویریہ نے اُن سے پوچھا: حسن بصری بھی نہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں میں نے زہری سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔''

۶۔ امام زہری کے شاگرد امام معمرؒ بن راشد (متوفی ۱۵۴ھ) آپ کے علمی خزانہ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:

كنّا نرى أنّا قد أكثرنا عن الزهري حتى قتل الوليد بن يزيد، فإذا الدفاتر قد حملت على الدواب من خزانته من علم الزهري. [(۱)]

''ہمارا خیال تھا کہ ہم نے امام زہری سے بہت زیادہ علم حاصل کر لیا ہے یہاں تک کہ (بنو امیہ کے خلیفہ) ولید بن یزید کے قتل ہونے پر اس کے گھر سے امام زہری کی لکھوائی ہوئی کتابیں جانوروں پر لاد کر لائیں گئیں (تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہم نے ان سے بہت تھوڑا علم سیکھا ہے۔)''

۷۔ امام لیث بن سعدؒ (متوفی ۱۷۵ھ) کہتے ہیں:

ما رأيت عالمًا قطّ أجمع من بن شهاب ولا أكثر علمًا منه. لو سمعت بن شهاب يحدّث فى الترغيب لقلت: لا يحسن إلا هذا، و إن حدّث عن العرب والأنساب، قلت: لا يحسن إلا هذا، وإن حدّث عن القرآن والسنّة كان حديثه نوعاً جامعاً. [(۲)]

''میں نے کبھی بھی ابنِ شہاب سے زیادہ جامع اور کثرتِ علم رکھنے والا کوئی بھی ایک عالم نہیں دیکھا۔ اگر میں انہیں ترغیب و ترہیب بیان کرتے ہوئے سنتا تو

(۱) ذهبى، تذكرة الحفاظ، ۱: ۱۱۲

(۲) ۱۔ مزى، تهذيب الكمال، ۲۶: ۴۳۶

۲۔ عسقلانى، تهذيب التهذيب، ۹: ۳۹۷

کہتا: یہی اس فن کا حق ادا کر سکتے ہیں، اگر عرب اور انساب کے بارے گفتگو کرتے تو بھی میں کہتا: یہی اس فن کا حق ادا کر سکتے ہیں اور اگر کتاب وسنت بیان کرتے تو پھر بھی ان کی گفتگو جامع اور مفصل ہوتی۔''

۸۔ امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

قدم ابن شهاب المدينة فأخذ بيد ربيعة ودخلا إلى بيت الديوان فلما خرجا وقت العصر. خرج ابن شهاب وهو يقول: ما ظننت أن بالمدينة مثل ربيعة، وخرج ربيعة يقول: ما ظننت أن أحدا بلغ من العلم ما بلغ ابن شهاب. (۱)

''ابنِ شہاب مدینہ منورہ تشریف لائے تو (مدینہ کے عالی رتبہ عالم) ربیعہ کو ہاتھ سے پکڑا اور دونوں احباب ایک دفتر میں تشریف لے گئے (اور علمی مباحث میں اتنے مشغول ہوئے کہ) عصر کے وقت باہر نکلے۔ امام ابنِ شہاب یہ کہتے ہوئے نکلے: مجھے گمان نہیں تھا کہ مدینہ منورہ میں ربیعہ کے مثل کوئی عالم موجود ہے جبکہ ربیعہ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی علم کے اس مقام پر پہنچا ہوگا جہاں ابنِ شہاب پہنچے ہوئے ہیں۔''

۹۔ امام علی بن مدینیؒ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

دار علم الثقات على الزهري وعمرو بن دينار بالحجاز، وقتادة ويحيى بن أبي كثير بالبصرة، وأبي إسحاق والأعمش بالكوفة — يعني أن غالب الأحاديث الصّحاح لا تخرج عن هؤلاء الستّة. (۲)

''قابلِ اعتماد رجالِ احادیث کا علم گھوم پھر کر حجاز میں امام زہری اور عمرو بن

(۱) ذهبى، تذكرة الحفاظ، ۱: ۱۱۰

(۲) ذهبى، تذكرة الحفاظ، ۱: ۱۱۱

دینار، بصرہ میں قتادہ اور یحییٰ بن ابی کثیر اور کوفہ میں ابو اسحاق اور اعمش کے پاس جمع ہو گیا ہے یعنی احادیثِ صحیحہ کی غالب اکثریت اِن چھ محدّثین کے احاطہ سے باہر نہیں ہے۔‘‘

۱۰۔ صاحبِ ’السنن‘ امام ابو داؤدؒ (متوفی ۲۷۵ھ) امام زہری سے مروی احادیث کی تعداد بیان فرماتے ہیں:

حديثه ألفان و مائتان حديث، النصف منها مسند. (۱)

’’اِن سے دو ہزار دوسو احادیث مروی ہیں، ان میں سے نصف مسند ہیں۔‘‘

امام ابراہیم بن سعد، امام ھیثم بن عدی، واقدی، خلیفہ بن خیاط، علی بن مدینی، ابونعیم، یحییٰ بن بکیر، عمرو بن علی رحمھم اللہ تعالٰی کے مطابق امام زہریؒ نے رمضان المبارک میں ۱۲۴ھ میں وصال فرمایا۔ (۲)

۱۴۔ امام عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۲۶ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب اَثرَم ہے۔ آپ مکہ کے بہت بڑے عالم، حافظِ حدیث اور شیخ الحرم تھے۔ آپ بنو جمح اور مکہ کے ساتھ منسوب ہونے کی وجہ سے جمحی اور مکی کہلاتے ہیں۔ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ۴۵ یا ۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ امام عمرو نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت عبد اللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

(۱) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۲۷
(۲) مزی، تهذيب الكمال، ۲۶: ۴۴۱

۷۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت براء بن عازِب رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت زید بن اَرقم رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت مِسوَر بن مخرمہ رضی اللہ عنہ
۱۴۔ حضرت عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ[۱]

امام موفق، امام مزی اور امام سیوطی کی تحقیق کے مطابق امام عمرو بن دینار، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔[۲]

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام عمرو کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

۱۔ امام سفیان بن عیینہؒ سے روایت ہے کہ امام عمرو بن دینار بیمار ہوئے تو امام زہری (متوفی ۱۲۴ھ) نے ان کی عیادت کرنے کے بعد جاتے ہوئے کہا:

ما رأيت شيخاً أنصَّ للحديث الجيد من هذا الشيخ.[۳]

”میں نے کسی محدّث کو نہیں دیکھا جو اِس شیخ (عمرو) سے زیادہ صحیح حدیث کو جاننے والے ہو۔“

---

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۰۰، ۳۰۱
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۲: ۵-۷

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۷
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۰

(۳) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۰۴
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۲: ۱۰

۲۔ امام عبد اللہ بن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱ھ) نے فرمایا:

ما رأيت أحدًا قطّ أفقه من عمرو بن دينار، لا عطاءً، ولا مجاهداً ولا طاوساً. (۱)

''میں نے تفقہ میں عمرو بن دینار سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا، نہ عطاء کو، نہ مجاہد کو اور نہ ہی طاوس کو۔''

۳۔ امام عبد اللہ بن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ نے ہی فرمایا:

لم يكن بأرضنا أعلم من عمرو بن دينار ولا في جميع الأرض. (۲)

''ہماری سرزمین حتیٰ کہ پوری روئے زمین میں عمرو بن دینار سے بڑا کوئی عالم نہیں۔''

۴۔ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کہتے ہیں کہ میں نے امام مسعر (۱۵۳ھ) سے پوچھا:

من رأيت أشد تثبتاً في الحديث ممّن رأيت؟ قال: ما رأيت مثل القاسم بن عبد الرحمن وعمرو بن دينار. (۳)

''آپ نے جن محدّثین کو دیکھا ہے ان میں کس کو آپ نے سب سے زیادہ حدیث میں چھان پھٹک کرنے والا دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے قاسم بن عبد الرحمٰن اور عمرو بن دینار جیسا کوئی نہیں دیکھا۔''

۵۔ امام عبد الرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ رحمۃ اللہ علیہ بن الحجاج (امیر المومنین فی الحدیث، متوفی ۱۶۰ھ) کو فرماتے ہوئے سنا:

(۱) ۱۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۰۲
۲۔ مزي، تهذيب الكمال، ۲۲: ۹

(۲) ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۰۲

(۳) ۱۔ ذهبي، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۰۲
۲۔ مزي، تهذيب الكمال، ۲۲: ۱۰

ما رأيت أثبت من عمرو بن دينار، ثم سكت ساعة فظنّ أنيّ أتوهّم المشيخة، فقال: ولا الحكم ولا قتادة.(۱)

’’میں نے حدیث میں عمرو بن دینار سے بڑھ کر کسی کو قابلِ اعتماد نہیں دیکھا، پھر آپ نے ایک ساعت خاموش ہوکر سوچا کہیں میں مشائخ پر بدگمانی تو نہیں کر رہا، پھر آپ نے فرمایا: نہ حکم اور نہ ہی قتادہ کو (میں نے عمرو جیسا دیکھا ہے)۔‘‘

۶۔ امام سفیان بن عیینہؒ (متوفی ۱۹۸ھ) امام عمرو کی ثقاہت پر فرماتے ہیں:

عمرو ثقة، ثقة، ثقة.(۲)

’’عمرو ثقہ ہے، ثقہ ہے، ثقہ ہے۔‘‘

۷۔ امام ابنِ عیینہؒ نے ہی فرمایا:

ما كان عندنا أفقه من عمرو بن دينار، ولا أعلم، ولا أحفظ منه.(۳)

’’ہمارے پاس عمرو بن دینار سے بڑھ کر سمجھ بوجھ رکھنے والا، زیادہ جاننے والا اور زیادہ یاد رکھنے والا کوئی نہیں ہے۔‘‘

۸۔ امام احمد بن حنبلؒ (متوفی ۲۴۱ھ) نے فرمایا:

كان شعبة لا يُقدِّم على عمرو بن دينار أحدًا لا الحكم ولا غيره

(۱) ۱۔ سلیمان بن خلف باجی، التعدیل والتجریح، ۳: ۹۷۱
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۲: ۹

(۲) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۰۲
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۲: ۱۰

(۳) ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۰۳

فی التثبت، قال: وکان عمرو مولٰی هؤلاء، ولکنَّ الله شرَّفه بالعلم.(۱)

''امام شعبہ حدیث میں چھان پھٹک کرنے کے حوالے سے حَکَم بن عتیبہ سمیت کسی محدّث کو بھی عمرو بن دینار پر مقدم نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: حالانکہ عمرو اُن کے آزاد کردہ غلام تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں علم کے باعث شرف و رتبہ سے سرفراز فرما دیا۔''

امام سفیان بن عیینہ، امام عمرو بن علی اور محدّثین کی ایک جماعت کے مطابق امام عمرو بن دینار نے ۱۲۶ھ میں وصال فرمایا۔(۲)

۱۵۔ امام ابو اسحاق سَبیعی رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۲۷ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا پورا نام ابو اِسحاق عمرو بن عبد اللہ الھمدانی الکوفی ہے۔ آپ حافظِ حدیث اور کوفہ کے ممتاز عالم تھے۔ آپ نے اپنی تاریخِ پیدائش کے متعلق فرمایا:

ولدت لسنتين بقيتا من خلافة عثمان، ورأيت علي بن أبي طالب يخطب.(۳)

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال رہتے تھے کہ میری ولادت ہوئی اور میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔''

امام ابو اسحاق نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

(۱) ۱۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۰۲۔۳۰۳

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۲: ۹

(۲) مزی، تهذیب الکمال، ۲۲: ۱۲

(۳) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۹۳

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۱۰۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
۱۱۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
۱۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
۱۳۔ حضرت ابو جحیفہ السوائی رضی اللہ عنہ
۱۴۔ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ
۱۵۔ حضرت عمارہ بن رویبہ ثقفی رضی اللہ عنہ
۱۶۔ حضرت عبد اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ
۱۷۔ حضرت عمرو بن حارث الخزاعی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم [۱]

آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ:

إنه سمع من ثمانية وثلاثين صحابياً. [۲]

''آپ نے اڑتیس (۳۸) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث کا سماع کیا ہے۔''

خطیب بغدادی، امام نووی، امام مزی اور امام ذہبی کی تحقیق کے مطابق امام ابواسحاق امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔ [۳]

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۲۴۲
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۹۳

(۲) ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۹۴

(۳) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۲۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱
۳۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹
۴۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام ابو اسحاق کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

۱۔ ایک شخص نے امام شعبہؒ بن الحجاج (متوفی ۱۶۰ھ) سے پوچھا:

سمع أبو إسحاق من مجاهد؟ قال: ما كان يصنع هو بمجاهد، كان هو أحسن حديثاً من مجاهد، ومن الحسن، وابن سيرين. (۱)

’’ابو اسحاق نے مجاہد سے سماعتِ حدیث کی ہے؟ انہوں نے فرمایا: انہیں مجاہد سے کیا غرض ہوتی، وہ تو حدیث میں مجاہد، حسن بصری اور ابنِ سیرین سے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔‘‘

۲۔ امام ابو داؤد طیالسیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

وجدنا الحديث عند أربعة: الزهري وقتادة وأبي إسحاق والأعمش، فكان قتادة أعلمهم بالإختلاف، والزهري أعلمهم بالإسناد، وأبو إسحاق أعلمهم بحديث علي وابن مسعود، وكان عند الأعمش من كل هذا، ولم يكن عند واحد من هؤلاء إلا ألفين ألفين. (۲)

’’ہم نے علمِ حدیث کا ذخیرہ ان چار کے پاس پایا: زہری، قتادہ، ابو اسحاق اور اعمش۔ ان میں قتادہ اختلافِ فقہاء اور علماء کے بڑے عالم تھے، زہری ان سب سے زیادہ علم الاسناد جانتے تھے، ابو اسحاق حضرت علی اور عبد اللہ بن

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۲۴۲
۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۹۴

(۲) ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۱۵

مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث کا علم زیادہ رکھتے تھے اور اعمش ان تمام علوم میں ماہر تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس دو دو ہزار احادیث کا ذخیرہ تھا۔‘‘

۳۔ امام علی بن مدینیؒ (متوفی ۲۳۴ھ) بیان فرماتے ہیں:

روی أبو إسحاق عن سبعین رجلًا أو ثمانین لم یرو عنھم غیرہ، وأحصیت مشیختہ نحواً من ثلاثمائۃ شیخ، وقال علي في موضع آخر: أربعمائۃ شیخ. [1]

’’ابواسحاق نے ستر یا اَسی ایسے رجالِ حدیث سے روایت کیا ہے جن سے ان کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا، آپ کے تقریباً تین سو شیوخ کو شمار کیا گیا ہے۔ علی بن مدینی نے ایک اور مقام پر امام ابواسحاق کے شیوخ کی تعداد چار سو (۴۰۰) بیان کی ہے۔‘‘

۴۔ اَجل حافظِ حدیث امام ابوحاتم محمد بن ادریس رازیؒ (متوفی ۲۷۷ھ) آپ کے متعلق کہتے ہیں:

ثقۃ، وأحفظ من أبي إسحاق الشیباني، ویشبہ بالزھري فی کثرۃ الروایۃ. [2]

’’ابواسحاق سبیعی ثقہ ہیں، ابواسحاق شیبانی سے زیادہ حدیث یاد رکھنے والے ہیں اور کثرتِ روایت میں زہری سے مشابہت رکھتے ہیں۔‘‘

۵۔ امام عسقلانی کی تحقیق کے مطابق امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام نسائی اور امام عجلی رحمھم اللہ تعالی نے آپ کو ثقہ شمار کیا ہے۔ [3]

---

(۱) ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۹۴

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ٦: ۲۴۲
۲۔ ذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۱۴

(۳) عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۸: ۵۸

امام یحیٰ بن سعید قطان اور محدّثین کی ایک جماعت کے مطابق امام ابو اسحاق نے ۱۲۷ھ میں ضحاک بن قیس کے کوفہ میں داخل ہونے کے روز وصال فرمایا۔[1]

۱۶۔ امام عثمان بن عاصم رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۲۸ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کی کنیت ابو حَصین، نسبی اعتبار سے اسدی اور کوفہ میں اقامت اختیار کرنے کی وجہ سے کوفی ہیں۔ آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ[2]

امام موفق، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شیوخِ حدیث کی فہرست میں امام ابو حصین عثمان کا نام بھی درج کیا ہے۔[3]

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ کرام نے امام عثمان کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ

(۱) ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۱۵
(۲) ۱۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۴۱۳
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۷: ۱۱۶
(۳) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفۃ، ۱: ۴۷
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۰
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۲
۴۔ سیوطی، تبییض الصحیفۃ بمناقب أبي حنیفۃ: ۶۴

میں کیا ہے۔

۱۔ امام سفیانؒ بن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امام شعبی (متوفی ۱۰۴ھ) کی وفات کے وقت ان سے پوچھا: آپ ہمیں اب کس کے پاس حاضر ہونے کا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے (عاجزی کا اِظہار کرتے ہوئے) فرمایا:

ما أنا بعالم، و لا أترک عالماً، و إن أبا حَصين رجل صالح.

روی مثلها مالکُ بن مِغول.(۱)

’’میں نہ ہی عالم ہوں اور نہ ہی کسی عالم کو چھوڑ کر جا رہا ہو، (مگر یہ کہ) بے شک ابوحصین صالح شخص ہیں۔

’’ایسے ہی مالک بن مغول نے بھی روایت کیا ہے۔‘‘

۲۔ امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

أربعة بالکوفة لا يُختلف في حديثهم، فمن اختلف عليهم، فهو مخطیء، ليس هم، منهم أبو حَصِينٍ الأسدي.(۲)

’’کوفہ میں چار ایسے اشخاص ہیں جن کی حدیث میں اختلاف نہیں کیا جا سکتا، پس جس نے ان سے اختلاف کیا وہی خطا کار ہے نہ کہ وہ اشخاص۔ ان میں سے ایک ابوحصین ہے۔‘‘

۳۔ امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ ہی نے ایک مرتبہ اپنے مخاطب سے فرمایا:

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۴۱۵
۲۔ مزی، تهذيب الکمال، ۱۹: ۴۰۶

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الکمال، ۱۹: ۴۰۳
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۱۶

لا ترى حافظاً يختلف على أبي حصين. (۱)

’’تو کسی حافظِ حدیث کو ابو حصین سے اختلاف کرتے نہیں دیکھے گا۔‘‘

۴۔ امام احمد بن حنبلؒ (متوفی ۲۴۱ھ) نے آپ کے متعلق فرمایا:

الأعمش ويحيى بن وثّاب موالي، وأبوحصين من العرب، ولو لا ذلک لم يصنع الأعمش ما صنع، وكان قليل الحديث، وكان صحيح الحديث. قيل له: أيّهما أصحّ حديثاً هو أو أبو إسحاق؟ قال: أبو حصين أصحّ حديثا لقلّة حديثه. (۲)

’’اعمش اور یحییٰ بن وثاب موالی (آزاد کردہ غلام) تھے جبکہ ابو حصین (آزاد) عربی تھے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو اعمش وہ نہ کر پاتے جو انہوں نے کیا، آپ قلیل الحدیث اور صحیح الحدیث تھے۔ امام احمد سے پوچھا گیا: ابو حصین یا ابو اسحاق دونوں میں سے سب سے زیادہ صحیح الحدیث کون ہے؟ انہوں نے کہا: ابو حصین اپنی قلتِ حدیث کی وجہ سے اصح الحدیث ہے۔‘‘

۵۔ امام عسقلانی کی تحقیق کے مطابق امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم رازی، امام یعقوب بن شیبہ، امام نسائی اور امام ابنِ خراش نے امام ابو حصین عثمان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (۳)

امام واقدی، علی بن عبد اللہ تمیمی، ابو عُبید، ابنِ بکیر، ابنِ نمیر کے مطابق امام

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۹: ۴۰۳
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۴۱۳

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۹: ۴۰۳
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۴۱۴

(۳) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۱۱۶

ابو حصین کا ۱۲۸ھ میں وصال ہوا۔(۱)

۱۷۔ امام محمد بن مُنکدِر رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۳۰ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب شیخ الاسلام ہے۔ آپ کا پورا سلسلہ نسب یوں ہے: محمد بن المنکدر بن عبد اللہ بن الھُدیر بن عبد العزی بن عامر ابن الحارث بن حارثہ بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لؤی۔ آپ مدینہ منورہ کے خاندان قریش کے قبیلہ بنو تیم کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے مدنی، قرشی اور تیمی کہلاتے تھے۔ آپ ۳۰ھ سے کچھ سال اوپر پیدا ہوئے۔ آپ نے درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
۴۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ
۶۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
۷۔ حضرت ربیعہ بن عبّاد الدِّیلی رضی اللہ عنہ
۸۔ حضرت ابو اُمامہ بن سہل رضی اللہ عنہ
۹۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
۱۰۔ اُمَیمہ بنت رُقَیقہ رضی اللہ عنہا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ آپ اکابر تابعین، اپنے والد منکدر، سعید بن مسیّب اور دیگر ائمہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔(۲)

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے امام ابنِ منکدر کے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماعِ حدیث کرنے کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

(۱) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۴۱۶

(۲) ۱۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۳۵۳۔۳۵۴

۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۶: ۵۰۴۔۵۰۵

نعم! يقول في حديثه: سمعت عائشة. [۱]

”(ان کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماعِ حدیث کرنا) صحیح ہے! کیونکہ وہ اپنی حدیث میں (سماع کی تصریح کرتے ہوئے) کہتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کا سماع کیا۔“

خطیب بغدادی، امام موفق، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی کے مطابق امام محمد بن منکدر، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔ [۲]

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ عظام نے امام ابنِ منکدر کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

كان ابن المنكدر سيّد القُرَّاء. [۳]

”ابنِ منکدر سید القراء تھے۔“

۲۔ امام سفیان بن عیینہؒ (متوفی ۱۹۸ھ) آپ کے متعلق فرماتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۶: ۵۰۸
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۵۴

(۲) ۱۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵
۲۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۳۹
۳۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۹، ۲۶: ۵۰۷
۴۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۲: ۳۹۱، ۵: ۳۵۴
۵۔ سيوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۸

(۳) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۵۵

كان من معادن الصدق، ويجتمع إليه الصالحون.[۱]

’’آپ صدق و صفا کی کان تھے، اور آپ کے پاس صلحا کا اجتماع رہتا تھا۔‘‘

۳۔ امام عبداللہ بن زبیر المعروف حمیدیؒ (۲۱۹ھ) نے ابنِ منکدرؒ کے متعلق فرمایا:

هو حافظ.[۲]

’’آپ حافظِ حدیث ہیں۔‘‘

۴۔ امام المحدّثین علی بن مدینیؒ (متوفی ۲۳۴ھ) آپ سے مروی تعدادِ احادیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

له نحو مائتي حديث.[۳]

’’آپ سے تقریباً دوسو (۲۰۰) احادیث مروی ہیں۔‘‘

۵۔ امام ذہبیؒ (متوفی ۷۴۸ھ) نے آپ کے متعلق ان خیالات کا اظہار کیا ہے:

مجمع على ثقته وتقدّمه في العلم و العمل، وهو من طبقة عطاء، لكنّه تأخّر موته.[۴]

’’امام محمد بن منکدر کی ثقاہت اور آپ کے علم و عمل میں تقدم پر (محدّثین کے درمیان) اجماع ہے، آپ عطاء بن ابی رباح کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲٦: ۵۰۸

۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۸

(۲) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۵۴

۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۴۱۸

(۳) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲٦: ۵۰۸

۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۳۵۴

(۴) ذهبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۱۲۷

امام ابنِ منکدر کا وصال تاخیر سے ہوا ہے۔‘‘

امام واقدی، ابنِ سعد اور کئی محدّثین کے مطابق امام محمد بن منکدر نے ۱۳۰ھ میں وصال فرمایا۔(۱)

۱۸۔ امام منصور بن مُعتمِر رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۳۲ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کی کنیت ابو عتاب، نسبی اعتبار سے سلمی اور سکونت اختیار کرنے کے اعتبار سے کوفی ہیں۔ آپ کوفہ کے ممتاز حافظِ حدیث اور عظیم عالم تھے۔ محدّثین نے آپ کو روایت کرنے کے اعتبار سے امام ابنِ شہاب زہری اور خالد بن مہران الحذاء کے مقابل گردانا ہے جبکہ امام اعمش پر ترجیح دی ہے۔

آپ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہِ راست روایت کرنا ثابت نہیں ہے لیکن آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے والے اکابر تابعین سے روایت کیا ہے جن کے اسما درج ذیل ہیں:

۱۔ امام ابراہیم بن یزید نخعی	۲۔ امام ابو صالح باذام
۳۔ امام تمیم بن سلمہ	۴۔ امام حسن بصری
۵۔ امام حکم بن عتیبہ	۶۔ امام خالد بن مہران الحذاء
۷۔ امام خالد بن سعد	۸۔ امام ربعی بن حراش
۹۔ امام زید بن وہب الجہنی	۱۰۔ امام سالم بن ابی جعد
۱۱۔ امام سعد بن عبیدہ	۱۲۔ امام سعید بن جبیر
۱۳۔ امام ابو وائل شقیق بن سلمہ	۱۴۔ امام ابو خلیل صالح بن ابی مریم

(۱) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۶: ۵۰۸
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۹: ۴۱۸

۱۵۔ امام طلحہ بن مُصرِّف ۱۶۔ امام طَلق بن حبیب

۱۷۔ امام عامر شعبی ۱۸۔ امام عبداللہ بن مُرَّہ

۱۹۔ امام عبداللہ بن یَسار الجھنی ۲۰۔ امام عطاء بن ابی رباح

۲۱۔ امام علی بن اقمر ۲۲۔ امام کریب بن ابی مسلم مولیٰ ابنِ عباس

۲۳۔ امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری ۲۴۔ امام ابوالضحی مسلم بن صبیح

۲۵۔ امام مسیّب بن رافع

۲۶۔ امام ھِلال بن یَسَاف اور دیگر جلیل القدر تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ [1]

امام موفق، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی کی تحقیق کے مطابق امام منصور، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔ [2]

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ عظام نے امام منصور کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

۱۔ امام سفیان ثوریؒ علم الحدیث میں، امام اعمش (متوفی ۱۴۷ھ) کے نزدیک امام

(۱) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۸: ۵۴۷۔۵۴۸
۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۴۰۲
۳۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱۰: ۲۷۷۔۲۷۸

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة، ۱: ۵۰
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹
۳۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ٦: ۳۹۲
۴۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ٦٦
۵۔ أیضاً، تبییض الصحیفة بمناقب أبی حنیفة: ۵۹

منصور کے مقام و مرتبہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

كنت لا أحدّث الأعمش عن أحد من أهل الكوفة إلا ردّه، فإذا قلت: منصور، سكت.(۱)

’’میں اَعمش کے سامنے اہلِ کوفہ کے طرق سے جب بھی کوئی حدیث بیان کرتا تو وہ رد کر دیتے لیکن جب میں نے منصور کا نام لیا تو وہ خاموش ہو گئے۔‘‘

۲۔ امام بشر بن مفضلؒ سے روایت ہے کہ میں سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) سے مکہ میں ملا تو انہوں نے کہا:

ما خلفت بعدي بالكوفة آمن على الحديث من منصور بن المعتمر.(۲)

’’میں نے کوفہ میں اپنے پیچھے منصور بن معتمر سے بڑھ کر حدیث کی حفاظت کرنے والا اور کوئی نہیں چھوڑا۔‘‘

۳۔ امام عبدان بن عثمانؒ سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حمزہ محمد بن میمون السُّکَّری المَرْوَزی (متوفی ۱۶۷ھ) کو فرماتے ہوئے سنا:

دخلت إلى بغداد، فرأيت جميع من بها يثني على منصور بن المعتمر، فلما خرجت إلى الكوفة سمعت منه، فلما عدت من

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۸: ۵۴۹
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۴۰۴
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۲۷۸

(۲) ۱۔ سليمان بن خلف باجی، التعديل والتجريح، ۲: ۷۲۱-۷۲۲
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۸: ۵۵۰
۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۴۱۲

مكة أقمت عليه حتى كتبت عنه و أكثرت.[1]

''میں بغداد گیا تو وہاں ہر کوئی منصور کے گن گا رہا تھا پس جب میں کوفہ گیا تو میں نے اُن سے سماع کیا پھر میں نے مکہ سے واپس آتے ہوئے ان کے پاس قیام کیا یہاں تک کہ اُن سے کثیر احادیث لکھی۔''

۴۔ امام علی بن مدینیؒ سے روایت ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان (متوفی ۱۹۸ھ) سے پوچھا:

منصور عن مجاهد أحبّ إليك أم ابن أبي نجيح؟ قال: منصور أثبت.[2]

''مجاہد سے بواسطہ منصور حدیث روایت کرنا آپ کو زیادہ پسند ہے یا بواسطہ ابنِ ابی نجیح؟ انہوں نے کہا: منصور زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔''

۵۔ امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (متوفی ۱۹۸ھ) نے فرمایا:

لم يكن بالكوفة أحفظ من منصور.[3]

''کوفہ میں منصور سے بڑھ کر کوئی حافظِ حدیث نہیں ہے۔''

۶۔ امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ ہی فرماتے ہیں:

لم يكن بالكوفة أثبت من أربعة فبدأ بمنصور، وأبي حَصِيْنٍ، وسلمة بن كهيل، وعمرو بن مرة. قال: وكان منصور أثبتهم.[4]

---

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۲۸: ۵۵۳

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۸: ۵۴۹
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۴۰۵

(۳) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۸: ۵۵۱
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۴۰۳

(۴) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۴۰۴

''کوفہ میں ان چار اشخاص سے بڑھ کر کوئی بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے پس آپ نے منصور سے ابتداء کی، دوسرا ابوحصین، تیسرا سلمہ بن کُھَیل، اور چوتھا عمرو بن مرہ ہے۔ نیز آپ نے فرمایا: منصور اِن سب سے اَثبت ہیں۔''

۷۔ امام علی بن مدینیؒ (متوفی ۲۳۴ھ) سے پوچھا گیا کہ امام ابراہیم نخعی کے کون سے شاگرد کی روایت آپ کو زیادہ پسند ہے؟ تو انہوں نے کہا:

إذا حدّثک عن منصور ثقة، فقد ملأت يديک لا تريد غيره. (۱)

''جب کوئی ثقہ راوی (ابراہیم کے شاگرد) منصور کی روایت تجھ سے بیان کرے تو (گویا) تو نے اپنے ہاتھ بھر لئے ہیں، لہٰذا تو اس کے علاوہ اور کسی کا ارادہ نہ کرنا۔''

۸۔ امام ابوعبید آجری سے روایت ہے کہ امام ابو داؤدؒ (متوفی ۲۷۵ھ) سے حدیث کے راوی ''جہم'' کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے کہا: امام منصور نے جہم سے روایت کیا ہے جبکہ اشعث بن سوار نے بھی اس سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا:

هو من أصحاب إبراهيم؟ فقال: لا أدري! منصور لا يروي إلا عن كل ثقة. (۲)

''کیا جہم ابراہیم نخعی کے شاگرد ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا! (میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ) امام منصور صرف ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں۔''

امام محمد بن سعد، خلیفہ بن خیاط، ابو بکر بن ابی شیبہ، ابنِ نمیر اور سعید بن اسد

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۸: ۵۵۲-۵۵۳
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۵: ۴۱۲

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۸: ۵۴۹
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۲۷۸

کے مطابق امام منصور کا ۱۳۲ھ میں وصال ہوا۔(۱)

۱۹۔ امام ہِشَام بن عُروہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۴۶ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا مکمل نام ابوالمنذر ہشام بن عروہ ابنِ زبیر بن العوام قرشی زبیری ہے۔ آپ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے ممتاز فقیہ تھے۔ آپ نے حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت سہل بن سعد اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے جبکہ درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

۱۔ اپنے چچا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ۲۔ اپنے والد امام عروہ

۳۔ اپنی زوجہ فاطمہ بنتِ منذر

۴۔ اپنے بھائیوں امام عبداللہ بن عروہ، اور ۵۔ امام عبداللہ بن عثمان

۶۔ امام عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق

۷۔ امام عمر بن عبداللہ بن عمر بن خطاب

۸۔ امام کریب مولیٰ ابنِ عباس

۹۔ امام محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس

۱۰۔ امام محمد بن مسلم شہاب الزہری رحمھم اللہ تعالیٰ (۲)

۱۔ امام ہشامؒ بن عروہ خود بیان فرماتے ہیں:

(۱) ۱۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۸: ۵۵۴

۲۔ ابن زبر الربعی، تاریخ مولد العلماء و وفیاتھم، ۱: ۳۱۱

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۳۷

۲۔ مزی، تھذیب الکمال، ۳۰: ۲۳۳۔۲۳۴

۳۔ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۱۱: ۴۴

رأيت جابر بن عبد الله وابن عمر ولكلّ واحد منهما جمة.[1]

''میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا، اِن دونوں میں سے ہر ایک کے کندھوں تک لمبے بال تھے۔''

۲۔ امام ہشامؒ بن عروہ ہی بیان فرماتے ہیں:

دعاني بن عمر وهو على المروة فقبّلني ودعا لي.[2]

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے (مکہ میں) مقامِ مَروہ پر مجھے بلا کر میرا بوسہ لیا اور میرے حق میں دعا کی۔''

خطیب بغدادی، امام نووی، امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی نے امام ہشام کو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شیوخِ حدیث میں شمار کیا ہے۔[3]

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

محدّثینِ عظام نے امام ہشام کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

ا۔ امام موسیٰ بن وہیبؒ کہتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۳۷

۲۔ سلیمان بن خلف الباجی، التعدیل والتجریح، ۳: ۱۱۷۱

(۲) بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۱۹۳

(۳) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵

۲۔ نووی، تهذیب الأسماء واللغات، ۲: ۵۰۱

۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۱۹

۴۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۱

۵۔ سیوطی، تبییض الصحیفة بمناقب أبي حنیفة: ۶۱

قدم علينا هشام بن عروة فكان فينا مثل الحسن و ابن سيرين.[1]

’’ہشام بن عروہ ہمارے پاس (بصرہ) آئے تو وہ ہم میں (علمی مقام کے اعتبار سے) امام حسن بصری اور امام ابن سیرین کی طرح تھے۔‘‘

۲۔ امام ابنِ سعدؒ (متوفی ۲۳۰ھ) کہتے ہیں:

كان هشام ثقة، ثبتا، كثير الحديث، حجة.[2]

’’ہشام ثقہ، پختہ، کثیر الحدیث اور حجت تھے۔‘‘

۳۔ امام عثمان بن سعید دارمیؒ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین (۲۳۳ھ) سے پوچھا:

هشام بن عروة أحبّ إليک عن أبيه أو الزهري؟ فقال: کلاهما ولم يفضّل.[3]

’’آپ کے نزدیک ہشام بن عروہ اپنے والد سے (روایت کرنے کے اعتبار سے) زیادہ پسندیدہ ہے یا امام زہری؟ انہوں نے فرمایا: دونوں ہی، اور کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دی۔‘‘

۴۔ امام علی بن مدینیؒ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

له نحو من أربعمائة حديث.[4]

’’امام ہشام سے تقریباً چار سو احادیث مروی ہیں۔‘‘

---

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۴۰

(۲) ذهبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۴۴

(۳) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۴۰

(۴) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۵

۵۔ امام ابو حاتم رازیؒ (متوفی ۲۷۷ھ) نے آپ کے متعلق فرمایا:

ثقة إمام في الحديث. (۱)

’’ثقہ ہیں اور علمِ حدیث میں امامت کے درجہ پر فائز ہیں۔‘‘

محدّثین کی ایک جماعت کے مطابق امام ہشام رضی اللہ عنہ کا وصال ۱۴۶ھ میں ہوا۔ (۲)

۲۰۔ امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۴۸ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب صادق ہے۔ آپ کا پورا سلسلہ نسب یوں ہے: ابو عبد اللہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی العلوی۔ آپ مدینہ منورہ کے عظیم سادات میں سے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد کی بیٹی ’اُمِ فروہ‘ اور نانی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے بیٹے عبد الرحمٰن کی صاحبزادی حضرت ’اسماء‘ تھیں، اسی لیے آپ خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے تھے:

ولدني أبو بكر الصديق مرتين. (۳)

’’حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت سے میری دو مرتبہ ولادت ہوئی ہے۔‘‘

آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اس لئے امام ذہبی کے خیال کے مطابق ممکن ہے کہ آپ نے حضرت انس بن مالک اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہو۔ آپ نے اپنے

---

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۳۰: ۲۳۸

(۲) ۱۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۴: ۴۱

۲۔ سليمان بن خلف الباجی، التعديل والتجريح، ۳: ۱۱۷۱

(۳) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۲۵۵

۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۵: ۷۴، ۷۵

والد امام محمد الباقر اور اپنے نانا امام قاسم بن محمد سے روایت کرنے کے علاوہ درج ذیل اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

۱۔ امام عبید اللہ بن ابی رافع
۲۔ امام عروہ بن زبیر
۳۔ امام عطاء بن ابی رِباح
۴۔ امام نافع مولیٰ ابنِ عمر
۵۔ امام محمد بن منکدر
۶۔ امام ابنِ شہاب زہری
۷۔ امام مسلم بن ابی مریم ﷛ اور دیگر اکابر تابعینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ [1]

امام موفق، امام مزی، امام ذہبی اور امام مرعی بن یوسف کی تحقیق کے مطابق امام جعفر الصادق، امامِ اعظم ابوحنیفہ ﷛ کے حدیث میں شیخ ہیں۔ [2]

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام جعفر الصادق ﷛ کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل اپنے اپنے الفاظ میں کیا ہے۔

۱۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ ﷛ (متوفی ۱۵۰ھ) سے سوال کیا گیا:

من أفقه من رأيت؟

’’آپ نے کس شخص کو سب سے بڑا فقیہ دیکھا ہے؟‘‘

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۵: ۷۴، ۷۵
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۲۵۵

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۲
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۵: ۷۶
۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۲۵۶
۴۔ مرعی، كتاب تنوير بصائر المقلدين: ۵۵

پس آپ نے فرمایا:

ما رأيت أفقه من جعفر بن محمّد.(۱)

’’میں نے امام جعفر بن محمد سے بڑا افقیہ کوئی نہیں دیکھا۔‘‘

۲۔ امام عبد الرحمٰن بن ابی حاتمؒ نے محدّثِ کبیر ابو زُرعہ رازی (متوفی ۲۶۴ھ) سے سنا جب وہ اس سوال کا جواب دے رہے تھے کہ:

عن جعفر بن محمد عن أبيه، وسهيل عن أبيه، والعلاء عن أبيه أيها أصح؟ قال: لا يقرن جعفر إلى هؤلاء.(۲)

’’امام جعفر بن محمد کا اپنے والد سے روایت کرنا، سہل کا اپنے والد سے اور علاء کا اپنے والد سے روایت کرنا (کس درجہ کا ہے) ان میں سے کون سا طریق سب سے زیادہ صحیح ہے؟ انہوں نے فرمایا: امام جعفر کو اِن کے ساتھ نہ ملایا جائے۔‘‘

۳۔ امام ابو احمد عبد اللہ بن عدیؒ (متوفی ۳۶۵ھ) فرماتے ہیں:

ولجعفر حديث كثير عن أبيه عن جابر عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم، وعن أبيه عن آبائه، ونسخ لأهل البيت. وقد حدّث عنه من الأئمة مثل بن جريج وشعبة وغيرهما. وهو من ثقات الناس.(۳)

’’امام جعفر کے پاس بواسطہ اپنے والد، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک، (اسی طرح) اپنے والد کے واسطہ سے اپنے اباؤ و اجداد تک کثیر احادیث اور اہلِ بیت (کے طرق) سے کئی نقل شدہ کتب ہیں۔ آپ سے

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۵: ۷۹
۲۔ ذہبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۱۲۶

(۲) مزی، تهذيب الكمال، ۵: ۷۸

(۳) مزی، تهذيب الكمال، ۵: ۷۸

ابنِ جریج اور شعبہ جیسے کئی ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ ثقہ ہیں۔‘‘

امام ابوالحسن مدائنی، خلیفہ بن خیاط اور زبیر بن بکار کے مطابق امام جعفر کا ۱۴۸ھ میں وصال ہوا۔[1]

۲۱۔ امام اعمش رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۴۸ھ) سے اخذِ حدیث

آپ کا پورا نام ابو محمد سلیمان بن مہران اعمش ہے۔ بنو کاہل قبیلہ کی شاخ بنو اسد سے نسبت کے سبب کاہلی اسدی کہلاتے ہیں۔ آپ کوفہ کے رہنے والے اَوثق حافظِ حدیث تھے۔ اصلاً آپ ’رے‘ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے صحابہ کرام میں سے حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اِن کے علاوہ آپ نے درج ذیل اکابر تابعین سے روایت کیا ہے:

۱۔ امام عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس
۲۔ امام ابو وائل شقیق بن سلمہ
۳۔ امام زید بن وہب
۴۔ امام عمارہ بن عمیر
۵۔ امام ابراہیم تیمی
۶۔ امام ابو صالح ذکوان
۷۔ امام سعید بن جبیر
۸۔ امام مجاہد
۹۔ امام ابوعمرو شیبانی
۱۰۔ امام زر بن حبیش
۱۱۔ امام عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ
۱۲۔ امام ھلال بن سیاف
۱۳۔ امام ابوحازم اشجعی
۱۴۔ امام معرور بن سوید
۱۵۔ امام ابراہیم نخعی، اور

(۱) مزی، تہذیب الکمال، ۵: ۹۷

نوٹ: امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا تفصیلی تذکرہ گزشتہ باب میں ہو چکا ہے، وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۶۔ امام عامر بن شراحیل شعبی رحمهم الله تعالی[1]

امام موفق، امام ذہبی، امام سیوطی اور امام مرعی بن یوسف کے مطابق امام اَعمش، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں شیخ ہیں۔[2]

محدّثین کے ہاں آپ کا علمی مقام و مرتبہ

تابعینِ کرام اور محدّثینِ عظام نے امام اَعمش کے بلند پایہ علمی مرتبے کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:

۱۔ امام اَعمشؒ، تابعی کبیر حضرت مجاہد بن جَبر المکی رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۰۲ھ) کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے تو وہ آپ سے شفقت کرتے ہوئے فرماتے:

لو كنت أطيق المشي لجئتك.[3]

''اگر میں چلنے کی طاقت رکھتا تو خود آپ کے پاس آیا کرتا۔''

۲۔ امام عاصم احولؒ سے روایت ہے کہ امام اَعمش حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے پوتے قاسم بن عبد الرحمٰن (متوفی ۱۲۰ھ) کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۸
۲۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۶: ۲۲۷

(۲) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۴۵
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۲۲۷
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۷۴
۴۔ مرعی، کتاب تنویر بصائر المقلدین: ۵۵

(۳) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۸
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۲۳۴

هذا الشيخ يعني الأعمش أعلم الناس بقول عبد الله بن مسعود. [1]

’’یہ شیخ یعنی اَعمش لوگوں میں سب سے زیادہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اقوال کو جاننے والے ہیں۔‘‘

۳۔ امام اسحاق بن راشدؒ سے روایت ہے کہ مجھ سے امام زہریؒ (متوفی ۱۲۴ھ) نے پوچھا: کیا عراق میں کوئی شخص حدیث روایت کرتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر میں نے ان سے کہا:

هل لک أن آتيک بحديث بعضهم؟ فقال لي: نعم! فجئته بحديث سليمان الأعمش، فجعل ينظر فيها ويقول: ما ظننت أنّ بالعراق من يحدّث مثل هذا. قال، قلت: وأزيدک هو من مواليهم. [2]

’’کیا میں آپ کو ان کی کوئی حدیث بیان کروں؟ انہوں نے مجھے کہا: ہاں! میں نے ان سے سلیمان اَعمش کی روایت کردہ حدیث بیان کی تو وہ اس میں غور و فکر کرتے ہوئے کہنے لگے: میرا خیال نہیں تھا کہ عراق میں کوئی اس جیسی حدیث بیان کرنے والا محدّث ہوگا؟ میں نے ان سے کہا: میں آپ کو اور زیادہ بتا تا چلوں کہ وہ عراقیوں کے آزاد کردہ غلام ہیں (نہ کہ آزاد شخص تو جن کے غلاموں کا یہ حال ہے مالکوں کا کیا حال ہو گا)۔‘‘

۴۔ امام ہشیمؒ بن بشیر (متوفی ۱۸۳ھ) فرماتے ہیں:

ما رأيت بالكوفة أحدا أقرأ لكتاب الله من الأعمش ولا أجود حديثاً، ولا أفهم، ولا أسرع إجابة لما يسئل عنه. [3]

’’میں نے کوفہ میں اَعمش سے بڑھ کر سب سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے

(۱) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۱۰

(۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۱۱

(۳) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۷۔۸

والا، سب سے زیادہ حدیث (کو بیان کرنے) میں سخاوت کرنے والا، سب سے زیادہ فہم رکھنے والا اور پوچھے جانے والے سوال کا فوراً جواب دینے والا کوئی نہیں دیکھا۔‘‘

۵۔ امام عیسیٰ بن یونسؒ (متوفی ۱۸۷ھ) فرماتے ہیں:

لم نر نحن ولا القرن الذي كان قبلنا مثل الأعمش. [۱]

’’ہم اور ہم سے قبل زمانے (والوں) نے اعمش جیسا کوئی نہیں دیکھا۔‘‘

۶۔ امام سفیان بن عیینہؒ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

سبق الأعمش أصحابه بأربع خصال: كان أقرأهم للقرآن، وأحفظهم للحديث، وأعلمهم بالفرائض، ونسيت أنا واحدة. [۲]

’’اعمش چار خصلتوں کے باعث اپنے ساتھیوں سے سبقت لے گئے: آپ ان سب سے زیادہ قرآن مجید کی قرأت کرنے والے، سب سے زیادہ حدیثِ رسول ﷺ کو یاد رکھنے والے اور سب سے زیادہ علم میراث کو جاننے والے تھے۔ (فرماتے ہیں:) ایک خصلت میں بھول گیا ہوں۔‘‘

۷۔ امام یحییٰ بن سعید قطانؒ (متوفی ۱۹۸ھ) نے آپ کے بارے فرمایا:

هو علامة الإسلام. [۳]

’’آپ علامتِ اسلام ہیں۔‘‘

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۸
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱۲: ۸۸

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۹
۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۲۲۸

(۳) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۹: ۸

۸۔ امام علی بن مدینیؒ (متوفی ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں:

له نحو من ألف و ثلاثمائة حديث. (۱)

’’امام اعمش سے تقریباً ۱۳۰۰ احادیث مروی ہیں۔‘‘

امام ابنِ نمیر، امام وکیع بن جراح، امام ابو نعیم فضل بن دُکین، امام احمد بن عبداللہ عجلی اور جمہور محدّثین کے مطابق امام اعمش کا وصال ۱۴۸ھ میں ہوا۔ (۲)

امام اعظم کے درجِ بالا اِن اکیس (۲۱) شیوخ کے احوال و اقوال کی روشنی میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ علومِ حدیث، تفسیر اور فقہ کے اس بلند مرتبہ پر فائز تھے جہاں دور دور تک آپ کا کوئی ثانی نہ تھا اور نہ آج تک کوئی ہوا ہے، اور کوئی آپ کا ثانی ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ کہ آپ کے شیوخِ کبار جیسے عظیم الشان مرتبۂ علم کے حامل وارثانِ علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ پھر پیدا ہوئے اور نہ کسی کو ویسی صحبت اور قربت میسر ہوئی۔ آپ کے شیوخ و اساتذہ میں سے ہر کوئی اپنے زمانہ اور وقت کے اعتبار سے علم میں یکتائے روزگار تھا۔ ایک زمانہ (جن میں بڑے بڑے اجل محدّثین، فقہاء اور مفسرین تھے) اُن کے پاس حاضر ہونے اور اُن سے حصولِ علم کو اپنی سعادت سمجھتے اور وہ لوگ صرف خود ہی نیازمند نہ تھے بلکہ اپنے ہر ملنے والے کو ان کی نیازمندی پر ابھارتے تھے۔

امام اعظم کے شیوخ جن میں امام ابراہیم بن یزید نخعی، امام عامر بن شراحیل شعبی، امام عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس، امام محمد بن علی الباقر، امام عطاء بن ابی رِباح، امام حَکَم بن عُتَیبہ، امام قاسم بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود، امام نافع مولیٰ ابنِ عمر، امام قتادہ بن دِعامہ، امام حماد بن ابی سلیمان، امام یزید بن صہیب الفقیر، امام سماک بن حرب، امام محمد بن مسلم ابنِ شہاب زہری، امام عمرو بن دینار، امام ابو اسحاق سَبِیعی، امام ابو حصین عثمان بن عاصم، امام محمد بن مُنکدِر، امام منصور بن مُعتمِر، امام ھشام بن عروہ، امام جعفر الصادق اور

(۱) ذهبی، سير اعلام النبلاء، ٦: ٢٢٨

(۲) خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ٩: ١٢

امام سلیمان بن مہران اعمش رضی اللہ عنہ شامل ہیں، جو سب براہِ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اُن کے تربیت یافتگان کے تلامذہ ہیں، ان میں آپ کے شیخِ اکبر امام شعبی اکیلے نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانچ سو یا اس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی اور امام ابنِ حبانؒ کے بقول ۱۵۰ صحابہ کرام سے روایتِ حدیث کی۔ اسی طرح تمام ذکر کردہ شیوخ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ان کے مذکورہ بالا احوال سے خود لگایا جا سکتا ہے۔

ان ائمہ میں سے ہر ایک حافظِ حدیث، احادیثِ کثیرہ کے جامع اور رُواۃِ حدیث میں اَوثق اور اَحفظ کے مقام پر فائز تھے۔ ان سب کی رغبت اور دلچسپی کے مختلف میدان تھے جن میں سے کوئی علم الحدیث کے ساتھ لگاؤ کی وجہ سے کثیر احادیث روایت کرنے کے سبب محدّث کے درجہ پر فائز ہوئے، کوئی علم التفسیر میں حدیث کو جاننے کی بدولت بلند پایہ مفسر اور کوئی احکامِ حدیث کی سمجھ بوجھ، فہم اور تفقہ کے سبب بلند مرتبہ فقیہ تھے۔ غرضیکہ ان میں سے جو جس بھی شعبہ سے منسلک تھا اس کے پاس کثیر احادیث کا ذخیرہ اور انبار تھا اور وہ اپنے پاس آنے والوں میں علم بانٹنے کے لحاظ سے کسی قسم کے بخل اور کنجوسی کا مظاہرہ نہ کرتے تھے۔ یہ انہیں ائمہِ عظام کے فیض کا اثر اور صحبت و تربیت کا ثمر تھا کہ ابو حنیفہ نہ صرف فقہ بلکہ حدیث میں بھی رہتی دنیا تک 'امامِ اعظم' کے لقب سے ملقب ہوئے۔

باب دہم

اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخِ حدیث اور اُن کی ثقاہت

۱۔ امامِ اَعظم نے اپنے شیوخ سے کون سا علم حاصل کیا؟

امامِ اَعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ’إمام الائمۃ فی الحدیث‘ ہونے کا صحیح اندازہ آپ کے شیوخ کے احوال سے ہوگا کہ آپ نے علم الحدیث کن شیوخ سے حاصل کیا؟ اور کتنے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا؟ امامِ اَعظم کے شیوخ کے ذکر سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے ان اساتذہ سے علم الفقہ کی تحصیل کی ہوگی کیونکہ امامِ اعظم سے پہلے علم الفقہ کا بطور فن وجود ہی نہ تھا۔

یہ امامِ اعظم ہی ہیں جنہوں نے قرآن اور حدیث سے احکام ومسائل استنباط کر کے فقہ کو پہلی بار مدوّن کیا اور علم الفقہ کو بطورِ فن امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا۔ لہٰذا علم الفقہ کے اصول وضع کرنے والے اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقہی ابواب کے مطابق تشکیل وترتیب دینے والے امام ابو حنیفہ خود ہی ہیں۔ امام مالک نے ’الموطأ‘ میں آپ کے مرتب کردہ فقہی ابواب کا اسلوب اختیار کرنے میں آپ کی پیروی کی اور بعد کے ائمہ اسی ترتیبِ ابواب کے مطابق اپنی کتبِ احادیث اور فقہ کی ترتیب وتدوین کرنے لگے۔

۱۔ امام خوارزمیؒ (متوفی ۶۶۵ھ) اسی حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کتاب ’جامع المسانید (۱:۳۴)‘ میں لکھتے ہیں:

> **أنه أوّل من دوّن علم الشّريعة ورتّبه أبوابا ثم تابعه مالك بن أنس في ترتيب الموطأ، لم يسبق أباحنيفة أحد لأنّ الصّحابة والتّابعين بإحسان لم يضعوا في علم الشّريعة أبوابا مبوّبة ولا كتبا مرتّبة، وإنّما كانوا يعتمدون على قوّة حفظهم.**

''امام ابو حنیفہ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علمِ شریعت کو مدوّن کیا اور اس کی ابواب بندی کی پھر امام مالک نے اپنی 'الموطأ' میں اسی ترتیب کی پیروی کی۔ امام ابو حنیفہ سے پہلے کسی نے ایسا کام نہیں کیا کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام نے علم شریعت میں تبویبِ ابواب اور ترتیبِ کتب کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا تھا۔ وہ سب لوگ صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے۔''

۲۔ امام ابنِ حجر ہیتمی المکی الشافعیؒ (۹۷۳ھ) نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

أنه أوّل من دوّن علم الفقه ورتّبه أبوابا و كتبا على نحو ما هو عليه اليوم، وتبعه مالک فی موطئه، ومن قبله إنما كانوا يعتمدون على حفظهم. وهو أوّل من وضع كتاب الفرائض و كتاب الشروط. (۱)

''امام ابو حنیفہ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علم الفقہ کو مدوّن کیا اور اس کو ابواب اور کتب میں ترتیب دیا جیسا کہ آج تک چل رہا ہے، امام مالک نے اپنی موطأ میں اسی ترتیب کی پیروی کی جبکہ آپ سے پہلے لوگ صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے۔ اور آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط تحریر فرمائی۔''

یہی حقیقت ہے کہ آپ سے پہلے فقہ کی کوئی کتاب ہی نہیں تھی۔ اس لئے ایسا سوچنا کہ آپ نے مختلف اساتذہ سے علم الفقہ کی تحصیل کی ہوگی، ایک فکری مغالطہ ہے جس کی ہم سطور بالا میں تردید کر چکے ہیں۔

اس حوالے سے ایک بات خصوصی طور پر ذہن نشین کرنے والی ہے کہ دینِ اسلام میں جتنے علومِ اصلیہ ہیں وہ سارے کے سارے پہلی صدی ہجری میں صرف اور صرف بصورتِ حدیث پڑھے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے اُس دور میں فقہ کے مسائل، علم

(۱) ابن حجر مکی، الخيرات الحسان: ۴۳

الاحکام، علم الشریعت اور علم الفقہ وغیرہا بھی احادیث کی شکل میں پڑھے جاتے تھے۔ مفسرین کا دور شروع ہونے سے پہلے قرآن کی تفسیر بھی بشکلِ حدیث ہی پڑھی جاتی تھی حتیٰ کہ زہد و ورع، عبادت و ریاضت اور تصوف و روحانیت کے علوم بھی جب پڑھے جاتے تو وہ بھی بذریعہ احادیث ہی پڑھے جاتے۔ لہٰذا اُس دور کے حالات کے مطابق امامِ اعظم سے جتنا ذکر ملے گا کہ آپ نے فلاں سے سماع کیا، فلاں سے روایت کیا، فلاں سے علم پڑھا یا فلاں سے فقہ سیکھی تو اس سے مراد اخبار و آثار کی شکل میں علم الحدیث ہی ہوگا نہ کہ علم الفقہ کیوں کہ آپ سے پہلے تو علمِ فقہ موجود نہ تھا اور اگر کوئی ایسا سمجھے تو یہ اس کی بے خبری کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

۲۔ اَئمہ فقہ اور صحاحِ ستہّ کے شیوخ کی تعداد کا تقابل

امامِ اعظم کے خلاف یہ پروپیگنڈہ بھی کیا جاتا ہے کہ آپ کو صرف سترہ (۱۷) حدیثیں آتی تھیں یا آپ کے پاس بڑا قلیل ذخیرۂ حدیث تھا۔ حاسد مخالفین کی طرف سے اس بے سروپا الزام کو ذہن میں رکھ کر ان کی پوری فقہی اور دینی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ اس سے بڑا جھوٹ پوری علمی تاریخ میں نہیں بولا گیا۔ اس بے بنیاد الزام کا جواب دینے کے لئے ہم امامِ اعظم کے شیوخ کا ذکر کرنے سے پہلے اُن ائمہ کرام کے شیوخ کی تعداد ذکر کریں گے جنہیں حدیث اور فقہ میں امام سمجھا جاتا ہے۔ اس سے امامِ اعظم کے علم الحدیث میں بلند مقام کا تعین خود بخود ہو جائے گا۔

۱۔ امام زرقانی نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے شیوخ اور اساتذہ کی تعداد نو سو (۹۰۰) سے زیادہ ہے۔[۱]

۲۔ امام ذہبیؒ کے مطابق امام احمدؒ بن حنبل نے 'المسند' میں اپنے دو سو اسی

(۱) زرقانی، شرح الموطأ، ۱: ۲

(۲۸۰) شیوخ سے احادیث روایت کی ہیں۔[۱]

۳۔ امام بخاریؒ نے خود بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار اسی (۱,۰۸۰) شیوخ سے احادیث روایت کی ہیں۔[۲]

۴۔ امام ذہبیؒ نے امام مسلمؒ کے اُن شیوخ اور اساتذہ کی تعداد، جن سے انہوں نے صحیح مسلم میں روایات لی ہیں، دوسوبیس (۲۲۰) درج کی ہے۔[۳]

۵۔ امام ترمذی کے دوسو اکیس (۲۲۱) شیوخ اور اساتذہ ہیں۔

۶۔ امام عسقلانیؒ نے امام ابو داؤدؒ کے شیوخ کی تعداد تین سو (۳۰۰) بیان کی ہے۔ (یہ تعداد ان کی سب کتب کو ملا کر حاصل ہوئی ہے۔)[۴]

۷۔ امام ذہبیؒ نے امام نسائی کے ستر (۷۰) اساتذہ اور شیوخ کے نام لکھے ہیں۔ اسی طرح سنن نسائی اور دوسری کتب سے آپ کے مزید تین سو اسی (۳۸۰) شیوخ ثابت ہیں جن سے آپ نے احادیث لیں یوں امام نسائی کے مشائخ اساتذہ کی کل تعداد چار سو پچاس (۴۵۰) بنتی ہے۔[۵]

۸۔ امام ذہبیؒ نے امام ابنِ ماجہؒ کے تیئس (۲۳) شیوخ کے نام لکھنے کے بعد کہا ہے کہ انہوں نے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے شیوخ سے احادیث حاصل کی ہیں۔ لیکن صحیح تعداد کا تعین کسی نے نہیں کیا۔[۶]

(۱) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱۱: ۱۸۱

(۲) ۱۔ هبة الله لالكائی، شرح أصول اعتقاد أهل السنة، ۲: ۸

۲۔ عسقلانی، مقدمة فتح الباری: ۶۴۲

۳۔ قسطلانی، ارشاد الساری، ۱: ۳۲

(۳) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱۲: ۵۶۱

(۴) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۴: ۱۵۱

(۵) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱۴: ۱۲۵۔۱۲۷

(۶) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱۳: ۲۷۷۔۲۷۸

اساتذۂ ائمہ کی کثرت جہاں محدّثین کے ذوقِ علم الحدیث کی غماز ہے وہاں اُن کے وسعتِ علم الحدیث کی دلیل بھی ہے۔ اسی لئے اکابر محدّثین کے اساتذہ کی تعداد (کم اَز کم) ۲۰۰ سے لے کر (زیادہ سے زیادہ) ۱,۰۸۰ تک پہنچتی ہے۔ امامِ اعظم اس حوالے سے بھی تمام ائمۂ حدیث کے مقابلے میں منفرد مقام پر فائز ہیں کیونکہ آپ کے شیوخ کی تعداد ان سب سے زیادہ ۴,۰۰۰ ہے۔ ذیل میں ہم مشائخِ امامِ اعظم کی تعداد پر ائمہ کی تصریحات پیش کر رہے ہیں۔

۳۔ علم الحدیث میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ کی تعداد

امامِ اعظم نے چار ہزار اساتذہ سے علم الحدیث حاصل کیا۔ اساتذۂ امامِ اعظم کی یہ تعداد امام موفق بن احمد المکی نے 'مناقب الإمام أبي حنيفة' میں، امام خوارزمی نے 'جامع المسانيد' میں، امام کردری نے 'مناقب الإمام أبي حنيفة' میں اور ان کے علاوہ بہت سے دیگر ائمہ و مؤرّخین جن میں ابنِ حجر المکی اور امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی بھی شامل ہیں، سب نے بیان کی ہے۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ بن ابی حفص الکبیرؒ نے امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے تلامذہ کا آپس میں ایک مناقشہ ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

فجعل أصحاب الشّافعي يفضّلون الشّافعي على أبي حنيفة، فقال أبو عبد الله بن أبي حفص: عدّوا مشائخ الشافعي كم هم؟ فيعدوا فبلغوا ثمانين. ثم عدّوا مشائخ أبي‌حنيفة من العلماء والتابعين فبلغوا أربعة آلاف. فقال أبو عبد الله: هذا من أدنى فضائل أبي‌حنيفة. (۱)

(۱) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۳۸
۲۔ ابن بزاز کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۶۸

''(ایک وقت میں) امام شافعی کے شاگرد امام شافعی کو امام ابو حنیفہ پر فضیلت دینا شروع ہوگئے، ابوعبد اللہ بن ابی حفص (حنفی) نے شوافع سے کہا: تم امام شافعی کے اساتذہ گن کر بتاؤ وہ کتنے ہیں؟ وہ گننے لگے تو اساتذۂ امام شافعی کی کل تعداد اسی (۸۰) تھی۔ پھر احناف نے امام ابو حنیفہؒ کے علماء اور تابعین اساتذہ کو شمار کیا تو ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔ اس پر ابوعبد اللہ نے کہا: یہ امام ابوحنیفہ کی (امام شافعی سمیت بقیہ ائمہ پر) ادنٰی سی فضیلت ہے۔''

۲۔ امام سیف الائمہ سابلیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشہور و معروف ہے:

أن أبا حنيفة تلمّذ عند أربعة آلاف من شيوخ أئمة التابعين.(۱)

''بے شک امام ابو حنیفہ نے چار ہزار (۴,۰۰۰) شیوخ ائمہ تابعین کے ہاں زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے۔''

۳۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ (متوفی ۹۴۲ھ) نے بھی امام ابوحفص الکبیر کے حوالہ سے امامِ اعظم کے شیوخ کی تعداد کو چار ہزار بیان کیا ہے۔(۲)

۴۔ امام ابنِ حجر المکی الشافعیؒ (۹۷۳ھ) نے امامِ اعظم کے شیوخ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

هم كثيرون لا يسع هذا المختصر ذكرهم، وقد ذكر منهم الإمام أبو حفص الكبير أربعة آلاف شيخ، وقال غيره: له أربعة آلاف شيخ من التابعين فما بالك بغيرهم.(۳)

''امام ابوحنیفہ کے کثیر اساتذہ ہیں جن کا ذکر اس مختصر کتاب میں نہیں سما سکتا۔

(۱) خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۲
(۲) صالحی، عقود الجمان: ۶۳
(۳) ابن حجر مکی، الخیرات الحسان: ۳۶

امام ابوحفص الکبیر نے اُن میں سے آپ کے چار ہزار شیوخ کا ذکر کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے: صرف آپ کے تابعین شیوخ کی تعداد چار ہزار ہے، ان کے علاوہ کا اندازہ آپ خود کرلیں۔''

ائمہِ کرام کے اقوال پر مبنی درجِ بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امامِ اعظم کے کم از کم چار ہزار شیوخ تھے اور محدّثین نے یہاں تک لکھا ہے کہ یہ چار ہزار سارے شیوخ ''تابعین'' تھے۔ اگر امام صاحب ہر تابعی سے بھی ایک ایک حدیث لیں تو آپ کی چار ہزار (۴۰۰۰) احادیث تو یہیں پوری ہو جاتی ہیں۔ جب کہ آپ کے اساتذہ تو اس کے علاوہ بھی بہ کثرت ہیں۔ اسی طرح تابعین کے علاوہ آپ کے جن شیوخ کے ناموں کا احاطہ نہیں ہوسکا اُن کو بھی ملا لیا جائے تو فقط اساتذہ کی تعداد کے اعتبار سے ہی ''آپ تک ہزارہا احادیث'' پہنچتی ہیں۔ حالانکہ اِن تابعین میں سے کثیر حضرات ہزارہا احادیث کا ذخیرہ رکھتے تھے اور امام صاحب کی اپنے شیوخ کے ساتھ نسبتِ تلمذ سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام صاحب نے اُن سے کس حد تک احادیث حاصل کی ہوں گی؟

آپ کی ذہانت اور علمی حرص وطلب سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ جن کبار محدّث تابعین کے پاس آپ نے سالہا سال تک قیام کیا اور اُن سے روایات اخذ فرمائیں تو وہ ایک ایک، دو دو یا چند ایک پر مشتمل ہوں گی۔ صاف ظاہر ہے یہ مشائخ جتنے بلند مرتبے کے تھے ان سے آپ نے اسی قدر کثرت کے ساتھ حصولِ علم بھی فرمایا اور یہ علم سارے کا سارا علم الحدیث ہی تھا۔

۴۔ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کے حدیث میں بلند پایہ طرق

امام صاحب کے اخذِ علم کے باب میں یہ بات بطورِ خاص ملحوظ رکھی جانی چاہیے کہ آپ نے اپنی خدا داد علمی تحقیق اور استدلالی قوت وصلاحیت کے شایانِ شان اس وقت کے بلند پایہ طرق اور واسطوں کے ذریعے احادیثِ مبارکہ کا علم حاصل کیا۔ آپ اپنے دور

کے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے والے اکابر تابعین کے تلمیذ تھے۔ ان ہی اکابر تابعین کے توسط سے آپ تک اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا علمی فیض پہنچا۔

۱۔ اکابر تابعین سے علم حاصل کرنے کو خود امام ابوحنیفہ نے بیان کیا ہے۔ ان سے دورِ عباسی کے خلیفۂ دوم ابوجعفر منصور نے پوچھا کہ ابوحنیفہ آپ نے کس شخص سے علم حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا:

عن أصحاب عمر رضی اللہ عنہ عن عمر رضی اللہ عنہ، وعن أصحاب علي رضی اللہ عنہ عن علي رضی اللہ عنہ، وعن أصحاب عبد الله رضی اللہ عنہ عن عبد الله رضی اللہ عنہ، وما كان فی وقت ابن عباس رضی اللہ عنہ على وجه الأرض أعلم منه. قال: لقد استوثقت لنفسک.(۱)

''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے ذریعے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا۔ جبکہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں روئے زمین پر ان سے بڑھ کر کوئی بڑا عالم نہ تھا۔ خلیفہ نے (آپ سے ان عالی طرق کا سن کر) کہا: آپ نے اپنے علم کو بلاشبہ پختہ کر لیا ہے۔''

۲۔ ایک دوسری روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ نے خلیفہ ابوجعفر منصور کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

عن حمّاد عن إبراهيم عن عمر ابن الخطاب، وعلي بن أبي طالب، وعبد الله بن مسعود، وعبد الله بن عباس رضی اللہ عنہم. قال، فقال

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۳۴
۲۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۱

أبوجعفر: بخ بخ استوثقت ما شئت يا أبا حنيفة! الطَّيِّبين الطَّاهِرين الْمُبَاركين صلوات الله عليهم.(۱)

''حماد (بن سلیمان)، ابراہیم (بن یزید نخعی) کے طریق سے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے میں نے علم الحدیث حاصل کیا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ ابوجعفر منصور نے کہا: بہت خوب! بہت خوب! ابو حنیفہ! آپ نے ان طیب، پاکیزہ اور مبارک ہستیوں صلوات اللہ علیھم سے حسبِ خواہش علمی ثقاہت اور پختگی و مضبوطی حاصل کر لی ہے۔''

اِن رِوایات سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اجل شاگردوں کے ذریعے کئی عالی طرق سے علم الحدیث حاصل کیا جس کا اعتراف خلیفہ ابوجعفر منصور کو بھی کرنا پڑا۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے خود ہی کبار تابعین میں سے اپنے بعض شیوخ اور اساتذہ کے اسمائے گرامی بھی بیان کئے ہیں۔

۳۔ امام عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا:

من أدركت من الكبراء؟

''آپ کو کن اکابر ائمہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے؟''

انہوں نے فرمایا:

القاسم وسالما وطاؤسا وعكرمة ومكحولا وعبد الله بن دينار والحسن البصري وعمرو بن دينار وأبا الزبير وعطاء وقتادة

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۳۴۔ ۳۳۵
۲۔ صیمری، أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ۵۸۔ ۵۹

وإبراهيم والشعبي ونافعا وأمثالهم.[1]

''قاسم (بن محمد بن ابی بکر)، سالم (بن عبداللہ بن عمر)، طاؤس (بن کیسان)، عکرمہ، مکحول، عبداللہ بن دینار، حسن بصری، عمرو بن دینار، ابوزبیر (محمد بن مسلم)، عطاء بن ابی رباح، قتادہ، ابراہیم، شعبی، نافع رضی اللہ عنہم اور اِن جیسے دوسرے بزرگوں سے۔''

۵۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخِ حدیث کے اسمائے گرامی

قابلِ غور بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اگر اپنے شیوخ کی تعداد ایک ہزار اسی (۱,۰۸۰) بیان کی ہے تو چند ایک کے نام دستیاب ہونے کے سوا بقیہ کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ کون تھے؟ کہاں سے تعلق رکھتے تھے؟ اور ان کا علم میں مقام و مرتبہ کیا تھا؟ یعنی باقی سب شیوخ، نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مجہول الحال ہیں۔ جبکہ محدّثین اور مؤرخین نے اپنی کتابوں میں صرف امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد (جو چار ہزار ہے) ہی نہیں لکھی بلکہ اِن ائمہ نے اپنی کتابوں میں آپ کے ان شیوخ کے نام بھی درج کئے ہیں جن سے آپ نے احادیث روایت کی ہیں۔

ذیل میں ہم امامِ اعظم کے شیوخ کی تعداد کے اعتبار سے مختلف کتب سے ائمہ کی تحقیق درج کر رہے ہیں:

۱۔ خطیب بغدادیؒ (متوفی ۴۶۳ھ) نے امامِ اعظم کے **پندرہ (۱۵) شیوخ** کے نام لکھے ہیں جن سے آپ نے سماعِ حدیث کیا۔[2]

۲۔ امام ابنِ حجر عسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) نے امامِ اعظم کے **سولہ (۱۶) شیوخِ حدیث** کے نام درج کئے ہیں۔[3]

---

(۱) حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۹

(۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۵

(۳) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱، رقم: ۸۱۹

۳۔ عظیم نقاد محدّث امام ذہبیؒ (متوفی ۷۴۸ھ) نے امامِ اعظم کے **چالیس (۴۰) شیوخِ حدیث** کے نام لکھے ہیں۔(۱)

۴۔ امام جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ) نے امام اعظم کے **چوہتر (۷۴) شیوخِ حدیث** کے نام درج کئے ہیں۔(۲)

۵۔ امام مزیؒ (متوفی ۷۴۲ھ) نے امامِ اعظم کے **پچھتر (۷۵) شیوخِ حدیث** کے نام درج کئے ہیں۔(۳)

۶۔ امام ابنِ بزاز کردریؒ (متوفی ۸۲۷ھ) نے امامِ اعظم کے **ایک سو اکیانوے (۱۹۱) شیوخِ حدیث** کے نام رقم کئے ہیں۔(۴)

۷۔ امام موفق بن احمد المکیؒ (متوفی ۵۶۸ھ) نے امامِ اعظم کے **دو سو انتالیس (۲۳۹) شیوخِ حدیث** کے اسماءِ تحریر کئے ہیں۔(۵)

۸۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی الشافعیؒ (متوفی ۹۴۲ھ) نے تحقیق کر کے امامِ اعظم کے **تین سو چھ (۳۰۶) شیوخِ حدیث** کے نام حروفِ تہجی کے اعتبار سے لکھے ہیں۔(۶)

امام اعظم کے مشائخ و شیوخ کی جو فہرستیں ائمہ نے اپنی کتابوں میں درج کی ہیں ان میں ہر کسی نے اپنی تحقیق کے مطابق آپ کے شیوخ کے نام بیان کئے ہیں۔ محدّثین کے مرتب کردہ ناموں کی فہارس میں آپ کے پندرہ (۱۵) سے ستر (۷۰) شیوخِ

(۱) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۵۳۰، رقم: ۹۹۴

(۲) سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۳۹۔۶۵

(۳) مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۱۸۔۴۲۰

(۴) کردری، مناقب الامام الاعظم ابی حنيفه، ۱: ۷۰۔ ۸۸

(۵) موفق، مناقب الإمام الأعظم ابی حنيفة، ۱: ۳۹۔۵۳

(۶) صالحی، عقود الجمان فی مناقب أبي حنيفة النعمان: ۶۳۔۸۷

حدیث کے نام اکثر ائمہ نے اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں جبکہ بعض دیگر محققین مثلاً صاحب السیرۃ الشامیۃ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی الشافعیؒ وغیرہ نے مزید تحقیق کرکے آپ کے اساتذہ کی تعداد سینکڑوں تک پہنچا دی ہے اور آپ کے **۳۰۶ شیوخ** کی فہرست حروفِ تہجی کے اعتبار سے مرتب کی ہے۔

۶۔ امامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کے شیوخ میں سے ایک سو پچیس (۱۲۵) رِجالِ صحاح ستّہ ہیں

ائمہ کرام نے اپنی کتابوں میں امام صاحب کے جن شیوخ و اساتذۂ حدیث کے نام لکھے ہیں، درج ذیل جدول میں ہم ان میں سے **ایک سو پچیس (۱۲۵)** اکابرینِ حدیث کے نام حروفِ تہجی کے اعتبار سے درج کر رہے ہیں۔ یہ تمام شیوخ صحاحِ ستہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابنِ ماجہ) کے رجال و رُواۃ ہیں، اِن میں سے ہر ایک ثقاہت کے بلند درجہ پر فائز ہے۔ اس فہرستِ صحاحِ ستہ میں صحیحین سے مراد ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' ہے جبکہ سننِ اربعہ سے مراد بقیہ چار کتب۔ سنن ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابنِ ماجہ ہیں۔

نمبر شمار	شیوخِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ	سنِ وصال	صحاحِ ستّہ میں مرویات
۱	ابراہیم بن عبدالرحمٰن سَکسَکی		بخاری، نسائی، ابوداؤد
۲	ابراہیم بن محمد بن مُنتَشِر ہمدانی کوفی		تمام صحاح ستہ میں
۳	ابراہیم بن مَیُسَرہ طائفی	۱۳۲ھ	صحاح ستہ
۴	ابراہیم بن یزید نخعی	۹۵ھ	صحاح ستہ

۵	ابو اسحاق سبیعی، عمرو بن عبداللہ	۱۲۷ھ	صحاح ستہ
۶	اسماعیل بن ابی خالد بَجَلی	۱۴۶ھ	صحاح ستہ
۷	اسماعیل بن امیہ اُموی	۱۴۴ھ	صحاح ستہ
۸	اسماعیل بن عبد الملک اَسدی		ترمذی، ابو داؤد، ابنِ ماجہ
۹	اسماعیل بن عَیّاش	۱۸۱ھ	سنن اربعہ
۱۰	اَعمَش، سلیمان بن مہران	۱۴۸ھ	صحاح ستہ
۱۱	ایوب بن ابی تمیمہ کیسان سختیانی	۱۳۱ھ	صحاح ستہ
۱۲	بکر بن عبد اللہ مزنی بصری	۱۰۶ھ	صحاح ستہ
۱۳	بِلال بن مِرداس فَزاری		ترمذی، ابنِ ماجہ
۱۴	بہز بن حکیم قشیری بصری		سنن اربعہ
۱۵	ثابت بن اسلم بُنانی بصری	۱۲۷ھ	صحاح ستہ
۱۶	جامع بن شداد محاربی کوفی	۱۲۸ھ	صحاح ستہ
۱۷	جَبَلہ بن سُحَیم تیمی	۱۲۵ھ	صحاح ستہ
۱۸	جعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم	۱۴۸ھ	مسلم، سنن اربعہ
۱۹	حبیب بن قیس بن دینار	۱۱۹ھ	صحاح ستہ
۲۰	حجاج بن اَرطاۃ نخعی	۱۴۵ھ	مسلم، سنن اربعہ
۲۱	حسن بن عبید اللہ بن عروہ	۱۳۹ھ	مسلم، سنن اربعہ
۲۲	حسن بن یسار بصری	۱۱۰ھ	صحاح ستہ

۲۳	حَکَم بن عُتَیبہ	۱۱۵ھ	صحاح ستہ
۲۴	حماد بن ابی سلیمان کوفی	۱۲۰ھ	مسلم، سنن اربعہ
۲۵	خالد بن علقمہ ہمدانی کوفی		نسائی، ابو داؤد، ابنِ ماجہ
۲۶	ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن فروخ	۱۳۶ھ	صحاح ستہ
۲۷	زبید بن حارث یامی	۱۲۲ھ	صحاح ستہ
۲۸	زبیر بن عدی ہمدانی کوفی	۱۳۱ھ	صحاح ستہ
۲۹	زکریا بن ابی زائدہ ہمدانی وادعی	۱۴۸ھ	صحاح ستہ
۳۰	زیاد بن عِلاقہ ثعلبی کوفی	۱۳۵ھ	صحاح ستہ
۳۱	زید بن ابو اُنَیسہ جزری	۱۲۴ھ	مسلم، سنن اربعہ
۳۲	زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم	۱۲۲ھ	ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ
۳۳	سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم	۱۰۶ھ	صحاح ستہ
۳۴	سعید بن ابی عروبہ مہران بصری	۱۵۶ھ	صحاح ستہ
۳۵	سعید بن مسروق، ابوسفیان ثوری	۱۲۸ھ	صحاح ستہ
۳۶	سلمہ بن کُہیل حضرمی کوفی	۱۲۱ھ	صحاح ستہ
۳۷	سلیمان بن ابی سلیمان فیروز، ابو اسحاق شیبانی	۱۳۸ھ	صحاح ستہ
۳۸	سِماک بن حرب	۱۲۳ھ	مسلم، سنن اربعہ
۳۹	شَبِیب بن غَرقَدہ سلمی کوفی		صحیحین، ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ

۴۰	شداد بن عبداللہ دمشقی		مسلم، سنن اربعہ
۴۱	شرحبیل بن سعید انصاری خزرجی		نسائی
۴۲	شرحبیل بن مسلم شامی		ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ
۴۳	شعبہ بن حجاج بصری	۱۶۰ھ	صحاح ستہ
۴۴	شیبان بن عبدالرحمٰن بصری کوفی	۱۶۴ھ	صحاح ستہ
۴۵	طاؤس بن کیسان یمانی	۱۰۶ھ	صحاح ستہ
۴۶	طَرِیف بن شہاب، ابوسفیان سعدی		ترمذی، ابنِ ماجہ
۴۷	طلحہ بن مصرف یامی ہمدانی	۱۱۲ھ	صحاح ستہ
۴۸	طلحہ بن نافع قرشی		صحاح ستہ
۴۹	عاصم بن سلیمان اَحول بصری	۱۴۲ھ	صحاح ستہ
۵۰	عاصم بن کلیب کوفی	۱۳۷ھ	مسلم، سنن اربعہ
۵۱	عاصم بن بَہْدَلَہ ابی نَجُود کوفی	۱۲۸ھ	صحاح ستہ
۵۲	عامر بن شراحیل، ابوعمرو شعبی کوفی	۱۰۴ھ	صحاح ستہ
۵۳	عامر بن عبداللہ بن قیس کوفی	۱۰۴ھ	صحاح ستہ
۵۴	عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ مسعودی	۱۶۰ھ	بخاری، سنن اربعہ
۵۵	عبدالرحمٰن بن ہرمز اَعرج	۱۱۷ھ	صحاح ستہ
۵۶	عبدالعزیز بن رُفیع اسدی	۱۳۰ھ	صحاح ستہ

۵۷	عبدالعزیز بن ابی رَوَّاد میمون	۱۵۹ھ	بخاری، سنن اربعہ
۵۸	عبدالکریم بن ابی مخارق قیس	۱۲۶ھ	بخاری، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ
۵۹	عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم	۱۴۵ھ	سنن اربعہ
۶۰	عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین مکی		صحاح ستہ
۶۱	عبداللہ بن رِباح انصاری مدنی		مسلم، سنن اربعہ
۶۲	عبداللہ بن دینار مولیٰ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ	۱۲۷ھ	صحاح ستہ
۶۳	عبداللہ بن عثمان بن خُثَیم	۱۳۲ھ	صحاح ستہ
۶۴	عبیداللہ بن ابی زیاد قَدَّاح مکی	۱۵۰ھ	ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ
۶۵	عبدالملک بن عمیر لَخمِی کوفی	۱۳۶ھ	صحاح ستہ
۶۶	عبدالملک بن مَیْسَرَہ ہلالی کوفی		صحاح ستہ
۶۷	عَبْدَۃ بن ابی لُبَابہ اسدی کوفی		صحیحین، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ
۶۸	عثمان بن عاصم اَسدی کوفی	۱۲۸ھ	صحاح ستہ
۶۹	عثمان بن عبداللہ بن مَوہب	۱۶۰ھ	صحیحین، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ
۷۰	عدی بن ثابت انصاری	۱۱۶ھ	صحاح ستہ
۷۱	عطاء بن ابی رِباح اَسلم قرشی	۱۱۴ھ	صحاح ستہ
۷۲	عطاء بن سائب ثقفی	۱۳۶ھ	بخاری، سنن اربعہ
۷۳	عطاء بن یسار	۱۰۳ھ	صحاح ستہ

۷۴	عطیہ بن سعد عوفی کوفی	۱۱۱ھ	ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ
۷۵	عکرمہ مولیٰ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ	۱۰۴ھ	صحاح ستہ
۷۶	علقمہ بن مَرثَد حضرمی کوفی	۱۲۰ھ	صحاح ستہ
۷۷	علی بن اَقمر ہمدانی وادعی		صحاح ستہ
۷۸	عمرو بن دینار اَثرم مکی	۱۲۶ھ	صحاح ستہ
۷۹	عمر بن ذر ہمدانی کوفی	۱۵۳ھ	بخاری، ترمذی، نسائی، ابوداؤد
۸۰	عمرو بن عمران، ابو سَوداء کوفی		ابوداؤد
۸۱	عمرو بن مُرَّۃ مرادی جملی	۱۱۸ھ	صحاح ستہ
۸۲	عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود		مسلم، سنن اربعہ
۸۳	قابوس بن ابی ظَبیان کوفی		ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ
۸۴	قاسم بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۱۱۶ھ	سنن اربعہ
۸۵	قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم	۱۰۶ھ	صحاح ستہ
۸۶	قَتادَہ بن دِعامہ بصری	۱۱۷ھ	صحاح ستہ
۸۷	قیس بن مسلم جَدَلی	۱۲۰ھ	صحاح ستہ
۸۸	مُحارِب بن دِثار	۱۱۶ھ	صحاح ستہ
۸۹	محمد باقر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم	۱۱۴ھ	صحاح ستہ
۹۰	محمد بن زبیر حنظلی		نسائی

۹۱	محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ	۱۴۸ھ	سنن اربعہ
۹۲	محمد بن عبید اللہ بن ابی سلیمان فزاری	۱۵۵ھ	ترمذی، ابنِ ماجہ
۹۳	محمد بن عبید اللہ، ابوعون ثقفی	۱۱۰ھ	صحیحین، ترمذی، ابوداوٗد، نسائی
۹۴	محمد بن مسلم بن تدرّس، ابوزبیر مکی	۱۲۶ھ	صحاح ستہ
۹۵	محمد بن مسلم بن شہاب زہری	۱۲۴ھ	صحاح ستہ
۹۶	محمد بن منکدر قرشی تیمی	۱۳۰ھ	صحاح ستہ
۹۷	مِخوَل بن راشد کوفی		صحاح ستہ
۹۸	مسعر بن کدام کوفی	۱۵۳ھ	صحاح ستہ
۹۹	مسلم بن سالم، ابوفروہ جہنی کوفی		صحیحین، ابوداوٗد، نسائی، ابنِ ماجہ
۱۰۰	مسلم بن عمران بَطِین کوفی		صحاح ستہ
۱۰۱	مکحول، ابوعبداللہ شامی	۱۱۳ھ	مسلم، سنن اربعہ
۱۰۲	معاویہ بن اِسحاق کوفی		بخاری، نسائی، ابنِ ماجہ
۱۰۳	معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ		بخاری، مسلم
۱۰۴	منصور بن زاذان واسطی	۱۲۹ھ	صحاح ستہ
۱۰۵	منصور بن مُعتَمِر سلمی کوفی	۱۳۲ھ	صحاح ستہ
۱۰۶	موسیٰ بن ابی عائشہ مخزومی کوفی		صحاح ستہ
۱۰۷	موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ تیمی قرشی مدنی	۱۰۴ھ	صحاح ستہ

۱۰۸	میمون بن سِیَاہ بصری		بخاری، نسائی
۱۰۹	میمون بن مہران جریری	۱۱۷ھ	مسلم، سنن اربعہ
۱۱۰	نافذ مولیٰ ابنِ عباس ﷺ، ابومعبد	۱۰۴ھ	صحاح ستہ
۱۱۱	نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر ﷺ	۱۱۷ھ	صحاح ستہ
۱۱۲	ناصح بن عبد اللہ تمیمی کوفی		ترمذی
۱۱۳	واصل بن حیان اسدی کوفی	۱۲۰ھ	صحاح ستہ
۱۱۴	واقِد، وَقدان ابو یَعفور العبدی		صحاح ستہ
۱۱۵	ہاشم بن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری	۱۴۴ھ	صحیحین، ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ
۱۱۶	ہشام بن عروہ اسدی مدنی	۱۴۶ھ	صحاح ستہ
۱۱۷	ہشام بن عمرو فَزاری		سنن اربعہ
۱۱۸	ولید بن سَرِیع مخزومی کوفی		مسلم، نسائی
۱۱۹	یحییٰ بن ابی حیہ، ابو جَناب کلبی	۱۴۷ھ	ترمذی، ابو داؤد، ابنِ ماجہ
۱۲۰	یحییٰ بن سعید بن قیس انصاری	۱۴۴ھ	صحاح ستہ
۱۲۱	یحییٰ بن عبداللہ بن حارث تیمی		ترمذی، ابو داؤد، ابنِ ماجہ
۱۲۲	یحییٰ بن یَعمَر بصری	۸۹ھ	صحاح ستہ
۱۲۳	یزید بن ابی یزید، ابو ازھر رِشک	۱۳۰ھ	صحیحین، ترمذی، ابو داؤد، ابنِ ماجہ
۱۲۴	یزید بن صہیب الفقیر	۱۲۲ھ	صحیحین، نسائی، ابو داؤد، ابنِ ماجہ

۱۲۵	یزید بن عبد الرحمٰن دالانی کوفی		ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ

۶۔ شیوخِ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عدالت و ثقاہت

یہاں یہ بات واضح کرنا نہایت ضروری ہے کہ امامِ اعظم نے اپنے جن جلیل القدر محدّث شیوخ سے روایت کیا وہ سب عادل اور ثقہ تھے۔ امام صاحب کے شیوخ کے عدول اور ثقہ ہونے کی کئی وجوہات میں سے دو نہایت اہم وجوہ درج ذیل ہیں:

پہلی وجہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تقربِ زمانی

اوّلاً یہ کہ جوں جوں زمانے بیتتے گئے ایک سے زیادہ واسطہ سے علم الحدیث حاصل کیا جانے لگا۔ امام بخاری، امام مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، ابنِ حبان، ابنِ خزیمہ اور بعد میں آنے والے جتنے بھی محدّثین نے احادیث روایت کیں اُن کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کم از کم تین، چار اور پانچ واسطے ہیں۔ اِن واسطوں میں امامِ اعظم کے سلسلۂ اسانید کی طرح صرف صحابہ کرام اور اکابر تابعین نہیں تھے بلکہ ان میں اکابر کے ساتھ ساتھ وسطٰی اور اصاغر درجات کے تابعین و تبع تابعین رُواۃ بھی شامل تھے۔

اِس کے علاوہ، فتوحات کی کثرت کے سبب اسلامی مملکت کی جغرافیائی حدود میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اکابر محدّثین مختلف بلاد و اَمصار میں پھیلتے چلے گئے لہٰذا دورِ مابعد کے محدّثین کے لیے مصائبِ سفر کے ساتھ ساتھ تعدیل و توثیق کی مشکلات میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اِن کے لئے ہر راوی کی کتابِ زندگی پر دسترس رکھنا ازحد ضروری ہوتا چلا گیا اور ہر راوی کی ثقاہت، عدالت اور صداقت کے ساتھ ساتھ صاحبِ حدیث سے اس کی لقاء ثابت ہونا بھی تحقیق میں اضافے کا سبب ٹھہرا جس کے سبب علم الجرح والتعدیل کا آغاز ہوا جس پر بعد ازاں کئی کتب لکھی گئیں۔ جبکہ اِس کے برعکس امامِ اعظم کو ایسی صورتِ حال کا سامنا نہ تھا کیونکہ دیگر ائمہِ حدیث کی نسبت آپ کا زمانہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتہائی

اَقرب تھا۔ آپ دورِ صحابہ میں پیدا ہوئے اور خود تابعی تھے لہٰذا حضور نبی اکرم ﷺ سے اِس قربِ زمانی کی بدولت آپ کو جن شیوخ سے بھی احادیث ملیں وہ یا تو صحابہ کرام تھے یا کبار تابعین تھے یا وسطیٰ درجہ کے تابعین تھے یا کم ازکم اکابر تبع تابعین تھے۔ چونکہ امامِ اعظم کے تابعین شیوخ بلا واسطہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعین کے فیض یافتگان اور تربیت یافتہ تھے اِس لئے اُن کے صدق واخلاص اور خلوص وللّٰہیت پر کسی قسم کا شبہ وارد نہیں کیا جا سکا۔ جیسا کہ ہم آپ کے شیوخ میں سے **ایک سو پچیس (۱۲۵)** معروف محدّثین جو کہ ائمہِ صحاحِ ستّہ کے رواۃ ہیں، کے نام اس باب میں درج کر چکے ہیں۔

دوسری وجہ: وضعِ حدیث کے فتنہ سے محفوظ دور

امامِ اعظم کے سب شیوخ کے عادل اور ثقہ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ دورِ مابعد کے محدّثین کو صرف بُعدِ زماں کا ہی سامنا نہیں کرنا پڑا تھا بلکہ بدعتی فرقوں - جیسے مرجیہ، قدریہ، خوارج اور روافض وغیرہ جو اپنے مذموم مطالب اور قبیح مقاصد کی خاطر جھوٹی احادیث گھڑتے تھے - کے وجود میں آنے کے باعث بھی احادیث کی جانچ پرکھ کے لیے دقتِ نظری کے ساتھ ساتھ بالالتزام اسناد کے ساتھ حدیث بیان کرنے کی روایت پختہ تر ہوتی چلی گئی جو کہ اس سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے اَدوار میں نہ تھی۔ لہٰذا اس سبب سے بھی دور مابعد کے محدّثین کو حدیث روایت کرتے وقت خصوصی طور پر یہ فرق پیشِ نظر رکھنا پڑتا کہ وہ اہلِ سنت سے روایت کر رہے ہیں یا اہلِ بدعت سے؟ اسی حقیقت کی طرف امام ابنِ سیرین نے اپنے اقوال میں نشاندہی کی ہے۔

(۱) امام ابنِ سیرینؒ کے اقوال

ا۔ امام مسلمؒ نے اپنی ’الصحیح‘ کے مقدمہ میں اور امام احمدؒ بن حنبل نے امام محمدؒ بن سیرین مولیٰ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

لم يكونوا يسألون عن الإسناد، فلما وقعت الفتنة قالوا: سموا لنا

رجالكم فينظر إلى أهل السّنّة فيؤخذ حديثهم، وينظر إلى أهل البدع فلا يؤخذ حديثهم.(۱)

''محدّثین کسی سے حدیث کی سند نہیں پوچھا کرتے تھے پھر جب (وضعِ حدیث کے) فتنہ کا دور شروع ہوا تو وہ راویوں سے کہتے: تم ہمیں اپنے شیوخ کے نام بتاؤ پس اہلِ سنت کو دیکھ کر ان کی حدیث کو لے لیا جاتا اور اہلِ بدعت جان کر ان سے حدیث نہ لی جاتی۔''

۲۔ امام ترمذیؒ اور خطیب بغدادیؒ، امام ابنِ سیرینؒ کا یہی قول یوں نقل کرتے ہیں:

كان في الزمن الأوّل لا يسألون عن الإسناد، فلما وقعت الفتنة سألوا عن الإسناد لكي يأخذوا حديث أهل السنّة ويدعوا حديث أهل البدع.(۲)

''قرنِ اوّل میں محدّثین کسی سے سند نہیں پوچھتے تھے پھر جب وضعِ حدیث کے فتنہ کا دور شروع ہوا تو وہ اسناد پوچھتے تا کہ اہلِ سنت کی حدیث کو لے لیں اور اہلِ بدعت کی حدیث نہ لیں۔''

۳۔ امام ابنِ سیرینؒ سے ایک روایت درج ذیل الفاظ میں بھی مروی ہے:

---

(۱) ۱۔ مسلم، مقدمة الصحيح، ۱: ۱۵
۲۔ احمد بن حنبل، العلل ومعرفة الرجال، ۲: ۵۵۹، رقم: ۳٦۴۰
۳۔ جوزجانی، أحوال الرجال، ۱: ۳٦

(۲) ۱۔ ترمذی، العلل الصغير: ۷۳۹
۲۔ خطيب بغدادی، الكفاية فی علم الرواية، ۱: ۱۲۲

إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم. (۱)

’’بے شک یہ علم الحدیث دین ہے سو تم دیکھا کرو کہ تم کس شخص سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔‘‘

امام ابنِ سیرینؒ کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ محدّثین، صحابہ کرام اور تابعین کے ادوار میں سند نہیں پوچھتے تھے اس لیے کہ اُس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ کبار سے براہِ راست حدیث لی جاتی تھی۔ سند کی ضرورت اُس دور میں پیش آئی جب جھوٹی حدیثیں گھڑنے کا فتنہ درپیش ہوا۔ محدّثین فتنۂ وضعِ حدیث کی بیخ کنی کے لیے کمر بستہ ہو گئے اور وہ تمام رُواۃ کو خبردار کرتے کہ ’حدیث‘ تمہارے دین کا حصہ ہے اس لئے اپنے دین کو لینے سے پہلے راوی کے بارے میں اچھی طرح معلومات حاصل کر لیا کرو کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھول چوک میں جھوٹ منسوب کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کر لو۔

قارئینِ کرام! اِن فتنوں اور بُعدِ زمانہ کے باعث دورِ مابعد کے محدّثین کی عمریں راویوں کی کتابِ زندگی کھنگالنے میں بیت جاتیں کہ آیا وہ ثقہ، قابلِ اعتبار، قابلِ اعتماد اور قابلِ قبول ہیں بھی یا نہیں؟ ان سے حدیث لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اِن وجوہات کے باعث محدّثین نے صحیح حدیث کی معرفت حاصل کرنے کے لئے، صحتِ حدیث، ردّ وقبول، رُواۃ کے درمیان اِتصال، تلقی اور سماع وقرأتِ حدیث کے معیارات مقرر کیے۔ روایتِ حدیث میں اس قدر جانچ پڑتال اور صحتِ سند کھنگالنے کے بعد جو علم الحدیث اِن محدّثین کی تعدیل وتوثیق کی چھلنی سے گزر جاتا، وہ اِسے رکھ لیتے گو کہ علم الحدیث کی یہ صورت انتہائی مصفٰی ہوتی لیکن اِس حدر درجہ احتیاط کے سبب کافی علم الحدیث ضائع بھی ہو جاتا جبکہ خیر القرون یعنی صحابہ وتابعین کے دور میں یہ صورت نہ تھی اور اُس دور کے محدّثین حضرات

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، مقدمة، ۱: ۱۴
۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۲۴، رقم: ۴۲۴
۳۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۱: ۴۶

تک جو علم الحدیث بھی پہنچا وہ نہ صرف معیار کے لحاظ سے اَوثق تھا بلکہ مقدار کے لحاظ سے بھی وافر اور کثیر تھا۔

علم الفقہ والحدیث کے امامِ اعظم حضرت ابوحنیفہ کو یہ شرف و امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ نہ صرف خود تابعی تھے بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کی جماعتِ خیرالقرون کے ساتھ منسلک بھی تھے۔ آپ کے شیوخِ حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہزاروں فیض یافتہ تابعین کرام تو شامل تھے ہی بلکہ اِن کے علاوہ جماعتِ صحابہ کے بھی قدسی صفت نفوس آپ کے شیوخ میں شامل تھے لہٰذا امامِ اعظم نے اپنے جن عظیم شیوخ سے احادیث لیں اُن کی پرکھ کا پیمانہ فقط ان کے اَسمائے گرامی ہی تھے۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربِ زمانی کی نسبت کی وجہ اور دورِ فتنہ و بدعت سے محفوظ ہونے کے سبب آپ کے سارے شیوخ صالح، عدول اور ثقہ تھے۔

(۲) امام شعرانیؒ کا قول

امامِ اعظم کے انہی عادل اور ثقہ شیوخ کے متعلق امام عبدالوہاب شعرانیؒ کہتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ کی تین مسانید دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے اُن میں دیکھا کہ:

لا يروی حديثاً إلا عن خيار التابعين العدول الثقات، الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كالأسود، وعلقمة، وعطاء، وعكرمة، ومجاهد، ومكحول، والحسن البصري وأضرابهم رضی اللہ عنہم. فكلّ الرواة الذين هم بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عدول، ثقات، أعلام، أخيار. ليس فيهم كذاب ولا متّهم بكذب. [1]

’’امام ابوحنیفہ ثقات، عدول اور خیار تابعین کے سوا کسی سے ایک حدیث بھی

(۱) شعرانی، المیزان الکبریٰ، ۱: ۶۸

روایت نہیں کرتے، یہ تابعین وہی ہیں جن کو حضور نبی اکرم ﷺ کی زبانِ اقدس سے خیر القرون میں شمار کیا گیا ہے ان میں اَسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری اور ان جیسے دوسرے اکابر تابعین شامل ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم أجمعین۔ پس حضور نبی اکرم ﷺ اور ان کے درمیان سارے رواۃ عدول، ثقات، نہایت بلند پایہ اور بہترین اوصاف کے حامل تھے۔ اُن میں کوئی بھی کذاب اور متہم بالکذب نہیں تھا۔‘‘

امام شعرانیؒ کے ’المیزان الکبریٰ‘ میں بیان کیے ہوئے اس قول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امامِ اعظم کو جو علمی کمال حاصل ہے وہ اُن کے بعد کسی اور امام کو نصیب نہیں ہوا، کیونکہ اُن کے سب رُواۃ اکابر تابعین ہیں جو خیر القرون میں شمار ہونے کی بناء ثقات اور عدول ہیں۔ دورِ مابعد میں آنے والے محدّثین مثلاً امام بخاری اور امام مسلم تو قبولِ رُواۃ کے لیے کڑی شرائط مقرر کرتے اور اس معیار پر پورا اترنے کے بعد ہی کسی راوی سے حدیث لیتے لیکن امامِ اعظم کو یہ اعتبار حاصل تھا کہ آپ جو حدیث بھی کسی تابعیِ کبیر سے روایت کرتے وہ حدیث نہ صرف صحیح ہوتی بلکہ اس میں ضعف کا امکان نہ ہونے کے برابر ہوتا۔

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ متأخرین ائمہِ حدیث علم الحدیث جمع کرنے کے لیے سندوں کے محتاج تھے جبکہ امامِ اعظم ابو حنیفہ اُس دور میں احادیث جمع کرتے رہے جب نہ حضور ﷺ سے بُعدِ زمانہ کا مسئلہ درپیش تھا اور نہ فتنہ وضعِ حدیث تھا۔ اس لئے آپ کو اخذِ حدیث کے لئے نہ اسناد کی ضرورت تھی اور نہ ہی رُواۃ پر گہری نگاہ سے جرح و تعدیل کی حاجت۔ کیونکہ امامِ اعظم کا علم الحدیث براہِ راست یا صحابی سے تھا یا ثقہ اور عادل تابعی سے تھا۔

باب یازدہم

اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ اِمام بخاریؒ کے شیخ الشیوخ ہیں

آئندہ ابواب میں ایسے دلائل و براہین پیش کئے گئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام ائمہِ صحاحِ ستہ کے بیشتر شیوخ الحدیث امامِ اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اِس ناقابلِ تردید حقیقت کی وجہ سے ہی امامِ اعظم ائمہ فقہ کے علاوہ ائمہِ حدیث کے بھی امام قرار پائے ہیں۔ زیرِنظر باب میں اِس سلسلۂ تحقیق کی ابتدا امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری سے کی جارہی ہے جو امامِ اعظم کے پوتے اور بعض طرق سے پڑپوتے شاگرد ہیں۔

ا۔ امام بخاریؒ کے والدِ گرامی دو طُرق سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں

امام بخاری کے والد کا اسمِ گرامی اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری ہے۔ اہم امر یہ ہے کہ امام بخاری کے والدِ گرامی کے دو شیوخ جن کے نام امام عبداللہ بن مبارک اور امام حماد بن زید ہیں وہ دونوں امامِ اعظم کے شاگرد ہیں۔ ان دو طرق سے امام بخاری امامِ اعظم کے پڑپوتے شاگرد ہوئے۔

ہم ذیل میں امام بخاری کے بواسطہ اپنے والدِ گرامی امامِ اعظم تک طرقِ حدیث کے یہی دو نقشہ جات ذکر کر رہے ہیں۔

اِمام بخاریؒ تک اِمامِ اَعظمؓ کے طرقِ حدیث

پہلا طریق

الإمام البخاري عن والده إسماعيل بن إبراهيم عن عبدالله بن المبارك عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(اِمامِ اعظم کے شاگرد) عبداللہ بن مبارکؒ

↓

(اِمام بخاری کے والد) اسماعیلؒ بن ابراہیم

↓

اِمام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

دوسرا طریق

الإمام البخاري عن والده إسماعيل بن إبراهيم عن حمّاد بن زيد عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) حمادؒ بن زید

↓

(امام بخاری کے والد) اسماعیلؒ بن ابراہیم

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

طرق کی علمی تحقیق

۱۔ امام عسقلانیؒ نے امام بخاریؒ کے والدِ گرامی کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن حمّاد بن زید وابن المبارک.(۱)

’’اسماعیل بن ابراہیم نے حماد بن زید اور عبداللہ بن مبارک (دونوں) سے روایت کیا ہے۔‘‘

۲۔ امام قسطلانیؒ امام بخاریؒ کے والدِ گرامی کے متعلق مزید لکھتے ہیں:

إسماعیل بن إبراهیم بن المغیرة سمع من مالک وحماد بن زید وصحب ابن المبارک.(۲)

’’اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ نے امام مالک اور حماد بن زید سے سماع کیا ہے جب کہ امام عبد اللہ بن مبارک کی مصاحبت میں رہے۔‘‘

۳۔ خود امام بخاریؒ نے بھی اپنے والدِ گرامی کی امام حماد بن زید اور امام عبداللہ بن مبارک سے ملاقات کی تائید وتصریح کی ہے۔(۳)

قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے والد اسماعیل بن ابراہیم، امام حماد بن زید اور امام عبداللہ بن مبارک کے شاگرد ہیں اور امامِ اعظم اِن دونوں کے شیوخ میں شامل ہیں۔ اس امر پر محدّثین اور ائمہ اسماء الرجال کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۴۔ امام بخاریؒ اپنی کتاب ’التاریخ الکبیر‘ میں امامِ اعظمؒ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

نعمان بن ثابت أبو حنیفة الکوفي: روی عنه: ابن المبارک.(۴)

(۱) عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱: ۲۴۰

(۲) قسطلانی، إرشاد الساري لشرح صحیح البخاري، ۱: ۳۱

(۳) بخاری، التاریخ الکبیر، ۱: ۳۴۲

(۴) بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱

''ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی سے عبداللہ بن مبارک نے روایت کیا ہے۔''

۵۔ امام علی بن مدینیؒ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

أبو حنيفة: روى عنه الثوري وابن المبارك وحمّاد بن زيد. (۱)

''ابوحنیفہ سے سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید نے روایت کیا ہے۔''

۶۔ ان کے علاوہ امام ابنِ ابی حاتم نے 'الجرح والتعدیل (۸: ۴۴۹)'، خطیب بغدادی نے 'تاریخ بغداد (۱۳: ۳۲۴)'، صیمری نے 'أخبار أبي حنيفة وأصحابه (ص: ۱۲۵)'، مزی نے 'تهذيب الكمال (۲۹: ۴۲۰)'، ذہبی نے 'سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳' اور سیوطی نے 'تبييض الصحيفة (ص: ۷۸)' میں امام عبداللہ بن مبارک کا امامِ اعظم سے روایت کرنا بیان کیا ہے۔

۷۔ اسی طرح صاحبِ السیرۃ الشامیۃ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے بھی امام حماد بن زید کو امامِ اعظم کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔ (۲)

۸۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس امامِ اعظمؒ کا لکھایا ہوا علم موجود تھا۔ انہوں نے کئی مرتبہ امام صاحب کی کتب لکھیں۔ امام عبداللہ بن مبارک خود فرماتے ہیں:

كتبت كتب أبي حنيفة غير مرة، فكانت تقع فيها زيادات فأكتبها. (۳)

''میں نے کئی مرتبہ امام ابو حنیفہ کی کتب کو لکھا، پس ان میں کوئی اضافہ ہوتا تو میں اسے لکھ لیتا۔''

۹۔ امام عطیہؒ بن اسباط امام عبد اللہ بن مبارک کا عمل بیان کرتے ہیں:

(۱) ابن عبدالبر، جامع بيان العلم وفضله، ۱: ۱۴۹

(۲) صالحی شامی، عقود الجمان فی مناقب أبی حنيفة النعمان: ۱۰۸

(۳) صيمری، أخبار أبی حنيفة وأصحابه: ۱۳۶

کان ابن المبارک إذا قدم الکوفة تقدّم علی زفر فیعیره کتبه عن أبي حنیفة فیکتبها، حتی کتبها مرارا۔(۱)

’’ابن مبارک جب بھی کوفہ آتے تو زفر کے ہاں آتے پس وہ ان کو امام ابوحنیفہ سے مروی اپنی کتب عاریۃً دیتے تو یہ انہیں نقل کر لیتے یہاں تک کہ انہوں نے کئی باران کونقل کیا۔‘‘

معلوم ہوا کہ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی کتب مسودات اور مخطوطات کی شکل میں ان کے گھر میں موجود تھیں جس بنا پر لوگ انہیں اہل الرائے بھی کہتے تھے۔

اُصولِ حدیث کی روشنی میں چند اہم علمی نکات

درج بالا تحقیق پر اصولِ حدیث کی روشنی میں چند اہم علمی نکات درج ذیل ہیں:

۱۔ تحقیق کا ماحصل پیش کرنے سے قبل ضروری ہے کہ روایتِ حدیث اور فقہ سیکھنے/سکھانے کو بیان کرنے میں محدّثین کے ہاں مروج مختلف اسالیب کا جائزہ لیا جائے تاکہ تمام شبہات کا ازالہ ہو اور حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے کیونکہ محدّثین کسی راوی کے روایت کرنے یا سماع کرنے اور کسی فقیہ سے فقہ سیکھنے یا سکھانے کے لئے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کسی سے روایت کرنے یا سماع کرنے کے لئے محدّثین اپنی کتابوں میں **رَوَی فُلَانٌ عَنْ فُلان، رَوَی فُلانٌ مِن فُلان، رَوَی عَنهُ فُلانٌ، سَمِعَ فُلاناً، سَمِعَ فُلانٌ فُلاناً، سَمِعَ فُلانٌ مِن فُلانٍ** اور **سَمِعَ مِنهُ فُلانٌ** جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس محدّثین کا ہی یہ اسلوب ہے کہ وہ کسی فقیہ محدّث کے فقہ سکھانے یا سیکھنے کے عمل کو **تَفَقَّهَ بِفُلان، تَفَقَّهَ فُلانٌ بِفُلانٍ، تَفَقَّهَ عَلَی فُلانٍ، بِفُلانٍ تَفَقَّهَ فُلانٌ، تَفَقَّهَ بِه فُلانٌ، تَفَقَّهَ عَلَی فُلان فُلانٌ، عَلَی فُلان تَفَقَّهَ فُلانٌ** جیسے الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔ (مزید تحقیق کے لئے علم الرجال پر لکھی گئی کتب ملاحظہ فرمائیں۔)

---

(۱) صیمری، أخبار أبي حنیفة وأصحابه: ۱۳۷

۲۔ امام بخاری ایک عظیم محدّث ہی نہیں بلکہ امام عبداللہ بن مبارک اور امام سفیان ثوری کی طرح امیر المومنین فی الحدیث بھی ہیں۔ اُن سے یہ توقع کرنا کہ وہ روی عنه اور تفقّه به کے مابین فرق کو نہ سمجھتے ہوں گے محض لغو اور باطل خیال ہے۔ لہٰذا جب التاریخ الکبیر میں وہ بیان کرتے ہیں کہ روی عنه ابن المبارک (امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن المبارک نے ابوحنیفہ سے روایت کیا)، اُسلوبِ محدّثین کے تحت اِس سے مراد یقیناً روایتِ حدیث ہے نہ کہ تعلیمِ فقہ۔

۳۔ اسی اسلوب کی روشنی میں مندرجہ بالا تمام رِوایات کے جائزے سے یہی بات ثابت ہے کہ اگر امام بخاریؒ اور دیگر محدّثین، امامِ اعظم کے شاگردوں امام عبداللہ بن مبارک اور حماد بن زید کو فقہ میں معروف سمجھتے تو ان کے ساتھ ''فقه'' کی طرف اشارہ کرنے والا کوئی لفظ لاتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امام بخاری اور دیگر اکابر محدّثین نے امامِ اعظم کے ساتھ ''رَوَی عَنْهُ'' لکھ کر اِن حضرات کو آپ کے محدّثین شاگرد ظاہر کیا ہے۔

۴۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ امام عبداللہ بن مبارک خود امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اگر وہ امامِ اعظم کو معتبر اور ثقہ نہ سمجھتے تو ہرگز بھی آپ سے روایت نہ کرتے۔ اسی طرح دوسرے امیر المؤمنین فی الحدیث امام سفیان ثوری باقاعدہ طور پر آپ کے فقہاء تلامذہ میں شامل نہ ہونے کی باوجود بھی آپ سے روایت کرتے ہیں جو یقیناً علم الحدیث کے سوا اور کچھ نہیں۔ اِس سے بھی امامِ اعظم کے **امام الأئمة فی الحدیث** ہونے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ امام بخاریؒ نے اس روایت کو امامِ اعظم کے ترجمہ اور تعارف میں درج کیا ہے تو اس سے بھی اَقرب علی القیاس یہی ہے کہ امام بخاری کا اس سے مقصود امام ابوحنیفہ کے محدّثین تلامذہ کو بیان کرنا تھا۔ لہٰذا یہی بات ثابت ہوئی کہ امام عبداللہ بن مبارک نے امامِ اعظم سے حدیث ہی روایت کی۔

۶۔ امام عبداللہ بن مبارک کے پاس امامِ اعظم سے مروی کتب موجود تھی اور طویل

مدت تک امام بخاری کے والد ابنِ مبارک کی صحبت میں رہے اور انہوں نے اپنے تلامذہ کو وہی ذخیرۂ علم منتقل کیا جو اُن کے پاس تھا۔ اس طرح امامِ اعظم کی مرویّات بذریعہ امام عبداللہ بن مبارک امام بخاری کے والد کو حاصل ہوئیں اور امام بخاری نے کل ذخیرۂ علم الحدیث جو اپنے والدِ گرامی کے توسط سے گھر میں وارثتاً پایا وہ امامِ اعظم کا تھا۔ لہٰذا امام بخاری نے امامِ اعظم کے ذخیرۂ علمی کو حاصل کیا اور یوں بالواسطہ رشتۂ تلمذ استوار ہوا۔

آخر میں امام بخاری کا قول درج کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے خود امام عبد اللہ بن مبارک اور امام وکیع بن جراح کی کتب سے استفادہ کرنے کا اعتراف کیا ہے۔

امام بخاریؒ کا مسندِ حدیث پر بیٹھنے سے قبل امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اور اُن کے شاگردوں کی کتب کا حفظ

یہ بڑی خاص بات ہے جسے خطیب بغدادی، امام ابنِ جوزی، امام ذہبی، امام عسقلانی اور دیگر ائمہ نے نقل کیا ہے۔ امام بخاری کا اپنا بیان کیا ہوا ایک قول ہے، وہ فرماتے ہیں:

فلما طعنت فی ست عشرة سنة، حفظت کتب ابن المبارک ووکیع وعرفت کلام هؤلاء (یعنی أصحاب الرأي). [1]

”جب میں سولہ سال کا ہوا تو میں نے امام عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح کی کتابیں زبانی یاد کر لیں اور اصحاب الرائے کے کلام کی معرفت بھی

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۲:۷

۲۔ ابن جوزی، صفة الصفوة، ۴: ۱۶۹

۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۴: ۴۳۹

۴۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۳۹۳

۵۔ عسقلانی، مقدمة فتح الباری، ۱: ۴۷۸

حاصل کر لی تھی۔''

درجِ بالا عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ چونکہ امام بخاری کے والد نے ابنِ مبارک کی صحبت میں ایک عرصہ گزارا تھا اور وہی ان کی کتابیں لائے تھے تو امام بخاری نے مسندِ حدیث پر بیٹھنے سے قبل نوعمری میں ہی اُن کی کتابیں حفظ کر لیں تھیں۔

اہل الرائے کون حضرات ہیں؟ ذہن نشین رہے کہ امامِ اعظم کے مخالفین نے اہل الرائے کا لقب ہی امام صاحب اور آپ کے شاگردوں کے لئے وضع کیا اور ان سے متاثر ہونے والوں میں امام بخاری بھی شامل تھے۔ اسی وجہ سے اُن کو اہل الرائے کہتے تھے۔ امامِ اعظم کو اہل الرائے کہنے سے اُن کے علمی مقام کا انکار نہ تھا بلکہ ان کو مسلکاً اور مشرباً کہتے تھے۔ امام بخاری کا امام اعظم کو اہل الرائے کہہ کر پکارنے سے مراد ان کے علمی، فکری اور فقہی مقام کا اقرار تھا۔

اگر امام بخاری امامِ اعظم کے علمی مقام کا اعتراف کرتے تھے تو پھر ذہنوں میں سوال ابھرتا ہے کہ اُن سے روایت کیوں نہیں لی؟ اس کا تفصیلی جواب کتاب ہذا کے چودہویں باب میں آ رہا ہے۔ سرِ دست اتنا بتانا کافی ہے کہ امام بخاری نے علم الحدیث کئی اور طرق سے روایت کیا مگر فہم الحدیث اور فقہ الحدیث بالواسطہ امامِ اعظم سے حاصل کیا۔ اسی لئے انہوں نے مسندِ حدیث پر بیٹھنے سے قبل اصحاب الرائے یعنی امامِ اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں کی کتابیں حفظ کی تھیں پھر مسندِ حدیث پر بیٹھے۔ امام بخاریؒ نے مسندِ حدیث پر بیٹھنے سے قبل حدیث کے فہم اور فقہ کے حصول کو لازمی سمجھا کیونکہ اس کے بغیر انسان حدیث کے معانی کی حقیقی معرفت حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ روایت اس بات کا بھی واضح ثبوت ہے کہ ان کتب کے ذریعے وہ امامِ اعظم کے علم الحدیث سے بھی آشنا ہوئے ہونگے کیونکہ امام عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح جن کی کتابوں کو امام بخاری نے پڑھا، امامِ اعظم کے بلند پایہ شاگرد تھے جو حدیث میں اَجل اور اَوثق مقام پر فائز تھے۔

۲۔ امام بخاریؒ صرف ایک واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں

امام بخاریؒ اپنے والد گرامی کے علاوہ صرف ایک واسطہ سے کئی طرق سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ محدّثین کی کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے جن میں سے ہم چھ (۶) طرق بمع تحقیقات ذیل میں بیان کر رہے ہیں:

(۱) الإمام البخاري عن مكي بن إبراهيم عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اس طریق سے امام بخاریؒ امام مکی بن ابراہیم (متوفی ۲۱۵ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔ امام مکی بن ابراہیم وہ خوش قسمت فرد ہیں جو امام بخاری کی بائیس (۲۲) ثلاثیات میں سے گیارہ (۱۱) کے راوی ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اعظمؒ تک پہلا طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) مکیؒ بن ابراہیم

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

امام مزی نے 'تهذيب الكمال (۲۹: ۴۲۱)'، امام ذہبی نے 'سير أعلام النبلاء (۶: ۳۹۴)' اور امام سیوطی نے 'تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة (ص: ۹۲)' میں بیان کیا ہے کہ امام مکی بن ابراہیم (متوفی ۲۱۵ھ) امام ابوحنیفہ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ امام مکی بن ابراہیم امام بخاری کے شیخ ہیں اور ثلاثیاتِ بخاری کے راوی ہیں۔

۱۔ امام ذہبیؒ مکی بن ابراہیم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

حدّث عن جعفر الصادق وأبي حنيفة، وعنه البخاري وأحمد. (۱)

''مکی بن ابراہیم نے امام جعفر الصادق اور ابو حنیفہ سے حدیث روایت کی ہے اور ان سے امام بخاری اور احمد نے روایت کی ہے۔''

۲۔ امام ذہبی اور امام قسطلانی نے امام بخاری کے بارے میں لکھا ہے:

سمع ببلخ من مكي بن إبراهيم. (۲)

''امام بخاری نے بلخ میں مکی بن ابراہیم سے سماع کیا۔''

۳۔ خطیب بغدادی اور مزی نے امام بخاری کے شیوخ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

سمع مكي بن إبراهيم البلخي. (۳)

''امام بخاری نے مکی بن ابراہیم بلخی سے سماع کیا ہے۔''

---

(۱) ذهبي، تذكرة الحفاظ، ۱: ۳۶۵

(۲) ۱۔ ذهبي، تذكرة الحفاظ، ۲: ۵۵۵

۲۔ قسطلاني، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، ۱: ۳۲

(۳) ۱۔ خطيب بغدادي، تاريخ بغداد، ۲: ۴

۲۔ مزي، تهذيب الكمال، ۲۴: ۴۳۳

(٢) الإمام البخاري عن الضَّحَّاک بن مَخْلَد عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

امام بخاریؒ امام ابوعاصم ضَحَّاك بن مَخْلَد (متوفی ۲۱۲ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔ امام ابوعاصم بھی ثلاثیاتِ بخاری کے رواۃ میں سے ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اعظمؒ تک دوسرا طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) الضحاکؒ بن مخلد

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد النبیل بصریؒ امامِ اعظم کے شاگرد ہیں۔ اسے امام مزی نے 'تهذيب الكمال (٢٩: ٤٢٠)'، امام ذہبی نے 'سير أعلام النبلاء (٦: ٣٩٣)'، اور 'تذكرة الحفاظ (١: ١٦٨)'، امام عسقلانی نے 'تهذيب التهذيب (١٠: ٤٠١)' اور امام سیوطی نے 'تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة (ص: ٧٧)' میں بیان کیا ہے۔ جب کہ امام ابو عاصم ضحاک سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۔ امام ذہبی اور قسطلانی امام بخاری کے شیوخ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سمع بالبصرة من أبي عاصم النبيل. [(١)]

''امام بخاری نے بصرہ میں ابو عاصم نبیل سے سماع کیا ہے۔''

۲۔ امام مزی، امام ذہبی اور امام عسقلانی نے بھی امام بخاری کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عن أبي عاصم الضحاك بن مخلد. [(٢)]

''امام بخاری نے ابو عاصم ضحاک بن مخلد سے روایت کیا ہے۔''

(١) ١۔ ذهبی، تذكرة الحفاظ، ٢: ٥٥٥
٢۔ قسطلانی، إرشاد الساری لشرح صحيح البخاری، ١: ٣٢

(٢) ١۔ مزی، تهذيب الكمال، ٢٤: ٤٣٢
٢۔ ذهبی، الكاشف، ٢: ١٥٦
٣۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ٩: ٤١

(۳) الإمام البخاري عن أبي عبدالله الأنصاري عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اس طریق سے امام بخاریؒ، امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ انصاری (متوفی ۲۱۵ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اعظمؒ تک تیسرا طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) محمد بن عبداللہ انصاریؒ

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

امام مزی نے ’تهذيب الكمال (۲۹: ۴۲۱)‘، امام ذہبی نے ’سير أعلام النبلاء (٦: ۳۹۴)‘ اور امام سیوطی نے ’تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ۸۹‘ میں بیان کیا ہے کہ قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ انصاری بصریؒ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ یہی امام ابوعبداللہ انصاری امام بخاری کے شیخ ہیں اور ثلاثیاتِ بخاری کے راوی بھی ہیں۔

۱۔ امام ذہبی اور امام قسطلانی امام بخاری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

سمع بالبصرة من محمّد بن عبد الله الأنصاري.(۱)

’’امام بخاری نے بصرہ میں محمد بن عبداللہ انصاری سے سماع کیا۔‘‘

۲۔ اسی طرح ائمہِ حدیث نے امام محمد بن عبداللہ انصاری کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه البخاري.(۲)

’’امام بخاری نے محمد بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ قسطلانی، إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ۱: ۳۲
۲۔ ذہبی، تذکرة الحفاظ، ۲: ۵۵۵

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۵: ۴۰۸
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۵: ۵۳۹
۴۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۲۴۴
۵۔ أيضاً، لسان الميزان، ۷: ۳٦۵، ۵۰۴
۵۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱٦۰

(۴) الإمام البخاري عن أبي عبدالرحمان المُقْرِئ عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اِس طریق سے امام بخاریؒ، امام ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقریؒ (متوفی ۲۱۳ھ) کے واسطہ سے اِمامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کا اِمامِ اعظمؒ تک چوتھا طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) ابو عبد الرحمٰن المقریؒ

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

امامِ اعظم کے شاگرد ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید مقریٔ مکیؒ ہیں۔ اِسے امام بخاری نے 'التاريخ الكبير (٨: ٨١)'، خطیب بغدادی نے 'تاریخ بغداد (١٣: ٣٢٤)'، امام مزی نے 'تهذيب الكمال (٢٩: ٤٢٠)'، امام ذہبی نے 'سير أعلام النبلاء (٦: ٣٩٣)'، امام عسقلانی نے 'تهذيب التهذيب (١٠: ٤٠١)' اور امام سیوطی نے 'تبييض الصحيفة (ص: ٩٧)' میں بیان کیا ہے۔ جب کہ امام ابوعبدالرحمٰن مقریؒ امام بخاری کے شیخ ہیں۔

۱۔ امام ذہبی اور قسطلانی امام بخاری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

سمع بمكة من أبي عبدالرحمن المقرئ. [1]

''امام بخاری نے مکہ میں ابوعبدالرحمٰن مقری سے سماع کیا۔''

۲۔ دیگر ائمہ محدّثین نے امام ابوعبدالرحمٰن مقریؒ کے ترجمہ میں نقل کیا ہے:

روى عنه البخاري. [2]

''امام بخاری نے اِن سے روایت کیا ہے۔''

(١) ١۔ قسطلانی، إرشاد الساری لشرح صحيح البخاری، ١: ٣٢
٢۔ ذهبی، تذكرة الحفاظ، ٢: ٥٥٥

(٢) ١۔ ذهبی، تذكرة الحفاظ، ١: ٣٦٧
٢۔ سيوطی، طبقات الحفاظ، ١: ١٦٠

(۵) الإمام البخاري عن عبيداللہ بن موسیٰ عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اس طریق سے امام بخاریؒ، امام ابومحمد عبید اللہ بن موسیٰ کوفیؒ (متوفی ۲۱۳ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اعظمؒ تک پانچواں طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) ابومحمد عبید اللہ بن موسیٰ کوفیؒ

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی کی تحقیق کے مطابق امامِ اعظم، امام ابو محمد عبید اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفیؒ کے شیخ ہیں۔[1] جب کہ امام عبیداللہ بن موسیٰ امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام بخاری نے اِن سے روایت کیا ہے۔

۱۔ امام قسطلانی، امام بخاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

سمع بالكوفة من عبيدالله بن موسى.[2]

''امام بخاری نے کوفہ میں عبید اللہ بن موسیٰ سے سماع کیا۔''

۲۔ امام ذہبی، امام عسقلانی اور امام سیوطی نے امام عبیداللہ بن موسیٰ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه البخاري.[3]

''امام بخاری نے عبیداللہ بن موسیٰ سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) ا۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۱
۲۔ ذِهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳
۳۔ سیوطی، تبييض الصحيفة: ۸۳

(۲) قسطلانی، إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ۱: ۳۲

(۳) ا۔ ذهبی، تذكرة الحفاظ، ۱: ۳۵۴
۲۔ عسقلانی، لسان الميزان، ۷: ۲۹۷
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۵۵

(٦) الإمام البخاري عن الفَضل بن دُكَين عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اس طریق سے امام بخاریؒ، امام ابونعیم فضل بن دُکَینؒ (متوفی ۲۱۸ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اعظمؓ تک چھٹا طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) ابونعیم فضلؒ بن دُکین

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

امام ابنِ ابی حاتم، امام مزی اور امام ذہبی کے مطابق امامِ اعظم، امام ابو نُعَیم فضل بن دُکَین التیمی الکوفی کے شیخ ہیں۔[1] جب کہ امام فضل بن دکین امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام بخاری نے اپنی 'الجامع الصحیح' میں اُن سے براہِ راست ایک سو پچاسی (۱۸۵) احادیث روایت کی ہیں۔

امام عسقلانی اور امام سیوطی، امام فضل بن دکین کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

روى عنه البخاري.[2]

''امام بخاری نے اِن سے روایت کیا ہے۔''

مذکورہ بالا چھ طرق کی رو سے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام بخاریؒ کے دادا استاد اور امام بخاری آپ کے پوتے شاگرد ہیں۔ یہ سارے اَکابر محدّثین علم الحدیث میں امام بخاری کے براہِ راست اور بلاواسطہ شیوخِ حدیث میں شامل ہیں۔ امام بخاری نے اپنی الصحیح میں کئی احادیث مبارکہ اِن حضرات سے روایت کی ہیں۔

۳۔ امام بخاریؒ دو واسطوں سے امامِ اعظمؓ کے شاگرد ہیں

مذکورہ بالا ایک واسطہ کے چھ (۶) طرق کے علاوہ امامِ اعظم دو واسطوں کے کئی طرق سے بھی امام بخاری کے شیخ ہیں۔ ان میں سے چھ طرق بمع علمی تحقیقات درج ذیل ہیں:

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۱
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳

(۲) ۱۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۸: ۲۴۴
۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۶۳

(۷) الإمام البخاري عن يَحيَى بن مَعِين عن عبدالله بن المبارک عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اس طریق سے امام بخاریؒ، امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) اور عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اعظمؒ تک ساتواں طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) عبداللہ بن مبارکؒ

↓

امام یحییٰ بن معینؒ

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

۱۔ امام بخاری اور امام ابنِ ابی حاتم نے امام ابو حنیفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه ابن المبارک. (۱)

''امام ابنِ مبارک نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔''

جب کہ امام عبداللہ بن مبارک، محدّثِ کبیر امام یحیٰی بن معین کے شیخ ہیں۔

۲۔ امام مسلم فرماتے ہیں:

أبو زکریا یحیی بن معین سمع عبدالله بن المبارک. (۲)

''ابو زکریا یحیٰی بن معین نے عبداللہ بن مبارک سے سماع کیا ہے۔''

۳۔ امام عسقلانی نے یحیٰی بن معین کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عن عبد الله بن المبارک. (۳)

''انہوں نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کیا ہے۔''

امام بخاری نے امام یحیٰی بن معین سے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام عسقلانی نے امام یحیٰی بن معین کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه البخاري. (۴)

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹

(۲) مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۳۳۷

(۳) عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱۱: ۲۴۶

(۴) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۳۱: ۵۴۶
۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱۱: ۲۴۶

”امام بخاری نے یحییٰ بن معین سے روایت کیا ہے۔“

(٨) الإمام البخاري عن إبراهيم بن موسٰی عن يزيد بن زُرَيع عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اس طریق سے امام بخاریؒ، امام ابراہیم بن موسیٰ (متوفی ۲۲۰ھ) اور یزید بن زُریع (متوفی ۱۸۲ھ) کے واسطہ سے امامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اَعظمؒ تک آٹھواں طریقِ حدیث

امامِ اَعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اَعظم کے شاگرد) یزیدؒ بن زُرَیع

↓

امام ابراہیمؒ بن موسیٰ

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

امامِ اعظم کے ایک اور شاگرد جنہوں نے آپ سے روایت کیا امام یزید بن زُریع ہیں۔

۱۔ امام مزی اور عسقلانی نے امام ابوحنیفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه يزيد بن زريع.[۱]

''امام یزید بن زریع نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔''

امام یزید بن زریع سے روایت کرنے والے ابراہیم بن موسیٰ بن یزید بن زاذان فراء تمیمی ہیں جبکہ اِن سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۔ امام عسقلانی اور امام سیوطی نے امام ابراہیم بن موسیٰ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن يزيد بن زريع، وعنه البخاري.[۲]

''ابراہیم بن موسیٰ نے امام یزید بن زُریع سے روایت کیا ہے جبکہ امام بخاری نے ان سے روایت کیا۔''

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۱
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱

(۲) ۱۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱: ۱۴۸
۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۹۹

(٩) الإمام البخاري عن عَمرو بن زُرارة عن هُشَيم بن بَشِير عن الإمام الأعظم رضي الله عنه

اس طریق سے امام بخاریؒ، امام عمرو بن زُرارہ (متوفی ۲۳۸ھ) اور ہُشَیم بن بشیر (متوفی ۱۸۳ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اعظمؒ تک نواں طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) ہشیمؒ بن بشیر

↓

امام عمروؒ بن زُرارہ

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

۱۔ امام بخاری، ابنِ ابی حاتم اور مزی نے امامِ اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے:

روى عنه هشيم بن بشير. [1]

''ہشیم بن بشیر نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔''

امام ہشیم بن بشیر سے امام عمرو بن زُرارہ نیشاپوری نے حدیث کی سماعت کی ہے۔

۲۔ امام مسلم، عمرو بن زُراہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

أبو محمّد عمرو بن زرارة النيسابوري: سمع هشيماً. [2]

''ابو محمد عمرو بن زرارہ نیشاپوری نے ہشیم سے سماع کیا ہے۔''

جبکہ امام بخاری نے امام عمرو بن زرارہ سے روایت کیا ہے۔

۳۔ امام عسقلانی اور امام ذہبی، امام عمرو بن زرارہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه البخاري. [3]

''امام بخاری نے امام عمرو سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۸: ۸۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۸: ۴۴۹
۳۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۱

(۲) مسلم، الكنى والأسماء، ۱: ۷۵۱

(۳) ۱۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۸: ۳۱
۲۔ ذہبی، الكاشف، ۲: ۷۷

(۱۰) الإمام البخاري عن عَبَّاد بن يعقوب عن عَبَّاد بن العَوَّام عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اس طریق سے امام بخاریؒ، امام عبادؒ بن یعقوب (متوفی ۲۵۰ھ) اور عبادؒ بن العوام (متوفی ۱۸۵ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اعظمؒ تک دسواں طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) عبادؒ بن العوام

↓

امام عباد بن یعقوب اسدیؒ

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

۱۔ امام بخاری، ابنِ ابی حاتم اور ذہبی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه عباد بن العوام. (۱)

''عباد بن العوام نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔''

امام عباد بن العوام سے عباد بن یعقوب اسدی نے روایت کیا ہے جو کہ امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابنِ ماجہ کے شیخ ہیں۔

۲۔ امام عسقلانی اور مزی نے امام عباد بن العوام کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه عباد بن يعقوب. (۲)

''عباد بن یعقوب نے ان سے روایت کیا ہے۔''

۳۔ امام عسقلانی اور امام ذہبی نے عباد بن یعقوب اسدی کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه البخاري. (۳)

''امام بخاری نے عباد بن یعقوب سے روایت کیا۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳

(۲) ۱۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۸۶
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۴: ۱۴۲

(۳) ۱۔ ذہبی، الکاشف، ۱: ۵۳۲
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۹۵

(۱۱) الإمام البخاري عن يَحيَى بن مَعِين عن وَكِيع بن الجَرَّاح عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اس طریق سے امام بخاریؒ، امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) اور وکیع بن الجراح (متوفی ۱۹۶ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اعظمؒ تک گیارھواں طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) وکیعؒ بن الجراح

↓

امام یحییٰ بن معینؒ

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

امام بخاری نے 'التاریخ الکبیر (۸:۸۱)' اور امام ابنِ ابی حاتم نے 'الجرح والتعدیل (۸: ۴۴۹)' میں بیان کیا ہے کہ ابوحنیفہ سے وکیع بن الجراح نے روایت کیا ہے۔

امام وکیع بن الجراح، محدّثِ کبیر امام یحییٰ بن معین کے شیخ ہیں۔

۱۔ امام مزی اور امام عسقلانی نے امام یحییٰ بن معین کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن وکیع.[1]

''انہوں نے وکیع سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ خطیب بغدادی نے امام یحییٰ بن معین کے بارے میں لکھا ہے:

سمع وکیعا.[2]

''انہوں نے وکیع سے سماع کیا ہے۔''

جبکہ امام یحییٰ بن معین، امام بخاری کے شیخ ہیں جس پر حوالہ جات ساتویں طریق میں بیان ہو چکے ہیں۔

(۱) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۳۱:۵۴۵

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۱: ۲۴۶

(۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴:۱۷۷

(۱۲) الإمام البخاري عن مَحْمُود بن غَيلان عن عبد الرَّزَّاق بن هَمَّام عن الإمام الأعظم رضی اللہ عنہ

اس طریق سے امام بخاریؒ، امام محمود بن غیلان (متوفی ۲۳۹ھ) اور عبدالرزاق بن ہمام (متوفی ۲۱۱ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔

امام بخاریؒ کا امامِ اعظمؒ تک بارھواں طریقِ حدیث

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(امامِ اعظم کے شاگرد) عبد الرزاق بن ہمامؒ

↓

امام محمود بن غیلان مروزیؒ

↓

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

علمی تحقیق

۱۔ امام ابنِ ابی حاتم، امام ذہبی اور امام سیوطی جیسے اجل محدّثین نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں نقل کیا ہے:

روى عنه عبد الرزّاق.(۱)

’’امام عبدالرزاق نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔‘‘

۲۔ امام مزی اور عسقلانی نے امام عبد الرزاق بن ہمام کے تذکرہ میں بیان کیا ہے کہ اُن سے امام محمود بن غیلان مروزی نے روایت کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

روى عنه محمود بن غيلان المروزي.(۲)

’’امام محمود بن غیلان مروزی نے عبد الرزاق سے روایت کیا ہے۔‘‘

۳۔ جب کہ امام محمود بن غیلان مروزی سے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام سیوطی نے امام محمود بن غیلان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه البخاري.(۳)

’’امام بخاری نے محمود بن غیلان سے روایت کیا۔‘‘

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح و التعدیل، ۸: ۴۴۹
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۸۰

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۸: ۵۶
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۶: ۲۷۸

(۳) سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۲۱۰

خلاصۂ بحث

مذکورہ بالا بارہ (۱۲) واسطوں کے ذریعہ سے امامِ اعظم ابوحنیفہ ﷺ امام بخاریؒ کے دادا اور پڑدادا استاد ہیں جبکہ امام بخاری آپ کے پوتے اور پڑپوتے شاگرد ہیں۔ یہ سارے اکابر محدّثین بلاواسطہ یا بالواسطہ امام بخاری کے حدیث میں شیخ ہیں اور امام بخاری نے ''**الجامع الصحیح**'' میں سینکڑوں احادیثِ مبارکہ اپنے اِن اَجل شیوخ سے روایت کی ہیں لہٰذا ان طرق سے ثابت ہے کہ امامِ اعظم امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان بین دلائل کے ہوتے ہوئے کسی بھی صاحبِ علم کو امامِ اعظم کے **إمام الأئمة فی الحدیث** ہونے پر انکار کی گنجائش نہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں امامِ اعظم کے صحیح مقام کی شناخت اور پہچان کی توفیق عطا فرمائے۔

بابِ دوازدہم

اِمام بخاریؒ کی ثلاثیات کے راوی بھی اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ہیں

۱۔ امام بخاریؒ کی سندِ عالی ''ثلاثی'' ہے

امام بخاری کی سب سے اعلیٰ سند تین واسطوں سے ہے جسے تین واسطوں کی وجہ سے اصطلاحِ محدّثین میں ثلاثیات کا نام دیا گیا ہے۔ امام بخاری کی تین واسطوں سے مروی کُل بائیس (۲۲) احادیث ہیں اور یہ بائیس ثلاثیاتِ امام بخاری ''پانچ (۵)'' راویوں سے مروی ہیں جن میں مکی بن ابراہیم، ابو عاصم ضحاک بن مخلد، محمد بن عبد اللہ انصاری، خلاد بن یحییٰ اور عصام بن خالد شامل ہیں۔ ان پانچوں راویوں کے ثلاثیات کو روایت کرنے کی درج ذیل ترتیب بنتی ہے:

۱۔ خلاد بن یحییٰ سے ایک حدیثِ مبارکہ مروی ہے۔

۲۔ دوسرے راوی عصام بن خالد سے بھی ایک حدیثِ مبارکہ مروی ہے۔

۳۔ تیسرے راوی محمد بن عبداللہ انصاری سے تین احادیثِ مبارکہ مروی ہیں۔

۴۔ چوتھے راوی ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیل سے چھ احادیثِ مبارکہ مروی ہیں۔

۵۔ پانچویں راوی مکی بن ابراہیم سے گیارہ احادیثِ مبارکہ مروی ہیں۔

۲۔ اِمام بخاریؒ کی ۲۲ ثلاثیات میں سے ۲۱ کے راوی اِمام اَعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں

بڑی ایمان افروز اور خاص بات یہ ہے کہ جن درج بالا رقم کردہ چار راویوں سے امام بخاری نے بائیس (۲۲) میں سے اکیس (۲۱) حدیثیں لی ہیں، اُن ۲۱ ثلاثیاتِ بخاری کے چاروں راوی امامِ اعظم ابوحنیفہ کے حنفی المذہب شاگرد ہیں اور امام بخاری کے

شیخ ہیں۔ عام درجے کے شیخ نہیں بلکہ امام بخاری کی اسانیدِ عالیہ ’’ثلاثیات‘‘ کے بھی یہی شیخ ہیں۔ یہ اسانید امام بخاری کا سب سے بڑا سرمایۂ فخر ہیں۔ ’**صحیح البخاری**‘ کی ۲۲ ثلاثیات میں سے ان ۲۱ کے راویوں کو - جو کہ امامِ اعظم کے شاگرد ہیں - ایک طرف کر دیا جائے تو امام بخاری کا ثلاثیات کے ضمن میں امتیاز و افتخار ہی ختم ہو جاتا ہے۔

۳۔ ثلاثیاتِ بخاریؒ کے رُواۃ جو اِمام اعظمؒ کے تلامذہ ہیں

ثلاثیاتِ بخاری کے وہ چار رُواۃ جو امام بخاری کے شیخ اور امام اعظم کے شاگرد ہیں، درج ذیل اصحاب ہیں:

(۱) مکی بن ابراہیم (متوفی ۲۱۵ھ)

امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ سے سب سے زیادہ گیارہ ثلاثیاتِ بخاری مروی ہیں۔ یہ صحاح ستہ میں سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن ابنِ ماجہ کے راوی ہیں۔ امام مزی، امام عسقلانی، امام سیوطی اور دیگر ائمہ کی تحقیق کے مطابق امام مکی بن ابراہیم، امام احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ کے شیخ ہیں جبکہ امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔[(۱)]

(۲) امام ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیل (متوفی ۲۱۲ھ)

امام ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیلؒ سے چھ ثلاثیاتِ بخاری مروی ہیں۔ یہ صحاح ستہ کی تمام کتب کے راوی ہیں۔ امام حاکم، امام مزی اور امام ذہبی کے مطابق امام

(۱) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۸: ۴۷۷

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۰: ۲۶۰-۲۶۱

۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۶۴

ابو عاصم ضحاک، امام بخاریؒ کے شیخ ہیں جبکہ امامِ اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں۔[1]

(۳) امام محمد بن عبداللہ انصاری (متوفی ۲۱۵ھ)

امام محمد بن عبد اللہ انصاریؒ سے تین ثلاثیاتِ بخاری مروی ہیں۔ یہ بھی تمام کتب صحاحِ ستہ کے راوی ہیں۔ امام حاکم، خطیب بغدادی، مزی اور عسقلانی نے امام محمد بن عبد اللہ انصاری کو امام بخاریؒ کا شیخ بیان کیا ہے۔[2]

امام مزی اور ذہبی کی تحقیق کے مطابق امام محمد بن عبد اللہ انصاریؒ، امام اعظم کے محدّثین تلامذہ میں سے ہیں۔[3]

(۴) امام خلّاد بن یحییٰ (متوفی ۲۱۳ھ)

امام خلّاد بن یحییٰ سلمی، امام بخاری کی بائیس (۲۲) ثلاثیات میں سے ایک حدیث کے راوی ہیں۔ آپ صحاحِ ستہ میں سے 'صحیح بخاری'، 'سنن ترمذی' اور 'سنن ابی داؤد' کے راوی بھی ہیں۔ امام کلاباذی، امام ذہبی، امام عسقلانی اور دیگر ائمہ حدیث کے

---

(۱) ۱۔ حاکم، تسمیۃ من أخرجھم البخاری ومسلم، ۱: ۱۴۳
۲۔ مزی، تھذیب الکمال، ۱۳: ۲۸۳
۳۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳
۴۔ أیضاً، الکاشف، ۱: ۵۰۹

(۲) ۱۔ حاکم، تسمیۃ من أخرجھم البخاری ومسلم، ۱: ۲۲۸
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۵: ۴۰۸
۳۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۵: ۵۳۹
۴۔ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۹: ۲۴۴

(۳) ۱۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۱
۲۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۴

مطابق امام خلاد، امام بخاریؒ کے شیخ ہیں۔[1]

امام ابنِ بزاز الکردری اور امام صالحی الشامی نے امام اعظم کے محدثین تلامذہ کی فہرست میں امام خلاد کا نام درج کیا ہے۔[2]

یہ چاروں محدثین حضرات امام اعظم کے وہ شاگرد ہیں جنہوں نے امام بخاری کی اکیس (۲۱) ثلاثیات کو روایت کیا ہے۔ باقی صرف ایک رہ جاتی ہے جو امام بخاری نے امام اعظم کے شاگردوں کے علاوہ اپنے ایک اور شیخ عصام بن خالد سے لی ہے۔

۴۔ اِمام بخاریؒ کی بائیس ثلاثیات کی اسانید اور متون

ہم ذیل میں امام بخاری کی بائیس (۲۲) ثلاثیات کا متن بمع ترجمہ وتخریج درج کر رہے ہیں:

۱۔ حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.[3]

---

(۱) ۱۔ کلاباذی، رجال صحیح البخاری، ۱: ۲۳۷
۲۔ ذہبی، میزان الإعتدال، ۲: ۴۴۶
۳۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۳: ۱۵۰

(۲) ۱۔ ابن بزاز کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۲: ۲۱۹
۲۔ صالحی شامی، عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان: ۱۱۰

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبي ﷺ، ۱: ۵۲، رقم: ۱۰۹
۲۔ ابن ماجة نے 'السنن (المقدمة، باب التغلیظ فی الکذب علی رسول اللہ ﷺ، ۱: ۱۳، رقم: ۳۴)' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان کی ہے۔

’’حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو میرے متعلق ایسی بات کہے جو میں نے نہ کہی ہو تو وہ جہنم کے اندر اپنا ٹھکانہ تیار رکھے۔‘‘

۲۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ جِدَارُ الْمَسْجِدِ عِنْدَ الْمِنْبَرِ مَا كَادَتِ الشَّاةُ تَجُوزُهَا.[1]

’’حضرت یزید بن ابی عبید سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد کی دیوار منبر کے اتنے قریب تھی جس میں سے بکری نہ گزر سکے۔‘‘

۳۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: كُنْتُ آتِي مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، فَيُصَلِّي عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ. فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ! أَرَاكَ تَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هَذِهِ

...... ۳۔ ابن حبان نے ’الصحیح (۱: ۲۱۰، رقم: ۲۸)‘ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان کی ہے۔

۴۔ حاکم نے ’المستدرک (۱: ۱۹۴، رقم: ۳۷۹)‘ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان کی ہے۔

۵۔ احمد بن حنبل نے ’المسند (۱: ۶۵، رقم: ۴۶۹)‘ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بیان کی ہے۔

۶۔ بیهقی، السنن الکبری، ۱۰: ۱۱۲

۷۔ شافعی، المسند، ۱: ۲۳۹

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصلاة، باب قدر کم ینبغي أن یکون بین المصلي والسترة، ۱: ۱۸۸، رقم: ۴۷۵

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۵۴

۳۔ ابن حبان، الصحیح، ۵: ۵۸، رقم: ۱۷۶۲

۴۔ بیهقی، السنن الکبری، ۲: ۲۷۲، رقم: ۳۲۸۷

الأُسْطُوَانَةِ؟ قَالَ: فَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا.(۱)

''حضرت یزید بن ابی عبید سے روایت ہے کہ میں حضرت سلمہ بن اکوع ﷜ کے ساتھ آکر ستون کے پاس نماز پڑھتا جو مصحف کے پاس تھا۔ میں نے عرض کیا: اے ابومسلم! میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی بہت کوشش کرتے ہیں؟ فرمایا: میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو اس کے پاس خاص طور پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

۴۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ.(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، أبواب سترة المصلي، باب الصلاة إلی الأسطوانة، ۱: ۱۸۹، رقم: ۴۸۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب دنو المصلی من السترة، ۱: ۳۶۴، رقم: ۵۰۹

۳۔ ابن ماجة، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء فی توطین المکان في المسجد یصلي فیه، ۱: ۴۵۹، رقم: ۱۴۳۰

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۸

۵۔ بیهقی، السنن الکبری، ۲: ۲۷۱، رقم: ۳۲۸۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب مواقیت الصلاة، باب وقت المغرب، وقال عطاء: یجمع المریض بین المغرب والعشاء، ۱: ۲۰۵، رقم: ۵۳۶

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب: الصلاة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی وقت المغرب، ۱: ۳۰۴، رقم: ۱۶۴

۳۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب فی وقت المغرب، ۱: ۱۱۳، رقم: ۴۱۷

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الصلاة، باب وقت صلاة المغرب، ۱: ۲۲۵، رقم: ۶۸۸

’’حضرت یزید بن ابی عبید سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب (اس وقت) پڑھا کرتے تھے جب کہ سورج پردے میں ہو جاتا۔‘‘

۵۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ: أَنَّ مَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ. (۱)

’’حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (عاشورہ کے روز) قبیلہ اسلم کے ایک شخص کو لوگوں میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا: جس نے جو کچھ کھا لیا ہے تو وہ باقی دن کا روزہ رکھے اور جس نے کچھ نہیں کھایا وہ بھی روزہ رکھے کیونکہ آج عاشورہ کا دن ہے۔‘‘

.... ۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۵۴

۶۔ بیهقی، السنن الکبری، ۱: ۳۶۹، رقم: ۱۶۰۳

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۹۰۳

۲۔ أیضاً، کتاب الصوم، باب إذا نوی بالنهار صوما، ۲: ۶۷۹، رقم: ۱۸۲۴

۳۔ أیضاً، کتاب التمني، باب ما کان یبعث النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الأمراء والرسل واحدًا بعد واحدٍ، ۶: ۲۶۵۱، رقم: ۶۸۳۷

۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب من أکل فی عاشوراء فلیکف بقیة یومه، ۲: ۷۹۸، رقم: ۱۱۳۵

۵۔ نسائی، السنن، کتاب الصیام، باب إذا لم یجمع من اللیل هل یصوم ذلك الیوم من التطوع، ۴: ۱۹۲، رقم: ۲۳۲۱

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۷

٦۔ حَدَّثَنَا الْمَکِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَکْوَعِ قَالَ: کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَرَکَ شَيْئًا؟ قَالُوا: لَا، فَصَلَّی عَلَيْهِ. ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَی، فَقَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! صَلِّ عَلَيْهَا. قَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قِيْلَ: نَعَمْ! قَالَ فَهَلْ تَرَکَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: ثَـلَاثَةَ دَنَانِيرَ، فَصَلَّی عَلَيْهَا. ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ، فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ تَرَکَ شَيْئًا؟ قَالُوْا: لَا، قَالَ: فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قَالُوا: ثَـلَاثَةُ دَنَانِيرَ، قَالَ: صَلُّوا عَلَی صَاحِبِکُمْ. قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: صَلِّ عَلَيْهِ يَارَسُوْلَ اللهِ! وَعَلَيَّ دَيْنُهُ، فَصَلَّی عَلَيْهِ.(1)

''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا اور عرض کی گئی کہ اس پر نماز پڑھیے۔ آپ نے فرمایا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں! فرمایا: کیا اس نے کچھ (ترکہ) چھوڑا ہے؟ عرض کیا: نہیں۔ سو آپ نے

(1) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الحوالات، باب إن إحال دين الميت علی رجل جاز، ۲: ۷۹۹، رقم: ۲۱۶۸

۲۔ أيضاً، کتاب الکفالة، باب من تکفل عن ميت دينا فليس له أن يرجع، ۲: ۸۰۳، رقم: ۲۱۷۳

۳۔ أيضاً، کتاب النفقات، باب قول النبي ﷺ: من ترک کلًّا أو ضياعاً فإليّ، ۵: ۲۰۵۴، رقم: ۵۰۵۶

۴۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفرائض، باب من ترک مالا فلورثته، ۳: ۱۲۳۷، رقم: ۱۶۱۹

۵۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب الجنائز عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء في الصلاة علی المديون، ۳: ۳۸۸، رقم: ۱۰۷۰

اس پر نماز (جنازہ) پڑھی۔ پھر دوسرا جنازہ آیا اور صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس پر نماز پڑھیئے۔ آپ نے فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: تین دینار (چھوڑے ہیں) سو اس پر آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا اور عرض کیا گیا: اس پر نماز پڑھیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس نے کچھ (ترکہ) چھوڑا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں! فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: تین دینار (قرض ہے)۔ اس پر آپ نے فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز (جنازہ) پڑھ لو۔ حضرت ابوقتادہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اس پر نماز پڑھیے اس کا قرض میں ادا کروں گا۔ سو آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔''

۷۔ حَدَّثَنَا الْمَکِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِیمَ: حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ أَبِی عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: بَایَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ عَدَلْتُ إِلَی ظِلِّ الشَّجَرَةِ، فَلَمَّا خَفَّ النَّاسُ، قَالَ: یَا ابْنَ الأَکْوَعِ أَلَا تُبَایِعُ؟ قَالَ: قُلْتُ: قَدْ بَایَعْتُ یَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ: وَأَیْضًا. فَبَایَعْتُهُ الثَّانِیَةَ، فَقُلْتُ لَهُ: یَا أَبَا مُسْلِمٍ! عَلَی أَيِّ شَيْءٍ کُنْتُمْ تُبَایِعُونَ یَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: عَلَی الْمَوْتِ.[1]

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد، باب البیعة في الحرب أن لا یفرّوا، وقال بعضهم: علی الموت، ۳: ۱۰۸۱، رقم: ۲۸۰۰
۲۔ أیضاً، کتاب المغازی، باب غزوة الحدیبیة، ۴: ۱۵۲۹، رقم: ۳۹۳۶
۳۔ أیضاً، کتاب الأحکام، باب کیف یبایع الإمام الناس، ۶: ۲۶۳۴، رقم: ۶۷۸۰
۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإمارة، باب استحباب مبایعة الإمام الجیش عند إرادة القتال، ۳: ۱۴۸۳، رقم: ۱۸۶۰
۵۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب السیر عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في بیعة النبی ﷺ، ۴: ۱۵۰، رقم: ۱۵۹۲

''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے (حدیبیہ کے مقام پر) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کر لی۔ پھر میں ایک درخت کے سائے میں چلا گیا۔ جب بھیڑ کم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابن اکوع! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں تو بیعت کر چکا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا دوبارہ کرلو، سو میں نے دوسری دفعہ بھی بیعت کرلی۔ سو میں نے (یزید بن ابو عبید) سے پوچھا: اے ابو مسلم! آپ حضرات نے اس روز کس بات پر بیعت کی تھی؟ انہوں نے فرمایا: موت پر۔''

۸۔ **حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا مُسْلِمٍ! مَا هَذِهِ الضَّرْبَةُ؟ فَقَالَ: هَذِهِ ضَرْبَةٌ أَصَابَتْنِي يَوْمَ خَيْبَرَ. فَقَالَ النَّاسُ: أُصِيبَ سَلَمَةُ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ، فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ.** (۱)

''یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر زخم کا نشان دیکھا تو پوچھا: ابو مسلم! یہ زخم کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ زخم مجھے غزوہ خیبر میں آیا تھا۔ لوگ تو یہ کہنے لگے تھے: سلمہ کا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا تو آپ نے اس (زخم) پر

.... ۶۔ نسائی، السنن، کتاب البیعۃ، باب البیعۃ علی الموت، ۷: ۱۴۱، رقم: ۴۱۵۹

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۴: ۱۵۴۱، رقم: ۳۹۶۹

۲۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الطب، باب کیف الرقی، ۴: ۱۲، رقم: ۳۸۹۴

تین مرتبہ دم فرمایا جس سے مجھے ابھی تک کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔‘‘

٩۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: أَسْمِعْنَا يَا عَامِرُ مِنْ هُنَيْهَاتِكَ، فَحَدَا بِهِمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنِ السَّائِقُ؟ قَالُوا: عَامِرٌ، فَقَالَ: رَحِمَهُ اللهُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! هَلاَّ أَمْتَعْتَنَا بِهِ؟ فَأُصِيبَ صَبِيْحَةَ لَيْلَتِهِ. فَقَالَ الْقَوْمُ: حَبِطَ عَمَلُهُ، قَتَلَ نَفْسَهُ، فَلَمَّا رَجَعْتُ وَهُمْ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ، فَجِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ! فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ. فَقَالَ: كَذَبَ مَنْ قَالَهَا، إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ اثْنَيْنِ، إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ أَيُّ قَتْلٍ يَزِيْدُهُ عَلَيْهِ.(١)

’’حضرت سلمہ بن اکوع ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ غزوہ خیبر کی طرف نکلے تو لوگوں میں سے ایک نے کہا: عامر! کیا آپ ہمیں اپنے اشعار سنائیں گے؟ چنانچہ انہوں نے اشعار سنائے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

(١) ١۔ بخاری، الصحیح، کتاب الديات، باب إذا قتل نفسه خطأ فلا دية له، ٦: ٢٥٢٥، رقم: ٦٤٩٦

٢۔ أيضاً، کتاب المغازی، باب غزوة خيبر، ٤: ١٥٣٧، رقم: ٣٩٦٠

٣۔ أيضاً، کتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر و الرجز والحداء وما يكره منه، ٥: ٢٢٧٧، رقم: ٥٧٩٦

٤۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجهاد والسير، باب غزوه ذی قَرَدٍ، ٣: ١٤٢٧، ١٤٢٨، رقم: ١٨٠٢

٥۔ احمد بن حنبل، المسند، ٤: ٤٧

٦۔ ابو عوانه، المسند، ٤: ٣١٤، رقم: ٦٨٣١

یہ ہانکنے والا کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: عامر بن اکوع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں ان سے اور فائدہ نہیں اٹھا لینے دیتے؟ چنانچہ اسی رات کی صبح کو وہ موت کی آغوش میں چلے گئے۔ لوگوں نے کہا: اس کے عمل ضائع ہوگئے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خود قتل کیا ہے۔ جب میں واپس لوٹا تو لوگ یہی باتیں کررہے تھے کہ عامر کے عمل ضائع ہوگئے ہیں۔ اس لئے میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا نبی اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، لوگوں کا یہ خیال ہے کہ عامر کے اعمال ضائع ہوگئے ہیں آپ نے فرمایا: جس کسی نے بھی یہ کہا غلط کہا ہے۔ اس کے لیے تو دو گنا اجر ہے وہ تو مشقت اٹھانے والا مجاہد ہے۔ اس کے قتل سے بہتر کس کی موت ہے۔''

۱۰۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ قَالَ: خَرَجْتُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ ذَاهِبًا نَحْوَ الغَابَةِ، حَتَّى إِذَا كُنْتُ بِثَنِيَّةِ الْغَابَةِ لَقِيَنِي غُـلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَوْفٍ، قُلْتُ: وَيْحَكَ مَا بِكَ؟ قَالَ: أُخِذَتْ لِقَاحُ النَّبِيِّ ﷺ قُلْتُ: مَنْ أَخَذَهَا؟ قَالَ: غَطَفَانُ وَ فَزَارَةُ، فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ أَسْمَعْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا: يَا صَبَاحَاهُ يَا صَبَاحَاهُ، ثُمَّ انْدَفَعْتُ حَتَّى أَلْقَاهُمْ وَقَدْ أَخَذُوْهَا، فَجَعَلْتُ أَرْمِيْهِمْ وَأَقُوْلُ:

أَنَا ابْنُ الأَكْوَعِ، وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

فَاسْتَنْقَذْتُهَا مِنْهُمْ قَبْلَ أَنْ يَشْرَبُوْا، فَأَقْبَلْتُ بِهَا أَسُوقُهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ القَوْمَ عِطَاشٌ، وَإِنِّي أَعْجَلْتُهُمْ أَنْ

يَشْرَبُوْا سِقْيَهُمْ، فَابْعَثْ فِي إِثْرِهِمْ. فَقَالَ: يَاابْنَ الأَكْوَعِ: مَلَكْتَ فَأَسْجِحْ، إِنَّ الْقَوْمَ يُقْرَوْنَ فِي قَوْمِهِمْ. (۱)

’’حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ سے جنگل کی طرف چلا، پہاڑی پر پہنچا تو حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام مجھے ملا میں نے اسے کہا: تو ہلاک ہو یہاں کیسے آیا؟ اس نے جواب دیا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دودھ دینے والی اونٹنی پکڑی گئی ہے۔ میں نے پوچھا: کس نے پکڑی ہے؟ اس نے جواب دیا: قبیلہ غطفان اور فزارہ کے آدمی لے گئے ہیں۔ پھر میں تین مرتبہ ’’یَا صَبَاحَاہُ‘‘ کے الفاظ کے ساتھ اس زور سے چلایا کہ مدینہ منورہ کے ہر گوشہ میں رہنے والے سن لیں۔ پھر میں نے دوڑ لگائی یہاں تک کہ ان لوگوں تک جا پہنچا۔ سو میں نے ان کی جانب تیر پھینکنے لگا اور ساتھ یہ کہنے لگا:

میں اَکوع کا بیٹا ہوں، آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے

میں نے ان کے پانی پینے سے پہلے ہی ان سے اونٹنی چھین لی۔ میں اسے لے کر واپس لوٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری ملاقات ہوگئی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ لوگ پیاسے تھے اور میں ان کے پانی پینے سے پہلے ہی جلدی سے ان سے اونٹنی چھین لایا۔ اُن کے پیچھے کسی کو روانہ کر دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجهاد، باب من رأی العدو فنادی بأعلی صوته یاصباحاه حتی یسمع الناس، ۳: ۱۱۰۶، رقم: ۲۸۷۶
۲۔ أیضاً، کتاب المغازی، باب غزوة ذاتِ القردِ، ۴: ۱۵۳۶، رقم: ۳۹۵۸
۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجهاد و السیر، باب غزوة ذی قَرَدٍ وغیرها، ۳: ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۸، رقم: ۱۸۰۶
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۸
۵۔ نسائی، السنن الکبری، ۶: ۲۴۳، رقم: ۱۰۸۱۴

فرمایا: اے ابنِ اکوع! تم مالک ہو گئے ہو اب نرمی کرو۔ ان کی مہمانی اپنی قوم میں ہو رہی ہو گی۔‘‘

۱۱۔ حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: لَمَّا أَمْسَوْا يَوْمَ فَتَحُوْا خَيْبَرَ، أَوْقَدُوا النِّيْرَانَ. قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَلَامَ أَوْقَدْتُمْ هَذِهِ النِّيْرَانَ؟ قَالُوا: لُحُومِ الْحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ. قَالَ: أَهْرِيْقُوْا مَا فِيْهَا وَاكْسِرُوْا قُدُوْرَهَا. فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ: نُهْرِيْقُ مَا فِيْهَا وَنَغْسِلُهَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَوْ ذَاكَ.(۱)

’’حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز خیبر فتح ہوا اس شام لوگوں نے آگ جلائی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ آگ کیا چیز پکانے کے لئے جلائی ہے؟ مجاہدین نے عرض کیا: پالتو گدھوں کا گوشت پکانے کے لئے: فرمایا: جو ہانڈیوں میں ہے اسے الٹ دو اور ہانڈیوں کو توڑ دو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: ہم گوشت کو الٹ دیں اور ہانڈیوں کو دھو نہ لیں؟ فرمایا: چلو یونہی کرلو۔‘‘

۱۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِى عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ: أَنَّ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الذبائح والصید، باب آنیة المجوس والمیتة، ۵: ۲۰۹۴، رقم: ۵۱۷۸

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الذبائح، باب لحوم الحمر الوحشیة، ۲: ۱۰۶۵، رقم: ۱۳۹۵

۳۔ بیهقی، السنن الکبری، ۹: ۱۰۲، رقم: ۱۱۳۴۳

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۵۰

النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا يُنادِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ: إِنَّ مَنْ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ أَوْ فَلْيَصُمْ، وَمَن لَمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ.(۱)

''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو لوگوں میں منادی کرنے کے لئے عاشورہ کے روز بھیجا کہ جس نے کھانا کھا لیا ہے وہ روزہ پورا کرے یا اسے چاہیے کہ روزہ رکھے اور جس نے نہیں کھایا وہ نہ کھائے۔''

۱۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ؟ قَالُوا: نَعَم! قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ. قَالَ أَبُو قَتَادَةَ: عَلَيَّ دَيْنُهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَصَلَّى عَلَيْهِ.(۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب إذا نوی بالنهار صوما، ۲:۶۷۹، رقم: ۱۸۲۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، ۲:۷۹۲، رقم: ۱۱۲۵

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۴۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الکفالة، باب من تکفّل عن میّت دَینا فلیس له أن یرجع، وبه قال الحسن، ۲: ۸۰۳، رقم: ۲۱۷۳

۲۔ أیضاً، کتاب الحوالات، باب إن إحال دین المیّت علی رجل جاز، ۲: ۷۹۹، رقم: ۲۱۶۸

۳۔ أیضاً، کتاب الکفالة، باب من تکفّل عن میت دَینا، فلیس له یرجع، ۲: ۸۰۳، رقم: ۲۱۷۳

۴۔ أیضاً، کتاب النفقات، باب قول النبي ﷺ: من ترک کلاًّ أوضیاعا فإليّ، ۵: ۲۰۵۴، رقم: ۵۰۵۶

’’حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا تا کہ آپ اس پر نماز (جنازہ) پڑھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: نہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر دوسرا جنازہ لایا گیا تو فرمایا: کیا اس پر کچھ قرض ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جی حضور! فرمایا: تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو۔ حضرت ابوقتادہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس کا قرض میں ادا کروں گا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی۔‘‘

۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاکُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ :أَنَّ النَّبِيَّ صلی الله عليه وآله وسلم رَأَى نِيْرَانًا تُوقَدُ يَوْمَ خَيْبَرَ، قَالَ: عَلَى مَا تُوقَدُ هَذِهِ النِّيْرَانُ؟ قَالُوا: عَلَى الْحُمُرِ الإِنْسِيَّةِ. قَالَ اكْسِرُوْهَا وَأَهْرِقُوهَا. قَالُوا: أَلاَ نُهْرِيْقُهَا وَنَغْسِلُهَا؟ قَالَ: اغْسِلُوْا.[1]

۵۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته، ۳:۱۲۳۷، رقم: ۱۶۱۹

۶۔ ترمذی، الجامع الصحيح، كتاب الجنائز عن رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم، باب ما جاء في الصلاة على المديون، ۳: ۳۸۸، رقم: ۱۰۷۰

۷۔ نسائی، السنن، كتاب الجنائز، باب الصلاة على من عليه دَين، ۴: ۶۵، رقم: ۱۹۶۰، ۱۹۶۱

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب المظالم، باب هل تكسر الدِّنَانُ الّتي فيها الخَمْرُ، أو تُخَرَّقُ الزِّقَاق، فإنَ كسر صَنَمًا، أو صَلِيبًا أو طُنبُورًا أوْ ما لاَ يُنْتَفعُ بِخَشَبه، ۲: ۸۷۶، رقم: ۲۳۴۵

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الذبائح، باب لحوم الحمر الوحشية، ۲:۱۰۶۵، رقم: ۳۱۹۵

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۵۰

’’حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے روز آگ جلتی ہوئی آگ دیکھی فرمایا: یہ کیوں جلائی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: پالتو گدھوں کے گوشت کو (پکانے کے لئے) اس پر فرمایا: ہانڈیاں توڑ دو اور اسے بہا دو۔ صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم ایسا نہ کریں کہ انہیں الٹ دیں اور ہانڈیاں دھو لیں؟ فرمایا: ہاں، انہیں دھو لو۔‘‘

۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاکُ بْنُ مَخْلَدٍ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ، وَ غَزَوْتُ مَعَ ابْنِ حَارِثَةَ، اسْتَعْمَلَهُ عَلَيْنَا. (۱)

’’حضرت یزید بن ابو عبید سے روایت ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سات غزوات میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہونے کا شرف حاصل کیا ہے اور اس غزوہ میں بھی شریک تھا جس میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے ہمارا امیر بنایا تھا۔‘‘

۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَ فِي

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ أسامة بن زید إلی الحرقات من جهینة، ۴: ۱۵۵۶، رقم: ۴۰۲۳

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب عدد غزوات النبی ﷺ، ۳: ۱۴۴۷، رقم: ۱۸۱۵

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۵۴

۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۶: ۱۳۹، رقم: ۷۱۷۴

۵۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۲۴۱، رقم: (۴۹۶۱

۶۔ ابو عوانه، المسند، ۴: ۳۵۵، رقم: ۶۹۵۴

بَيْتِهِ مِنْهُ شَيءٌ. فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا عَامَ الْمَاضِي؟ قَالَ: كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا، فَإِنَّ ذٰلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ، فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِيْنُوا فِيْهَا.(۱)

’’حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے قربانی کرے تو تیسرے روز کی صبح اس کے گھر میں قربانی کا گوشت نہیں ہونا چاہئے۔ جب اگلا سال آیا تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اسی طرح کریں جیسے پچھلے سال کیا تھا؟ فرمایا: تم کھاؤ، کھلاؤ اور جمع بھی کر لو کیونکہ پچھلا سال لوگوں پر تنگی کا تھا تو میرا ارادہ ہوا کہ تم اس (تنگی) میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔‘‘

۱۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ: بَايَعْنَا النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تَحْتَ الشَّجَرَةِ، فَقَالَ لِي: يَا سَلَمَةُ! أَلاَ تُبَايِعُ؟ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ بَايَعْتُ فِي الأَوَّلِ، قَالَ: وَفِي الثَّانِي.(۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب: الأضاحي، باب: ما يؤكل من لحوم الأضاحي وما يُتَزَوَّدُ منها، ۵: ۲۱۱۵، رقم: ۵۲۴۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأضاحي، باب بیان ما كان من النهي عن أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاث فی أول الإسلام وبيان نسخه وإباحة إلى متى شاء، ۳: ۱۵۶۳، رقم: ۱۹۷۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، كتاب الأحكام، باب من بايع مرتين، ۶: ۲۶۳۵، رقم: ۶۷۸۲

۲۔ أيضاً، كتاب الجهاد، باب البيعة في الحرب أن لا يفروا، وقال بعضهم: على الموت، ۳: ۱۰۸۱، رقم: ۲۸۰۰

۳۔ أيضاً، كتاب المغازى، باب غزوة الحديبية، ۴: ۱۵۲۹، رقم: ۳۹۳۶

۴۔ أيضاً، كتاب الأحكام، باب كيف يبايع الإمام الناس، ۶: ۲۶۳۴، رقم: ۶۷۸۰

’’حضرت یزید بن ابو عبید کا بیان ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: اے سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں تو پہلے ہی بیعت کر چکا ہوں۔ فرمایا: دوبارہ کرلو۔‘‘

١٨۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ: أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ: أَنَّ الرُّبَيِّعَ، وَهِيَ ابْنَةُ النَّضْرِ، كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ، فَطَلَبُوا الْأَرْشَ وَطَلَبُوا الْعَفْوَ فَأَبَوْا، فَأَتَوا النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَهُمْ بِالْقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ: أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا، فَقَالَ: يَا أَنَسُ! كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ. فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَعَفَوْا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ.

زَادَ الْفَزَارِيُّ: عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ: فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْأَرْشَ.[1]

۵۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإمارة، باب استحباب مبايعة الإمام الجيش عند إرادة القتال، ٣: ١٤٨٣، رقم: ١٨٦٠

٦۔ أيضاً، كتاب الجهاد والسير، باب غزوة ذى قَرَدٍ وغيرها، ٣: ١٤٣٢، رقم: ١٨٠٧، ١٨٠٢

(١) ١۔ بخاری، الصحيح، كتاب الصلح، باب الصلح فى الدية، ٢: ٩٦١، رقم: ٢٥٥٦

٢۔ أيضاً، كتاب الجهاد، باب قول الله تعالى: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيْلاً۔ [الأحزاب: ٢٣]، ٣: ١٠٣٢، رقم: ٢٦٥١

٣۔ أيضاً، كتاب: التفسير، باب قوله: يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ۔ إِلَىٰ قَوْلِهِ۔ عَذَابٌ أَلِيْمٌ [البقرة: ١٧٨]، ٤: ١٦٣٦، رقم: ٤٢٣٠

’’حضرت حمید کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں روایت بیان کی: حضرت ربیع بنت نضر نے ایک لڑکی کے سامنے والے دو دانت توڑ دیے۔ انہوں نے دیت کا مطالبہ کیا اور یہ معافی کے خواستگار ہوئے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ سو وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے قصاص کا حکم فرمایا۔ حضرت انس بن نضر نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ربیع کے سامنے کے دانت توڑے جائیں گے؟ نہیں! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: اس کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ فرمایا: اے انس! اللہ تعالیٰ کی کتاب قصاص کا کہتی ہے۔ سو وہ لوگ راضی ہو گئے اور معاف کر دیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے وہ بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ اسے سچا کر دیتا ہے۔

’’فزاری کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ وہ لوگ دیت لینے پر رضامند ہو گئے۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ کو امام بخاری نے تین واسطوں سے اپنی صحیح میں درج ذیل دو اور مقامات پر بھی روایت کیا ہے:

------ ۴۔ أیضاً، کتاب التفسیر، باب قوله: وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ، ۴: ۱۶۸۵، رقم: ۴۳۳۵

۵۔ مسلم، الصحیح، کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات، باب إثبات القصاص في الإسنان، ۳: ۱۳۰۲، رقم: ۱۶۷۵

۶۔ ابوداود، السنن، کتاب الدیات، باب القصاص من السنّ، ۴: ۱۹۷، رقم: ۴۵۹۵

۷۔ نسائی، السنن، کتاب القسامة، باب القصاص من الثنیة، ۸: ۲۷، رقم: ۴۷۵۶۔ ۴۷۵۷

۸۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الدیات، باب القصاص في السنّ، ۲: ۸۸۴، رقم: ۲۶۴۹

۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا حُمِيْدٌ: أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ.[1]

’’حضرت محمد بن عبداللہ انصاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی کتاب قصاص کا حکم دیتی ہے۔‘‘

۲۰۔ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ: حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ ابْنَةَ النَّضْرِ لَطَمَتْ جَارِيَةً فَكَسَرَتْ ثَنِيَّتَهَا، فَأَتَوا النَّبِيَّ ﷺ فَأَمَرَ بِالْقِصَاصِ.[2]

’’حضرت حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نضر کی بیٹی نے ایک لڑکی کو طمانچہ مارا جس کے باعث اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے، وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے قصاص کا حکم فرمایا۔‘‘

۲۱۔ حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ خَالِدٍ: حَدَّثَنَا حَرِيْزُ بْنُ عُثْمَانَ: أَنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ بُسْرٍ صَاحِبَ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: أَرَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ شَيْخًا؟ قَالَ: كَانَ فِي عَنْفَقَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيضٌ.[3]

’’حضرت حریز بن عثمان سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ کی نظر میں حضور

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب: التفسیر، باب قوله: يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ۔ إِلَى قَوْلِهِ۔ عَذَابٌ أَلِيْمٌ [البقرة: ۱۷۸]، ۴: ۱۶۳۶، رقم: ۴۲۲۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الدیات، باب السن بالسن، ۶: ۲۵۲۶، رقم: ۶۴۹۹

۲۔ أیضاً، کتاب الصلح، باب الصلح فی الدیة، ۲: ۹۶۱، رقم: ۲۵۵۶

(۳) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، ۳: ۱۳۰۲، رقم: ۳۳۵۳

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۸۷۔۱۸۸، ۱۹۰

اکرم ﷺ پر بڑھاپے کے آثار تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ کی ٹھوڑی مبارک کے صرف چند بال سفید ہوئے تھے۔‘‘

۲۲۔ حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى: حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: نَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ فِي زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَأَطْعَمَ عَلَيْهَا يَوْمَئِذٍ خُبْزًا وَلَحْمًا، وَكَانَتْ تَفْخَرُ عَلَى نِسَاءِ النَّبِيِّ ﷺ، وَكَانَتْ تَقُوْلُ: إِنَّ اللهَ أَنْكَحَنِي فِي السَّمَاءِ.(۱)

’’حضرت عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: پردے کی آیت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حق میں نازل ہوئی اور ان کے ولیمہ میں آپ ﷺ نے روٹی اور گوشت کھلایا اور وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی باقی ازواجِ مطہرات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آسمان پر فرمایا ہے۔‘‘

...... ۳۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۶۶۳، رقم: ۴۲۰۰

۴۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۵: ۱۸۷، رقم: ۲۵۰۶۳

۵۔ طبرانی، مسند الشامیین، ۲: ۱۲۹، رقم: ۱۰۴۵

مسند احمد کی روایت کی سند امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے، جب کہ امام حاکم نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب وکان عرشه علی الماء وهو رب العرش العظیم، ۶: ۲۷۰۰، رقم: ۶۹۸۵

۲۔ نسائی، السنن، کتاب النکاح، باب صلاة المرأة إذا خطبت واستخارتها ربها، ۶: ۷۹، رقم: ۳۲۵۲

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۶، رقم: ۱۳۳۸۵

۴۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۳۹، رقم: ۱۰۷

۵۔ هیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۹۱

باب سیزدہم

اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ اَئمہ صحاح ستّہ، اِمام شافعیؒ اور اِمام اَحمد بن حنبلؒ کے شیوخ میں سے ہیں

گزشتہ باب میں ہم نے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام بخاریؒ کے درمیان تعلق کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ امامِ اعظم بارہ (۱۲) طرق سے امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں۔ اِس باب میں ہم اس بات کا تذکرہ کریں گے کہ صرف امام بخاری ہی نے امام صاحب سے علمی استفادہ نہیں کیا بلکہ دیگر تمام ائمہِ صحاح ستہ امام مسلم، امام ترمذی، امام بوداؤد، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ سمیت ائمہ فقہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل بھی آپ کے علم الحدیث سے مستفید ہوئے۔

ا۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ گیارہ طُرق سے ائمہِ صحاح ستّہ کے شیخ ہیں

امامِ اعظم سے جن محدّثین نے روایت کیا ہے اُن سے ائمہِ صحاحِ ستّہ نے روایت کیا ہے مگر جب ائمہِ ستّہ نے اپنے طرق سے احادیث روایت کیں تو انہوں نے امامِ اعظم کی سند کے علاوہ اپنے شیوخ کی دیگر اسانید سے احادیث کو روایت کیا۔ اس سے بظاہر یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید ائمہِ ستّہ کے شیوخ نے امام صاحب سے روایت نہیں کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ائمہِ ستّہ کے کثیر شیوخ ایسے ہیں جنہوں نے امام صاحب سے روایت کیا ہے۔ اس طرح ائمہِ ستّہ بالواسطہ امام صاحب کے فیضِ علمی سے مستفید ہونے کی بناء پر آپ کے شاگرد ہوئے۔ ذیل میں ہم ائمہِ ستّہ کے گیارہ شیوخ سے اُن کی امام صاحب کے ساتھ نسبتِ تلمذ کو علمی تحقیق کے ساتھ مع اسانید بیان کر رہے ہیں۔

(ا) امامِ اعظمؒ، عبداللہ بن مبارکؒ کے واسطہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

اس طریق کی رو سے امامِ اعظم ﷛، امام عبداللہ بن مبارکؒ (متوفی ۱۸۱ھ) کے واسطہ سے امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؒ تک پہلی سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ ﷛

↓

(شاگرد) امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد رحمہم اللہ تعالی

↓ ↓

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ | امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ

علمی تحقیق

۱۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ امام عبداللہ بن مبارکؒ کے شیخ ہیں۔ امام بخاری اور امام ابنِ ابی حاتم نے امام ابو حنیفہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه ابن المبارک. (۱)

''امام ابنِ مبارک نے آپ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ جب کہ امام عبد اللہ بن مبارک، محدّثِ کبیر امام یحییٰ بن معین کے شیخ ہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں:

أبو زکریا یحیی بن معین سمع عبد اللہ بن المبارک. (۲)

''ابو زکریا یحییٰ بن معین نے عبداللہ بن مبارک سے سماع کیا ہے۔''

۳۔ اِمام مزی اور امام عسقلانی نے امام یحییٰ بن معین کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عن عبد اللہ بن المبارک. (۳)

''انہوں نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کیا ہے۔''

۴۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے امام یحییٰ بن معین سے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام عسقلانی، امام یحییٰ بن معین کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱

۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹

(۲) مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۳۳۷

(۳) ۱۔ مزی، تھذیب الکمال، ۳۱: ۵۴۵

۲۔ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۱۱: ۲۴۶

روى عنه البخاري ومسلم وأبوداود.[١]

''امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے ان سے روایت کیا ہے۔''

۵۔ امام ترمذی نے امام بخاری اور امام مسلم سے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام ذہبی، امام بخاری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه الترمذي.[٢]

''امام ترمذی نے امام بخاری سے روایت کیا ہے۔''

٦۔ امام عسقلانی اور امام سیوطی، امام مسلم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه الترمذي.[٣]

''امام ترمذی نے ان سے روایت کیا ہے۔''

۷۔ جب کہ امام نسائی نے امام ابوداؤد سے روایت کیا ہے۔ خطیب بغدادی اور امام عسقلانی، امام ابوداؤد کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

روى عنه أبو عبد الرحمن النسائي.[٤]

''امام ابوعبدالرحمٰن نسائی نے امام ابوداؤد سے روایت کیا ہے۔''

---

(١) ١۔ مزی، تهذیب الکمال، ٣١: ٥٤٦
٢۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ١١: ٢٤٦

(٢) ١۔ مزی، تهذیب الکمال، ٢٤: ٤٣٤
٢۔ ذهبی، تذکرة الحفاظ، ١: ٢٥٢

(٣) ١۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ١٠: ١١٤
٢۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ١: ٢٦٤

(٤) ١۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ٩: ٥٥
٢۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ٤: ١٥٠

(۲) اِمامِ اَعظمؒ، عبداللہ بن مبارکؒ کی دوسری سند کے ذریعے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام عبداللہ بن مبارکؒ (متوفی ۱۸۱ھ) کے اِس دوسرے طریق کے واسطہ سے امام ابن اِبی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؒ تک دوسری سند

(شیخ) امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ابنِ ماجہ رحمہم اللہ تعالی

↓ ↓

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی | امام نسائی رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام عبداللہ بن مبارک، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ کے شیخ ہیں۔ امام مسلم، امام ابوبکر ابنِ ابی شیبہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي سمع ابن المبارك. [1]

''ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی کوفی نے ابنِ مبارک سے سماع کیا ہے۔''

۲۔ امام مزی نے بھی ابوبکر ابنِ ابی شیبہ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن عبد الله بن المبارک. [2]

''انہوں نے عبداللہ بن مبارک سے روایت کیا ہے۔''

۳۔ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ابنِ ماجہ نے امام ابنِ ابی شیبہ سے روایت کیا ہے۔ امام ذہبی اور امام سیوطی نے امام ابنِ ابی شیبہ کے تعارف میں لکھا ہے:

روی عنه البخاري، ومسلم، وأبوداود، وابن ماجة. [3]

''امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ابنِ ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے۔''

امام عبداللہ بن مبارک کے اِن درج بالا دونوں طرق کی علمی تحقیق سے معلوم ہوا کہ امامِ اعظم، ائمہِ صحاح ستّہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ کے شیخ ہیں۔

(۱) مسلم، الكنى والأسماء، ۱: ۱۲۹

(۲) مزی، تهذيب الكمال، ۱۶: ۳۶

(۳) ۱۔ ذهبی، الكاشف، ۱: ۵۹۳

۲۔ سيوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۹۲

(۳) امامِ اعظمؒ، یزیدؒ بن زُرَیع کے واسطہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

اس طریق کی رو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام یزیدؒ بن زُرَیع (متوفی ۱۸۲ھ) کے واسطہ سے امام ابراہیم بن موسیٰ (متوفی ۲۲۰ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؒ تک تیسری سند

(شیخ) امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام یزید بن زُرَیع رحمہ اللہ تعالیٰ

↓

(شاگرد) امام ابراہیم بن موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ

↓

(شاگرد) امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ابنِ ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ

↓ ↓

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ | امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ

علمی تحقیق

۱۔ امام یزید بن زُرَیع نے براہِ راست امامِ اعظم سے روایتِ حدیث کی ہے۔ امام مزی اور امام عسقلانی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه يزيد بن زريع. (۱)

''امام یزید بن زریع نے آپ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ امام یزید بن زریع، امام ابراہیم بن موسیٰ بن یزید بن زاذان فراء تمیمی کے شیخ ہیں۔ اِن سے امام بخاری، امام مسلم اور امام ابو داؤد نے براہِ راست جبکہ باقی ائمہِ صحاح ستہ نے بالواسطہ روایت کیا ہے۔ امام عسقلانی اور امام سیوطی نے امام ابراہیم بن موسیٰ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عن يزيد بن زريع، وعنه البخاري، ومسلم، وأبوداود، وروى الباقون عنه بواسطة. (۲)

''ابراہیم بن موسیٰ نے امام یزید بن زریع سے روایت کیا ہے جبکہ امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے اِن سے روایت کیا ہے اور باقی ائمہ نے بالواسطہ اِن سے روایت کیا ہے۔''

(۱) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۱
۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱۰: ۴۰۱

(۲) ۱۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱: ۱۴۸
۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۹۹

(۴) امامِ اعظمؒ، ھُشَیمؒ بن بشیر کے واسطہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

اس طریق کی رو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام ھُشَیم بن بشیر (متوفی ۱۸۳ھ) کے واسطہ سے امام عمرو بن زُرارہ (متوفی ۲۳۸ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؒ تک چوتھی سند

(شیخ) امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام ہشیم بن بشیر رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام عمرو بن زُرارہ رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی رحمھم اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام ھُشَیم بن بشیر کو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے نسبتِ تلمذ حاصل ہے۔ امام بخاری اور امام ابنِ ابی حاتم نے امامِ اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے:

روى عنه هشيم بن بشير. (۱)

''ہشیم بن بشیر نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ امام ہشیم بن بشیر سے امام عمرو بن زُرارہ نیشاپوری نے سماع کیا ہے۔ امام مسلم، عمرو بن زرارہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

أبو محمد عمرو بن زرارة النيسابوري: سمع هشيما. (۲)

''ابومحمد عمرو بن زرارہ نیشاپوری نے ہشیم سے سماع کیا ہے۔''

۳۔ امام ابنِ ابی حاتم، امام عمرو بن زرارہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

روى عن هشيم. (۳)

''انہوں نے ہشیم سے روایت کیا ہے۔''

۴۔ جب کہ امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے امام عمرو بن زرارہ سے روایت کیا ہے۔ امام عسقلانی، امام عمرو کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه البخاري، ومسلم والنسائي. (۴)

''امام بخاری، مسلم اور نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔''

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
(۲) مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۷۵۱
(۳) ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶: ۲۳۳
(۴) عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۸: ۳۱

(۵) امامِ اعظمؒ، عَبَّادؒ بن عَوَّام کے واسطہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

اس طریق کی رُو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام عباد بن عوّام (متوفی ۱۸۵ھ) کے واسطہ سے امام عبّاد بن یعقوب (متوفی ۲۵۰ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؒ تک پانچویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام عباد بن عوام رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام عباد بن یعقوب اسدی رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام بخاری، امام ترمذی، امام ابنِ ماجہ رحمھم اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام عباد بن عوّام کلابی نے امامِ اعظم سے براہ راست روایت کیا ہے۔ ان کو امام صاحب سے نسبتِ تلمذ حاصل ہے۔ امام بخاری اور امام ابنِ ابی حاتم نے امامِ اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے:

روی عنه عبّاد بن العوام.(۱)

''امام عبّاد بن عوّام نے آپ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ امام عبّاد بن عوّام سے عبّاد بن یعقوب اَسدی نے روایت کیا ہے جو کہ امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابنِ ماجہ کے شیخ ہیں۔ امام عسقلانی اور امام مزی نے امام عبّاد بن عوّام کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه عبّاد بن یعقوب.(۲)

''عبّاد بن یعقوب نے ان سے روایت کیا ہے۔''

۳۔ امام عسقلانی اور امام ذہبی نے امام عباد بن یعقوب کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه البخاري والترمذي وابن ماجة.(۳)

''امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابنِ ماجہ نے ان سے روایت کیا ہے۔''

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹

(۲) ۱۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۸۶
۲۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۴: ۱۴۲

(۳) ۱۔ ذہبی، الکاشف، ۱: ۵۳۲
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۵: ۹۵

(۶) امامِ اعظمؒ، وکیعؒ بن جَرّاح کے واسطہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

اس طریق سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام وکیع بن جَرّاح (متوفی ۱۹۶ھ) کے واسطہ سے امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؒ تک چھٹی سند

(شیخ) امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد رحمہم اللہ تعالی

↓ ↓

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالی | امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ

علمی تحقیق

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام وکیع بن جَرّاح کے شیخ ہیں۔ اسے امام بخاری نے 'التاریخ الکبیر (۸:۸۱)' اور امام ابنِ ابی حاتم نے 'الجرح و التعدیل (۸:۴۴۹)' میں بیان کیا ہے۔

امام وکیع بن جراح بھی محدّثِ کبیر امام یحیٰی بن معین کے شیخ ہیں۔

۱۔ امام مزی اور امام عسقلانی نے امام یحیٰی بن معین کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن وکیع.[(۱)]

''انہوں نے وکیع سے روایت کی ہے۔''

۲۔ خطیب بغدادی نے امام یحیٰی بن معین کے بارے میں لکھا ہے:

سمع وکیعا.[(۲)]

''انہوں نے وکیع سے سماع کیا ہے۔''

جبکہ امام یحیٰی بن معین، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد کے شیخ ہیں اور امام ترمذی و ابوداؤد بالواسطہ اِن کے تلمیذ ہیں۔ (اس پر حوالہ جات طریق (۱) میں ذکر ہو چکے ہیں)۔

---

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۳۱:۵۴۵

۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۱: ۲۴۶

(۲) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴:۱۷۷

(۷) امامِ اعظمؒ، وکیعؒ بن جَرّاح کی دوسری سند کے ذریعے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام وکیع بن جَرّاح (متوفی ۱۹۶ھ) کے اِس دوسرے طریق سے امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؒ تک ساتویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالیٰ

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ

↓

(شاگرد) امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد رحمھم اللہ تعالیٰ

↓ ↓

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ | امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ

علمی تحقیق

۱۔ فقہ حنبلی کے بانی امام احمد بن حنبل کو امام وکیع سے نسبتِ تلمذ حاصل ہے۔ امام مسلم، امام وکیع بن جَرّاح کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

أبو سفيان وكيع بن الجراح: روى عنه أحمد. [1]

''ابوسفیان وکیع بن جراح سے امام احمد نے روایت کیا۔''

۲۔ امام ابنِ ابی حاتم، امام ابنِ حبان اور امام سیوطی، امام وکیع کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه أحمد بن حنبل. [2]

''احمد بن حنبل نے وکیع سے روایت کیا ہے۔''

۳۔ جبکہ امام احمد بن حنبل سے امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ امام عسقلانی اور امام سیوطی، امام احمد بن حنبل کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه البخاري ومسلم وأبوداؤد. [3]

''امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) مسلم، الكنى والأسماء، ۱: ۳۸۹

(۲) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۹: ۳۷

۲۔ ابن حبان، الثقات، ۷: ۵۶۲

۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۳۳

(۳) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱: ۶۳

۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۸۹

(۸) امامِ اعظمؒ، یزیدؒ بن ہارون کے واسطہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

اس طریق سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام یزید بن ہارون واسطی (متوفی ۲۰۶ھ) کے واسطہ سے امام یعقوب بن ابراہیم (متوفی ۲۵۲ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؒ تک آٹھویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام یعقوب بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) ائمہِ صحاح ستّہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابنِ ماجہ رحمھم اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام یزید بن ہارون واسطی براہِ راست امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ذہبی اور امام مزی، امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی عنه يزيد بن هارون. (۱)

''یزید بن ہارون نے آپ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ امام یزید بن ہارون سے امام یعقوب بن ابراہیم بن کثیر دَورَقی نے روایت کیا ہے جبکہ امام یعقوب دورقی وہ خوش قسمت محدّث ہیں جن سے کل ائمہِ صحاحِ ستّہ نے روایت کیا ہے۔ امام ذہبی، یعقوب بن ابراہیم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

حدّث عن يزيد وحدّث عنه الجماعة السّتّة. (۲)

''یعقوب بن ابراہیم نے یزید سے اور ائمہِ صحاحِ ستّہ نے ان سے روایت کیا ہے۔''

۳۔ امام عسقلانی، امام یعقوب بن ابراہیم کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

روی عن يزيد بن هارون. روی عنه الجماعة. (۳)

''انہوں نے یزید بن ہارون اور ان سے جماعتِ صحاحِ ستّہ نے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۴
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۱
(۲) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱۲: ۱۴۱
(۳) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۱: ۳۳۴

(۹) امامِ اعظمؓ، عبدالرزاق بن ہمامؒ کے واسطہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

اس طریق سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام عبدالرزاق بن ہمام (متوفی ۲۱۱ھ) کے واسطہ سے امام محمود بن غیلان (متوفی ۲۳۹ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؓ تک نویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام عبد الرزاق بن ھمام رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام محمود بن غیلان مروزی رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ رحمھم اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام عبد الرزاق بن ہمام کو حدیث میں امامِ اعظم سے نسبتِ تلمذ حاصل ہے۔ امام ابن ِابی حاتم، امام ذہبی اور امام سیوطی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں نقل کیا ہے:

روى عنه عبد الرزاق.(۱)

''امام عبدالرزاق نے آپ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ امام عبد الرزاق بن ہمام سے امام محمود بن غیلان مروزی نے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام عسقلانی نے امام عبد الرزاق بن ہمام کے تذکرہ میں لکھا ہے:

روى عنه محمود بن غيلان المروزي.(۲)

''امام محمود بن غیلان مروزی نے ان سے روایت کیا ہے۔''

۳۔ جب کہ امام محمود بن غیلان مروزی سے امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے۔ امام مزی نے امام محمود بن غیلان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه الجماعة سوى أبي داود.(۳)

''امام ابو داؤد کے علاوہ باقی پانچوں ائمہِ صحاح کی جماعت نے محمود بن غیلان سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۸۰

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱۸: ۵۶
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۶: ۲۷۸

(۳) مزی، تہذیب الکمال، ۲۷: ۳۰۷

۴۔ امام سیوطی نے امام محمود بن غیلان کے ترجمہ میں ائمہِ صحاح کے نام لے کر لکھا ہے:

روى عنه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجة. (۱)

''امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ نے امام محمود سے روایت کیا ہے۔''

(۱) سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۲۱۰

(۱۰) امامِ اعظمؒ، مکیؒ بن ابراہیم کے واسطہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

اس طریق سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اپنے تلمیذ امام مکی بن ابراہیم (متوفی ۲۱۵ھ) جو امام بخاری کے براہِ راست شیخ ہیں، کے واسطہ سے امام محمد بن مُثَنّٰی (متوفی ۲۵۲ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؒ تک دسویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام مکی بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام محمد بن مثنیؒ رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) ائمہِ صحاح ستہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ رحمہم اللہ تعالی

علمی تحقیق

امام مزی، عسقلانی اور دیگر ائمہ کی تحقیق کے مطابق امام مکی بن ابراہیم، امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے حدیث میں تلمیذ ہیں۔ (۱)

۱۔ امام ابنِ ابی حاتم اور دیگر ائمہ نے امام مکی بن ابراہیم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه محمّد بن المثنّی. (۲)

''امام محمد بن مثنی نے مکی بن ابراہیم سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ جب کہ امام ابو موسیٰ محمد بن مثنی، کل ائمہِ صحاحِ ستّہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ کے شیخ ہیں۔ خطیب بغدادی نے امام محمد بن مثنی کے ترجمہ میں درج کیا ہے:

روی عنه محمد بن إسماعيل البخاري ومسلم بن الحجّاج وأبوداود السجستاني وأبوعبدالرحمن النسائي وأبوعيسی الترمذي. (۳)

''امام محمد بن اسماعیل بخاری، امام مسلم بن حجاج، امام ابوداؤد سجستانی، امام ابوعبدالرحمٰن نسائی اور امام ابوعیسیٰ ترمذی نے امام محمد بن مثنی سے روایت کیا ہے۔''

۳۔ امام سیوطی نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه الأئمة السّتة. (۴)

''ائمہِ صحاح ستّہ نے ان سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۸: ۴۷۷
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۰: ۲۶۰، ۲۶۱
(۲) ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۱
(۳) خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۳: ۲۸۴
(۴) سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۲۲۶

(۱۱) امامِ اعظمؒ، فضلؒ بن دُکَین کے واسطہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں

اس طریق سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام فضل بن دُکین (متوفی ۲۱۸ھ) کے واسطہ سے امام ہارون بن عبد اللہ (متوفی ۲۴۳ھ) کے ذریعہ سے ائمہِ صحاح کے شیخ ہیں۔

ائمہِ صحاح کی امامِ اعظمؒ تک گیارھویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام فضل بن دُکین رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام ہارون بن عبد اللہ بزاز رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) ائمہِ صحاح خمسہ مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابنِ ماجہ رحمھم اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام ابونعیم فضل بن دُکَین نے امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام ابنِ ابی حاتم، امام مزی اور امام ذہبی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں بیان کیا ہے:

روى عنه أبو نعيم الفضل بن دكين. (۱)

''ابونعیم فضل بن دکین نے آپ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ امام فضل بن دُکین براہِ راست امام بخاری کے شیخ ہیں۔ امام عسقلانی اور امام سیوطی، امام فضل بن دُکین کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه البخاري. (۲)

''امام بخاری نے اِن سے روایت کیا ہے۔''

۳۔ امام فضل بن دُکین سے اُن کے شاگرد ہارون بن عبداللہ بَزَّاز بغدادی نے روایت کیا ہے جبکہ امام ہارون سے امام بخاری کے علاوہ باقی ائمہِ صحاح مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے۔ امام مزی، ہارون بن عبداللہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عن أبي نعيم الفضل بن دكين. وروى عنه الجماعة سوى البخاري. (۳)

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۸: ۴۴۹
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۱
۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳

(۲) ۱۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۸: ۲۴۴
۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۶۳

(۳) مزی، تهذيب الكمال، ۳۰: ۹۷۔۹۸

''ہارون بن عبداللہ نے ابونعیم فضل بن دکین سے روایت کیا ہے جبکہ ان سے امام بخاری کے علاوہ دیگر ائمہِ صحاح نے روایت کیا ہے۔''

۴۔ امام عسقلانی نے بھی لکھا ہے:

روى عنه الجماعة سوى البخاري.(۱)

''امام بخاری کے سوا باقی تمام ائمہِ صحاح خمسہ نے ہارون سے روایت کیا ہے۔''

ان مذکورہ بالا عظیم مرتبہ کے حامل ائمہ کے گیارہ طرق سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صرف دو واسطوں سے ائمہِ صحاحِ ستّہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابنِ ماجہ کے پڑدادا شیخ بنتے ہیں اور یہ سبھی جلیل القدر ائمہ امام صاحب کے پڑپوتے شاگرد بن گئے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کے اس قدر بلند رتبہ شاگرد ہوں جن میں سے بعض نے کئی مرتبہ آپ کی مجالسِ درس میں حاضری بھی دی ہو لیکن اسکے باوجود آپ سے کوئی حدیث سماع نہ کی ہو یا چند احادیث سماع کی ہوں، یہ بات تو بذات خود ان جیسے ائمہ پر بہتان طرازی کے مترادف ہے کیونکہ اگر ایسا ہے تو پھر وہ آپ کی مجلس میں کیوں بیٹھتے؟ اور وہاں سے کیا حاصل کرتے ہوں گے؟ حقیقت یہی ہے کہ انہوں نے امام صاحب سے احادیث روایت کی تھیں لیکن ائمہِ صحاح نے بعض وجوہ کی بناء پر جنہیں ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے اِن ائمہ کی احادیث لے لیں اور امام صاحب کو چھوڑ دیا۔

(۱) عسقلاني، تهذيب التهذيب، ۱۱: ۹

۲۔ امامِ اَعظم رضی اللہ عنہ چار طُرق سے امام شافعیؒ کے شیخ ہیں

ائمہِ صحاحِ ستّہ کی طرح ائمہ فقہ امام محمد بن ادریس شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) اور امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) بھی امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے درمیان میں صرف ایک واسطہ سے متعدد شیوخ اور متعدد طرق سے شاگرد ہیں۔ ائمہ حدیث کی طرح یہ فقاہت کے بلند مرتبہ پر حامل ائمہ بھی امامِ اعظم کے شاگردوں کے ذریعے آپ کے علم سے مستفید ہوئے۔ ہم پہلے امام صاحب کے چار تلامذہ کے طرق سے امام شافعی کی آپ کے ساتھ نسبتِ تلمذ کو بیان کریں گے۔

(۱) امامِ اعظمؒ، محمدؒ بن حسن کے واسطے سے امام شافعیؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کی رُو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ (متوفی ۱۸۹ھ) کے واسطہ سے امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے شیخ ہیں۔

امام شافعیؒ کی امامِ اعظمؒ تک پہلی سند

(شیخ) امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ

↓

(شاگرد) امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

علمی تحقیق

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے دو مشہور و معروف شاگرد ہیں جنہیں صاحبین بھی کہا جاتا ہیں، ان میں ایک امام ابو یوسف اور دوسرے امام محمد ہیں۔ ان کا امام صاحب سے اتنا گہرا اور قریبی تعلق ہے جتنا روشنی کا دن سے، شمع کا پروانے سے اور بلبل کا چمن کے ساتھ ہے۔ انہوں نے اپنے شب و روز آپ کی معیت میں گزارے اور کئی برس دن رات حصولِ علم میں صرف کیے۔ ان میں سے امام محمد کو یہ شرف اور رتبہ حاصل ہوا کہ آپ عالمِ اسلام کے عظیم المرتبت فقیہ اور اسلام میں ایک مستقل فقہی مکتبِ فکر کی بنیاد رکھنے والے بانی امام شافعی کے استاد رہے ہیں۔

امام محمدؒ کا امامِ اعظمؒ کی مصاحبت اختیار کرنا

۱۔ امام محمد خود امامِ اعظم کی صحبت اختیار کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

عادني الإمام وأنا ابن سبع عشرة سنة. (۱)

’’میں سترہ برس کی عمر میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔‘‘

۲۔ امام ابوبکر قاضی احمد بن کامل، امام محمد کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں:

أبو عبد الله محمّد بن الحسن صاحب أبي حنيفة مولٰی لبني شيبان، وكان موصوفًا بالكمال، وكانت منزلته فی كثرة الرّواية والرأي، والتصنيف لفنون علوم الحلال والحرام منزلة رفيعة، يعظّمه أصحابه جدا. (۲)

’’ابو عبداللہ محمد بن حسن مولٰی بنو شیبان امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ آپ

(۱) ابن بزاز كردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة، ۲: ۱۵۵
(۲) صميری، أخبار أبی حنيفة وأصحابه: ۱۳۰

متصف بالکمال ہیں، کثرتِ روایت و درایت اور حلال وحرام جیسے علوم وفنون میں تصنیف کے سبب آپ بلند مرتبہ پر فائز ہیں، آپ کے شاگرد آپ کی حد درجہ تعظیم کرتے۔‘‘

۳۔ امام اسفرائنی، امام محمد کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

كان يجلس عند الإمام فاكون في الصف الرابع.(۱)

’’آپ امام صاحب کے حلقۂ درس کی چوتھی صف میں بیٹھا کرتے تھے۔‘‘

۴۔ امام ذہبی آپ کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

كتب شيئا من العلم عن أبي حنيفة ثم لازم أبا يوسف من بعده حتى برع في الفقه.(۲)

’’آپ نے امام ابوحنیفہ سے کچھ علم حاصل کیا پھر ان کے بعد امام ابو یوسف کی صحبت اختیار کی یہاں تک کہ آپ نے فقہ میں ممتاز مقام حاصل کر لیا۔‘‘

امام شافعیؒ کی امام محمدؒ سے خصوصی نسبتِ تلمذ کا بیان

امام شافعی نے امام محمد بن حسن شیبانی سے حدیث روایت کی ہے۔

ا۔ امام عسقلانی نے امام محمد کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه الشافعي.(۳)

’’امام شافعی نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔‘‘

(۱) ابن بزاز كردرى، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۲: ۱۵۵

(۲) ذهبى، مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه: ۵۰

(۳) عسقلانى، لسان الميزان، ۵: ۱۲۱

۲۔ امام مزی نے امام شافعی کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن محمد بن الحسن الشيباني.(۱)

’’امام شافعی نے امام محمد بن حسن شیبانی سے روایت کیا ہے۔‘‘

امام شافعی اپنے شیخ امام محمد کی شان میں رطب اللسان رہتے تھے اور کئی مرتبہ انہوں نے آپ کے علمی مقام و مرتبہ کو اپنے الفاظ میں بیان کیا جو کہ آپ پر امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت کے اثر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

۱۔ امام شافعی کے اکابر تلامذہ میں سے ادریس بن یوسف قراطیسی سے روایت ہے کہ میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا:

ما رأيت رجلا أعلم بالحرام والحلال والعلل والناسخ والمنسوخ من محمّد بن الحسن.(۲)

’’میں نے حلال و حرام، علل و اسباب اور ناسخ و منسوخ کو محمد بن حسن سے زیادہ کسی کو جاننے والا نہیں دیکھا۔‘‘

۲۔ ربیع بن سلیمان سے روایت ہے کہ میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا:

ما سألت أحدا عن مسألة إلا تبيّن لي تغيّر وجهه إلا محمّد بن الحسن.(۳)

’’میں نے جس کسی سے کوئی دینی، علمی مسئلہ پوچھا تو سوائے محمد بن حسن کے ہر

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۲۴: ۳۵۷

(۲) ۱۔ صیمری، أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ۱۲۳

۲۔ ابن بزاز کردری، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۲: ۱۵۷

(۳) صیمری، أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ۱۲۵

کسی نے متغیر چہرے کے ساتھ جواب دیا۔‘‘

ہم امام شافعی کی زبانی ہی یہ نقل کرنا چاہتے ہیں کہ امام محمد اور ان جیسے دیگر اکابر ائمہ کو تفقہ فی الدین میں ایسا بلند و بالا علمی رتبہ کس ہستی کی بدولت نصیب ہوا۔

۳۔ امام ابوعبید سے روایت ہے کہ میں نے امام شافعی کو فرماتے ہوئے سنا:

لقد كتبت عن محمّد بن الحسن وقر بعير ذكر، ولو لا ه ما فتق لي من العلم ما انفتق، فالناس كلّهم فى الفقه عيال على أهل العراق، وأهل العراق عيال على أهل الكوفة، وأهل الكوفة كلّهم عيال على أبي حنيفة. (۱)

’’میں نے امام محمد بن حسن سے اس قدر علم لکھا ہے کہ اس بوجھ کو مذکر اونٹ ہی اٹھا سکتا ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو مجھ پر علم کی وہ راہیں منکشف نہ ہوتیں جو ہوئیں، سارے لوگ فقہ میں اہلِ عراق کے عیال ہیں اور سارے اہلِ عراق اہلِ کوفہ کے عیال ہیں اور سارے اہلِ کوفہ امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔‘‘

یہی قابلِ تقلید بات ہے جس کا اعلان آج سے ۱۲ سو سال قبل عالمِ اسلام کے عظیم رہنما اور فقہ شافعیہ کے بانی امام شافعی نے اپنی زبان سے کر دیا کہ سارے لوگ فقہ میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے عیال ہیں۔ آج بھی جس کسی کو فہم اور تفقہ فی الدین میں سے جو میسر آئے گا وہ درحقیقت امامِ اعظم کے فقہ فی الدین کے لگائے ہوئے علمی پودے کی خیرات میں سے ہوگا۔

(۱) ۱۔ صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۱۲۴
۲۔ ابن بزاز کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۲: ۱۵۳

(۲) امامِ اعظمؒ، مسلمؒ بن خالد کے واسطہ سے امام شافعیؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کی رو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام مسلم بن خالد زنجی (متوفی ۱۸۰ھ) کے واسطہ سے امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے شیخ ہیں۔

امام شافعیؒ کی امامِ اعظمؒ تک دوسری سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام مسلم بن خالد زنجی رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ امام مسلم بن خالد زنجی کے شیخ ہیں۔ انہوں نے امامِ اعظم کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ امام بخاری، امام صاحب کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

روى عنه مسلم بن خالد.[1]

’’مسلم بن خالد نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔‘‘

۲۔ جب کہ امام مسلم بن خالد زنجی، امام شافعی کے شیخ ہیں۔ امام ابنِ ابی حاتم، امام عسقلانی اور امام سیوطی نے امام مسلم بن خالد کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه محمّد بن إدريس الشافعي.[2]

’’امام محمد بن ادریس شافعی نے مسلم بن خالد سے روایت کیا ہے۔‘‘

(۱) بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱

(۲) ۱۔ ابن أبی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۱۸۳

۲۔ عسقلانی، لسان المیزان، ۷: ۳۸۵

۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۱۵

(۳) امامِ اعظمؒ، علیؒ بن ظبیان کے واسطہ سے امام شافعیؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کی رو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام علی بن ظبیان (متوفی ۱۹۲ھ) کے واسطہ سے امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے شیخ ہیں۔

امام شافعیؒ کی امامِ اعظمؒ تک تیسری سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام علی بن ظبیان رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

امام علی بن ظبیان کوفی، امامِ اعظم کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے آپ کے پاس زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے اور امام شافعی اِن کے شاگرد ہیں۔ امام مزی، امام ذہبی اور امام عسقلانی نے امام علی بن ظبیان کے ترجمہ میں درج کیا ہے:

روى عن أبي حنيفة النعمان بن ثابت، روى عنه محمّد بن إدريس الشّافعيّ.[1]

”انہوں نے امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت سے روایت کیا ہے اور اِن سے امام محمد بن ادریس شافعی نے روایت کیا ہے۔“

(۱) ۱۔ مزي، تهذيب الكمال، ۲۰: ۴۹۷

۲۔ ذهبی، الكاشف، ۲: ۴۲

۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۳۰۰

(۴) امامِ اعظمؒ، عبد المجیدؒ بن عبد العزیز کے واسطہ سے امام شافعیؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کی رو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام عبدالمجید بن عبدالعزیز (متوفی۲۰۶ھ) کے واسطہ سے امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے شیخ ہیں۔

امام شافعیؒ کی امامِ اعظمؒ تک چوتھی سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام عبد المجید بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد نے امامِ اعظم سے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام عسقلانی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه عبدالمجيد بن عبدالعزيز بن أبي رواد. (۱)

’’امام عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد نے آپ سے روایت کیا ہے۔‘‘

۲۔ امام شافعی نے امام عبدالمجید بن عبدالعزیز مکی سے روایت کیا ہے۔ امام نووی اور امام مزی، امام عبدالمجید کے ترجمہ میں نقل کرتے ہیں:

روى عنه محمّد بن إدريس الشافعيّ. (۲)

’’امام محمد بن ادریس شافعی نے ان سے روایت کیا ہے۔‘‘

مذکورہ بالا محدّثین کے چار واسطوں اور طرق سے واضح ہوا کہ امام شافعی صرف ایک واسطہ کے ذریعہ سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے امامِ اعظم کے شاگردوں کے وسیلہ سے اُن کے علم سے اس قدر استفادہ کیا کہ کئی بار اُن کی شانِ علمی میں رطب اللساں ہوئے۔

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۱

۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱

(۲) ۱۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۱: ۲۸۶

۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱۸: ۲۸۲

۳۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ بارہ طُرق سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

امام محمد بن ادریس شافعی کی طرح امام احمد بن حنبل بھی کئی طرق سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے بارہ ائمہ کا تذکرہ مع اسانید کریں گے:

(۱) امام احمدؒ بن حنبل، محمد بن حسن الشیبانیؒ کے واسطہ سے امامِ اَعظمؒ کے فیض یافتہ ہیں

اس طریق سے امام احمد بن حنبل کو امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) کے واسطہ سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا علمی فیض حاصل ہوا۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک پہلی سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

امام شافعی کو امام محمد بن حسن سے بالسماع اور بالمشافہ نسبتِ تلمذ حاصل ہے جبکہ امام احمد بن حنبل نے ان سے براہِ راست سماع نہ کیا لیکن ان کی کتب سے ضرور استفادہ کیا۔ یوں اُن کے علمی فیض سے مستفید ہوئے۔ اس بات کو خود اپنی زبانی امام احمد بن حنبل نے بیان فرمایا ہے۔

امام ابراہیم حربی سے روایت ہے کہ اُنہوں نے امام احمد بن حنبل سے سوال کیا:

هذه المسائل الدقاق من أين لک؟

’’آپ نے یہ مسائلِ دقیقہ کہاں سے سیکھے ہیں؟‘‘

انہوں نے فرمایا:

من كتب محمّد بن الحسن.[1]

’’محمد بن حسن کی کتب سے۔‘‘

لہٰذا امام احمد بن حنبل کو امام محمد سے بذریعہ کتب امامِ اعظم کا علمی فیض حاصل ہوا۔

---

(۱) ۱۔ صيمری، أخبار أبی حنيفة وأصحابه: ۱۲۵
۲۔ ذهبی، مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه: ۵۴

(۲) امام اعظمؒ، قاضی ابویوسفؒ کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کی رُو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، قاضی ابویوسف (متوفی ۱۸۲ھ) کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک دوسری سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اکابر اور اَجل تلامذہ میں سے ایک قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم ہیں۔

۱۔ امام بخاری، امام ابنِ ابی حاتم، امام ذہبی اور امام سیوطی نے امام ابو یوسف کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کو ''صاحب أبي حنيفة'' (امام ابوحنیفہ کے شاگرد) لکھا ہے۔[۱]

۲۔ امام ذہبی آپ کے متعلق یہاں تک فرماتے ہیں:

تفقّه بأبي حنيفة وهو أجلّ أصحابه.[۲]

''انہوں نے امام ابوحنیفہ سے فقہ سیکھی اور وہ آپ کے بلند پایہ شاگرد ہیں۔''

۳۔ خود امام ابو یوسف نے امام صاحب کے ہاں طویل عرصہ زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے بارے میں فرمایا ہے:

صحبت أبا حنيفة سبع عشرة سنة لا أفارقه فی فطر ولا أضحی إلا من مرض.[۳]

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۸: ۳۹۷
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۹: ۲۰۱
۳۔ ذہبی، تذکرة الحفاظ، ۱: ۲۹۲
۴۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۲۷

(۲) ذہبی، مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه: ۳۹

(۳) ۱۔ صیمری، أخبار أبی حنيفة وأصحابه: ۹۳
۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۲۵۲
۳۔ ذہبی، مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه: ۴۱

’’میں نے امام ابو حنیفہ کی سترہ سال صحبت اختیار کی، اس عرصہ کے دوران سوائے بیمار ہونے کے میں ان سے عید الفطر اور عید الاضحٰی کے مواقع پر بھی کبھی جدا نہیں ہوا۔‘‘

۴۔ امام ابو حنیفہ کے پوتے عمر بن حماد سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو یوسف کو فرماتے ہوئے سنا:

ما كان في الدنيا مجلس أجلس أحبّ إليّ من أبي حنيفة و ابن أبي ليلى، فإنّي ما رأيت فقيهاً أفقه من أبي حنيفة و لا قاضياً خيرًا من ابن أبي ليلى.(۱)

’’مجھے دنیا میں کوئی مجلس امام ابو حنیفہ اور ابنِ ابی لیلیٰ کی مجلس سے محبوب نہیں لگی کیونکہ میں نے کسی فقیہ کو ابو حنیفہ سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھنے والا اور کسی قاضی کو ابنِ ابی لیلیٰ جیسا نہیں دیکھا ہے۔‘‘

۵۔ امام ابو یوسف، امامِ اعظم کے درس میں شریک ہونے کے کس قدر شیدا تھے، اس کا اندازہ اُن کے درج ذیل قول سے لگایا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

مات أبي فلم أحضر جنازته، وتركته على الجيران والأقارب خشية أن يفوتني درس الإمام حتى لا يذهب حسرته عنّي.(۲)

’’میرے والد گرامی کا انتقال ہوا تو میں ان کے جنازے میں شریک نہ ہوا اور ان کے جسد کو ہمسایوں اور رشتہ داروں کے حوالے کر دیا اس خوف سے کہ کہیں مجھ سے امام صاحب کا درس نہ چھوٹ جائے جس کی میں حسرت ہی کرتا رہوں۔‘‘

(۱) صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۹۳

(۲) ابن بزاز کردری، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۲: ۱۲۳

امام احمد بن حنبلؒ کی امام ابو یوسفؒ سے خصوصی نسبتِ تلمذ کا بیان

امام ابو یوسف ، امام احمد بن محمد بن حنبل کے شیخ ہیں ، انہوں نے آپ سے علمی استفادہ کیا اور آپ سے روایت کیا۔

۶۔ خطیب بغدادی، امام ذہبی اور دیگر ائمہ نے امام ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه أحمد بن حنبل. (۱)

''امام احمد بن حنبل نے ان سے روایت کیا ہے۔''

۷۔ امام احمد بن حنبل سب سے پہلے علم الحدیث کی ابتداء کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:

أولّ ما طلبت الحديث ذهبت إلى أبي يوسف القاضي ثم طلبنا بعد فكتبنا عن الناس. (۲)

''میں سب سے پہلے حدیث کی طلب میں قاضی ابو یوسف کے پاس گیا پھر اس کے بعد (باقی) لوگوں کے پاس جا کر لکھا۔''

۸۔ امام احمد بن حنبل ہی امام ابو یوسف کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان يعقوب أبو يوسف منصفًا في الحديث. (۳)

''امام ابو یوسف یعقوب حدیث میں انصاف کرنے والے تھے۔''

---

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۲۴۲
۲۔ ذهبی، مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه: ۳۹

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۲۵۵
۲۔ ذهبی، مناقب الإمام أبی حنيفة وصاحبيه: ۴۰

(۳) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۴: ۲۶۰
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۸: ۵۳۷

(۳) امامِ اعظمؒ، ھُشَیم بن بشیر کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کی رو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام ہشیم بن بشیر (متوفی ۱۸۳ھ) کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک تیسری سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام ہشیم بن بشیر رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

امام ابو معاویہ ہشیم بن بشیر سلمی، امامِ اعظم کے شاگرد ہیں جبکہ امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے امام ہشیم بن بشیر سے براہِ راست بکثرت احادیثِ مبارکہ اپنی مسند میں روایت کی ہیں۔

۱۔ امام بخاری، امام ابنِ ابی حاتم اور امام مزی نے امامِ اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے:

روى عنه هشيم بن بشير. (۱)

''ہشیم بن بشیر نے آپ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ امام احمد بن حنبل نے امام ہشیم بن بشیر سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم، امام ابنِ حبان اور امام ذہبی نے امام احمد بن حنبل کے ترجمہ میں لکھا ہے:

سمع هشيما. (۲)

''انہوں نے ہشیم سے سماع کیا ہے۔''

۳۔ امام مزی نے امام احمد بن حنبل کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عن هشيم بن بشير الواسطي. (۳)

''انہوں نے ہشیم بن بشیر واسطی سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۳۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۱
(۲) ۱۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۵۰۳
۲۔ ابن حبّان، الثقات، ۸: ۱۸
۳۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۱: ۱۸۰
(۳) مزی، تهذیب الکمال، ۱: ۴۳۹

(۴) امامِ اعظمؒ، عَبّاد بن عَوّام کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کی رو سے امامِ اعظم ﷛، امام عباد بن عوام (متوفی ۱۸۵ھ) کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک چوتھی سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ ﷛

↓

(شاگرد) امام عبّاد بن عوّام رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام عباد بن عوام کلابی، امامِ اعظم کے شاگرد ہیں۔ امام بخاری اور امام ابنِ ابی حاتم نے امامِ اعظم کے تذکرہ میں لکھا ہے:

روی عنه عبّاد بن العوّام. (۱)

''عباد بن عوام نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ امام احمد بن حنبل نے امام عباد بن عوام کلابی سے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام ذہبی نے امام احمد بن حنبل کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن عبّاد بن العوّام. (۲)

''امام احمد بن حنبل نے عباد بن عوام سے روایت کیا ہے۔''

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۱: ۴۳۸
۲۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۱: ۱۸۰

(۵) امامِ اعظمؒ، اِسحاقؒ بن یوسف کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کی رو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام اسحاق بن یوسف اَزرَق (متوفی ۱۹۵ھ) کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک پانچویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام اسحاق بن یوسف اَزرَق رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام اسحاق بن یوسف اَزرَق، امامِ اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ امام ذہبی، امام مزی اور امام سیوطی، امام صاحب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه إسحاق بن يوسف الأزرق. (۱)

’’اسحاق بن یوسف ازرق نے امام صاحب سے روایت کیا ہے۔‘‘

۲۔ امام اسحاق بن یوسف ازرق سے امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔ امام مزی اورامام عسقلانی نے امام اسحاق بن یوسف کے ترجمہ میں نقل کیا ہے۔

روى عنه أحمد بن محمّد بن حنبل. (۲)

’’امام احمد بن محمد بن حنبل نے ان سے روایت کیا ہے۔‘‘

۳۔ امام مزی، امام احمد بن حنبل کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

روى عن إسحاق بن يوسف الأزرق. (۳)

’’انہوں نے اسحاق بن یوسف ازرق سے روایت کیا ہے۔‘‘

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۰
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ٦: ۳۹۳
۳۔ سیوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة: ٦٧

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲: ۴۹۷
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱: ۲۲۵

(۳) مزی، تهذيب الكمال، ۱: ۴۳۷

(٦) امامِ اعظمؒ، وَکیع بن جَرّاح کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کے مطابق امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام وکیع بن جراح (متوفی۱۹٦ھ) کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک چھٹی سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام وکیع بن جراح نے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام وکیع کا شمار آپ کے اجل تلامذہ میں ہوتا ہے۔ امام بخاری، امام ابن ابی حاتم اور امام ذہبی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه وكيع.[1]

''امام وکیع نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ جب کہ امام احمد بن حنبل نے امام وکیع بن جراح سے روایت کیا ہے۔ امام مسلم، امام ابن ابی حاتم، امام ابن حبان، خطیب بغدادی اور امام نووی جیسے اکابر محدّثین نے امام وکیع بن جراح کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه أحمد بن حنبل.[2]

''امام احمد بن حنبل نے امام وکیع سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۸: ۸۱
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۸: ۴۴۹
۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۴

(۲) ۱۔ مسلم، الكنى والأسماء، ۱: ۳۸۹
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۹: ۳۷
۳۔ ابن حبان، الثقات، ۷: ۵۶۲
۴۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۳: ۴۹۷
۵۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۴۴۲

(۷) امامِ اعظمؒ، علیؒ بن عاصم کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کے مطابق امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام علی بن عاصم (متوفی ۲۰۱ھ) کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک ساتویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام علی بن عاصم واسطی رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام علی بن عاصم واسطی تیمی، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔ امام مزی اور امام ذہبی، امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه علي بن عاصم الواسطي. (۱)

''علی بن عاصم واسطی نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ امام علی بن عاصم سے امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام ذہبی نے امام احمد بن حنبل کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عن علي بن عاصم الواسطي. (۲)

''انہوں نے علی بن عاصم واسطی سے روایت کیا ہے۔''

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۰
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱: ۴۳۹
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱۱: ۱۸۰

(۸) امامِ اعظمؒ، جعفرؒ بن عون کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کی رو سے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام جعفر بن عون بن عمرو (متوفی ۲۰۶ھ) کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک آٹھویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام جعفر بن عون رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام جعفر بن عون بن عمرو بن حریث کوفی، امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلمیذ ہیں۔ انہوں نے امام صاحب سے کئی احادیثِ مبارکہ روایت کی ہیں۔ امام مزی، امام ذہبی اور امام سیوطی، امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روى عنه جعفر بن عون.(۱)

''جعفر بن عون نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ جب کہ امام احمد بن حنبل نے امام جعفر بن عون سے روایت کیا ہے۔ امام عسقلانی، امام ذہبی اور امام مزی نے امام جعفر بن عون کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روى عنه أحمد بن حنبل.(۲)

''امام احمد بن حنبل نے امام جعفر بن عون سے روایت کیا ہے۔''

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۰
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳
۳۔ سيوطی، تبييض الصحيفة بمناقب ابی حنيفة: ۶۹

(۲) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۲: ۸۶
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۵: ۷۱
۳۔ ذهبی، الكاشف، ۱: ۲۹۵

(۹) امامِ اعظمؒ، عبدالرزاق بن ھمامؒ کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کے مطابق امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام عبدالرزاق بن ھمام (متوفی ۲۱۱ھ) کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک نویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام عبدالرزاق بن ہمام رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ صاحبِ **المصنف امام عبدالرزاق بن ھَمام صنعانی نے امامِ اعظم ابوحنیفہ** رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام ابنِ ابی حاتم، امام مزی، امام ذہبی، امام عسقلانی اور امام سیوطی نے امام صاحب کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه عبد الرّزّاق بن همام. (۱)

’’امام عبدالرزق بن ھمام نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔‘‘

۲۔ امام احمد بن حنبل نے امام عبدالرزاق سے روایت کیا ہے۔ امام ابنِ حبان، امام ابن منجویہ، امام ذہبی اور امام عسقلانی نے امام عبدالرزاق کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه أحمد بن حنبل. (۲)

’’امام احمد بن حنبل نے امام عبدالرزاق سے روایت کیا ہے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۰
۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳
۴۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱
۵۔ سيوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۸۰

(۲) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۸: ۴۱۲
۲۔ ابن منجويه، رجال مسلم، ۲: ۹
۳۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۹: ۵۶۴
۴۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۶: ۲۷۸
۵۔ سيوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱۵۹

۱۰۔ امامِ اعظمؒ، ضَحّاكؒ بن مَخْلَد کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کے مطابق امامِ اعظم رضی اللہ عنہ، امام ابوعاصم ضَحّاك بن مَخْلَد (متوفی ۲۱۲ھ) کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل کے شیخ ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک دسویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام ضحاک بن مخلد رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام ابو عاصم ضحاک بن مخلد النبیل بصری نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے احادیثِ مبارکہ روایت کی ہیں۔ امام ذہبی اور اما معسقلانی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

حدّث عنه أبو عاصم النبيل.(۱)

''ابو عاصم النبیل نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ جب کہ امام احمد بن حنبل نے امام ابوعاصم ضحاک سے روایت کیا ہے۔ امام ابنِ حبان، امام عسقلانی اور امام سیوطی نے امام ضحاک بن مخلد کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه أحمد بن حنبل.(۲)

''امام احمد بن حنبل نے امام ضحاک بن مخلد سے روایت کیا ہے۔''

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ٦: ۳۹۳
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱
(۲) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ٦: ۴۸۴
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۴: ۳۹٦
۳۔ سيوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۱٦۰

(۱۱) امامِ اعظمؒ، عبداللہ بن یزید مُقریؒ کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کے مطابق امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری (متوفی ۲۱۳ھ) نے روایت کیا ہے جبکہ اُن سے امام احمد بن حنبل نے سماع کیا ہے۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک گیارہویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام عبد اللہ بن یزید مقری رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام بخاری، امام مزی اور امام عسقلانی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه عبد الله بن يزيد المقریء. (۱)

''عبداللہ بن یزید المقرئ نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ جب کہ امام احمد بن حنبل نے امام عبداللہ بن یزید سے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام ذہبی نے امام احمد بن حنبل کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن أبي عبد الرحمن عبدالله بن يزيد المقریء. (۲)

''امام احمد بن حنبل نے امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری سے روایت کیا ہے۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۸: ۸۱
۲۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۹: ۴۲۰
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۱: ۴۳۸
۲۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱۱: ۱۸۱

(۱۲) امامِ اعظمؒ، فَضَل بن دُکَینؒ کے واسطہ سے امام احمد بن حنبلؒ کے شیخ ہیں

اس طریق کے مطابق امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے امام ابو نُعَیم فضل بن دُکَین (متوفی ۲۱۹ھ) نے روایت کیا ہے جبکہ اُن سے امام احمد بن حنبل نے سماع کیا ہے۔

امام احمدؒ بن حنبل کی امامِ اعظمؒ تک بارہویں سند

(شیخ) امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

↓

(شاگرد) امام فضل بن دُکین رحمہ اللہ تعالی

↓

(شاگرد) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی

علمی تحقیق

۱۔ امام ابو نُعیم فضل بن دُکین نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے احادیث کو سماع کیا ہے۔ امام ابنِ ابی حاتم اور امام مزی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں بیان کیا ہے:

روی عنه أبو نعيم الفضل بن دكين.[1]

''ابو نعیم فضل بن دکین نے امام صاحب سے روایت کیا ہے۔''

۲۔ امام احمد بن حنبل نے امام فضل بن دکین سے روایت کیا ہے۔ امام مزی اور امام ذہبی نے امام احمد بن حنبل کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن أبي نعيم الفضل بن دكين.[2]

''امام احمد نے ابو نعیم فضل بن دکین سے روایت کیا ہے۔''

خلاصۂ بحث

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ ائمہِ صحاحِ ستّہ کے ساتھ ساتھ ائمہ فقہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل بھی کثیر طرق اور اسانید سے صرف ایک واسطہ سے امامِ اعظم کے شاگرد ہیں۔ امام شافعی چار واسطوں سے امامِ اعظم کے پوتے شاگرد ہیں اور امام احمد بن حنبل بارہ واسطوں سے امامِ اعظم کے پوتے شاگرد ہیں۔ یہ ساری اسانید امامِ اعظم کے ان اکابر تلامذہ کے طرق سے ہیں جن میں بعض آپ کے حلقہ ہائے درس میں سالہا سال شریک ہوئے جیسے امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم اور امام محمد بن حسن شیبانی جبکہ

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۸: ۴۴۹
۲۔ مزی، تهذیب الکمال، ۲۹: ۴۲۱

(۲) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۱: ۴۳۹
۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۱: ۱۸۱

بعض بارہا مرتبہ آپ کے علمی فیضان سے پیاس بجھانے کے لیے حاضر ہوئے جن میں امام عبداللہ بن مبارک، امام ھُشیم بن بشیر، امام عبّاد بن عوّام، امام اسحاق بن یوسف اَزرَق، امام وَکیع بن جراح، امام عبدالرزاق بن ھَمام، امام ابوعاصم ضَحّاک بن مَخلَد، امام مکی بن ابراہیم، امام ابونعیم فضل بن دُکَین اور امام عبداللہ بن یزید مُقری جیسے اکابر محدّثین کے نام خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔ امامِ اَعظم کے ہاں شرق وغرب سے حاضر ہونے والے جید تلامذہ کے ذریعے آپ کا علم الحدیث اور فقہ الحدیث زمین کے طول وعرض میں پہنچا جس سے اکابر محدّثین اور افاضل فقہاء جن میں ائمہِ صحاح اور امام شافعی و احمد بن حنبل شامل ہیں، نے استفادہ کیا۔

باب چہاردہم

اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ سے اِمام بخاریؒ کے عدمِ روایت کی وجوہات پر بحث و تحقیق

امامِ اعظم پر ایک بڑا اعتراض شدّ و مد سے یہ کیا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری نے امامِ اعظم سے اس لئے روایت نہیں لی کیونکہ وہ امامِ اعظم کو حدیث میں غیر ثقہ اور ضعیف سمجھتے تھے۔ درحقیقت یہ ایک ایسا بے بنیاد اور غیر حقیقی الزام ہے جو متنقصینِ امامِ اعظم نے فقط خواہشِ نفس کے زیرِ اثر وضع کیا ہے۔ گو یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ امام بخاری نے امام صاحب سے کوئی روایت نہیں لی لیکن صرف اس بنیاد پر دعویٰ کرنا کہ امامِ اعظم غیر ثقہ تھے، انتہائی لغو اور بے حقیقت بات ہے جو صرف معترضینِ امامِ اعظم ہی کا خاصہ ہے۔ ہم نے امام بخاری کی تمام تصانیف کھنگال ڈالی ہیں اور اُن سے متعلقہ تمام کتب کی ایک ایک سطر دیکھی ہے لیکن کہیں بھی کوئی ایک قول یا بیان ایسا نہیں پایا جس میں امام بخاری نے امامِ اعظم کو غیر ثقہ کہہ کر مسترد کیا ہو یا اُن سے عدمِ اخذِ حدیث کا سبب مخالفین کی اس تاویلِ باطل کو قرار دیا ہو۔ لہٰذا اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ حقیقت پسندی سے اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ امام بخاری نے امامِ اعظم سے کیوں حدیث نہیں لی تاکہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے۔ زیرِ نظر باب میں اسی اعتراض کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے حقائق بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ کسی محدّث سے عدمِ روایت اُس کے ضعف کی دلیل نہیں

امام بخاری کے امامِ اعظم سے حدیث روایت نہ کرنے کی بحث کو ہم اس تناظر میں لے سکتے ہیں کہ کسی محدّث کا دوسرے محدّث سے حدیث روایت نہ کرنا اس کے ضعف کے باعث نہیں ہوتا بلکہ اس کے کئی اور اسباب بھی ہوتے ہیں اگر امام بخاری نے اپنی صحیح میں کسی محدّث سے حدیث روایت نہیں کی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے اس

عمل سے اس محدّث کا علمی مقام کم ہو گیا ہو۔ اگر کوئی اسی بات پر اصرار کرے کہ امام بخاری اگر کسی محدّث کو جاننے کے باوجود ان سے حدیث روایت نہ کریں تو اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ وہ انہیں حدیث میں کمزور سمجھتے ہیں۔ ہم اس شخص کی بات سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ایسا کہنے والا محدّثین کے اخذِ حدیث کرنے کے قواعد و ضوابط اور رُواۃِ حدیث کے حالات و واقعات سے صحیح طور پر آگاہ نہیں۔ بطور دلیل ائمہ صحاح ستہ اور ائمہ فقہاء کی چند مثالیں درج ذیل ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف ائمۂ حدیث نے استاد، شاگرد ہونے یا دیگر علمی و فکری روابط کے باوجود ایک دوسرے سے حدیث روایت نہیں کی۔

(ا) 'صحیحین' میں امام شافعیؒ سے بھی روایت نہیں کیا گیا

معترضین کا یہ سوال - کہ ''امام بخاری کا امامِ اعظم سے عدمِ روایت ان کے ضعف یا غیر ثقہ ہونے کی طرف اشارہ ہے'' - اگر درست مان لیا جائے تو پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری سمیت امام مسلم نے 'صحیحین' میں کوئی ایک روایت بھی امام شافعی کی سند سے نہیں لی۔ حالانکہ امام شافعی تو ان کے نزدیک ضعیف یا غیر ثقہ نہیں سمجھے جاتے تھے۔

ا۔ امام بخاری جو خود شافعی ہیں یا مائل بہ شافعیت ہیں لیکن جس طرح امام بخاری نے امام ابوحنیفہ سے کوئی حدیث نہیں لی اسی طرح پوری **صحیح البخاری** میں امام بخاری نے ایک حدیث بھی امام شافعی کے واسطہ سے نہیں لی۔ امام قسطلانی نے **ارشاد الساری** میں امام بخاری کے متعلق لکھا ہے:

لم يرو عن الشافعي في الصحيح. (۱)

''امام بخاری نے امام شافعی سے **الصحیح** میں روایت نہیں کیا۔''

---

(۱) قسطلانی، ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ۱: ۳۳

۲۔ امام بخاری کی طرح امام مسلم نے بھی اپنی الصحیح میں امام شافعی کے طریق سے ایک روایت بھی نہیں لی۔

تو کیا معترضین کے نزدیک شیخین نے امام شافعی کو بھی حدیث میں غیر ثقہ سمجھ کر ان سے روایت نہیں لی؟ کیا اس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک امام شافعی روایتِ حدیث میں ثقہ اور معتبر نہیں تھے؟ ضعیف الحدیث تھے؟ اگر اُن کی عدمِ روایت سے یہ معنی اخذ کر لیا جائے تو پھر یہ سوال بھی پیدا ہو گا کہ امام بخاری و امام مسلم نے امام شافعی کے مذہب کو کس بنیاد پر قبول کیا، کیونکہ مذہب تو قائم ہی احادیث پر ہوا تھا۔ امام شافعی نے اپنے مذہب کی ساری بنیاد اُنہی احادیث پر رکھی تھی جو ان تک پہنچیں۔ اگر روایتِ حدیث میں ان کو کمزور اور ضعیف سمجھ لیا جائے تو امام بخاری اور امام مسلم کا ان کے مذہب کو قبول کرنا، یا ان کے مذہب کی طرف راغب ہونا یا ان کے اصولوں پر عامل ہونا یا عملاً ان کے مذہب کو ترجیح دینا، ناقابلِ فہم ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک ایسا کہیں سے بھی ثابت نہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے امام شافعی کو ضعیف سمجھا ہو بلکہ اگر کوئی ایسا سوچے تو یہ صرف اس کا زعم باطل ہی ہو گا۔ محدّثین کے اپنے اسباب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ بعض اصحابِ حدیث سے روایت نہیں کرتے۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ موضوع کی مناسبت سے ہم ذیل میں کر رہے ہیں۔

(۲) امام بخاریؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے براہِ راست صرف ایک حدیث روایت کی

امام بخاری، امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں آٹھ مرتبہ ان کے پاس بغداد گئے، ان کی زیارت کی اور براہِ راست ان سے سماع کیا۔

ا۔ امام بخاری نے خود اس کو بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

دخلت بغداد آخر ثمان مرات، کل ذلک أجالس أحمد بن حنبل. (۱)

’’میں آخری آٹھ بار بغداد گیا ہوں اور ہر بار امام احمد بن حنبل کی مجالست اختیار کی ہے۔‘‘

۲۔ امام مزی اور امام سیوطی نے امام بخاری کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن الإمام أحمد بن حنبل. (۲)

’’امام بخاری نے امام احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے۔‘‘

اس کے باوجود امام بخاری نے پوری الجامع الصحیح میں امام احمد بن حنبل سے براہِ راست صرف ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی ’موقوفاً‘۔ یہ حدیث امام بخاری نے ’الصحیح (کتاب النکاح، باب: ما یحل من النساء وما یحرم، وقولہ تعالیٰ: حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمۡ اُمَّھٰتُکُمۡ وَبَنٰتُکُمۡ، ۵: ۱۹۶۳)‘ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ترجمۃ الباب میں درج کی ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ ’فتح الباری شرح صحیح البخاری‘ میں اس مقام پر لکھتے ہیں:

ولیس للمصنف في ھذا الکتاب روایۃ عن أحمد إلا فی ھذا الموضع.

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۲: ۲۲

۲۔ ابن النقطۃ حنبلی، التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید، ۱: ۳۲

۳۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۰۳

(۲) ۱۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۴: ۴۳۱

۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۲۵۲

''امام بخاری نے اس کتاب میں امام احمد سے اس جگہ کے علاوہ اور کوئی روایت براہِ راست نہیں لی۔''

امام عسقلانی آگے لکھتے ہیں:

وأخرج عنه في آخر المغازي حديثاً بواسطة.[1]

''امام بخاری نے امام احمد سے ایک اور حدیث کتاب المغازی کے آخر میں بالواسطہ لی ہے۔''

امام بخاری نے امام احمد بن حنبل سے بالواسطہ حدیث 'الصحیح' میں کتاب المغازی، باب کَمْ غَزَا النَّبِیُّ ﷺ (۴: ۱۶۲۱، رقم: ۴۲۰۳) کے تحت درج کی ہے۔

۳۔ امام کلاباذی نے 'رجال صحیح البخاری' میں امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کیا۔

حیرت والی بات ہے کہ امام بخاری نے بغداد کے سفروں کے دوران خود امام احمد بن حنبل کے ہاں اُن کے گھر میں آٹھ مرتبہ قیام کیا تھا۔ امام بخاری نے ان قیام کے دوران اُن سے کثیر احادیث سنیں مگر پوری صحیح بخاری میں براہِ راست اُن سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے اور دوسری جگہ واسطہ سے لی ہے۔ کیا اس سے امام بخاری کے نزدیک امام احمد بن حنبل ضعیف الحدیث قرار پاتے ہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس کی دیگر وجوہات ہیں۔

(۳) امام بخاری نے 'الصحیح' میں اپنے شیخ 'الذہلی' کا پورا نام نہیں لیا

امام بخاری کے ایک شیخ ہیں: امام محمد بن یحیٰی بن عبداللہ بن خالد الذُّھلی۔

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۱۵۴

امام بخاری نے اپنی الصحیح میں تیس (۳۰) مقامات پر امام ذہلی سے حدیث روایت کی ہے مثلاً کتاب الصوم، کتاب الطب، کتاب الجنائز، کتاب العتق اور دیگر مقامات پر۔ امام بخاری نے تیس مقامات میں سے ایک مقام پر بھی بوجوہ اُن کا نام نہیں لکھا ہے۔ کسی جگہ امام بخاری نے اِن سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے: **حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ**۔ کسی جگہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے: **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللهِ** (یعنی باپ 'یحییٰ' کی بجائے دادا کی طرف نسبت کر دی۔) کسی جگہ لکھتے ہیں: **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ** (یعنی پڑدادا کی طرف منسوب کر دیا)۔[1] گویا کسی جگہ صرف نام کا پہلا حصہ لکھا، کسی جگہ دادا کی طرف منسوب کر دیا، باپ کا نام درمیان سے حذف کر دیا۔ ایک مقام پر پڑدادا کی طرف منسوب کر دیا، باپ اور دادا دونوں کا نام درمیان سے نکال دیا ہے۔ امام بخاری نے اپنے شیخ سے تیس مقامات میں سے کسی ایک مقام پر بھی بوجوہ اُن کا پورا نام یوں نہیں لکھا کہ **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الذُّهَلِيُّ**۔

پورا نام نہ لکھنے کی وجہ ......عقیدۂ خلقِ قرآن کا الزام

امام محمد بن یحییٰ الذھلی اور امام بخاری کے درمیان بڑی محبت تھی، امام بخاری نے اِن سے بہت استفادہ کیا تھا۔ امام بخاری کی تصانیف بھی خود امام ذھلی کے پاس تھیں۔ امام بخاری جس وقت نیشاپور پہنچے تو عوام الناس اور خود امام ذھلی نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ امام مسلم اس روایت کو بیان کرتے ہیں:

لما قدم محمد بن إسماعيل البخاري نيسابور، ما رأيت واليا ولا عالما فعل به أهل نيسابور ما فعلوا بمحمد بن إسماعيل، استقبلوه من مرحلتين وثلاث مراحل، وقال محمد بن يحيى

(۱) ۱۔ ابن خلکان، وفيات الأعيان وأنباء الزمان، ۵: ۱۹۵
۲۔ عسقلانی، فتح الباری شرح صحيح البخاری، ۱۳: ۱۳۴

الذهلي في مجلسه: من أراد أن يستقبل محمد بن إسماعيل غدا فليستقبله فإني استقبله، فاستقبله محمد بن يحيى وعامة علماء أهل نيسابور، فدخل البلد فنزل دار البخاريين.(۱)

''جب امام محمد بن اسماعیل بخاری نیشاپور آئے تو جتنا اہالیانِ نیشاپور نے اُن کا پرجوش استقبال کیا اور کسی حکمران یا عالم کا نہ کیا، انہوں نے آپ کا دو، تین مرحلوں میں استقبال کیا۔ امام محمد بن یحيٰی الذهلی نے اپنے حلقۂ درس میں اعلان کر دیا تھا: جو کوئی بھی کل محمد بن اسماعیل کے استقبال کا ارادہ رکھتا ہے وہ ضرور اُن کا استقبال کرے کیونکہ میں بھی ان کا استقبال کروں گا، پس محمد بن یحيٰی اور علمائے نیشاپور کے جمِ غفیر نے آپ کا استقبال کیا، آپ نے شہر میں تشریف لاکر دار البخاریین میں اقامت اختیار کی۔''

امام ذہلی نے امام بخاری سے اپنی اسی عقیدت کا اظہار اُن کے نیشاپور پہنچنے پر بھی کیا۔ امام ذہلی نے لوگوں سے کہا:

اذهبوا إلى هذا الرجل الصالح فاسمعوا منه.(۲)

''تم اس صالح شخص کے پاس جا کر احادیث کا سماع کرو۔''

پس لوگوں نے امام بخاری کے پاس حاضر ہو کر اُن سے سماع کیا۔ اس قدر قربت اور باہمی احترام و محبت کے باوجود اُن کے درمیان شدید اختلاف ہوا۔ یہاں وہی معاملہ درپیش ہوا جو امامِ اعظم کے ساتھ تھا کہ امامِ اعظم پر بعض لوگوں نے تہمت لگا دی اور پراپیگنڈہ کیا کہ یہ مُرجِئَہ ہیں، اور امام بخاری پر کسی نے تہمت لگا دی کہ یہ خلقِ قرآن کے

---

(۱) ا۔ ابن عساکر، تاریخ مدینة دمشق، ۵۲: ۹۲
۲۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۵۸

(۲) ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۵۳ (ترجمۂ امام بخاری)

قائل ہیں۔ امام ذہلی کو خبر ملی کہ امام بخاری خلقِ قرآن کے قائل ہیں تو انہوں نے امام بخاری کی سخت مخالفت کی۔ پہلے امام ذہلی، امام بخاری کے بے حد قریب تھے لیکن بعد ازاں ان سے سخت متنفر ہو گئے، اور امام بخاری کے خلاف اس پراپیگنڈہ سے اتنے شدید متاثر ہوئے کہ اپنی مجلسِ حدیث میں حاضر ہونے والوں کو امام بخاری کے درس میں جانے یا ان سے قریب ہونے سے بھی منع کر دیا۔ امام محمد بن یحییٰ الذھلی نے اعلان کر دیا:

ألا من يختلف إلی مجلسه لا يختلف إلينا، فإنهم کتبوا إلينا من بغداد أنه تکلم في اللفظ ونهيناه فلم ينته، فلا تقربوه ومن يقربه فلا يقربنا. (۱)

''خبردار! جو کوئی بھی ان (یعنی امام بخاری) کی مجلس میں جاتا ہے وہ ہمارے پاس نہ آیا کرے، کیونکہ علماء نے بغداد سے ہمیں لکھا ہے کہ اس نے لفظِ قرآن پر کلام کیا ہے جس سے ہم نے اسے روکا ہے لیکن یہ باز نہیں آیا۔ پس تم اس کے قریب مت بیٹھا کرو اور جو شخص اس کے قریب جائے گا وہ ہمارے قریب نہ آئے۔''

امام ذہلی نے اس حد تک امام بخاری کی مخالفت کی کہ نیشاپور میں اعلان کر دیا:

لا يساکنني هذا الرجل في البلد.

''اس شہر میں اس شخص کے ساتھ میری سکونت نہیں ہو سکتی۔''

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ **فخشی البخاري وسافر** (امام بخاری خوف زدہ ہو کر وہاں سے کوچ کر گئے)۔ (۲)

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۲: ۳۱

۲۔ ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، ۵۲: ۹۵

۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۵۵

(۲) ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۶۰

امام بخاری اور امام محمد بن یحییٰ الذھلی کے درمیان اختلاف کی اس نوعیت کو امام ذہبی نے تفصیلاً درج کیا ہے۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو: امام ذہبی کی 'سیر **أعلام النبلاء** (۱۲:۴۵۳۔۴۶۰، ترجمہ امام بخاری)'۔

جب امام ذہلی امام بخاری کے شدید مخالف ہوگئے اور ان کی مخالفت اہلِ علم و رواۃِ حدیث میں پھیل گئی تو چونکہ وہ حدیث میں ثقہ تھے، امام بخاری براہِ راست اُن سے پڑھے تھے، اُن سے احادیث روایت کی تھیں اور اپنی کتاب میں درج بھی کر چکے تھے تو ہر جگہ سے اُن کا نام مٹا دیا مگر احادیث برقرار رکھیں۔ امام بخاری روایتِ حدیث اور عللِ حدیث میں ماہر تھے اس لئے احادیث کے بارے میں ان کو تحقیق تھی کہ جو احادیث وہ اُن سے لے چکے ہیں صحیح ہیں۔ مگر اپنے شیخ کا نام کاملاً کسی جگہ بیان نہیں کیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ انہوں نے امام محمد بن یحییٰ الذھلی سے روایت کیا ہے۔ اگر ان کا نام آ گیا تو لوگ کہیں گے کہ ایک طرف آپ ان سے حدیث روایت کر رہے ہیں اور دوسری طرف انہوں نے آپ کے خلاف اتنا سخت فتویٰ جاری کیا ہے۔ گویا اُن کا فتویٰ اِن کی اپنی کتاب میں اُن کا نام لکھنے کی وجہ سے ان کے خلاف لوگ شہادت کے طور پر بطور دلیل پیش کریں گے لہٰذا امام بخاری نے تیس کے تیس مقامات سے ان کا نام حذف کر دیا۔ امام ذھلی باوجود یہ کہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام بخاری نے اُن سے تیس احادیث روایت کی ہیں مگر نام نہیں لیا تو پتہ چلا کہ کسی سے عدمِ روایت، کسی کا نام نہ لینا یا کسی کی حدیث کو دوسرے طریق پر روایت کر لینے کا معمول ائمہ حدیث میں موجود تھا۔ مختلف اسباب ہوا کرتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس کو ضعیف فی الحدیث سمجھتے تھے۔

(۴) امام مسلمؒ نے 'الصحیح' میں امام بخاریؒ سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی

اس سلسلے کی چوتھی اور سب سے دل چسپ مثال یہ ہے کہ امام مسلم خود امام

بخاری کے شاگرد ہیں اورانہوں نے امام بخاری سے حدیث روایت کی ہے۔

۱۔ امام سیوطی نے امام بخاری کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه مسلم.(۱)

’’امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے۔‘‘

لیکن امام مسلم نے اپنی ’الصحیح‘ میں امام بخاری سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی جتنی احادیث بھی اُن سے نقل کی ہیں وہ ’الصحیح‘ کے علاوہ دیگر کتب میں ہیں۔

۲۔ اسی بات کو امام عسقلانی نے امام بخاری کے ترجمہ میں یوں بیان کیا ہے:

روی عنه مسلم في غير الجامع.(۲)

’’امام مسلم نے ان سے ’جامع‘ کے علاوہ روایت کیا ہے۔‘‘

۳۔ امام قسطلانی نے اس کو درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

روی عنه مسلم في غير الصحيح.(۳)

’’امام مسلم نے ان سے ’الصحیح‘ کے علاوہ کتب میں روایت کیا ہے۔‘‘

۴۔ اسی طرح ’رجال مسلم‘ میں بھی امام احمد بن علی اصبہانی نے امام بخاری کا صحیح مسلم کے رواۃ میں ذکر نہیں کیا۔

امام بخاری اور امام مسلم کے درمیان اتنا تعلق پختہ تھا کہ جب امام مسلم، امام بخاری کے سامنے پیش ہوئے تو انہوں نے برکت حاصل کرنے کے لئے امام بخاری کی

---

(۱) سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۲۵۲

(۲) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۴۱

(۳) قسطلانی، ارشاد الساری إلی شرح صحيح البخاری، ۱: ۳۳

پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر عرض کیا:

دعني حتی أقبّل رجليک، يا أستاذ الأستاذين وسيد المحدّثين وطبيب الحديث في علله.[1]

''اے استاذوں کے استاذ، سید المحدّثین اور عللِ حدیث کے طبیب! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے پاؤں کا بوسہ لے لوں۔''

امام مسلم کا امام بخاری سے اتنا قریبی تعلق تھا اس کو حافظِ حدیث ابوعبداللہ محمد بن یعقوب اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا:

رأيت مسلم بن الحجاج بين يدي محمد بن إسماعيل البخاري، وهو يسأله سؤال الصبي المتعلم.[2]

''میں نے مسلم بن الحجاج کو محمد بن اسماعیل البخاری کے سامنے دیکھا کہ وہ اُن سے یوں سوال کرتے جیسے کوئی طالبعلم بچہ استاذ سے سوال کرتا ہے۔''

یہ قربتِ تعلق اور شدتِ ادب تھا اور دوسری طرف عالم یہ ہے کہ امام بخاری کے شاگرد ہونے کے باوجود امام مسلم نے پوری 'صحیح مسلم' میں اپنے استاد امام بخاری سے ایک روایت بھی درج نہیں کی۔ کیوں؟ اس کا سبب یہ تھا کہ امام محمد بن یحییٰ الذھلی، امام بخاری اور امام مسلم دونوں کے شیخ تھے۔ امام مسلم نے جب دیکھا کہ امام ذہلی اور امام بخاری (استاد و شاگرد) کے درمیان خلقِ قرآن پر بہت سخت علمی اور اعتقادی نزاع ہو گیا

(۱) ۱۔ ابن النقطة، التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد، ۱: ۳۳
۲۔ ابن کثير، البداية والنهاية، ۱۱: ۳۴

(۲) ۱۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۲: ۲۹
۲۔ ابن عساکر، تاريخ مدينة دمشق، ۵۲: ۸۹
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۴۵

ہے اور انہوں نے امام بخاری کے خلاف سخت فتویٰ دے دیا ہے، تو چونکہ امام مسلم امام بخاری اور امام ذہلی دونوں کے شاگرد تھے لہٰذا انہوں نے دو کام کیئے: نہ کوئی حدیث امام بخاری سے روایت کی اور نہ ہی کوئی حدیث امام ذہلی سے روایت کی۔ دونوں شیوخ کو اپنے رُواۃ سے یہ سوچتے ہوئے نکال دیا تاکہ میں کسی ایک کے ساتھ فریق نہ بنوں۔ چونکہ دونوں شیخ تھے، دونوں جگہ ادب کا تقاضا تھا، دونوں سے سماع اور اخذِ حدیث کیا تھا، لہٰذا انہوں نے پھر دونوں سے اپنی صحیح میں ترکِ روایت کر دیا تاکہ نہ ایک کی طرف جھکاؤ نظر آئے کہ دوسرے کو شکویٰ ہو اور نہ اِدھر جھکاؤ ملے کہ اُدھر شکویٰ ہو۔ یہی وہ بنیادی سبب تھا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں امام بخاری سے بھی ایک حدیث روایت نہیں کی اور امام محمد بن یحییٰ الذهلی سے بھی روایت نہیں کی۔ بلکہ امام ذہلی سے جو کچھ بھی انہوں نے سنا تھا، یا احادیث اخذ کی تھیں وہ ساری امام ذہلی کو واپس بھیج دیں۔ ساری کتابیں اٹھا کر امام ذہلی کو بھیج دیں اور جو کچھ امام بخاری سے سنا تھا اس میں سے ایک حدیث بھی اپنی 'الصحیح' میں نقل نہیں کی۔(1)

کیا اس عمل سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امام مسلم نے امام بخاری سے کوئی حدیث روایت نہیں کی اس لئے یہ ثابت ہوا کہ امام مسلم کے نزدیک امام بخاری ضعیف فی الحدیث تھے؟ جواب ہے: نہیں۔ اگر یہ نتیجہ نکلتا ہے تو پھر امامِ اعظم سے امام بخاری کے عدمِ روایت پر بھی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے اور اگر امام مسلم کا امام بخاری سے عدمِ روایت کے باوجود اس کا نتیجہ ضعف فی الحدیث نہیں نکلتا اور یہ کہنا نہایت مضحکہ خیز بات لگتی ہے۔ تو پھر امامِ اعظم سے امام بخاری کا عدمِ روایت اور اس سے بھی یہ نتیجہ نکالنا مضحکہ خیز ہوگا۔ اسی طرح امام مسلم نے امام ذھلی سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی تو کیا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُن کو ضعیف فی الحدیث مانا حالانکہ وہ ثقہ امام تھے۔ وہ امام بخاری اور امام مسلم دونوں

---

(1) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۱۰۳
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۶۰
۳۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ۱۱: ۳۴

کے شیخ تھے مگر امام مسلم نے اپنی صحیح میں اُن سے صرف اس لئے روایت نہیں کیا کہ اُن کے آپس کے اختلاف اور نزاع کی وجہ سے یہ دل برداشتہ تھے۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ کسی محدّث کے دوسرے محدّث سے روایت نہ کرنے کے علمی، فکری، اعتقادی، نزاعی، ماحولیاتی نوعیت کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔

امام مسلم کا اپنے شیوخ سے استناد اور اس کا موازنہ

مندرجہ بالا بحث کو مزید واضح کرنے کے لئے ہم امام مسلم کے طرقِ مشائخ کا ایک مختصر سا مطالعہ کریں گے۔ جس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ امام مسلم نے اپنے کئی شیوخ سے کم یا زیادہ احادیث روایت کی ہیں لیکن امام بخاری سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی۔ ذیل میں چند ائمہ سے مروی احادیث کی تعداد کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

۱۔ صاحبِ 'السنن' امام دارمی امام مسلم کے شیخ ہیں۔ امام مسلم نے امام دارمی کی سند کے ساتھ 'الصحیح' میں ۷۳ احادیث روایت کی ہیں حتی کہ امام مسلم نے امام دارمی کی سند سے اپنے 'مقدمۂ صحیح' میں بھی تین احادیث روایت کی ہیں۔

۲۔ امام مسلم نے اپنے شیخ امام ابو زکریا یحییٰ بن یحییٰ بن بکر بن عبدالرحمٰن تمیمی المِنقَری النیسابوری سے بھی بہت سی روایات اپنی 'الصحیح' میں لی ہیں۔ 'صحیح مسلمؒ کی کتاب الإیمان، الوضوء، الصلاۃ، الرؤیا، الجنائز، الصوم، الھبۃ، الحج، النکاح، البیوع، الجھاد، الصید، الأشربۃ، اللباس، الأدب، إماطۃ الأذی، العلم اور اس کے علاوہ بھی بہت سی کتب اور ابواب میں امام مسلم نے ان سے کثیر روایات لی ہیں۔[۱]

۳۔ امام مسلم نے اپنے شیخ امام ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسلمہ بن قَعْنَب الحارثی القَعْنَبی سے اپنی 'الصحیح' میں ستر (۷۰) احادیث روایت کی ہیں۔ یہ احادیث 'صحیح

(۱) ابن منجویه، رجال مسلم، ۲: ۳۵۳، ۳۵۴

مسلمؒ کی کتاب الوضوء، کتاب الصلاۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم، کتاب الزکاۃ، کتاب النکاح، کتاب الجہاد، کتاب الأطعمۃ، کتاب القدرۃ اور دیگر کتب میں درج ہیں۔

امام قعنبی کا علم الحدیث میں بہت بلند درجہ تھا۔ امام ذہبی نے 'صحیح مسلمؒ میں مروی ان کی ایک حدیث کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

هو من أعلى شيء في صحيحه. (۱)

''یہ 'صحیح مسلمؒ کی اعلیٰ ترین مرویات میں سے ہے۔''

ایک طرف یہ حال ہے اور دوسری طرف امام مسلم کا دیگر اجل محدّثین سے حدیث روایت کرنے کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔ امام مسلم کے ایک شیخ ہیں امام ابو زُرعہ الرازی۔ یہ امام بخاری اور امام ترمذی کے بھی شیخ ہیں لیکن ان کا امام مسلم کے ساتھ خصوصی تعلق تھا۔ خطیب بغدادی، امام ابنِ عساکر، ابنِ نقطہ، ابن الصلاح اور امام نووی و دیگر ائمہ نے امام احمد بن سلمہ سے روایت درج کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

رأيت أبا زرعة و أبا حاتم يقدّمان مسلم بن الحجاج في معرفة الصحيح على مشايخ عصرهما. (۲)

''میں نے امام ابو زُرعہ اور امام ابو حاتم کو دیکھا کہ وہ امام مسلم بن الحجاج کو اپنے زمانہ کے مشائخ کی صحت وثقاہت سے آگاہ کرتے۔''

(۱) ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۰: ۲۶۴

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۱۰۱

۲۔ ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، ۵۸: ۹۰

۳۔ ابن نقطہ، التقیید، ۱: ۴۴۷

۴۔ ابن الصلاح، صیانۃ صحیح مسلم، ۱: ۶۱

۵۔ نووی، تہذیب الأسماء واللغات، ۲: ۳۹۷

حتی کہ امام نووی، امام ابن الصلاح اور دیگر ائمہِ حدیث نے بیان کیا ہے کہ حافظِ حدیث امام مکی بن عبدان نیشاپوری نے امام مسلم کو خود فرماتے ہوئے سنا:

عرضت كتابي هذا (الجامع الصحيح) على أبي زرعة الرازي، فكل ما أشار أن له علّة تركته وكل ما قال إنّه صحيح وليس له علّة خرّجته. (۱)

’’میں نے اپنی یہ کتاب - ’الجامع الصحیح‘ - ابوزرعہ الرازی کی خدمت میں پیش کی۔ پس جس جس روایت پر انہوں نے اشارہ کیا کہ اس میں علت ہے تو میں نے اسے ترک کر دیا، اور جس جس روایت پر انہوں نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں تو میں نے اس کو اپنی صحیح میں بیان کر دیا۔‘‘

امام ابن الصلاح نے معروف ’مقدمہ حدیث‘ میں ایک روایت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

إسناده جيد حدّث به مسلم بحضرة أبي زرعة. (۲)

’’اس کی سند جید ہے امام مسلم نے امام ابو زُرعہ کی خدمت میں رہ کر اس حدیث کو بیان کیا ہے۔‘‘

ابن الصلاح نے امام مسلم کے ہاں امام ابوزرعہ کے بلند مرتبہ علمی کی تائید بھی کی ہے یعنی امام مسلم نے اُن سے کثیر استفادہ کیا مگر ان سے روایت صرف ایک حدیث

(۱) ۱۔ نووی، شرح النووی علی صحیح مسلم، ۱: ۱۵، ۲۶
۲۔ ابن الصلاح، صیانۃ صحیح مسلم، ۱: ۶۷، ۱۰۰
۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۵۶۸
۴۔ عسقلانی، ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری: ۳۴۷
(۲) ابن الصلاح، علوم الحدیث (المعروف مقدمہ ابن الصلاح): ۲۹۹

ہی کی۔ یہ روایت امام مسلم نے کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار کے باب أکثر أھل الجنۃ الفقراء میں بیان کی ہے حالانکہ امام مسلم نے اِن سے علم الحدیث کے باب میں کثیر استفادہ کیا تھا۔ گویا امام مسلم نے اپنی پوری کتاب کی ثقاہت کی سند امام ابوزرعہ الرازی سے لی۔ جس شیخ پر کتاب پیش کر کے ایک ایک روایت کی توثیق کی سند لی ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ امام مسلم کو امام ابوزرعہ پر کتنا اعتماد تھا لیکن پوری 'الجامع الصحیح' میں ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ اس کے برعکس چند ائمہِ حدیث کے احوال درج کئے جا چکے ہیں جن سے امام مسلم نے ۷۰، ۸۰ اور کثیر احادیث روایت کی ہیں۔ کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا جائے کہ امام ابوزرعہ، امام مسلم کے ہاں ضعیف فی الحدیث تھے؟ یا قلیل الروایت تھے؟ یا اُن کا اعتماد نہیں تھا؟ کتنی بڑی مضحکہ خیز بات لگ رہی ہے۔ پوری 'الصحیح' کی حجیت، صحت اور ثقاہت کا سرٹیفیکیٹ اور اس کی ایک ایک سند پر اُن سے توثیق کروا رہے ہیں مگر خود اُن سے پوری کتاب میں ایک روایت لی ہے۔

اسی طرح امام مسلم نے اپنے دیگر شیوخ سے کثیر احادیث روایت کی ہیں مگر اپنے اجل اور اکابر شیوخ سے اتنی اقل روایتیں لی ہیں یہاں تک کہ امام بخاری جیسے امیر المؤمنین فی الحدیث کے منصب پر فائز محدّثِ اعظم سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کسی محدّث کا دوسرے محدّث سے روایت کرنے یا نہ کرنے کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں۔ عدمِ روایت کا سبب صرف ضعف نہیں ہوتا۔

(۵) امام مسلمؒ کی سند سے 'سنن ترمذی' میں صرف ایک روایت

امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد تینوں امام ترمذی کے شیخ ہیں۔ امام ترمذی نے علل الحدیث کے باب میں ۱۱۴ مقامات پر امام بخاری سے استفادہ کیا ہے مگر اپنی پوری کتاب میں اُن سے چند احادیث روایت کی ہیں۔ اسی طرح امام ترمذی نے امام ابوداؤد سے بھی صرف تین احادیث روایت کی ہیں جبکہ بطور شاگرد ان حضرات سے کثیر استفادہ کیا

ہے۔ امام مسلم سے روایت کرنے کا یہ حال ہے کہ امام ترمذی نے اپنی پوری 'السنن' میں امام مسلم سے صرف درج ذیل ایک حدیث روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ: قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ. (۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان کی خاطر شعبان کے چاند کا خیال رکھو۔''

حالانکہ امام ترمذی، امام مسلم کے ساتھ سفروں میں بھی اکٹھے رہے ہیں۔ امام ابو عبد اللہ الحاتم نے اس کی توثیق کی ہے کہ امام ترمذی نے امام مسلم کے ساتھ سفروں میں بھی مصاحبت کی ہے۔ وہ اس دوران ان سے سماع کرتے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ ان کے اور امام مسلم کے درمیان قوی علاقہ اور محبت کا تعلق تھا حتی کہ امام ترمذی اس بات کو بیان کرتے ہوئے اپنے اہلِ زمانہ اور ہم عصروں پر فخر و مباہات فرماتے تھے کہ میں نے امام مسلم کے ساتھ سفر میں اُن کی سنگت اختیار کی ہے۔(۲) یعنی امام ترمذی، امام مسلم کے صرف شاگرد ہی نہیں بلکہ اتنا قرب اور تعلق تھا لیکن ہزارہا احادیث میں ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔

'سنن ترمذی' میں بعض ثقہ رُواۃ سے مروی اَحادیث کی تعداد

امام ترمذی نے اپنے دیگر شیوخ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں حتی کہ وہ شیوخ جن کا ذکر ضعفا کے درجہ میں آتا ہے اُن سے بھی کتنی احادیث روایت کی ہیں اور ادھر امام مسلم سے صرف ایک اور امام ابوداؤد سے تین روایتیں لی ہیں۔ امام ترمذی کی

---

(۱) ترمذی، السنن، کتاب الصوم، باب ما جاء في إحصاء هلال شعبان لرمضان، ۳: ۷۱، رقم: ۶۸۷

(۲) ابن عبد الهادی، مختصر طبقات علماء الحديث، ۲: ۳۹۰

دوسرے شیوخ سے مروی احادیث کی تعداد حسبِ ذیل ہے:

امام ترمذی نے قتیبہ بن سعید سے ۶۱۹، محمد بن بَشار بُندار سے ۴۹۵، محمود بن غیلان المروزی سے ۳۴۲ اور ہناد بن السری التمیمی الدارمی سے ۲۸۶ احادیث روایت کی ہیں۔ اسی طرح محمد بن یحییٰ العدنی سے ۱۸۱، محمد بن عَلاء الہمدانی سے ۱۹۳، علی بن حجر السعدی سے ۱۷۳، عبد الحمید بن حمید الکشی الانصاری سے ۱۵۸ اور احمد بن منیع البغوی سے ۲۵۷ احادیث روایت کی ہیں۔ اِن نو شیوخ سے امام ترمذی نے تقریباً ۲۷۰۴ احادیث روایت کی ہیں یعنی 'سنن ترمذی' کا نصف سے زائد حجم صرف اِن نو شیوخ کی روایات سے بھرا پڑا ہے۔

سنن ترمذی میں بعض ضعیف رُواۃ سے مروی احادیث کی تعداد

اب ذیل میں ہم امام ترمذی کے اُن شیوخ کا ذکر کرتے ہیں جن کو ائمہ جرح و تعدیل نے ضعفا میں شمار کیا ہے۔ اُن سے امام ترمذی نے جو احادیث 'السنن' میں روایت کی ہیں وہ تعداد بھی امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد سے مروی احادیث سے بڑھ کر ہے۔ کیا کسی محدّث سے روایت کر لینے سے اُس کی ثقاہت بڑھ جاتی ہے اور کسی سے روایت نہ کرنے سے ثقاہت کم ہو جاتی ہے؟ اگر اس کو اصول بنا لیا جائے تو سنن ترمذی کے اس موازنہ میں معترض کیا کہے گا؟

امام ترمذی نے محمد بن حیان الرازی سے ۲۷ احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بارے میں امام ابو زرعہ الرازی اور ابن خراش کا قول ہے: **یکذب** (یہ جھوٹ بولتا ہے)۔

امام ترمذی نے محمد بن یزید العَجِلی سے ۱۵ احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بارے ائمہ جرح و تعدیل کا قول ہے: **لیس بالقوی** (یہ روایت میں قوی نہیں ہے)۔

امام ترمذی نے سفیان بن وکیع بن الجراح سے ۶۵ احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بارے ائمہ جرح و تعدیل کا قول ہے: **متروک الحدیث** (ان سے مروی

حدیث کو ترک کیا جائے گا۔)

اسی طرح انہوں نے عمر بن اسماعیل الہمدانی سے ۵ احادیث روایت کی ہیں۔ یہ بھی متروک الحدیث ہے۔

الغرض امام ترمذی کے وہ شیوخ جو ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک سب سے اونچے درجے کے ہیں، وہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام دارمی اور امام ابو زُرعہ ہیں، ان پانچوں چوٹی کے ائمہ کی کل مرویات کو جمع کر لیں تو ان کی کل تعداد سے اُن شیوخ کی مرویات کی تعداد زیادہ بنتی ہیں جو صرف ضعفا ہیں۔ امام ترمذی نے جو ان سے احادیث لی ہیں صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے دیگر ذرائع سے ان کی ثقاہت پر اعتماد کر کے لی ہوں گی۔ حتی کہ امام ترمذی نے اپنے تین شیوخ جو متروکین ہیں یعنی سفیان بن وکیع بن الجراح، عمر بن اسماعیل الہمدانی اور علاء بن مسلمہ الرواس سے کل ۷۱ احادیث اپنی 'السنن' میں روایت کی ہیں اور یہ تعداد امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ابوزرعہ جیسے اجل اور اوثق ائمہ کی کل روایات کے برابر بھی نہیں بنتی۔

اگر یہ معیار بنا لیا جائے کہ فلاں محدّث نے فلاں سے روایت نہیں کیا جیسا کہ امام بخاری نے امامِ اعظم سے روایت نہیں کیا لہٰذا وہ حدیث میں ثقہ نہیں تھے یا اُن کے نزدیک ضعیف فی الحدیث تھے تو یہ سارا اعتراض علم الحدیث، علم الرجال، اسماء الرواۃ سے مکمل ناواقفیت اور جہالت کے باعث ہے۔ اگر کوئی شخص ائمہِ حدیث و رواۃِ حدیث کی بحث اور اُن کی کتابوں میں مختلف مرویات کو پڑھے اور ان کا موازنہ کرے تو یہ بات اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ عدمِ اخذِ حدیث کے ہزاروں اسباب ہو سکتے ہیں صرف ضعف فی الحدیث واحد سبب نہیں ہے کہ اس کا الزام لگا دیا جائے۔

(۶) امام بخاریؒ کی سند سے 'سنن نسائی' میں صرف ایک روایت

ائمہِ صحاح ستّہ میں سے امام نسائی بھی امام بخاری کے شاگرد ہیں لیکن امام

قسطلانی کے بقول انہوں نے بھی اپنی ’السنن‘ میں امام بخاری سے روایت نہیں کیا۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں:

والأصح أنه لم يرو عنه شيئًا. (۱)

’’صحیح ترین یہی ہے کہ امام نسائی نے ان سے روایت نہیں کیا۔‘‘

ہماری تحقیق کے مطابق امام نسائی نے اپنی ’السنن‘ میں امام بخاری سے صرف ایک حدیث **کتاب الصوم** کے **باب الفضل والجود فی شهر رمضان** (۴: ۱۲۵، رقم: ۲۰۹۶) میں روایت کی ہے۔

(۷) امام احمدؒ نے سلسلۃ الذھب کے طریق سے صرف ایک روایت لی

امام احمد بن حنبل، امام شافعی کے شاگرد ہیں اور انہوں نے امام شافعی سے امام مالک کی موطأ کو براہِ راست سماع بھی کیا مگر اُن سے سلسلۃ الذھب کے طریق پر صرف ایک ہی روایت لی باقی کسی طریق سے کوئی روایت اپنی ’المسند‘ میں درج نہیں کی۔

۱۔ امام ابو یعلی خلیل بن عبداللہ خلیلی (متوفی ۴۴۶ھ) اپنی کتاب ’الإرشاد‘ میں روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

سمعت الموطأ من بضعة عشر نفسا من حفّاظ أصحاب مالك فأعدته على الشافعي لأني وجدته أقومهم به. (۲)

’’میں نے امام شافعی سے موطأ امام مالک کو دوبارہ سماعت کیا کیونکہ میں نے انہیں باقی محدّثین سے پختہ دیکھا حالانکہ میں اِسے اُن سے قبل دس سے زائد

(۱) قسطلانی، ارشاد السّاری لشرح صحیح البخاری، ۱: ۳۳

(۲) ۱۔ ابو يعلي خليلی، الإرشاد فی معرفة علماء الحديث، ۱: ۲۳۱، رقم: ۶۱
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۲۷ (ترجمة الإمام الشافعي)

حفاظِ حدیث جو امام مالک کے شاگرد ہیں، سے سماعت کر چکا تھا۔‘‘

۲۔ امام احمد بن حنبل سے ذرا مختلف الفاظ امام ذہبی، امام عسقلانی اور امام سیوطی نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں:

سمعت الموطأ من الشافعي لأني رأيته فيه ثبتاً وقد سمعته من جماعة قبله.(۱)

’’میں نے امام شافعی سے موطأ امام مالک کو سماعت کیا کیونکہ میں نے انہیں اس میں پختہ دیکھا حالانکہ میں اسے ان سے قبل (محدّثین کی) ایک جماعت سے سن چکا تھا۔‘‘

۳۔ امام ابو سعید علائی وغیرہ نے امام احمد کی سب اسانید سے **أجل الأسانید** بھی امام شافعی کے طریق سے قرار دی ہے، جو کہ درج ذیل ہے:

روایة الإمام أحمد بن حنبل عن الشافعي عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما.(۲)

۴۔ امام سبکی نے اسی سند سے ایک حدیث روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ **مالک عن نافع عن ابن عمر** کے طریق کو ’’سلسلۃ الذھب‘‘ کہا گیا ہے۔ آگے لکھتے ہیں:

فقل إذا شئت في أحمد عن الشافعي عن مالک عن نافع عن ابن عمر والمزني عن الشافعي هکذا.(۳)

---

(۱) ۱۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۰: ۵۹ (ترجمة الإمام الشافعي)
۲۔ عسقلانی، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ۱: ۲۶۲
۳۔ سیوطی، تدریب الراوی، ۱: ۸۰

(۲) عسقلانی، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ۱: ۲۶۴

(۳) سبکی، طبقات الشافعیة الکبری، ۲: ۶۳

''پھر اگر تُو چاہے تو امام احمد کا امام شافعی سے روایت کرنا، ان کا امام مالک سے، ان کا نافع سے اور ان کا ابنِ عمر ﷠ سے، اسی طرح مزنی کا امام شافعی کے طریق سے روایت کرنے کو بھی سلسلۃ الذھب میں شمار کرسکتا ہے۔''

گویا امام مالک کا جو حضرت نافع اور حضرت ابنِ عمر ﷠ کے طریق سے روایت کا سلسلۃ الذھب ہے یہی سلسلۃ الذھب امام احمد بن حنبل کا امام شافعی کے طریق پر امام مالک کے ذریعے سے قائم ہوتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق قابلِ غور بات یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں **چھبیس ہزار تین سو تریسٹھ (۲۶,۳۶۳)** کے قریب احادیثِ مبارکہ جمع کی ہیں، ان میں سے اپنے شیخِ اکبر امام شافعی سے کل نو (۹) احادیثِ روایت کی ہیں اور اسی سلسلۃ الذھب سے آپ نے اپنی مسند میں ان نو احادیث میں سے بھی صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔

امام احمد نے اس سلسلۃ الذھب کے اعلیٰ ترین طریق سے صرف ایک حدیث کو چھبیس ہزار حدیثوں میں سے درج ذیل مقام پر روایت کیا ہے باقی اور کسی جگہ بھی اس طریق سے روایت نہیں کیا:

أحمد بن حنبل، المسند، ج:۲، ص: ۱۰۸

کیا اس سے کوئی نادان معاذ اللہ یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ آپ نے اس اعلیٰ ترین سند کو نہیں مانا، یہ خیال کرنا جہالت ،علم حدیث اور ائمہ کی کتب سے عدمِ واقفیت کے باعث ہے۔

خلاصۂ بحث

خلاصتاً اس بحث کو یوں سمیٹا جا سکتا ہے چونکہ امام بخاری کی امامِ اعظم سے براہِ راست ملاقات نہیں ہوسکی لہٰذا مختلف ذرائع سے ان تک امامِ اعظم پر ارجاء کا جھوٹا الزام یا تہمت کی شہرت زیادہ پہنچی تو انہوں نے آپ سے روایتِ حدیث ترک کر دی۔ یہ اسی

طرح ہے جیسے خود امام بخاری کے شیخ امام محمد بن یحییٰ الذھلی تک امام بخاری کے خلقِ قرآن کے عقیدہ کا الزام شہرت کے طریق سے پہنچا تو انہوں نے ان کے خلاف فتویٰ دیدیا اور ان کے درمیان شدید نزاع ہو گیا۔ جس طرح یہ الزام امام بخاری پر لگا اور جن تک یہ الزام یا تہمت پہنچی اور براہِ راست اس کی صفائی کا موقع ان کو اُن کے ذریعہ سے نہیں مل سکا تو انہوں نے بھی اُن سے حدیث روایت کرنا ترک کر دی یا اُن سے قطع ترک کر لیا یا ان کے خلاف اپنا قول دیا۔ امامِ اعظم سے امام بخاری کا زمانہ بعد کا ہے، ملاقات بھی نہیں ہوئی ان کے خلاف حاسدین اور مخالفین نے مرجئہ کی تہمت کثرت کے ساتھ لگائی اور اس کو پھیلایا اب بدقسمتی سے امام بخاری تک یہ ساری تہمت پہنچی مگر اس کا ردّ اتنی کثرت سے براہِ راست اُن تک نہیں پہنچ سکا۔ لہٰذا انہوں نے امام اعظم سے روایتِ حدیث ترک کر دی۔ لیکن اس سے ہرگز بھی یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کرنا چاہیے کہ امام بخاری کے نزدیک امامِ اعظم ضعیف تھے اس لئے اُن سے روایت نہ کیا۔ یہ نتیجہ درحقیقت علم الحدیث اور علم الرجال سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے۔

۲۔ عدمِ روایت کا سبب ایمان کی تعریف سے متعلق علمی اِختلاف ہے

ہم نے اسی کتاب کے گیارہویں باب - امامِ اعظم رضی اللہ عنہ امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں- میں بیان کیا ہے کہ امام بخاری چھ واسطوں سے علمِ حدیث میں امامِ اعظم کے پوتے شاگرد ہیں اور چھ واسطوں سے ہی امامِ اعظم کے پڑپوتے شاگرد ہیں۔ جب امام بخاری امام اعظم کے اجل محدّث شاگردوں کی نسبت سے آپ کے شاگرد بنتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے شیخ الشیوخ سے روایت نہیں لی؟ اس سلسلے میں ہم پورے فکری تعمق اور تحقیقی گہرائی میں اترنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امام بخاری کے نزدیک امامِ اعظم سے حدیث نہ لینے کا سبب ان کا غیر ثقہ، ضعیف یا قلیل الحدیث ہونا نہیں

بلکہ ایک علمی اختلاف کی وجہ سے تھا جس پر دونوں ائمہ کا موقف اپنی اپنی جگہ پر بے لچک تھا۔

امامِ اعظم اور امام بخاری کے درمیان علمی اختلاف 'ایمان' کی تعریف پر تھا، امامِ اعظم تصدیقِ قلبی اور زبانی اقرار کو فی نفسہٖ ایمان کا نام دیتے ہیں اور اس میں عمل کو شامل نہیں کرتے جبکہ امام بخاری ایمان کی تعریف میں قول و عمل دونوں کو شامل کرتے تھے۔ ذیل میں دونوں اکابر کے ان خیالات و عقائد کو مستند کتب کے حوالہ جات کی مدد سے فرداً فرداً پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) امام بخاریؒ کے مطابق ایمان قول وفعل کا نام ہے

امام بخاری ایمان کی تعریف میں ''قول اور عمل'' دونوں کو شامل کرتے ہیں۔

۱۔ امام بخاری نے بذاتِ خود اپنی 'الصحیح' میں کتاب الایمان کے پہلے باب کا آغاز کرتے ہوئے ایمان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

وهو قول وفعل. (۱)

''ایمان قول اور فعل کا نام ہے۔''

۲۔ امام محمد بن نعیم سے روایت ہے کہ جس دور میں تعریفِ ایمان پر علماء کے درمیان بحث و تمحیص جاری تھی، میں نے امام بخاری سے ایمان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

قول وعمل. (۲)

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۱: ۱۱

(۲) ۱۔ عسقلانی، هدی الساری مقدمة فتح الباری: ۴۹۱

۲۔ أیضاً، تهذیب التهذیب، ۹: ۴۵

’’ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔‘‘

اِن اقوال کے مطابق امام بخاری ایمان کا اطلاق قول اور عمل دونوں پر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک فقط زبان سے ایمان کا اقرار کرنا ایمان نہیں بلکہ ایمان اسی وقت کہلائے گا جب اس کے ساتھ عمل بھی ہوگا۔ جب کوئی دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والا شخص زبان پر ایمان کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ اعمالِ شریعت نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرھا پر بھی عمل کرے گا تب کہا جائے گا کہ یہ شخص مؤمن ہے۔

(۲) امامِ اعظمؓ کے مطابق ایمان تصدیقِ قلبی اور زبان سے اِقرار کا نام ہے

امامِ اعظم کے مطابق ایمان صرف دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے جسے إقرار باللسان وتصديق بالقلب کہا جاتا ہے۔ آپ فی نفسہٖ ایمان کی تعریف میں عمل کو شامل نہیں کرتے، ہاں ایمان کی تکمیل کے لئے عمل کو ضرور واجب قرار دیتے ہیں۔

۱۔ امامِ اعظم نے اپنی کتاب ’الفقه الأكبر‘ میں لکھا ہے:

الإيمان هو الإقرار والتصديق.(۱)

’’ایمان صرف (زبان سے) اقرار اور (دل سے) تصدیق کا نام ہے۔‘‘

۲۔ اسی طرح امامِ اعظم نے اپنے کتابچہ ’الوصية‘ میں ایمان کی تعریف درج ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

الإيمان إقرار باللسان وتصديق بالجنان.(۲)

’’ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔‘‘

(۱) ابو حنيفة، الفقه الأكبر مع الشرح لملاّ علی قاری: ۱۴۱

(۲) ابو حنيفة، الوصية (مجموعة شيخ زاهد الكوثري): ۶۳۵

امامِ اعظم کی ایمان کے بارے میں بیان کردہ تعریف سے معلوم ہوا کہ امام بخاری اور آپ کے درمیان بنیادی اختلاف کا سبب تعریفِ ایمان میں ''عمل'' کو داخل کرنے اور نہ کرنے پر تھا۔ امامِ اعظم عمل کو ایمان کے اَکمل اور اَتم ہونے میں مد و معاون سمجھتے ہیں اور اسے نفسِ ایمان کا جزو نہیں سمجھتے جبکہ امام بخاری عمل کو ایمان کا ہی حصہ قرار دیتے ہیں۔

۳۔ امام بخاریؒ کا قول: ''میں نے اپنے عقیدہ کے خلاف کسی سے روایت قبول نہیں کی''

ایمان کی تعریف پر یہی بنیادی علمی اور اعتقادی اختلاف تھا جس کی وجہ سے امام بخاری نے امامِ اعظم کے طریق سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس کی وضاحت خود امام بخاری کے اپنے اقوال سے ہوتی ہے:

۱۔ امام حسین بن محمد بن وضّاح اور مکی بن خلف بن عفان سے روایت ہے کہ ہم نے محمد بن اسماعیل بخاری کو کہتے ہوئے سنا:

كتبت عن ألف نفرٍ من العلماء وزيادة ولم أكتب إلا عمّن قال: الإيمان قول وعمل، ولم أكتب عمّن قال: الإيمان قول.[1]

''میں نے ایک ہزار سے زیادہ علماء سے احادیث لکھی ہیں اور میں نے صرف اس محدّث سے حدیث لکھی جس نے کہا کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے، اور اس سے حدیث نہیں لکھی جس نے کہا کہ ایمان (صرف) قول کا نام ہے۔''

۲۔ امام محمد بن ابی حاتم سے روایت ہے کہ امام بخاری نے فرمایا:

كتبت عن ألف وثلاثين نفساً، ليس فيهم إلا صاحب حديث،

(۱) لالكائي، شرح أصول إعتقاد أهل السنة، ۲: ۸

وقال: لم أكتب إلا عمّن قال: أن الإيمان قول وعمل.[1]

''میں نے بذاتِ خود ایک ہزار تیس (۱۰۳۰) اشخاص سے حدیث کونقل کیا ہے ان میں سے ہر ایک محدّث تھا، اور امام بخاری نے کہا: میں نے حدیث کوصرف اسی محدّث سے نقل کیا جس نے کہا کہ بے شک ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔''

۴۔ امام بخاریؒ نے امامِ اعظمؒ پر ضعیف الحدیث ہونے کا اِلزام نہیں لگایا

چونکہ امام بخاری کے عقیدہ اور مسلک کے مطابق، ایمان قول اور عمل دونوں کا نام تھا لہٰذا انہوں نے حدیث روایت کرنے میں بھی اپنے اسی عقیدہ کا التزام کیا اور صرف ان محدّثین سے احادیث روایت کیں جو قول اور عمل دونوں کو تعریفِ ایمان میں شامل کرتے۔ اسی علمی اختلاف کے باعث انہوں نے ایمان کی تعریف میں عمل کو شامل نہ کرنے والوں سے احادیث نہ لیں جن میں امام صاحب کا نام بھی آتا ہے۔ اس علمی اختلاف کو امام بخاری کا خود نقل کرنا ان کی ایمانداری، دیانت داری، تقویٰ، صداقت و امانت اور عدالت پر دلالت کرتا ہے نیز اپنے اس بیان سے انہوں نے امامِ اعظم کے مخالفین پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ وہ امامِ اعظم کو قطعاً غیر ثقہ اور ضعیف نہیں سمجھتے۔

۵۔ امامِ اعظمؒ پر مرجئہ کے الزام کی حقیقت

قرونِ اولیٰ میں ایمان کو 'إقرار باللسان وتصديق بالقلب' کہنے کا عقیدہ ایک باطل فرقہ مرجئہ کی ایک شاخ کا بھی تھا۔ لہٰذا جو شخص اپنا یہ عقیدہ رکھتا کہ ایمان اقرارِ لسانی اور تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور عمل اس کی تکمیل کے لئے لازمی ہے، اسے مرجئہ

(۱) ۱۔ قسطلانی، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ۱: ۳۲
۲۔ عسقلانی، هدی الساری مقدمة فتح الباری: ۴۷۹

کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا اسی صورت حال کا سامنا امامِ اعظم کو کرنا پڑا جبکہ آپ کا اس باطل فرقہ سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ امام بخاری نے امامِ اعظم کے بارے میں ان کے ترجمہ میں لکھا:

كان مرجئاً سكتوا عنه وعن رأيه وعن حديثه. (۱)

’’وہ مرجئہ تھے، محدّثین نے ان سے روایت کرنے میں، ان کی رائے لینے سے اور ان کی حدیث لینے میں سکوت اختیار کیا ہے۔‘‘

امامِ اعظم پر مرجئہ کا الزام لگانے کی ابتدا خوارج، قدریہ اور معتزلہ جیسے باطل فرقوں نے کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ امامِ اعظم نے دورِ اوّل میں پھوٹنے والے ان باطل فرقوں کی شدید مخالفت کی کیونکہ یہ تمام فرقے ایسے باطل عقائد و نظریات عوام الناس میں پھیلانے میں کوشاں تھے جن کا اسلام میں سرے سے ہی کوئی وجود نہ تھا۔

۱۔ عقیدۂ قدریہ کے حامل انسان کے فعل کو مکمل طور پر انسان کے ارادہ کے تحت سمجھتے تھے اور اس میں ارادۂ الٰہی کے دخل کو جائز نہ سمجھتے تھے اور وہ اپنے اس عقیدہ کا پرچار بھی کرتے جس کی وجہ سے امامِ اعظم نے ان کی شدید مخالفت کی۔

۲۔ معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب غیر مومن ہے لہٰذا وہ مرنے کے بعد ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جو شخص بھی ان کے اس نظریہ کی مخالفت کرتا وہ اس پر مرجئہ کا اطلاق کرتے۔

۳۔ خوارج کا عقیدہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور اس کا خون و اموال دوسروں پر حلال ہیں ان کے نزدیک بھی ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

۴۔ چوتھا باطل فرقہ مرجئہ کا تھا جنہوں نے خوارج کے بالکل برعکس عقیدہ اپنایا۔ انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ ایمانِ کامل اقرارِ لسانی اور تصدیق قلبی کا نام ہے لہٰذا عمل

(۱) بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱

کی اس میں ضرورت ہی نہیں، اور بعض نے ان میں سے یہاں تک کہا کہ ایمان صرف قلبی اعتقاد کا نام ہے اگرچہ اعلانیہ زبان سے کفر کا اقرار کرتا پھرے، بتوں کو پوجتا رہے یا دار الاسلام میں یہودیوں اور عیسائیوں سے ملا رہے اور صلیب و تثلیث کو پوجے، اس کے اعمال جیسے بھی ہوں وہ مرتے وقت کامل حالت ایمان میں ہی مرے گا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حالتِ ایمان میں سرزد ہونے والا گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتا جیسا کہ کفر کی حالت میں اطاعتِ الٰہی کافروں کو کوئی نفع نہیں دیتی۔[۱]

امامِ اعظم ان سب باطل عقائد سے جدا تھے انہوں نے کبھی بھی ان عقائدِ باطلہ سے تعلق نہیں رکھا بلکہ ہمیشہ ان کی سرکوبی کے لئے کام کرتے رہے۔ امام صاحب کے الفاظ میں ان کا عقیدہ ملاحظہ کریں، آپ نے فرمایا:

لا نقول: إن المؤمن لا تضرّه الذنوب، ولا نقول: إنه لا يدخل النار، ولا نقول: إنه يخلد فيها، وإن كان فاسقاً بعد أن يخرج من الدنيا مؤمناً، ولا نقول: إن حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة.

ولكن نقول: مَن عمل حسنة بجميع شرائطها خالية عن العيوب المُفسِدة والمعاني المبطلة ولم يبطلها بالكفر والردّة حتى خرج من الدنيا مؤمناً فإن الله تعالى لا يضيعها، بل يقبلها منه ويُثيبه عليها. وما كان من السيئات دون الشرك والكفر ولم يتب عنها صاحبها حتى مات مؤمناً فإنه في مشيئة الله تعالى إن شاء عذّبه بالنار، وإن شاء عفا عنه ولم يعذّبه بالنار أصلًا.[۲]

---

(۱) ابن حزم، الفصل فی الملل والنحل، ۴: ۱۵۴، ۱۵۵

(۲) ابو حنیفة، الفقه الأکبر مع الشرح لملاّ علی قاری: ۱۲۵۔۱۲۷

''ہم یہ نہیں کہتے کہ مؤمن کو اس کے گناہ نقصان نہیں پہنچائیں گے، نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا (جس طرح باطل فرقے مرجئہ اور ملاحدہ وغیرہما کہتے ہیں)، اور نہ ہی (معتزلہ اور خوارج کی طرح) یہ کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا اگرچہ وہ فاسق ہی ہو اور دنیا سے حالتِ ایمان میں رخصت ہوا ہو، اور نہ ہم مرجئہ کی طرح یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور گناہ معاف ہیں۔

''بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس شخص نے نیکی کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ کیا جو عیوبِ مفسدہ (ظاہری گناہ مثلاً شراب خوری، بدکاری، جھوٹ) اور معانیٔ مبطلہ (باطنی گناہ مثلاً تکبر اور ریا کاری) سے محفوظ ہوئی تو اور اس شخص نے اسے کفر اور ارتداد سے ضائع نہ کیا یہاں تک کہ دنیا سے مؤمن چلا گیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس نیکی کو ضائع نہیں کرے گا، بلکہ اس شخص سے اس نیکی کو قبول فرمائے گا اور اسے اس کا ثواب عنایت کرے گا۔ کفر وشرک کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہوں گے جس پر اس کا عامل توبہ کیے بغیر ہی حالتِ ایمان میں مرگیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہوگا چاہے وہ اسے (عدل کے باعث) جہنم میں عذاب دے اور چاہے (فضل وکرم اور شفاعت کے باعث) معاف فرما دے، اور وہ اسے اصلاً عذاب کا مستحق نہیں ٹھہرائے گا (بلکہ جنت میں داخل کر دے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا)۔''

اتنے صریح الفاظ میں امامِ اعظم کا عقیدہ جان لینے کے بعد اب کسی صفائی کی ضرورت نہیں رہی۔ انہوں نے اپنے الفاظ میں وضاحت کے ساتھ اہلِ سنت وجماعت حنفی مذہب کا عقیدہ بیان کر دیا ہے کہ ہمارا عقیدہ باطل فرقوں خوارج، معتزلہ اور مرجئہ کے برعکس قرآن وسنت پر قائم ہے۔ ہم نہ کسی مؤمن کو گناہِ کبیرہ کے باعث ہمیشہ جہنم کا مستحق ٹھہراتے ہیں اور نہ کافر، اور نہ ہی ہم اسے گناہوں کے مضر اور دخولِ جہنم سے بے خوف

کرتے ہیں۔ بلکہ گناہوں کی وجہ سے مؤمن کی گرفت بھی ہوسکتی ہے، وہ جہنم میں داخل بھی ہوسکتا ہے اور اس کی معافی بھی ہوسکتی ہے لیکن حالتِ ایمان میں مرنے والے گناہگار مؤمن کو کافر کا ٹائٹل اور ہمیشگی جہنم کا پروانہ نہیں تھمایا جا سکتا۔

ہماری نگاہ میں امامِ اعظم کو مرجئہ کہنے کی یہی وجہ سمجھ آتی ہے کہ انہوں نے اِن سب باطل فرقوں کی اتنی شدّ و مد سے مخالفت کی جتنی اس دور میں اور کوئی امام نہ کر سکا، آپ نے اپنی خدا داد صلاحیتوں سے ان کے بخیے اُدھیڑ کے رکھ دیئے جس کے نتیجہ میں ان باطل فرقوں نے اس کا بدلہ اس انداز میں لیا کہ امام صاحب پر اور آپ کے ہم خیال دوسرے ائمہ پر مرجئہ ہونے کا الزام لگا دیا۔

اسی لئے امامِ اعظم نے بصرہ کے ایک عالم عثمان البتی کو اپنی طرف منسوب مرجئہ کے نام کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا تھا:

فما ذنب قوم تكلموا بعدل، وسماهم أهل البدع بهذا الإسم؟ ولكنهم أهل العدل وأهل السنة، وإنما هذا اسم سماهم به أهل شنآن. (۱)

’’حق پر بولنے والی قوم کا یہی تو گناہ ہوتا ہے کہ اہلِ بدعت انہیں اس (مرجئہ کے) نام سے موسوم کر دیتے ہیں؟ حالانکہ وہ اہلِ انصاف اور اہلِ سنت ہوتے ہیں، اُنہیں اس نام سے صرف کم ظرف لوگ ہی منسوب کرتے ہیں۔‘‘

امام صاحب کے اسی قول کی تائید امام شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ’الملل والنحل (۱: ۱۴۱)‘ میں کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

لعمري كان يقال لأبي حنيفة وأصحابه مرجئة السنّة، وعدّه كثير

---

(۱) أبوحنيفة، الرسالة إلي عثمان البتي: ۳۲۲ (مجموعة كتب شيخ الفقيه زاهد الكوثري)

من أصحاب المقالات من جملة المرجئة، ولعلّ السبب فيه أنه لما كان يقول: الإيمان هو التصديق بالقلب وهو لا يزيد ولا ينقص، ظنّوا أنّه يؤخّر العمل عن الإيمان، والرجل مع تخريجه في العمل كيف يفتي بترک العمل، وله سبب آخر وهو أنه كان يخالف القدرية والمعتزلة الذين ظهروا في الصدر الأول، والمعتزلة كانوا يلقّبون كلّ من خالفهم في القدر مرجئاً وكذلک الوعيديّة من الخوارج، فلا يبعد أن اللقب إنما لزمه من فريقي: المعتزلة والخوارج. والله أعلم.

''مجھے اپنی عمر (عطا کرنے والے) کی قسم! امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو مرجئۃ السنۃ کہا جاتا تھا اور بہت سے کہنے والوں نے جمیع مرجئہ میں ان کو بھی شامل کیا ہے اور اس کا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور یہ گھٹتا بڑھتا نہیں، ان پر الزام لگانے والوں نے گمان کیا کہ وہ عمل کو مؤخر کرتے ہیں، حالانکہ ایسا شخص جو شریعت پر عمل پیرا ہو کیسے ترکِ عمل کا فتویٰ دے سکتا ہے؟ ہاں (ان کو مرجئہ کہنے کا) ایک دوسرا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ چونکہ وہ دورِ اوّل میں نمودار ہونے والے فتنوں قدریہ اور معتزلہ کی مخالفت کیا کرتے تھے اور معتزلہ تقدیر میں اپنے ہر مخالف شخص کو مرجئہ کا لقب دیتے تھے اور یہی رویہ خوارج کا تھا، پس اس صورت حال میں، یہ امر بعید نہیں کہ انہیں یہ (مرجئہ کا) لقب فریقین معتزلہ اور خوارج کی طرف سے بدنیتی اور حسد کی وجہ سے دیا گیا ہو۔ واللہ أعلم۔''

گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ امام صاحب کا عقیدہ مرجئہ کے بالکل برعکس اور اس حقیقت کا غماز تھا کہ عمل فی نفسہٖ ایمان کی تعریف میں شامل نہیں لیکن

اس کے بغیر ایمان ناقص اور ادھورا ہے۔ اس کے باوجود امتِ مسلمہ کی شومئ قسمت دیکھیے کہ امامِ اعظم کے خلاف پھیلائے ہوئے باطل قوتوں کے اس جال میں پھنس کر اکثر ائمہ نے اپنی کتابوں میں امامِ اعظم کو مرجئہ لکھ ڈالا۔

امامِ اعظم کے علاوہ کئی اکابر تابعین اور تبع تابعین کو بھی انہیں فتنوں کے سبب مرجئہ میں شمار کیا گیا ہے۔ جن میں سے چند نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ۲۔ حضرت سعید بن جبیر

۳۔ عمرو بن مرہ ۴۔ محارب بن دِثار

۵۔ مقاتل بن سلیمان ۶۔ حماد بن ابی سلیمان

۷۔ قدید بن جعفر رضی اللہ عنہم وغیرہم

ان میں سے ہر امام کو صرف اس جرم کی پاداش میں مرجئہ کہا گیا کہ انہوں نے خوارج کے عکس اصحابِ کبار کو مومن قرار دیا اور معتزلہ کی طرف سے ان پر ہمیشہ جہنم میں رہنے کے دعویٰ باطل کی دلائل بیّن کے ساتھ تردید کی۔ جبکہ امامِ اعظم اور یہ سب ائمہ نہ صرف مرجئہ ہونے کے اس الزام سے بری تھے بلکہ وہ سب تقویٰ و طہارت اور اطاعت و اتباعِ شریعت کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔

علامہ سید محمد مرتضیٰ الزبیدی (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے امامِ اعظم کا ارجاء کے الزام سے بری الذمہ ہونے پر یوں تبصرہ کیا ہے:

وأما نسبة الإرجاء إليه فغير صحيح فإن أصحاب الإمام كلهم على خلاف رأى أصحاب الإرجاء. فلو كان أبو حنيفة مرجئاً لكان أصحابه على رأيه وهم الآن موجودون على خلاف ذلک، وإذا أجمع الناس على أمر و خالفهم واحد أو اثنان لم يلتفت إلى

قوله ولم يصدق في دعواه حتى إن الصلاة عند أبي حنيفة خلف المرجئة لا تجوز. ومن أجمع الأمة على أنه أحد الأئمة الأربعة المجمع عليهم لا يقدح فيه قول من لا يعرفه إلا بعض المحدثين.(۱)

’’امامِ اعظم کی طرف اِرجاء کی نسبت صحیح نہیں کیونکہ امام صاحب کے تمام اصحاب، ارجاء کے اصحاب کی رائے کے خلاف ہیں۔ پس اگر امام ابوحنیفہ مرجئہ ہوتے تو ان کے شاگرد بھی ان ہی کی رائے پر ہوتے حالانکہ وہ ابھی تک اس کے خلاف موجود ہیں، جب سب لوگ کسی امر پر متفق ہوں اور کوئی ایک یا دو اشخاص ان کی مخالفت کریں تو اس کے قول کی طرف دھیان نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی، (یہ مرجئہ کے ساتھ اختلاف ہی کی وجہ سے ہے کہ) امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرجئہ کے پیچھے نماز تک بھی جائز نہیں ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ امام صاحب ان چار ائمہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے لہٰذا آپ کے بارے میں اس شخص کا قول قادح نہیں ہوگا جس کو صرف بعض محدثین جانتے ہوں۔‘‘

امامِ اعظم کو سب سے زیادہ طعن و تشنیع کا اس لئے بھی نشانہ بنایا گیا کیونکہ آپ معتزلی، خوارجی اور قدریوں سے مناظروں کے دوران اپنی خدا داد صلاحیتوں سے نا صرف انکے دلائل و عقائد کی دھجیاں بکھیر دیتے تھے بلکہ انہیں لاجواب بھی کر دیتے تھے۔ اس کا جواب انہوں نے یوں دیا کہ آپ پر مرجئہ کا الزام لگا دیا۔ امامِ اعظم پر ارجاء کا الزام انہوں نے اس قدر عام کر دیا کہ نشہ میں دھت راہ چلتا شخص بھی (جو عمل سے بالکل خالی ہوتا) آپ کو مرجئی کہہ کر مخاطب ہوتا۔

امام ہبۃ اللہ لالکائی (متوفی ۴۱۸ھ) اسی قسم کی ایک روایت بیان کرتے ہیں:

(۱) مرتضى الزبيدي، عقود الجواهر المنيفة، ۱: ۱۵

مرَّ أبو حنيفة بسكران، فقال له: يا أباحنيفة! يا مرحبئيّ! فقال له أبوحنيفة: صدقت! الذنب مني، جئت سمّيتک مؤمنا مستكمل الإيمان. (۱)

''امام ابوحنیفہ کسی نشہ کی حالت میں مدہوش ایک شخص کے پاس سے گزرے تو اس نے آپ سے کہا: اے ابوحنیفہ! اے مرجئ! امام ابوحنیفہ نے اس سے کہا: تو سچ کہتا ہے، گناہ میرا ہے کہ میں نے تجھے ''مومن'' (ایمان کو درجۂ کمال تک پہنچانے والے) کا نام دیا۔''

اس روایت میں امامِ اعظم نے انتہائی خوبصورتی سے اپنے اوپر مرجئ ہونے کا الزام رد کرنے کے ساتھ ساتھ اس شخص کو ایمان کی حقیقت سے بھی آشنا کر دیا۔ اس شخص نے جب آپ کو باطل فرقوں کے پراپیگنڈہ میں آ کر مرجئ کہہ کر پکارا تو آپ نے نہایت تحمل اور بردباری سے اس شخص کو ایک ہی نکتہ میں اشارۃً جتلا دیا کہ عقیدۂ مرجئہ کے حامل افراد شریعت پر عمل کے قطعاً مخالف ہونے کے باعث اسلامی فکر سے کنارہ کشی اختیار کر کے گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں۔ اسی طرح گروہِ خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کا خون مسلمان پر حلال قرار دیتے ہیں، ان دو انتہاء سوچوں کے باعث یا تو تمہیں اسی طرح نشہ جیسے حرام اور کبیرہ گناہ کی حالت میں مرجئہ کی طرح چھوڑ دیا جائے اور کوئی پوچھ گچھ نہ کی جائے کہ تمہارا ایمان اور آخرت سب کچھ برباد ہوجائے یا خوارج کی طرح کافر قرار دے کر قتل کر دیا جائے۔ اس شخص کا عقیدہ تو شاید مرجئہ کی طرح نہ ہو مگر اس کا عمل اُن کے نظریہ کی عکاسی ضرور کر رہا تھا اسی لئے امام صاحب نے اسے کہا کہ یہ میرا گناہ اور غلطی ہے کہ میں نے تم جیسے عمل سے بے بہرہ لوگوں کے لئے شریعت میں آسانی کی راہ نکالی اور تم کو مرجئ اور خارجی کہنے کی بجائے ''مومن'' ہی رہنے دیا تاکہ شاید زندگی کے کسی موڑ پر تمہاری حالت بدل جائے اور تم راہِ

---

(۱) لالکائی، شرح أصول إعتقاد أهل السنة، ۲: ۴۶۹

راست پر آ جاؤ اور اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں تم بھی ایمانِ کامل کے درجہ کو پہنچ سکو۔

عمل، ایمان کا حصہ نہیں

امامِ اعظم کا ایمان کو اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب قرار دینا درحقیقت آپ کے تدبر و تفکر اور فقہ و ذہانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عمل کو ایمان کا عین قرار دینے سے کسی بھی مومن پر پڑنے والے زائد بوجھ کو انہوں نے ایمان کی تکمیل کہہ کر متبعینِ شریعت کی سہولت اور آسانی کے لئے امت سے ہٹا دیا جبکہ نادان اس عمل کو مرجئہ فکر کا حامی تصور کرنے لگے۔ حالانکہ امامِ اعظم کی بیان کردہ تعریف ایمان عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے کیونکہ اگر ہم عمل کو ایمان کا جزو قرار دیں تو ایسا شخص جس نے سوائے کلمہ طیبہ پڑھنے کے کوئی اور نیک عمل نہ کیا ہو مومن نہیں رہتا لیکن اگر عملِ صالح کو بعد از قبولِ اسلام ایمان و اسلام کی تکمیل کے لئے ضروری قرار دیا جائے تو وہ شخص نہ صرف بدستور مومن رہتا ہے بلکہ کمالِ ایمان کے حصول کے لئے اعمالِ شریعت پر بھی گامزن رہتا ہے۔ امامِ اعظم نے ایمان کی تعریف میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُسی حکمتِ عملی کو پیشِ نظر رکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّکَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْکِتَابِ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَی أَنْ يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَکَ بِذٰلِکَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي کُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ طَاعُوْا لَکَ بِذٰلِکَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ

فَرَضَ عَلَيۡهِمۡ صَدَقَةً تُؤۡخَذُ مِنۡ أَغۡنِيَائِهِمۡ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمۡ.(۱)

’’بے شک تو عنقریب اہلِ کتاب کی قوم میں جائے گا پس جب تو ان کے پاس پہنچے تو (سب سے پہلے) انہیں کلمہ توحید و رسالت - لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوۡلُ اللهِ - کی گواہی دینے کی طرف بلانا، پھر اگر انہوں نے اس میں تمہاری اطاعت کر لی تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن و رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پھر اگر انہوں نے اس میں بھی تمہارا حکم مان لیا تو انہیں کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ کو فرض کیا ہے جو ان کے اغنیاء سے لے کر ان کے فقراء کو لوٹا دی جائے گی۔‘‘

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن میں موجود اہلِ کتاب کے دلوں میں اسلام کو راسخ کرنے کے لئے طریقِ تبلیغ کو تدریجی راہنمائی کے اصولوں سے آراستہ فرمایا تاکہ بلا رکاوٹ ان اہلِ کتاب تک اسلام پہنچ جائے اور پھر وہ بتدریج اس پر عمل پیرا ہوتے چلے جائیں۔ اگر حقیقتاً عمل، ایمان کا عین ہوتا تو آپ ﷺ شہادتِ توحید و رسالت کے ساتھ ہی نماز اور زکوٰۃ کا حکم بھی فرماتے حالانکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ امامِ اعظم نے حضور ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ایمان کی تعریف مقرر کی جبکہ کمالِ ایمان کے حصول کے لئے عمل کو لازمی

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث أبی موسی ومعاذ إلی الیمن، ۴: ۱۵۸۰، رقم: ۴۰۹۰

۲۔ أیضاً، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ أمّته إلی توحید الله، ۶: ۲۶۸۵، رقم: ۶۹۳۷

۳۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب إخراج الزکاة من بلد إلی بلد، ۵: ۵۵، رقم: ۲۵۲۲

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۳۳

۵۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۴: ۲۳، رقم: ۲۲۷۵

قرار دیا۔ لہٰذا اتباعِ سنت پر مبنی اِس فکر کے نتیجے میں امامِ اعظم کو مرجئہ قرار دینا نہ صرف ان کے خلوصِ دین اور امانت و دیانت کو ٹھکرا دینے کے مترادف ہے بلکہ ہزارہا سال سے سنتِ رسول ﷺ پر مبنی امامِ اعظم کی اِن تعلیمات پر عمل پیرا سوادِ اعظم کی بھی توہین ہے۔ مرجئہ تو اپنے غلط عقائد کی وجہ سے اس حد تک گمراہ ہو چکے تھے کہ وہ عمل کو مانتے ہی نہ تھے ان میں سے ایک گروہ کے نزدیک صرف اقرارِ لسانی ہی ایمانِ کامل تھا۔ جب کہ امامِ اعظم قطعاً ایسے لغو عقائد نہ رکھتے تھے بلکہ اُن کے عقائد میں ایسا اعتدال اور استحکام تھا جو نا صرف منشائے الٰہی اور سنتِ رسول ﷺ کے مطابق تھا بلکہ دورِ حاضر تک کی جدید اسلامی تحقیق کے مطابق بھی قطعی طور پر درست اور یقینی تھا۔

۶۔ امام بخاریؒ پر خود خلقِ قرآن کا الزام لگایا گیا

مسلمہ نے امام بخاری کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے جسے امام عسقلانی نے امام بخاری کے ترجمہ میں درج کیا ہے:

كان ثقة، جليل القدر، عالماً بالحديث، وكان يقول بخلق القرآن، فأنكر ذلک عليه علماء خراسان فهرب ومات وهو مستخف. (۱)

’’بخاری ثقہ، جلیل القدر اور حدیث کے عالم تھے اور وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا کہا کرتے تھے جس پر علماءِ خراسان نے ان کا انکار کیا تو وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور روپوشی میں ہی ان کا وصال ہوگیا۔‘‘

جبکہ امام بخاری نے اس کا انکار کیا۔ امام محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری کو فرماتے ہوئے سنا:

من قال عنّي إني قلت: لفظي بالقرآن مخلوق؛ فقد كذب. (۲)

(۱) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۴۶

(۲) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۴۶

’’جس شخص نے میری طرف سے یہ کہا کہ میں نے کہا ہے: قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں؛ تو اس نے جھوٹ بولا۔‘‘

جس طرح امام بخاری پر الفاظِ قرآن کے مخلوق ہونے کا بے بنیاد الزام لگنے کے باوجود ان کی روایتِ حدیث اور عدالت پر کوئی اثر نہ پڑا تو اسی طرح امامِ اعظم پر بھی اِرجاء کا بے سروپا الزام لگنے سے ان کی عدالت و ثقاہت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۷۔ صحاح ستہ میں مرجئہ سے مروی روایات بھی موجود ہیں

پچھلے صفحات میں واضح ہو چکا ہے کہ امامِ اعظم پر مرجئ ہونے کا الزام بے حقیقت تھا جسے امام صاحب کی علمی عظمت و رفعت کو داغدار کرنے کے لئے متعصب اور بدعتی فرقوں کی جانب سے وضع کیا گیا تھا۔ اس تحقیق سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ اس بے بنیاد الزام سے آپ کی فقاہتِ علمی اور ثقاہتِ حدیث میں کسی قسم کے ضعف کا قطعاً امکان نہ رہا کیونکہ یہ الزام بھی اتنا ہی بے حقیقت اور بے بنیاد تھا جیسا امام بخاری پر عقیدۂ خلقِ قرآن کے سلسلے میں لگنے والا الزام غلط اور بے حیثیت تھا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کئی رواۃِ حدیث پر مرجئہ ہونے کا الزام لگایا گیا لیکن امام بخاری اور امام مسلم سمیت دیگر ائمہ صحاح ستہ نے ان سے روایت کیا جن میں سے چند ائمہ کا تذکرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) عبدالعزیز بن اَبی رَوَّاد سے الزامِ اِرجا کے باوجود روایتِ حدیث

امام عبدالعزیز بن ابی رواد (متوفی ۱۵۹ھ) کو ائمہِ حدیث نے مرجئہ کہا ہے۔

۱۔ امام ابراہیم بن اسحاق الجوزجانی نے ان کے متعلق لکھا ہے:

كان عابداً غالياً في الإرجاء.[۱]

(۱) جوزجاني، أحوال الرجال، ۱: ۱۵۲، رقم: ۲۶۸

''وہ عبادت گزار اور غالی مرجئی تھا۔''

۲۔ امام احمد بن حنبل نے ان کے متعلق کہا:

كان رجلًا صالحًا و كان مرجئًا. [1]

''عبدالعزیز صالح شخص اور مرجئی تھا۔''

۳۔ امام بخاری نے امام یحییٰ بن سلیم الطائفی سے امام عبدالعزیز کے مرجئہ ہونے کو نقل کیا ہے:

كان يرى الإرجاء. [2]

''وہ ارجا کا عقیدہ رکھتا تھا۔''

امام عبدالعزیز بن ابی رواد سے امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے۔ درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

۱۔ **صحيح البخارى، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، رقم: ۳۳۹۰**

۲۔ **سنن الترمذى، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في الصدق والكذب، رقم: ۱۹۷۲**

۳۔ **سنن أبى داود، كتاب الصلاة، باب فى اتخاذ المنبر، رقم: ۱۰۸۱**

۴۔ **سنن النسائى، كتاب الزينة، باب إسبال الإزار، رقم: ۵۳۳۴**

۵۔ **سنن ابن ماجه، كتاب الأذان، باب السنة في الأذان، رقم: ۷۱۲**

---

(۱) عسقلانى، تهذيب التهذيب، ۶: ۳۰۲

(۲) ۱۔ بخارى، التاريخ الكبير، ۶: ۲۲، رقم: ۱۵۶۱

۲۔ بخارى، الضعفاء الصغير، ۱: ۷۴

(۲) ابراہیمؒ بن طہمان سے الزامِ ارجا کے باوجود روایتِ حدیث

امام ابراہیم بن طہمان (متوفی ۱۶۸ھ) امامِ اعظم کے مشہور شاگرد ہیں۔ امام ذہبی اور عسقلانی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

حدّث عنه إبراهيم بن طهمان عالم خراسان. (۱)

’’ابراہیم بن طہمان عالمِ خراسان نے امام ابوحنیفہ سے حدیث بیان کی ہے۔‘‘

امام ابراہیم بن طہمان پر ائمہ نے ارجاء کا الزام لگایا۔ امام ذہبی نے سیر أعلام النبلاء میں ان کے ترجمہ میں بعض ائمہ سے ان کے مرجئ ہونے کو بیان کیا ہے۔

۱۔ امام صالح محمد جزرہ نے ان کے بارے میں کہا:

’’ثقہ ہے، حسن الحدیث ہے، ایمان میں اِرجاء کی طرف میلان رکھتے ہیں۔‘‘

۲۔ ابو صلت عبد السلام بن ہروی نے امام سفیان بن عیینہ کو ابراہیم بن طہمان کے بارے کہتے ہوئے سنا کہ وہ مرجئ ہے۔

۳۔ امام ابو حاتم نے کہا کہ خراسان میں دو شیخ مرجئ ہیں اور دونوں ہی ثقہ ہیں:

۱۔ ابوحمزہ سکری ۲۔ ابراہیم بن طہمان

۴۔ امام احمد بن حنبل نے ان کے بارے میں فرمایا:

كان مرجئاً، شديداً على الجهمية. (۲)

’’وہ مرجئ تھا اور جہمیہ پر شدید تھا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳

۲۔ عسقلانی، تھذیب التھذیب، ۱۰: ۴۰۱

(۲) ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۷: ۳۸۰۔۳۸۱

امامِ اعظم کے شاگرد امام ابراہیم بن طہمان پر مرجئہ کا الزام لگنے کے باوجود امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ اور امام احمد نے ان سے احادیث کو روایت کیا ہے۔ اس پر صحاح ستہ کے درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن، رقم: ۸۵۲

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتسلیم الحجر علیه قبل النبوة، رقم: ۲۲۷۷

۳۔ سنن الترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء في علامة المنافق، رقم: ۲۶۳۳

۴۔ سنن أبی داود، کتاب الصلاة، باب فی لیلة القدر، رقم: ۱۳۷۹

۵۔ سنن النسائی، کتاب صلاة العیدین، باب الرخصة في الاستماع إلي الغناء وضرب الدف یوم العید، رقم: ۱۵۹۷

۶۔ سنن ابن ماجه، کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء فی صلاة المریض، رقم: ۱۲۲۳

(۳) ایوبؒ بن عائذ سے الزامِ ارجا کے باوجود روایتِ حدیث

امام بخاری نے اپنی کتب میں خود امام ایوب بن عائذ کے ترجمہ میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

کان یری الإرجاء. [1]

''وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتا تھا۔''

---

(۱) ۱۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۱: ۴۲۰

۲۔ بخاری، الضعفاء الصغیر، ۱: ۱۸

امام ایوب بن عائذ کے عقیدہ مرجئہ رکھنے کے باوجود امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔ درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث أبی موسی ومعاذ إلی الیمن قبل حجة الوداع، رقم: ۴۰۸۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب صلاة المسافرین وقصرها، رقم: ۶۸۷

۳۔ سنن الترمذی، کتاب الجمعة، باب ما ذکر في فضل الصلاة، رقم: ۶۱۴

۴۔ سنن النسائی، کتاب تقصیر الصلاة في السفر، باب تقصیر الصلاة في السفر، رقم: ۱۴۴۱

(۴) عثمانؒ بن غیاث سے الزامِ ارجا کے باوجود روایتِ حدیث

امام مزی نے تہذیب الکمال میں امام عثمان بن غیاث راسبی زہرانی بصری کے ترجمہ میں ان کے بارے میں ائمہ کے درج ذیل اقوال نقل کئے ہیں:

۱۔ امام ابو داؤد سے روایت ہے:

مرجئة البصرة: عبدالکریم أبو أمیة، وعثمان بن غیاث، والقاسم بن الفضل. [1]

''بصرہ کے مرجئہ یہ لوگ تھے: ابو امیہ عبد الکریم، عثمان بن غیاث اور قاسم بن فضل۔''

۲۔ امام احمد بن حنبل ان کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

(۱) مزی، تہذیب الکمال، ۱۹: ۴۷۳

ثقة وكان يرى الإرجاء.[1]

''ثقہ اور مرجئی تھا۔''

امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی صحاح میں ان سے احادیث لی ہیں، درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

۱۔ **صحيح البخاری، كتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب، رقم: ۳۴۹۰**

۲۔ **صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عثمان بن عفان، رقم: ۲۴۰۳**

۳۔ **سنن أبی داود، كتاب السنة، باب فی القدر، رقم: ۴۶۹۶**

۴۔ **سنن النسائی، كتاب الافتتاح، باب ترک الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم، رقم: ۹۰۸**

(۵) عمر بن ذر الہمدانیؒ سے الزامِ ارجا کے باوجود روایتِ حدیث

امام مزی نے تھذیب الکمال اور امام ابنِ حجر عسقلانی نے تھذیب التھذیب میں امام عمر بن ذر الہمدانی کے بارے میں ائمہ کی درج ذیل آراء نقل کی ہیں:

۱۔ صاحبِ 'السنن' امام ابو داؤد فرماتے ہیں:

كان رأساً في الإرجاء وكان قد ذهب بصره.[2]

''عمر بن ذر بڑا مرجئی تھا اور اس کی بینائی جاتی رہی تھی۔''

---

(۱) مزی، تهذيب الكمال، ۱۹: ۴۷۳

(۲) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۱: ۳۳۶

۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۳۹۰

۲۔ **عن يحيى بن سعيد القطان ما يدل على أنه كان رأساً في الإرجاء.** (۱)

’’یحییٰ بن سعید القطان سے جو مروی ہے وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ عمر بن ذر بڑا مرجئ تھا۔‘‘

۳۔ امام ابنِ سعد نے کہا کہ محمد بن عبداللہ اسدی نے بیان کیا:

توفی سنة ۱۵۳، وكان مرجئاً فمات فلم يشهده الثوري. (۲)

’’عمر بن ذر نے ۱۵۳ھ میں وفات پائی اور وہ مرجئ تھا، اسی لیے امام ثوری اس کے جنازے میں شریک نہ ہوئے۔‘‘

۴۔ امام ابو عاصم نے کہا:

أبو ذر كوفي، ثقة، مرجي. (۳)

’’ابو ذر (عمر بن ذر) کوفی، ثقہ اور مرجئ تھا۔‘‘

امام عمر بن ذر الھمدانی پر مرجئہ کا الزام لگنے کے باوجود امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے اپنی کتابوں میں ان سے روایت لی ہے۔ درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

۱۔ صحيح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة، رقم: ۳۰۴۶

۲۔ سنن الترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة مريم، رقم: ۳۱۵۸

---

(۱) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۳۹۰

(۲) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۳۹۰

(۳) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۳۹۰

٣۔ سنن أبی داود، کتاب البیوع، باب فی التشدید في ذلک، رقم: ٣٣٩٧

٤۔ سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب سجود القرآن السجود في ص، رقم: ٩٥٧

(٦) ابو معاویہ محمد بن خازِم سے الزامِ ارجا کے باوجود روایتِ حدیث

ائمہ کرام نے ابو معاویہ محمد بن خازِم (متوفی ١٩٥ھ) پر بھی مرجئہ ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔ امام ابنِ حجر عسقلانی نے ان کے ترجمہ میں مختلف ائمہ کا تبصرہ نقل کیا ہے:

قال الآجري عن أبي داود مرجئاً، وقال مرّة: کان رئیس المرجئة بالکوفة. وذکره ابن حبان فی الثقات وقال: کان حافظاً متقناً ولکنه کان مرجئاً خبیثاً. وقال ابن سعد: کان ثقة، کثیر الحدیث، یدلس، وکان مرجئاً. قال أبو زرعة: کان یری الإرجاء، قیل له کان یدعو إلیه قال: نعم.[1]

”امام آجری نے امام ابو داؤد سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: محمد بن خازم مرجئ تھا، ایک دفعہ فرمایا: وہ کوفہ میں مرجئہ کا رئیس تھا۔ امام ابنِ حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ پختہ حافظِ حدیث تھا مگر خبیث مرجی تھا۔ امام ابنِ سعد نے کہا: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھا، تدلیس کرتا تھا اور مرجئہ تھا۔ امام ابو زُرعہ نے کہا: وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتا تھا۔ ان سے پوچھا گیا: کیا وہ لوگوں کو ارجاء کی طرف بلاتا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔“

(١) عسقلانی، تہذیب التہذیب، ٩: ١٢١

امام ذہبی نے ابو معاویہ الضریر کے متعلق یہاں تک روایت درج کی ہے:

إن وكيعاً لم يحضر جنازته للإرجاء.(۱)

''یقیناً وکیع بن الجراح نے اِرجاء کی وجہ سے اُن کے جنازہ میں شرکت نہ کی۔''

امام ابو معاویہ محمد بن خازم سے امام بخاری، امام مسلم امام ترمذی، امام ابوداوٗد، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ جمیع اصحابِ صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔ درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

۱۔ **صحيح البخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة في مسجد السوق، رقم: ۴۶۵**

۲۔ **صحيح مسلم، کتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً، رقم: ۲۷**

۳۔ **سنن الترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء أن الإمام ضَامِنٌ والمؤذن مُؤْتَمَنٌ، رقم: ۲۰۷**

۴۔ **سنن أبی داود، کتاب السنة، باب فی النهی عن سب أصحاب رسول الله ﷺ، رقم: ۴۶۵۸**

۵۔ **سنن النسائی، کتاب النکاح، باب الحث على النکاح، رقم: ۳۲۱۰**

۶۔ **سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب النية في القتال، رقم: ۲۷۸۳**

امام ابو داوٗد، امام ابنِ حبان، امام ابنِ سعد، امام ابو زُرعہ اور امام وکیع کی زبانی امام محمد بن خازم کے مرجئ ہونے پر اقوال درج کئے جا چکے ہیں۔ ارجاء کا الزام عائد ہونے کے باوجود صحاح ستہ میں مروی ان کی روایات کو ایک نظر ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ 'صحیح بخاری' میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۵۰

(۱) ذہبی، میزان الإعتدال، ۷: ۴۲۹

۲۔ 'صحیح مسلم' میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۲۵۰

۳۔ 'سنن ترمذی' میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۱۲۰

۴۔ 'سنن ابو داؤد' میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۸۵

۵۔ 'سنن نسائی' میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۶۵

۶۔ 'سنن ابنِ ماجہ' میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۱۵۰

یعنی صرف ایک مرجئی امام سے صحاح ستہ میں کل مرویات کی تعداد **۷۲۰** ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ باقی اکابر ائمۂ حدیث جن پر ارجاء کا الزام لگایا گیا ان سے صحاح ستہ میں کل کتنی احادیث مروی ہوں گی؟

مذکورہ بالا چند ائمہ کے احوال بطور نمونہ اس لئے درج کئے ہیں تاکہ اس سوچ کا خاتمہ کیا جا سکے کہ جس محدّث پر بھی مرجئی ہونے کا الزام لگایا گیا، وہ ضعیف اور کمزور نہیں ہوتا تھا اسی لئے ائمۂ صحاح ستہ نے اُن سے سینکڑوں احادیث روایت کیں۔ اگر یہ تمام محدّثین غیر ثقہ اور ضعیف ہوتے یا مرجئی ہونے کا جھوٹا الزام اتنا غلیظ ہوتا تو محدّثینِ کبار اُن سے روایت نہ لیتے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے رُواۃ ہیں جن پر بعض ائمہ نے خوارج اور معتزلہ جیسے باطل فرقوں کے جھانسے میں آکر مرجئہ ہونے کا الزام لگایا لیکن امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمہ صحاح ستّہ سمیت محدّثینِ کرام کی اکثریت نے ان سے بھی روایت کیا۔

'صحیح البخاری' میں مزید گیارہ مرجئہ رُواۃ کی فہرست

ائمۂ جرح وتعدیل اور علم الرجال کی کتب کا سرسری مطالعہ کرنے کے بعد صحیح البخاری کے درج ذیل گیارہ رُواۃ عقیدہ اِرجا کے حامل ٹھہرتے ہیں، جن کو محدّثین نے مرجئی یا مائل بہ اِرجا شمار کیا ہے۔

۱۔ ابراہیم بن یزید بن شریک التَّیْمِی (متوفی ۹۳ھ)(۱)

۲۔ عَمْرو بن مُرَّۃ (متوفی ۱۱۸ھ)(۲)

۳۔ قیس بن مسلم الْجَدَلِی (متوفی ۱۲۰ھ)(۳)

۴۔ سالم بن عَجْلان الأفْطَس (متوفی ۱۳۲ھ)(۴)

۵۔ شعیب بن اسحاق الدِّمَشْقِی (متوفی ۱۸۹ھ)(۵)

۶۔ یونس بن بُکَیر (متوفی ۱۹۹ھ)(۶)

۷۔ عبد الحمید بن عبد الرحمٰن الْحِمَّانِی (متوفی ۲۰۲ھ)(۷)

---

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۲: ۱۴۵
۲۔ عسقلانی، تہذیب التهذیب، ۱: ۱۵۴

(۲) ۱۔ عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۱۸۵
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۸: ۸۹
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۴

(۳) ۱۔ عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۲۲۲
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۸: ۳۶۱

(۴) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۴: ۱۸۶
۲۔ ذہبی، میزان الإعتدال، ۳: ۱۶۷

(۵) ۱۔ ذہبی، الکاشف، ۱: ۴۸۶
۲۔ عسقلانی، تقریب التهذیب، ۱: ۲۶۶

(۶) ۱۔ عقیلی، الضعفاء الکبیر، ۴: ۴۶۱
۲۔ ذہبی، المغنی فی الضعفاء، ۲: ۷۶۵

(۷) ۱۔ عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۷۰
۲۔ ذہبی، میزان الإعتدال فی نقد الرجال، ۴: ۲۵۲

۸۔ شَبابہ بن سَوَّار المدائنی الفَزاری (متوفی ۲۰۶ھ)[1]

۹۔ خَلَّاد بن یحییٰ (متوفی ۲۱۳ھ)[2]

۱۰۔ بِشُر بن محمد السَّخُتِیَانِی (متوفی ۲۲۴ھ)[3]

۱۱۔ ذَر بن عبداللہ الُھَمُدَانِی[4]

اس مفصل تحقیق سے معلوم ہوا کہ کسی بھی محدّث پر اِرجاء کا الزام لگنے کے باوجود امام بخاری سمیت بقیہ ائمہِ صحاح ستہ نے اُن سے روایت کیا۔ اِن میں ایسے رُواۃ بھی ہیں جن پر مرجئہ ہونے کا الزام خود امام بخاری نے 'التاریخ الکبیر' اور 'الضعفاء الصغیر' میں ذکر کیا ہے، لیکن اس کے باوجود ان سے احادیث لیں۔ اس سے پتہ چلا کہ ثقہ، صدوق، اور اَوثق و اَصدق راوی کے مرجئہ ہونے کے باوجود ائمہ نے ان سے روایت کیا اور ان کی احادیث کو نظر انداز نہیں کیا۔ اگر درج بالا ان سترہ ائمہ کی صحاح ستہ میں مروی کل احادیث بالفرض کم از کم دو ہزار (۲,۰۰۰) بھی شمار کی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ ان کے بغیر کل صحاح ستہ کی تکرار کے بعد دس ہزار احادیث میں سے آٹھ ہزار (۸,۰۰۰) باقی بچیں گی۔ جب اِن کُل ائمہ کی احادیث کو امام بخاری نے پسند کیا ہے اور ان کو 'الصحیح' میں درج کیا ہے تو امامِ اعظم ابوحنیفہ جو علم الحدیث میں اَوثق اور اَجل مقام پر فائز ہیں یقیناً ان سے روایت لینا زیادہ قرینِ قیاس ہے، مگر اس کے باوجود

---

(۱) ۱۔ عجلی، معرفۃ الثقات، ۱: ۴۴۷

۲۔ ذہبی، من تکلم فیہ: ۹۷

(۲) ۱۔ مزی، تہذیب الکمال، ۸: ۳۶۱

۲۔ عسقلانی، تقریب التہذیب، ۱: ۱۹۶

(۳) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۸: ۱۴۴

۲۔ عسقلانی، تقریب التہذیب، ۱: ۱۲۴

(۴) ۱۔ ذہبی، میزان الإعتدال، ۳: ۵۰

۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۳: ۱۸۹

امام بخاری نے آپ سے روایت نہیں کیا، کیوں؟ اس کی وجہ ہماری نظر میں صرف وہی ہے جسے ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا کہ امام بخاری اور امامِ اعظم کے درمیان شدید علمی اختلاف تھا جس کے باعث انہوں نے آپ کی روایت کو ترک کیا جو کسی صورت آپ کے ضعیف فی الحدیث ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

بعض شبہات کا ازالہ

۱۔ بعض ذہنوں میں یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ بعض راویوں جن میں امامِ اعظم کے تلامذہ بھی شامل ہیں، پر ارجاء کا الزام تھا حتی کہ امام بخاری نے خود لگایا لیکن اس کے باوجود امام بخاری نے ان سے روایت کیا اور امامِ اعظم کو چھوڑ دیا، اس کی وجہ کیا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ ہمیں امام بخاری کی امانت و دیانت اور صداقت و عدالت پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں لیکن گذشتہ کئی صفحات پر پھیلی ہوئی بحث سے ہم یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ امامِ اعظم کے حقیقی مقام و مرتبہ اور معرفتِ حدیث پر باطل فرقوں نے اس قدر کیچڑ اچھالا اور ان پر ارجاء کے الزام کو اس قدر ہوا دی اور ان کی مخالفت میں اس قدر زوردار پراپیگنڈہ کیا جتنا کسی اور امام کے خلاف نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جیسے سید المحدّثین اور امام المحدّثین بھی غلط فہمی کے اس جال میں پھنس گئے اور امامِ اعظم کی کامل معرفت ان تک نہ پہنچ سکی۔ کیونکہ جتنی قوت اور زور سے امامِ اعظم نے ان باطل فرقوں کے خلاف آواز اٹھائی اور انہیں علمی محاذ پر شکستِ فاش دی انہوں نے ردِعمل کے طور پر آپ کے خلاف اتنا ہی زہر آلود پراپیگنڈہ کیا جس کی وجہ سے آپ کی رفعتِ علمی کئی ائمہِ حدیث کی نظروں سے اوجھل اور پوشیدہ ہوگئی اور وہ صرف ظاہر کو ہی حقیقت سمجھ بیٹھے۔

۲۔ اس کے بعد دوسرا سوال بعض اذہان میں یہ ابھرتا ہے کہ کیا امام بخاری کے علاوہ باقی ائمہ صحاحِ ستہ اور دیگر ائمہِ حدیث نے امامِ اعظم سے روایت کیا ہے؟

ذہن نشین رہے کہ کئی ائمہِ حدیث نے امامِ اعظم سے روایت کیا ہے جن میں امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد بن حنبل، امام ابنِ حبان اور امام ابنِ خزیمہ جیسے اکابرینِ حدیث شامل ہیں۔ فی الحال ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اِن پر بمع حوالہ جات تحقیق اِن شاء اللہ عزوجل کتاب ہٰذا کی جلد دوم میں آئے گی۔

باب پانزدہم

اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ سے مروی اَحادیث

امامِ اعظم سے مروی احادیث کو بیان کرنے سے قبل ہم یہاں مختصراً حدیث کی دو بنیادی اصطلاحات پر بحث کرنا چاہتے ہیں حدیث بنیادی طور پر دو چیزوں سے وجود میں آتی ہے۔

(۱) سند (۲) متن

۱۔ سند

رُواۃ اور رجال کا وہ سلسلہ جو متنِ حدیث تک پہنچاتا ہے۔

۲۔ متن

سند کے بعد والا کلام یا جس تک سند پہنچتی ہے۔

مثلاً 'صحیح بخاری' کی کتاب الایمان کے باب حب الرسول ﷺ میں حدیثِ مبارکہ ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ.

''ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، انہیں شعیب نے خبر دی، ان سے ابوالزناد نے بیان کیا انہوں نے اعرج سے روایت کیا انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے

میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والد اور اس کی اولاد سے عزیز تر نہ ہو جاؤں۔‘‘

اس حدیثِ مبارکہ میں حَدَّثَنَا أبو الْيَمَانِ (ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا) سے لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سند ہے اور آگے فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ سے آخر تک۔ حدیث کا متن ہے۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک سلسلہ سند سے جدا اور الگ ہے مگر اس کی صحت اور ثقاہت کا دار و مدار رِجالِ حدیث کی ثقاہت پر ہے۔ حدیث کے رجال جتنے زیادہ ثقہ اور پختہ ہوں گے حدیث اسی قدر جھوٹ اور کذب سے محفوظ ہوگی۔

علم الاسناد کی اہمیت

علم الحدیث میں اسناد کو اہم مقام حاصل ہے۔ یہ علم، حدیث میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے جس کے باعث راویوں کے عدل وضبط اور ضعف و کذب کی چھان بین کی جاتی ہے۔ اسی لئے ائمہِ حدیث نے علم الاسناد کی حد درجہ اہمیت بیان کرتے ہوئے اسے دین قرار دیا ہے۔

۱۔ امام محمدؒ بن سیرین مولیٰ انس بن مالک رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

إنّ هذا العلم دين، فانظروا عمن تأخذون دينكم. (۱)

’’بے شک یہ علم حدیث دین ہے، سوتم دیکھا کرو کہ تم کس شخص سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔‘‘

(۱) ۱۔ مسلم، مقدمة الصحيح، ۱: ۱۴
۲۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۲۴، رقم: ۴۲۴
۳۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۱: ۴٦

۲۔ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۱ھ) نے فرمایا:

الإسناد سلاح المؤمن، إذا لم يكن معه سلاح، فبأي شيء يقاتل. (۱)

''اسناد مومن کا اسلحہ ہے پس جب اس کے پاس اسلحہ ہی نہ ہوا تو وہ کس چیز سے لڑے گا۔''

۳۔ ایک اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ (۱۸۱ھ) نے فرمایا:

الإسناد من الدين ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء. (۲)

''اسناد دین ہے اگر اسناد نہ ہوتو پھر کوئی بھی شخص جو مرضی کہتا پھرے۔''

۴۔ حضرت صالح بن احمدؒ (۳۸۴ھ) نے فرمایا:

إن الحديث بلا إسناد ليس بشيء، وإن الإسناد درج المتون به يوصل إليها. (۳)

''حدیث اسناد کے بغیر کوئی چیز نہیں کیونکہ بے شک اسناد متون کی سیڑھی ہے جس کے ذریعہ ان تک پہنچا جاتا ہے۔''

علم الاسناد درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے خصائص میں سے ہے۔ سابقہ امم میں سے کسی امت کو بھی یہ بلند و بالا علمی شرف حاصل نہیں ہوا کہ ان کے علماء نے اپنے انبیاء تک سلسلہ سند جوڑا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس علم کے ذریعہ امتِ محمدی علی

(۱) ۱۔ سمعانی، أدب الإملاء والاستملاء، ۱: ۸
۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۷: ۲۷۳۔۲۷۴

(۲) ۱۔ مسلم، مقدمة الصحیح، ۱: ۱۵
۲۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۲: ۱۶

(۳) خطیب بغدادی، الکفایة فی علم الروایة، ۱: ۳۹۳

صاحبہا الصلاۃ و السلام اور اس کے ائمہ کو بے حد شرف وفضیلت سے نوازا ہے۔

عالی اور نازل اسناد

عالی، علو سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اور نزول کی ضد ہے۔ نازل، نزول سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اصطلاحی لحاظ سے ان کی یوں تعریف ہوگی:

ا۔ عالی اِسناد

وہ سند جو زمانہ کے اعتبار سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہو یعنی وہ سند جس کے راویوں کی تعداد اُس دوسری سند کے اعتبار سے قلیل ہو جس کے ساتھ وہی حدیث کثیر راویوں سے مروی ہو۔

۲۔ نازل اِسناد

وہ سند جو زمانہ کے اعتبار سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو۔ یعنی وہ سند جس کے راویوں کی تعداد اُس دوسری سند کے اعتبار سے زیادہ ہو جس کے ساتھ وہی حدیث قلیل راویوں سے مروی ہو۔

عالی اور نازل اسناد کی وضاحت کے لئے صحیحین (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) کی درج ذیل روایت پر غور کریں۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ (۳) قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (۲) قَالَ أَخْبَرَنِی عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَبْرٍ (۱) قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا (۴) رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: آيَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ

الْأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ.(۱)

''ہم سے ابو الولید نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا انہیں عبداللہ بن عبداللہ بن جبر نے خبر دی کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے عداوت رکھنا نفاق کی علامت ہے۔''

امام مسلم اسی حدیث کو اپنی سند سے بیان کرتے ہیں:

(۲) (۱)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ

(۵) (۴) (۳)

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: حُبُّ الْأَنْصَارِ آيَةُ الْإِيمَانِ وَبُغْضُهم آيَةُ النِّفَاقِ.(۲)

''ہم سے یحییٰ بن حبیب الحارثی نے بیان کیا، ان سے خالد ابن الحارث نے بیان کیا، ان سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے عبد اللہ بن عبد اللہ سے روایت کیا انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انصار سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔''

دونوں احادیث میں فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غور کریں کہ دونوں ایک ہی ہیں لیکن راویوں کی تعداد مختلف ہے۔ امام بخاری کی سند میں چار رُواۃ ہیں جبکہ امام مسلم کی سند میں

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب علامة الإیمان حب الأنصار، ۱: ۱۴، رقم: ۱۷

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن حبّ الأنصار وعلي من الإیمان، ۱: ۸۵، رقم: ۷۴

پانچ راوی ہیں۔ پس امام بخاری کی سند راوی کم ہونے کی وجہ سے ''عالی'' ہوئی اور امام مسلم کی سند کے راوی زیادہ ہونے کی وجہ سے ''نازل'' ہوئی۔

حکم

جمہور ائمہِ حدیث کے مطابق عالی اسناد کو نازل اِسناد پر فوقیت و فضیلت حاصل ہے کیونکہ اس میں حضور ﷺ تک زیادہ قریبی زمانہ ہوتا ہے۔

عالی اِسناد کی فضیلت پر ائمہ کی آراء

بغیر کسی شک وشبہ کے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عالی اسناد کو نازل پر فضیلت حاصل ہے۔ محدّثین کے احوال کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ساری زندگی عالی سند کے حصول میں تگ و دو کرتے رہے اور اپنے تلامذہ کو اس کی رغبت دلاتے رہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا:

طلب الإسناد العالي سنة عمن سلف.(۱)

''اِسناد عالی کی تلاش سلف صالحین کی سنت ہے۔''

۲۔ امام یحییٰ بن معینؒ سے ان کے مرضِ وفات میں پوچھا گیا: آپ کی کوئی خواہش ہے؟ انہوں نے فرمایا:

بيت خالي وإسناد عالي.(۲)

''مجھے خالی گھر (جس میں مشغولِ علم رہوں) اور عالی اسناد کی خواہش ہے۔''

---

(۱) ۱۔ ابن صلاح، مقدمہ ابن الصلاح، ۱: ۱۵۰
۲۔ ابن جماعۃ، المنہل الروی، ۱: ۶۹

(۲) ابن صلاح، مقدمہ ابن الصلاح، ۱: ۱۵۰

۳۔ امام محمد بن اسلم طوسی علوِ اسناد پر فرماتے ہیں:

قرب الإسناد قرب إلى رسول الله ﷺ والقرب إليه قرب إلى الله عزوجل. (۱)

’’قُربِ اسناد حضور نبی اکرم ﷺ کا قرب ہے اور آپ ﷺ کا قرب اللہ عزوجل کا قرب ہے۔‘‘

۴۔ امام ابنِ صلاحؒ فرماتے ہیں:

العلو يبعد الإسناد من الخلل، لأن كل رجل من رجاله يحتمل أن يقع الخلل من جهته سهواً أو عمدًا، ففي قلتهم قلة جهات الخلل وفي كثرتهم كثرة جهات الخلل وهذا جلي واضح. (۲)

’’علو، اسناد کو خلل سے دور رکھتا ہے، کیونکہ ہر راویٔ حدیث کے بارے میں احتمال ہوتا ہے کہ سہواً یا عمداً اس سے کوئی عیب واقع ہو جائے گا، پس رِجال حدیث کی قلت کے باعث عیب کی جہات میں کمی ہوتی ہے اور ان کی کثرت کے باعث عیب کی جہات میں کثرت واقع ہوتی ہے، جو بالکل واضح ہے۔‘‘

مذکورہ چند اقوال سے پتہ چلا کہ شروع سے ہی ائمہ حدیث کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ عالی اسناد کی طلب کرتے رہتے کیونکہ اس میں حفاظتِ دین اور قربِ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول ﷺ پوشیدہ ہے۔

اَعلیٰ اسانید کے تین درجات

اِصطلاحِ حدیث میں اَعلیٰ اسانید کے تین درجات بنتے ہیں:

---

(۱) ابن صلاح، مقدمہ ابن الصلاح، ۱: ۱۵۰

(۲) ابن صلاح، مقدمہ ابن الصلاح، ۱: ۱۵۰

ا۔ وُحدان / اُحادِیات

جس سند میں راوی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف صحابی کا واسطہ ہو۔

۲۔ ثُنائِیات

جس سند میں راوی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صحابی اور تابعی (یعنی دو رُواۃ) کا واسطہ ہو۔

۳۔ ثُلاثِیات

جس سند میں راوی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صحابی، تابعی اور تبع تابعی (یعنی تین رُواۃ) کا واسطہ ہو۔

محدّثین کے پاس سب سے اعلیٰ اَسانید ثلاثیات ہیں

یہ بات بڑی اہم ہے کہ امام مالک کی 'ثنائیات' کے علاوہ جتنے بھی محدّثین کی کتب دستیاب ہیں ان سب کی اعلیٰ اسانید 'ثلاثیات' ہیں۔ امام سخاوی کی درج ذیل تحقیق کا مطالعہ کریں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''امام مالک کی سب سے اعلیٰ اسانید دو واسطوں سے ''ثُنائیات'' ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سے کثیر احادیث تین واسطوں سے مروی ہیں جنہیں اصطلاحِ حدیث میں ''ثُلاثیات'' کہتے ہیں۔ یہی ثلاثیات امام بخاری سے بائیس (۲۲)، امام ابوداؤد اور ترمذی سے ایک ایک جب کہ امام ابنِ ماجہ سے پانچ (۵) مروی ہیں۔ امام مسلم اور نسائی کی سب سے اعلیٰ اسانید چار واسطوں سے ہیں، اس سے کم واسطے سے ان کی کوئی حدیث نہیں ہے انہیں اصطلاحِ

حدیث میں ’’رُباعیات‘‘ کہا جاتا ہے۔‘‘[1]

ہماری تحقیق کے مطابق امام ابو داؤد کی ’السنن‘ میں (**کتاب السنة، باب في الحوض، رقم: ۴۷۴۹**) میں تین رُواۃ سے مروی ایک حدیث موجود ہے لیکن اس روایت میں اِنقطاع ہے۔ لہٰذا ’سنن ابی داؤد‘ میں کوئی ثلاثی حدیث نہیں۔

صحاحِ ستہ کی تین کُتب کے علاوہ بعض دیگر کتبِ حدیث میں بھی بیسیوں ثلاثیات موجود ہیں، ذیل میں ان کی تحقیق ملاحظہ کریں:

۱۔ ثلاثیات الشافعی

امام محمد بن ادریس الشافعی (متوفی ۲۰۴ھ) کی مسند میں ۴۷ ثلاثی احادیث مروی ہیں وہ سب کی سب اس سند سے مروی ہیں:

مالک بن أنس عن نافع مولٰی ابن عمر عن عبد الله بن عمر عن النبي ﷺ.

امام شافعی سے مروی تمام ثلاثیات کو امام ابنِ حجر عسقلانی نے ’**سلسلة الذهب فيما رواه الشافعي عن مالک عن نافع عن ابن عمر**‘ میں درج کیا ہے۔

۲۔ ثلاثیاتِ احمد بن حنبل

امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) کی مسند میں دیگر ائمہِ حدیث کی نسبت بہت زیادہ تعداد میں ثلاثیات ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا عدد تین سو (۳۰۰) سے تجاوز کرچکا ہے۔ کل ثلاثیاتِ مسند احمد کا شمار انتہائی دشوار ہے۔ کسی محقق نے کہا ہے کہ مسند احمد میں تین سو سینتیس (۳۳۷) ثلاثیات ہیں، کسی نے کہا کہ تین سو تریسٹھ (۳۶۳) اور کسی کا قول ہے: تین سو اکتیس (۳۳۱)۔

(۱) سخاوی، فتح المغيث بشرح ألفية الحديث، ۳: ۱۱

بعض ائمہ نے ثلاثیاتِ احمد کی علیحدہ تخریج بھی کی ہے ان میں محبّ الدین اسماعیل بن عمر بن ابی بکر المقدسی (متوفی ۶۱۳ھ) اور ضیاء الدین ابوعبد اللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد المقدسی (متوفی ۶۴۳ھ) شامل ہیں۔ متاخرین میں خصوصاً امام سفارینی (متوفی ۱۱۸۸ھ) نے 'نفثات صدر المکمد وقرۃ عین المسعد لشرح ثلاثیات مسند الإمام أحمد' کے نام سے کتاب میں تمام ثلاثیاتِ احمد کو تخریج کیا ہے اور ان کی شرح کی ہے۔

۳۔ ثلاثیاتِ ابی داؤد الطیالسی

امام ابو داؤد سلیمان بن داؤد الطیالسی (متوفی ۲۰۴ ھ) کی مسند میں بھی ثلاثیات موجود ہیں، ان ثلاثیات کو بعنوان کتاب 'الثلاثیات المنتقاۃ من مسند أبي داود الطیالسي' جمع کیا گیا، لیکن کتاب کی عدم دستیابی کے باعث ان کا عدد اور مؤلف کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

۴۔ ثلاثیاتِ مسند عبد بن حمید

امام عبد بن حمید الکسی (متوفی ۲۴۹ ھ) کی مسند میں اکیاون (۵۱) ثلاثیات ہیں۔ اس کا ایک نسخہ مراکش کے شہر رباط کے محکمہ مالیات میں ۴۴۲ نمبر کے تحت موجود ہے۔

۵۔ ثلاثیات الدارمی

امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی (متوفی ۲۵۵ ھ) کی سنن میں پندرہ (۱۵) ثلاثیات ہیں۔ ان ثلاثیاتِ دارمی کو ابوعمران عیسٰی بن عمر بن العباس السمر قندی اور عفیف محمد بن نور الدین الایجی نے جمع کیا ہے۔

۶۔ ثلاثیات الطبرانی

امام سلیمان بن احمد الطبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) کی 'المعجم الصغیر' میں تین ثلاثیات ہیں۔

مذکورہ بالا تمام کتبِ حدیث میں ثلاثیات کو باقی احادیث سے اعلیٰ اور افضل گردانا جاتا ہے۔ محدّثین کی ان ثلاثی احادیث کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے امام سخاوی کی 'فتح المغیث'، امام سیوطی کی 'تدریب الراوی'، امام سفارینی کی 'نفثات صدر المکمد وقرة عین المسعد لشرح ثلاثیات مسند الإمام أحمد'، محمد بن جعفر الکتانی کا 'الرسالة المستطرفة'، صدیق حسن خان القنوجی کی 'الحطة فی ذکر الصحاح الستة'، اشرف عبدالرحیم کی 'الثلاثیات فی الحدیث النبوی' اور خصوصاً عفیف محمد نور الدین الایجی کا رسالہ 'الثلاثیات' ملاحظہ فرمائیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ، امام ابو داؤد الطیالسی، امام عبد بن حمید، امام دارمی اور امام طبرانی سمیت کسی بھی اجل محدّث اور امام فی الحدیث کے پاس ثلاثیات سے کم واسطہ کی کوئی ایک بھی حدیث نہیں۔ اس لحاظ سے امام مالک کو ان پر فوقیت حاصل ہے کہ ان سے دو واسطوں سے ثنائیات مروی ہیں۔ گویا نامور محدّثین میں صرف عالم دار الھجرۃ امام مالک واحد شخصیت ہیں جن سے کم از کم دو واسطوں سے احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مروی ہیں۔

اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ کی سندِ عالی ''اُحادی'' ہے

مندرجہ بالا تفصیلی بحث سے یہ معلوم ہوگیا کہ امام مالک کے علاوہ کل محدّثین کے پاس تین واسطوں سے کم سند سے کوئی بھی حدیث نہیں، تو یہ بات بڑی خوش کن اور قلبی اطمینان کا باعث ہے کہ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو صرف ایک واسطہ سے حدیثِ رسول

ﷺ حاصل ہے۔ گویا امامِ اعظم ابوحنیفہ کے بعد روئے زمین پر کوئی بھی ایسا محدّث نہیں جس کا حضور نبی اکرم ﷺ سے اَقرب طریق یا سب سے چھوٹی سند ایک واسطہ سے ہو۔ ائمہِ حدیث میں سے یہ شرف صرف امامِ اَعظم ابو حنیفہ کو حاصل ہے۔

صحابہ کرام ﷡ سے براہِ راست روایت کرنے کے سبب سے حضور نبی اکرم ﷺ اور امام ابوحنیفہ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔ اصولِ حدیث میں ایک واسطے سے روایت ہونے والی حدیث کو اصطلاحاً 'وُحدان' کہا جاتا ہے۔ جبکہ راقم نے ثُنائی اور ثُلاثی کے وزن پر اس اصطلاح کا نیا نام ''اُحادی'' وضع کیا ہے۔ امام اعظم کی سندِ عالی ''اُحادی'' ہے جبکہ باقی معروف ائمہ حدیث میں سے کسی ایک امام کی بھی سندِ عالی اُحادی نہیں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ اور امام ابنِ حجر ہیتمی مکیؒ تک ائمہ نے تحقیق کر کے سات (۷) اُحادیات اپنی کتابوں میں بیان کی تھیں جو امامِ اعظم ابوحنیفہ ﷛ نے بذریعہ صحابی ایک واسطے سے روایت کی ہیں۔ **راقم نے اس پر تحقیق کرکے امامِ اعظم کے ایک واسطے سے روایت ہونے والی احادیث کی تعداد سولہ (۱۶) تک کر دی ہے۔** اِن سولہ (۱۶) اُحادیاتِ امامِ اعظم کا متن مع ترجمہ وتخریج درج ذیل ہے:

۱۔ سولہ (۱۶) اُحادیاتِ امامِ اعظم ﷛ کا متن

۱۔ رَوَی أَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِکٍ ﷛ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَی کُلِّ مُسْلِمٍ.(۱)

(۱) ۱۔ ابونعیم اصبهاني، مسند الإمام أبي حنيفة: ۱۷۶

۲۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۴: ۲۰۸، ۹: ۱۱۱

۳۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۲۸

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

''امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

۲۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: اَلدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ.(۱)

۔۔۔۔۔۔ ۴۔ ابن ماجة، السنن، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، ۱: ۸۱، رقم: ۲۲۴

۵۔ ابو يعلى، المسند، ۵: ۲۲۳، رقم: ۲۸۳۷

۶۔ أيضاً، المعجم، ۱: ۲۵۷، رقم: ۳۲۰

۷۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۲۸۹، رقم: ۲۰۰۸

۸۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۱: ۱۳۶، رقم: ۱۷۵

(۱) ۱۔ خوارزمي، جامع المسانيد للإمام ابي حنيفة، ۱: ۸۵

۲۔ صيمري، أخبار أبي حنيفة وأصحابه: ۴

۳۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة، ۱: ۲۶

۴۔ روياني، المسند: ۶۳، رقم: ۶ (امام رویانی نے یہ حدیث امامِ اعظم کی ثلاثیات میں سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔)

۵۔ ابو نعيم اصبهاني، مسند الإمام أبي حنيفة، ۱: ۱۵۰، ۱۵۱ (امامِ اعظم کی ثلاثیات میں سے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے۔)

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۶۔ ترمذي، السنن، كتاب العلم عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء الدال على الخير كفاعله، ۵: ۴۱، رقم: ۲۶۷۰

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۵۷

۸۔ ابو يعلى، المسند، ۷: ۲۷۵، رقم: ۴۲۹۶

۹۔ بزار، المسند، ۵: ۱۵۰، رقم: ۱۷۴۲

۱۰۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۳: ۳۴، رقم: ۲۳۸۴

’’امام ابوحنیفہ، حضرت انس بن مالک ﷛ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والا (اجر و ثواب کے حصول میں) نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔‘‘

۳۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷛ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ.(۱)

’’امام ابوحنیفہ، حضرت انس بن مالک ﷛ سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مدد کرنے کو پسند فرماتا ہے۔‘‘

۴۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ﷛ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَ رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.(۲)

’’امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک ﷛ سے سنا، انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہوجاتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ خوارزمي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۱: ۸۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ابو يعلى، المسند، ۷: ۲۷۵، رقم: ۴۲۹۶

۳۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۲۵۴، رقم: ۱۶۶۴

۴۔ صيداوی، معجم الشيوخ، ۱: ۱۸۴

۵۔ منذری، الترغيب و الترهيب، ۱: ۷۰، رقم: ۱۹۵

(۲) قزوينی، التدوين فی اخبار قزوين، ۳: ۲۶۱

۵۔ رَوَی أَبُوْحَنِیْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ قَالَ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ خَالِصاً مُخْلِصًا بِهَا قَلْبُهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَلَوْ تَوَکَّلْتُمْ عَلَی اللهِ حَقَّ تَوَکُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ کَمَا تُرْزَقُ الطَّیْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَ تَرُوْحُ بِطَانًا. (۱)

’’امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خلوصِ دل کے ساتھ ﴿لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ﴾ کہتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر تم نے اللہ پر اس طرح توکل کیا جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے وہ خالی پیٹ صبح کرتے ہیں اور شام کو سیر ہوکر (واپس اپنے گھروں کو) لوٹتے ہیں۔‘‘

۶۔ رَوَی أَبُوْحَنِیْفَةَ قَالَ: وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِیْنَ وَقَدِمَ عَبْدُاللهِ بْنُ أُنَیْسٍ رضی اللہ عنہ

---

(۱) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۳۶

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، ۴: ۵۷۳، رقم: ۲۳۴۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب التوکل والیقین، ۲: ۱۳۹۴، رقم: ۴۱۶۴

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۰، ۵۲، ۵: ۲۲۹

۵۔ طیالسی، المسند، ۱: ۱۱، رقم: ۵۱

۶۔ حمیدی، المسند، ۱: ۱۸۱، رقم: ۳۶۹

۷۔ ابو یعلی، المسند، ۱: ۲۱۲، رقم: ۲۴۷

۸۔ ابن ابی عاصم، الآحاد والمثاني، ۴: ۲۲۹، رقم: ۲۲۱۳

۹۔ قضاعی، مسند الشھاب، ۲: ۳۱۹، رقم: ۱۴۴۴

الْكُوْفَةَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَتِسْعِيْنَ وَسَمِعْتُ مِنْهُ وأَنَا أَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: حُبُّكَ لِلشَّيْءِ يُعْمِي وَيُصِمُّ.[1]

''امام ابوحنیفہ بیان کرتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ حضرت عبداللہ بن اُنیس ﷺ ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے تو میں نے انہیں ۱۴ سال کی عمر میں فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی چیز سے انسان کی محبت اسے اندھا اور بہرہ کردیتی ہے (اسے نہ تو محبوب کا کوئی عیب نظر آتا ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں وہ کوئی غلط بات سننا گوارا کرتا ہے)۔''

۷۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُنَيْسٍ ﷺ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: رَأَيْتُ فِي عَارِضِى الْجَنَّةِ مَكْتُوْبًا ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ بِالذَّهَبِ الْأَحْمَرِ لَا بِمَاءِ الذَّهَبِ: ﴿اَلسَّطْرُ الْأَوَّلُ﴾ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ، ﴿وَالسَّطْرُ الثَّانِيُّ﴾ الإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ فَأَرْشَدَ اللهُ الْأَئِمَّةَ وَغَفَرَ لِلْمُؤَذِّنِيْنَ ﴿وَالسَّطْرُ الثَّالِثُ﴾ وَجَدْنَا مَا عَمِلْنَا، رَبِحْنَا مَا قَدِمْنَا، خَسِرْنَا مَا خَلَفْنَا، قَدِمْنَا عَلَى

---

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید للإمام ابی حنیفة، ۱: ۷۸

۲۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۳۰

۳۔ سبط ابن جوزی، الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح: ۴۶۲ (مجموع کتب الإمام الکوثری)

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۴۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب فی الهوی، ۴: ۳۳۴، رقم: ۵۱۳۰

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۹۴

۶۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۳۳۴، رقم: ۴۳۵۹

۷۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۹۹، رقم: ۲۰۵

۸۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۱: ۱۵۷، رقم: ۲۱۹

رَبٍّ غَفُوْرٍ.(۱)

''امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت کے کونوں میں سرخ سونے (خالص سونے) کے ساتھ نہ کہ سونے کے پانی کے ساتھ تین سطریں لکھی ہوئی دیکھیں: پہلی سطر میں لکھا ہوا تھا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں)، دوسری سطر میں لکھا ہوا تھا: امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار، پس اللہ تعالیٰ ائمہ کو ہدایت دے اور مؤذنین کی مغفرت فرمائے، اور تیسری سطر میں لکھا ہوا تھا: ہم نے جو عمل کیا (اس کا صلہ) ہم نے پا لیا، ہم نے جو کچھ آگے بھیجا اس کا نفع پا لیا، ہم جو پیچھے چھوڑ آئے اس کو ہم نے کھو دیا اور ہم رب غفور کے پاس حاضر ہو گئے ہیں۔''

۸۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ: وُلِدْتُ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَحَجَجْتُ مَعَ أَبِي سَنَةَ سِتٍّ وَ تِسْعِيْنَ وَأَنَا ابْنُ سِتَّ عَشَرَةَ سَنَةً فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ رَأَيْتُ حَلَقَةً عَظِيْمَةً فَقُلْتُ لِأَبِي: حَلَقَةُ مَنْ هَذِهِ؟ قَالَ: حَلَقَةُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَزْءِ الزُّبَيْدِيِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.(۲)

---

(۱) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۳۵۔۳۶

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ قزوینی، التدوین فی أخبار قزوین، ۳: ۹۱

۳۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۲۲۷، رقم: ۵۹۳

۴۔ مناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ۳: ۵۲۱

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۸۰

”امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور میں نے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ میں ۱۶ سال کی عمر میں حج کیا پس جب میں مسجدِ حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک بہت بڑا حلقہ دیکھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا یہ کس کا حلقہ ہے تو انہوں نے فرمایا: یہ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن جَزء زبیدی رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔ میں آگے بڑھا اور ان کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہوجاتا ہے اور اُسے وہاں وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔“

۹۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ قَالَ: لَقِيْتُ عَبْدَاللهِ بْنَ الْحَارِثِ جَزْءَ الزُّبَيْدِيَّ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَقُلْتُ: أُرِيْدُ أَنْ أَسْمَعَ مِنْهُ فَحَمَلَنِي أَبِي عَلَى عَاتِقِهِ وَ ذَهَبَ بِي إِلَيْهِ. فَقَالَ: مَا تُرِيْدُ؟ فَقُلْتُ: أُرِيْدُ أَنْ تُحَدِّثَنِي حَدِيْثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: إِغَاثَةُ الْمَلْهُوْفِ فَرْضٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِيْنِ اللهِ كَفَاهُ اللهُ هَمَّهُ وَ رَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ.(۱)

”امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں: میں صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن الحارث جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے ملا ہوں، میں نے کہا میں ان سے سماع کرنا چاہتا ہوں تو میرے والدِ گرامی مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر اُن کے پاس لے گئے۔ انہوں

------ ۲۔ صیمری، أخبار أبی حنیفة وأصحابه: ۴

۳۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضله، ۱: ۱۰۱

۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۴: ۳۳۲، رقم: ۹۵۶

۵۔ سبط ابن جوزی، الانتصار (مجموع کتب الکوثری): ۲۶۲

(۱) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۳۵

نے مجھے کہا: کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: مجھے ایسی حدیث سنائیں جسے آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: مصیبت زدہ کی مدد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو شخص دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے غموں کو کافی ہوجاتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتا۔‘‘

۱۰۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُعَاوِيَّةَ عَبْدَاللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِدًا وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. (۱)

’’امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو معاویہ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جو شخص مسجد بناتا ہے چاہے وہ تیتر کے گھونسلے کے برابر ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔‘‘

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۱: ۸۲
۲۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة، ۱: ۳۰
۳۔ سبط ابن جوزی، الانتصار والترجيح للمذهب الصحيح: ۱۲
۴۔ قزوينی، التدوين فی اخبار قزوين، ۱: ۴۳۸
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب المساجد والجماعات، باب من بنى لله مسجدا، ۱: ۲۴۴، رقم: ۷۳۸
۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۴۱
۷۔ ابن حبان، الصحيح، ۴: ۴۹۰، رقم: ۱۶۱۰
۸۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۲۶۹، رقم: ۱۲۹۲
۹۔ طيالسی، المسند، ۱: ۶۲، رقم: ۴۶۱
۱۰۔ ابو يعلی، المسند، ۷: ۸۵، رقم: ۴۰۱۸

۱۱۔ رَوَى أَبُوحَنِيُفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَبُدَ اللهِ بُنَ أَبِي أَوُفَى رضی اللہ عنہ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: حُبُّکَ الشَّيءَ يُعْمِي وَ يُصِمُّ، وَ الدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ وَ الدَّالُ عَلَى الشَّرِّ كَمِثْلِهِ، إِنَّ اللهَ يُحِبُّ إِغَاثَةَ اللَّهُفَانِ.(۱)

’’امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیری کسی چیز سے محبت (تمہیں) اندھا اور بہرا کر دیتی ہے، نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے اور برائی کی طرف راہنمائی کرنے والا برائی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مدد کرنے کو پسند فرماتا ہے۔‘‘

۱۲۔ رَوَى أَبُوحَنِيُفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ بِنُتَ عَجُرَدٍ رضی اللہ عنہا قَالَتُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَكْثَرُ جُنُدِ اللهِ فِي الْأَرُضِ: الْجَرَادُ، لَا آكُلُهُ وَ لَا أُحَرِّمُهُ.(۲)

---

(۱) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۳۶

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۷۹

۲۔ سبط ابن جوزی، الانتصار والترجیح للمذهب الصحیح: ۴۶۳ (مجموع کتب الإمام الکوثری)

۳۔ قزوینی، التدوین فی أخبار قزوین، ۱: ۴۳۸

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۴۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الجراد، ۳: ۳۵۷، رقم: ۳۸۱۳

۵۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الصید، باب صید الحیتان والجراد، ۲: ۱۰۷۳، رقم: ۳۲۱۹

۶۔ بیهقی، السنن الکبری، ۹: ۲۵۷

''امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو فرماتے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا: زمین میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر ٹڈی دَل ہے، میں نہ اُسے کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں۔''

۱۳۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: لَا تُظْهِرَنَّ شَمَاتَةً لِأَخِيْكَ فَيُعَافِيَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ. (۱)

''امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تُو اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کر کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے عافیت دے کر تجھے مصیبت میں نہ ڈال دے۔''

------ ۷۔ عبد الرزاق، المصنف، ۴: ۵۳۱، رقم: ۸۷۵۷

۸۔ بزار، المسند، ۶: ۷۷، ۴، رقم: ۲۵۰۹

۹۔ ابن قانع، معجم الصحابة، ۱: ۲۸۵

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید للإمام ابی حنیفة، ۱: ۸۶

۲۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۳۰

۳۔ سبط ابن جوزی، الانتصار: ۴۶۳ (مجموع کتب الکوثری)

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب صفة القیامة والرقائق عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب (۵۴)، ۴: ۶۶۲، رقم: ۲۵۰۶

۵۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۴: ۱۱۱، رقم: ۳۷۳۹

۶۔ أیضاً، المعجم الکبیر، ۲۲: ۵۳، رقم: ۱۲۷

۷۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۲: ۷۷، رقم: ۹۱۷

۸۔ بیهقی، شعب الإیمان، ۵: ۳۱۵، رقم: ۶۷۷۷

۱۴۔ رَوَی أَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: دَعْ مَا يَرِيْبُکَ إِلَی مَا لَا يَرِيْبُکَ.(۱)

’’امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت واثلہ بن اَسقع رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: تُو اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالے اس چیز کے لیے جو تجھے شک میں نہ ڈالے۔‘‘

۱۵۔ رَوَی أَبُوْحَنِيْفَةَ قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَا يَظُنُّ أَحَدُکُمْ أَنَّهُ يَتَقَرَّبُ إِلَی اللهِ بِأَقْرَبِ مِنْ هَذِهِ الرَّکْعَاتِ يَعْنِي الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ.(۲)

’’امام ابوحنیفہ نے فرمایا: میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ گمان نہ کرلے کہ وہ ان رکعات یعنی پانچ وقت کی فرض نمازوں سے بڑھ کر کسی اور شے سے اللہ کا

---

(۱) ۱۔ موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة، ۱: ۳۱
۲۔ سيوطی، تبييض الصحيفة بمناقب أبی حنيفة: ۳٦
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۳۔ ترمذی، السنن، کتاب صفة القيامة والرقائق عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب (٦۰)، ۴: ٦٦۸، رقم: ۲۵۱۸
۴۔ نسائی، السنن، کتاب الأشربة، باب الحث علی ترک الشبهات، ۸: ۳۲۷، رقم: ۵۷۱۱
۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵۳
٦۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۴۹۸، رقم: ۷۲۲
۷۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱٦، ۴: ۱۱۰، رقم: ۲۱۷۰، ۷۰۴٦
۸۔ دارمی، السنن، ۲: ۳۱۹، رقم: ۲۵۳۲
(۲) موفق، مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة، ۱: ۳٦

قرب حاصل کر سکتا ہے۔‘‘

۱۶۔ رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ رضی اللہ عنہ (الصَّحَابِيّ) قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: كُنْتُ رَدِيفَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنِّي رَسُوْلُ اللهِ مُخْلِصًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: وَ إِنْ زَنَى وَ إِنْ سَرَقَ؟ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، قَالَ: فَقُلْتُ: وَ إِنْ زَنَى وَ إِنْ سَرَقَ؟ فَسَارَ سَاعَةً ثُمَّ عَادَ لِكَلَامِهِ، فَقُلْتُ: وَ إِنْ زَنَى وَ إِنْ سَرَقَ؟ فَقَالَ: وَإِنْ زَنَى وَ إِنْ سَرَقَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ. فَكَانَ أَبُوالدَّرْدَاءِ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ كُلِّ جُمُعَةٍ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ يَضَعُ إِصْبَعَهُ عَلَى أَنْفِهِ وَيَقُوْلُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ.(۱)

’’امام ابوحنیفہ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوار تھا سو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابو درداء جو

(۱) ۱۔ ابویوسف، کتاب الآثار، ۱: ۱۹۷، رقم: ۸۹۱

۲۔ ابو نعیم اصبهانی، مسند الإمام أبي حنيفة، ۱: ۱۷۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض، ۵: ۲۱۹۳، رقم: ۵۴۸۹

۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب من مات لا یشرك بالله شیئا، ۱: ۹۵، رقم: ۹۴

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱: ۳۹۲، رقم: ۱۶۹

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۶۶

شخص اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اپنے کلام کو دہرایا تو میں نے (پھر) عرض کیا: یا رسول اللہ! اگرچہ وہ زنا اور چوری بھی کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا اور چوری ہی کیوں نہ کرے اور اگرچہ ابودرداء کی ناک خاک آلود ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو یہ حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے قریب بیان فرماتے تھے: اگرچہ وہ زنا اور چوری ہی کیوں نہ کرے اگرچہ ابودرداء کی ناک خاک آلود ہی کیوں نہ ہو۔‘‘

اَہم علمی نکات

ہم نے سولہ (۱۶) اُحادیاتِ امامِ اعظم نقل کردی ہیں۔ اِن تمام احادیث میں امامِ اعظم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صرف صحابی کا واسطہ ہے۔ درج ذیل نکات کی بناء پر اِن احادیث کی بلند پایہ ثقاہت واضح ہوتی ہے۔

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں محدّثین اور اصولیین کا اس بات پر اجماع ہے:

أن الصحابة كلهم عدول ليس فيهم مجروح ولا ضعيف. (۱)

’’تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں، ان میں کوئی بھی مجروح یا ضعیف نہیں ہے۔‘‘

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱: ۱۶۲

۲۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۲۲: ۴۷

۳۔ ابن جماعة، المنهل الروى فى مختصر علوم الحديث النبوى، ۱: ۱۱۲

۴۔ عسقلانی، فتح البارى شرح صحيح البخارى، ۹: ۶۳۳

اس متفق اصول کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے براہِ راست رِوایت ہونے کی بناء پر یہ تمام احادیث صحیح ہیں۔

۲۔ ہم نے امامِ اعظم سے مروی درج بالا تمام احادیث کے نیچے دیگر ائمہِ حدیث کی کتب سے تخریج بھی دیدی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ فلاں حدیث امامِ اعظم نے تو ایک صحابی سے اپنی سند سے روایت کی مگر اسی حدیث کا متن امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ، امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ اور امام ترمذی و دیگر ائمہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اپنی کتابوں میں روایت کیا ہوا ہے۔ متون کی مطابقت سے یہ بات متحقّق ہوتی ہے کہ امامِ اعظم سے مروی تمام رِوایات صحیح الاسناد ہیں۔

۳۔ امام اعظم اور دیگر ائمہ حدیث کی روایت کردہ احادیث میں بنیادی فرق صرف یہ ہے کہ امامِ اعظم نے براہِ راست ایک صحابی سے حدیث لی ہے، آپ کے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان صحابی کے سوا اور کوئی واسطہ نہیں جبکہ باقی ائمہ حدیث نے اپنی سند کے ساتھ وہی متنِ حدیث کئی واسطوں سے روایت کیا ہوا ہے۔ امام اعظم نے یہ تمام احادیث اُس وقت روایت کر دی تھیں جب نہ 'صحیح البخاری' وجود میں آئی تھی، نہ 'صحیح مسلم'، نہ 'سننِ ترمذی'، نہ 'سننِ ابی داؤد'، نہ 'سننِ نسائی'، نہ 'سننِ ابن ماجہ' اور نہ 'مسند احمد بن حنبل' حتی کہ ان کتبِ حدیث کے مصنف بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بعد کے دور میں جب یہ ائمہ حدیث تشریف لائے تو اپنی اپنی الگ سند کے ساتھ انہیں احادیث کے متن کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کر دیا جس سے ان کی کتبِ حدیث معرضِ وجود میں آگئیں۔

۴۔ محدّثین کا امامِ اعظم کی احادیث کے متون کو اپنی جدا جدا سندوں کے ساتھ لینا اس بات کی بھی دلیل ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ ضعیف الحدیث نہ تھے بلکہ صحیح الاسناد تھے، ثقہ تھے، عدول تھے، مامون تھے، اَصح تھے اور اَوثق تھے کیونکہ جن احادیث کے متون کو آپ نے روایت کیا انہی متون کو بعد کے ائمہ نے اپنی الگ الگ اسانید کے ساتھ روایت کر دیا۔

۲۔ ثنائیاتِ امامِ اَعظم رضی اللہ عنہ

﴿ اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ سے مروی دو واسطوں کی رِوایات کا بیان ﴾

امامِ اعظم کو علم الحدیث میں ائمہِ صحاح ستہ سمیت دیگر ائمہِ حدیث پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ ایک، دو اور تین واسطوں سے جتنی روایات آپ سے مروی ہیں اور کسی امام سے نہیں۔ پچھلے صفحات میں امامِ اعظم کی احادیات کو بمع تخریج رقم کیا جا چکا ہے۔ یہی حال امام صاحب کی ثنائیات کا ہے۔ آپ سے سیکڑوں ثنائیات مروی ہیں۔

ہم نے مختلف کتب کو کھنگال کر ثنائیاتِ امامِ اعظم پر تحقیق کر کے اس کی تعداد معلوم کی ہے۔ صرف تین کتبِ حدیث میں ثنائیاتِ امامِ اعظم کی تعداد ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ جامع المسانید للإمام خوارزمی : ۳۶۶

۲۔ كتاب الآثار للإمام أبی یوسف : ۸۱

۳۔ كتاب الآثار للإمام محمد الشیبانی : ۵۹

تینوں کتب میں کل ثنائیات : ۵۰۶

ان تینوں کتب میں ثنائیاتِ امامِ اعظم کی تعداد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان سے سیکڑوں ثنائیات مروی ہوں گی۔ حجت کے لئے بطورِ نمونہ ذیل میں ہم امامِ اعظم کی چالیس (۴۰) ثنائیات بمع دیگر کتبِ حدیث سے تخریج درج کریں گے جس سے امام صاحب کے بلند درجہ امام الائمہ فی الحدیث ہونے کا اندازہ ہوگا۔ احادیث کی ترتیب میں 'صحیح بخاری' اور 'صحیح مسلم' کی ابواب بندی کے نظم کو سامنے رکھا گیا ہے۔

۱۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَرَأَ

رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَوْلَهُ تَعَالَى: ﴿وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى﴾ قَالَ: بِـلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ﴿وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى﴾ قَالَ: بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ.[1]

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی: ''اور اس نے اچھائی کی تصدیق کی۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: (اس سے مراد) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی تصدیق کرنا ہے۔ ''اور اس نے اچھائی کو جھٹلایا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: (اس سے مراد) لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کو جھٹلانا ہے۔''

۲۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، فَإِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ تَعَالَى.[2]

---

(۱) خوارزمی، جامع المسانيد للإمام أبی حنيفة، ۱: ۹۵

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد، ۱: ۱۳۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب الإيمان، باب: فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة فخلوا سبيلهم، ۱: ۱۷، رقم: ۲۵

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس، ۱: ۵۲۔ ۵۳، رقم: ۲۱۔ ۲۲

۴۔ ترمذی، السنن، كتاب التفسير، باب ومن سورة الغاشية، ۵: ۴۳۹، رقم: ۳۳۴۱

۵۔ نسائی، السنن، كتاب تحريم الدم، ۷: ۷۵۔ ۸۱، رقم: ۳۹۷۶۔۳۹۸۳

۶۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الفتن، باب الكف عمن قال لا إله إلا الله، ۲: ۱۲۹۵، رقم: ۳۹۲۷۔۳۹۲۹

''حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ نہ کہہ لیں، پھر جب انہوں نے اس کا اقرار کر لیا تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور اموال کو سوائے ان کے حق کے محفوظ کر لیا، اور ان کا حساب وکتاب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔''

۳۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم قَالَ: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.(۱)

۴۔ وَرَوَى أَبوحَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی الله عنه نَحْوَهُ.(۲)

---

(۱) ۱۔ خوارزی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۹۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما یکره من النیاحة علی المیت، ۱: ۴۳۴، رقم: ۱۲۲۹

۳۔ مسلم، الصحیح، المقدمة، باب تغلیظ الکذب علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، ۱: ۱۰، رقم: ۳

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب العلم عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، باب ما جاء فی تعظیم الکذب علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، ۵: ۳۵، رقم: ۲۶۵۹

(۲) ۱۔ خوارزی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۱۰۳

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم، ۱: ۵۲، رقم: ۱۱۰

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، باب ما جاء فی النهی عن سب الریاح، ۴: ۵۲۴، رقم: ۲۲۵۷

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔''

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی انہی الفاظ سے ایک روایت مروی ہے۔''

۵۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ، أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ. (۱)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے علم کے بارے میں سوال کیا گیا اور اس نے (جانتے ہوئے بھی اسے) چھپایا تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام دی جائے گی۔''

۶۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ طَلْحَةَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ فِي مَوَاقِيْتِهَا. (۲)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۱) ۱۔ خوارزی، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۱: ۹۶

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب العلم عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، ۵: ۲۹، رقم: ۲۶۴۹

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب العلم، باب کراهية منع العلم، ۳: ۳۲۱، رقم: ۳۶۵۸

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب من سئل عن علم فكتمه، ۱: ۹۷، رقم: ۲۶۴

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد، ۱: ۲۹۷

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

سے عرض کیا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کرنا۔‘‘

۷۔ **رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَسْفِرُوْا بِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلثَّوَابِ.**[1]

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، باب وسَمَّي النبيُّ ﷺ الصلاة عملاً، ۶: ۲۷۴۰، رقم: ۷۰۹۶

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب کون الإیمان باللہ تعالی أفضل الأعمال، ۱: ۸۹، رقم: ۸۵

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی بر الوالدین، ۴: ۳۱۰، رقم: ۱۸۹۸

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۳۴۲، رقم: ۱۴۷۸

۶۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۵: ۲۱۸، رقم: ۲۵۳۹۹

۷۔ ابو عوانۃ، المسند، ۱: ۶۴

(۱) ۱۔ خوارزمي، جامع المسانید، ۱: ۳۰۴

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الإسفار بالفجر، ۱: ۲۸۹، رقم: ۱۵۴

۳۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الصلاۃ، باب فی وقت الصبح، ۱: ۱۱۵، رقم: ۴۲۴

۴۔ نسائی، السنن، کتاب المواقیت، باب الإسفار، ۱: ۲۷۲، رقم: ۵۴۸

۵۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الصلاۃ، باب وقت صلاۃ الفجر، ۱: ۲۲۱، رقم: ۶۷۲

۶۔ شافعی، المسند، ۱: ۱۷۵

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۴: ۳۵۷، رقم: ۱۴۹۰

فرمایا: فجر کی نماز (طلوعِ فجر کے بعد صبح کی) سفیدی میں پڑھا کرو کیونکہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔‘‘

۸۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ: رَمَقْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا فَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَي الْفَجْرِ. ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ وَ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾.[1]

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے چالیس دن یا ایک مہینہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ فجر کی دو سنتوں میں (سورۃ اخلاص) قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ اور (سورۃ الکافرون) قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ تلاوت فرماتے۔‘‘

۹۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: صَلُّوْا فِي بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَجْعَلُوْهَا قُبُوْرًا.[2]

---

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۱۲

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی تخفیف رکعتی الفجر، ۲: ۲۷۶، رقم: ۴۱۷

۳۔ نسائی، السنن، کتاب الافتتاح، باب القراء ۃ فی الرکعتین بعد المغرب، ۲: ۱۷۰، رقم: ۹۹۲

۴۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب إقامۃ الصلاۃ، باب ما جاء فیما یقرأ فی الرکعتین قبل الفجر، ۱: ۳۶۳، رقم: ۱۱۴۹

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۲۱۲، رقم: ۲۴۵۹

۶۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، ۱: ۲۹۸

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۶۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں (نفلی) نمازیں پڑھا کرو اور انہیں قبور مت بناؤ۔‘‘

۱۰۔ رَوَی أَبُو حَنِیْفَةَ عَنْ جَبْلَةَ بْنِ سُحَیْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ صَلّٰی فَـلَا یَفْتَرِشْ ذِرَاعَیْهِ کَافْتِرَاشِ الْکَلْبِ.[1]

------ ۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب التطوع فی البیت، ۱:۳۹۸، رقم: ۱۱۳۱

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب صلاة النافلة فی بیته وجوازها فی المسجد، ۱:۵۳۸، رقم: ۷۷۷

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی فضل صلاة التطوع فی البیت، ۲: ۳۱۳، رقم: ۴۵۱

۵۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب صلاة الرجل التطوع فی بیته، ۱: ۲۷۳، رقم: ۱۰۴۳

۶۔ نسائی، السنن، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، باب الحث علی الصلاة فی البیوت والفضل فی ذلك، ۳: ۱۹۷، رقم: ۱۵۹۸

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۴۱۴

۲۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۷۳

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب لا یفترش ذراعیه فی السجود، ۱: ۲۸۳، رقم: ۷۸۸

۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب الاعتدال فی السجود، ۱:۳۵۵، رقم: ۴۹۳

۵۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الاعتدال فی السجود، ۲: ۶۵۔ ۶۶، رقم: ۲۷۵۔ ۲۷۶

۶۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب صفة السجود، ۱: ۲۳۶، رقم: ۸۹۷ —

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز پڑھے تو وہ (حالتِ سجدہ میں) کتے کی طرح اپنے بازوؤں کو زمین پر مت پھیلائے (بلکہ بازوؤں کو زمین سے بلند رکھے)۔‘‘

۱۱۔ رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الْهُذَيْلِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَخَّصَ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوجِ لِصَلَاةِ الْغَدَاةِ وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ.[1]

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یقیناً حضور نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کو فجر اور عشاء کی نمازوں کے لئے مسجد میں حاضری کی اجازت دی ہے۔‘‘

۱۲۔ رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رضي الله

……۷۔ نسائی، السنن، کتاب التطبیق، باب الاعتدال فی السجود، ۲:۲۱۳، رقم:۱۱۱۰

۸۔ ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاة، باب الاعتدال فی السجود، ۱: ۲۸۸، رقم: ۸۹۱۔ ۸۹۲

(۱) ۱۔ ابو نعیم أصبهانی، مسند الإمام أبي حنيفة، ۱: ۲۰۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب الأذان، باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغَلَس، ۱: ۲۹۵، رقم: ۸۲۷

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد، ۱: ۳۲۷، رقم: ۴۴۲

۴۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الصلاة، باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد، ۱: ۱۵۵، رقم: ۵۶۸

۵۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲:۴۳، ۴۵، ۴۹

۶۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳:۱۴۷، رقم: ۵۱۰۸

۷۔ أبو عوانة، المسند، ۲: ۵۶۔ ۵۸

عنهما يَقُوْلُ: كَانَ النَّبِيُّ صلی الله عليه وآله وسلم إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ مِثْلَ مَا يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ.[(۱)]

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب مؤذن اذان دیتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی کلمات کہتے جو مؤذن کہتا۔‘‘

۱۳۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم قَالَ: كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ، قِيْلَ: فَمَنْ مَاتَ صَغِيْرًا يَارَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.[(۲)]

---

(۱) ۱۔ خوارزمي، جامع المسانيد، ۱: ۳۰۳
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأذان، باب ما يقول إذا سمع المنادی، ۱: ۲۲۱، رقم: ۵۸۶
۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه، ۱: ۲۸۸، رقم: ۳۸۳
۴۔ نسائی، السنن، کتاب الأذان، باب القول مثل ما يتشهد المؤذن، ۲: ۲۴، رقم: ۶۷۶
۵۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأذان والسنة فيها، باب ما يقال إذا أذن المؤذن، ۱: ۲۳۸، رقم: ۷۱۹
۶۔ ابن خزيمه، الصحيح، ۱: ۲۱۵، رقم: ۴۱۲۔ ۴۱۳
۷۔ ابن ابی شيبة، المصنف، ۱: ۲۰۵، رقم: ۲۳۵۸

(۲) ۱۔ خوارزی، جامع المسانيد للإمام أبی حنيفة، ۱: ۱۸۸
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجنائز، باب ما قيل فی أولاد المشرکين، ۱: ۴۶۵، رقم: ۱۳۱۹

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر پیدا ہونے والا بچہ (اصل) فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جو بچپن میں ہی فوت ہو جاتا ہے (اس کا معاملہ کیا ہوگا)؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے جو وہ (دنیا میں رہ کر) کرنے والے تھے۔''

۱۴۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: كُلُّ مَعْرُوْفٍ فَعَلْتَهُ إِلَى غَنِيٍّ أَوْ فَقِيْرٍ صَدَقَةٌ.(۱)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نیکی جسے تم خواہ امیر کے ساتھ کرو یا غریب کے ساتھ کرو، صدقہ ہے۔''

۱۵۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ لَمْ يُجَاوِزِ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ حَتَّى يَسْتَلِمَهُ.(۲)

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة، ۴: ۲۰۴۷، رقم: ۲۶۵۸

۴۔ ترمذى، السنن، كتاب القدر عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء كل مولود يولد على الفطرة، ۴: ۴۴۷، رقم: ۲۱۳۸

(۱) ۱۔ خوارزى، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۱: ۹۶

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ أبويعلى، المسند، ۴: ۲۶، رقم: ۲۰۸۵

۳۔ بزار، المسند، ۵: ۲۵، رقم: ۱۵۸۲

۴۔ ديلمى، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۲۴۸، رقم: ۴۷۲۹

(۲) ۱۔ خوارزمى، جامع المسانيد، ۱: ۵۲۲

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کرتے تو رکنِ یمانی کو استلام کئے بغیر وہاں سے آگے نہ گزرتے۔‘‘

۱۶۔ رَوَی أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ فِي الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ.[1]

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب غسل الرجلین فی النعلین، ۱: ۷۳، رقم: ۱۶۴

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب الإهلال من حیث تنبعث الراحلة، ۲: ۸۴۴، رقم: ۱۱۸۷

۴۔ أبو داؤد، السنن، کتاب المناسك، باب فی وقت الإحرام، ۲:۱۵۰، رقم: ۱۷۷۲

۵۔ نسائی، السنن، کتاب مناسك الحج، باب استلام الرکنین فی کل طواف، ۵: ۲۳۱، رقم: ۲۹۴۷۔۲۹۴۸

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۱۵

۷۔ عبد الرزاق، المصنف، ۵: ۴۳، رقم: ۸۹۳۷

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۲: ۲۰

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: من غشنا فلیس منا، ۱: ۹۹، رقم: ۱۰۱۔ ۱۰۲

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب البیوع، باب ما جاء فی کراهیة الغش فی البیوع، ۳: ۶۰۶، رقم: ۱۳۱۵

۴۔ أبو داود، السنن، کتاب البیوع، باب النهی عن الغش، ۳: ۲۷۲، رقم: ۳۴۵۲

۵۔ ابن ماجه، السنن، کتاب التجارات، باب النهی عن الغش، ۲: ۷۴۹، رقم: ۲۲۲۴۔ ۲۲۲۵

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے خرید و فروخت میں ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘

۱۷۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: كَانَ لِي عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے مقروض تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اضافہ کر کے رقم لوٹائی۔‘‘

۱۸۔ رَوَی أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلی الله عليه وآله وسلم يُعْرَفُ بِرِيْحِ الطِّيْبِ إِذَا أَقْبَلَ بِاللَّيْلِ.(۲)

۶۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۴۲

۷۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۱۰، رقم: ۲۱۵۳

(۱) ۱۔ خوارزمي، جامع المسانيد، ۱: ۲۲۸

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب فی الاستقراض وأداء الديون، باب حسن القضاء، ۲: ۸۴۳، رقم: ۲۲۶۴

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب تحية المسجد برکعتين، ۱: ۴۹۵، رقم: ۷۱۵

۴۔ ابو داؤد، السنن، کتاب البيوع، باب فی حسن القضاء، ۳: ۲۴۸، رقم: ۳۳۴۷

۵۔ نسائی، السنن الکبری، ۴: ۳۵، رقم: ۶۱۸۳

۶۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۲۴۳، رقم: ۲۴۹۶

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد للإمام أبی حنيفة، ۱: ۹۸

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ابن أبی شيبة، المصنف، ۵: ۳۰۴، رقم: ۲۶۳۲

۳۔ دارمی، السنن، ۱: ۴۵، رقم: ۶۵

۴۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۳۹۹

’’حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کرتے ہوئے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ جب رات کو تشریف لاتے تو (فضا میں) خوشبو کے پھیلنے سے آپ ﷺ کی پہچان ہوتی۔‘‘

۱۹۔ رَوَی أَبُوحَنِیْفَةَ عَنْ عَطِیَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِیْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنَّ فِي ذَلِکَ لَآیَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ﴾[1] أَي الْمُتَفَرِّسِیْنَ.[2]

’’حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے پھر آپ ﷺ نے آیتِ مبارکہ تلاوت کی: ’’بیشک اس میں اہلِ فراست کے لئے نشانیاں ہیں۔‘‘

۲۰۔ رَوَی أَبُوحَنِیْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِیْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: أَنْکِحُوا الْجَوَارِيَ الشَّبَابَ فَإِنَّهُنَّ أَنْتَجُ أَرْحَامًا وَأَطْیَبُ أَفْوَاهًا وَأَعَزُّ أَخْلَاقًا.[3]

---

(۱) الحجر، ۱۵: ۷۵

(۲) ۱۔ خوارزی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۱۸۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ، باب من سورة الحجر، ۵: ۲۹۸، رقم: ۳۱۲۷

۳۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۲۳، رقم: ۷۸۴۳

۴۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۱: ۳۸۷، رقم: ۶۶۳

(۳) ۱۔ خوارزمي، جامع المسانید، ۲: ۸۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نوجوان لڑکیوں سے شادی کیا کرو کیونکہ وہ کثرتِ اولاد، شیریں کلام اور اچھے اخلاق کی مالک ہوتی ہیں۔‘‘

۲۱۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: اَلْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًا وَاحِدٍ. (۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کافر سات آنتوں میں (کھانا) بھرتا ہے اور مومن ایک آنت میں۔‘‘

...... ۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب النكاح، باب تزويج الأبكار، ۱: ۵۹۸، رقم: ۱۸۶۱

۳۔ عبد الرزاق، المصنف، ۶: ۱۵۹، رقم: ۱۰۳۴۱

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۴: ۵۲

۵۔ ابن أبی عاصم، الآحاد والمثانی، ۴: ۵، رقم: ۱۹۴۷

۶۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۱۴۴، رقم: ۴۵۵

۷۔ بیهقی، السنن الکبری، ۷: ۸۱

(۱) ۱۔ خوارزی، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۱: ۱۹۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأطعمة، باب المؤمن یأکل فی معی واحد، ۵: ۲۰۶۱، رقم: ۵۰۷۸۔ ۵۰۷۹

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأشربة، باب المؤمن یأکل فی معی واحد والکافر یأکل فی سبعة أمعاء، ۳: ۱۶۳۱، رقم: ۲۰۶۰

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الأطعمة عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، باب ما جاء أن المؤمن یأکل فی معی واحد والکافر یأکل فی سبعة أمعاء، ۴: ۲۶۶، رقم: ۱۸۱۸

۲۲۔رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهَى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.
وَفِي رِوَايَةٍ: عَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر نوک دار دانتوں والے درندوں (مثلاً شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ) اور ناخنوں والے پرندوں (مثلاً باز، شکرہ وغیرہ) کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔‘‘

۲۳۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَقُوْلُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَنْ أَذْهَبْتُ كَرِيْمَتَيْهِ لَمْ

(۱) ۱۔ خوارزمي، جامع المسانيد، ۲: ۲۳۴۔ ۲۳۵
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب الذبائح والصيد، باب أكل كل ذی ناب من السباع، ۵: ۲۱۰۳، رقم: ۵۲۱۰
۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذبائح والصيد، باب تحريم أكل كل ذی ناب من السباع، ۳: ۱۵۳۴، رقم: ۱۹۳۴
۴۔ ترمذی، السنن، كتاب الأطعمة، باب ما جاء فی كراهية أكل المصبورة، ۴: ۷۱، رقم: ۱۴۷۴
۵۔ أبو داود، السنن، كتاب الأطعمة، باب النهی عن أكل السباع، ۳: ۳۵۵۔ ۳۵۶، رقم: ۳۸۰۲۔ ۳۸۰۶
۶۔ نسائی، السنن، كتاب الصيد والذبائح، باب إباحة أكل لحوم الدجاج، ۷: ۲۰۶، رقم: ۴۳۴۸
۷۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الصيد، باب أكل كل ذی ناب من السباع، ۲: ۱۰۷۷، رقم: ۳۲۳۲۔ ۳۲۳۴

يَكُنْ لَهُ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةَ.(۱)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے: میں جس شخص کو دونوں آنکھوں سے محروم کر دیتا ہوں، تو اس کو جزاء کے طور پر جنت ضرور عطا کر دی جاتی ہے۔''

۲۴۔ رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: جَعَلَ اللهُ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً، فَإِذَا أَصَابَ الدَّاءَ دَوَاؤُهُ، بَرِئَ بِإِذْنِ اللهِ تَعَالَى.(۲)

---

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد، ۱: ۱۰۸

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب المرضى، باب فضل من ذهب بصره، ۵: ۲۱۴۰، رقم: ۵۳۲۹

۳۔ ترمذي، السنن، كتاب الزهد، باب ما جاء في ذهاب البصر، ۴: ۶۰۳، رقم: ۲۴۰۱

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۸۳

۵۔ ابو يعلى، المسند، ۷: ۲۶۸، رقم: ۴۲۸۵

۶۔ طبراني، المعجم الكبير، ۸: ۱۹۲، رقم: ۷۷۸۹

۷۔ ابن السري، الزهد، ۱: ۲۲۹، رقم: ۳۸۰

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد، ۱: ۱۴۲

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب السلام، باب لكل داء دواء واستحباب التداوي، ۴: ۱۷۲۹، رقم: ۲۲۰۴

۳۔ نسائي، السنن الكبرى، ۴: ۳۶۹، رقم: ۷۵۵۶

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳۵

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۳: ۴۲۸، رقم: ۶۰۶۳

’’حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی دوا بنائی ہے پس جب بیماری کو اس کی دوا پہنچ جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفایاب ہو جاتا ہے۔‘‘

۲۵۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: إِنَّ اللهَ جَعَلَ الشِّفَاءَ فِي أَرْبَعَةٍ: الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ وَالْحِجَامَةِ وَالْعَسَلِ وَمَاءِ السَّمَاءِ. (۱)

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں میں شفاء رکھی ہے: سیاہ دانہ (یعنی کلونجی)، پچھنے لگوانا (یعنی سرجری)، شہد اور بارش کا پانی۔‘‘

۲۶۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: إِخْضَبُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ. (۲)

۶۔ بيهقی، السنن الكبری، ۹: ۳۴۳، رقم: ۱۹۳۴۲

۷۔ حاكم، المستدرك، ۴: ۲۲۲، رقم: ۷۴۳۴

(۱) خوارزی، جامع المسانيد للإمام أبی حنيفة، ۱: ۱۸۹

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد، ۱: ۹۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو مختلف الفاظ سے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحيح، كتاب اللباس، باب الخضاب، ۵: ۲۲۱۰، رقم: ۵۵۵۹

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب اللباس والزينة، باب فی مخالفة اليهود فی الصبغ، ۳: ۱۶۶۳، رقم: ۲۱۰۳

۴۔ ابو داؤد، السنن، كتاب الترجل، باب فی الخضاب، ۴: ۸۵، رقم: ۴۲۰۳

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خضاب لگایا کرو اور اہلِ کتاب کی مخالفت کیا کرو۔''

۲۷۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَلَنْسُوَةٌ شَامِيَّةٌ بَيْضَاءَ.(۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سفید شامی ٹوپی تھی۔''

۲۸۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِي بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ، وَمَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِي بِقِيَامِ اللَّيْلِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّ خِيَارَ أُمَّتِي لَنْ يَّنَامُوْا إِلَّا قَلِيْلًا.(۲)

...... ۵۔ نسائی، السنن، کتاب الزينة، باب الأمر بالخضاب، ۸: ۱۸۵، رقم: ۵۲۴۱

۶۔ ابن ماجه، السنن، کتاب اللباس، باب الخضاب بالحناء، ۲: ۱۱۹۶، رقم: ۳۶۲۱

(۱) خوارزمی، جامع المسانيد للإمام أبی حنيفة، ۱: ۱۹۸

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد للإمام أبی حنيفة، ۱: ۱۰۰

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب الوصاة بالجار، ۵: ۲۲۳۹، رقم: ۵۶۶۸

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة والآداب، باب الوصية بالجار والإحسان إليه، ۴: ۲۰۲۵، رقم: ۲۶۲۵

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فی حق الجوار، ۴: ۳۳۲، رقم: ۱۹۴۲

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ ہمسایہ (کے حقوق کے بارے) مجھے وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ عنقریب اسے وارث بنا دیں گے، اور جبرائیل مجھے رات کی عبادت کی وصیت کرتے رہے حتی کہ میں نے گمان کیا کہ میرے (نیک وصالح) بہترین امتی رات کو کم ہی سوئیں گے۔''

۲۹۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَا يَشْكُرُ اللهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ.(۱)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔''

۳۰۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ مُسْلِمِ بْنِ كَيْسَانَ الْمُلَائِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: يُجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْكِ وَيَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ.(۲)

---

(۱) ۱۔ خوارزی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۱۰۹
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء فی الشکر لمن أحسن إلیک، ۴: ۳۳۹، رقم: ۱۹۵۴
۳۔ أبوداود، السنن، کتاب الأدب، باب فی شکر المعروف، ۴: ۲۵۵، رقم: ۴۸۱۱
۴۔ ابن حبان، الصحیح، ۸: ۱۹۸، رقم: ۳۴۰۷

(۲) ۱۔ خوارزی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۷۷
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الجنائز عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۳:۳۳۷، رقم: ۱۰۱۷

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے زہد و ورع کا یہ حال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خادم و غلام کی دعوت بھی قبول فرماتے تھے، مریض کی عیادت کیا کرتے اور گدھے کی سواری بھی کر لیا کیا کرتے تھے۔‘‘

۳۱۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: زُرْ غِبًّا، تَزْدَدْ حُبًّا.(۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چند دن کے بعد (یعنی وقفہ سے اپنے بھائی کی) زیارت کیا کرو اس سے تمہاری محبت بڑھے گی۔‘‘

۳۲۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الْبِرُّ لَا يُبْلَى وَالإِثْمُ لَا يُنْسَى.(۲)

...... ۳۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب البراءة من الكبر والتواضع، ۲: ۱۳۹۸، رقم: ۴۱۷۸

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۷: ۲۳۸، رقم: ۴۲۴۳

(۱) ۱۔ خوارزي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۱: ۹۷

۲۔ ابو نعيم أصبهاني، مسند الإمام أبي حنيفة، ۱: ۱۳۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ بزار، المسند، ۹: ۳۸۱، رقم: ۳۹۶۳

۴۔ حارث بن ابی اسامة، المسند، ۲: ۸۶۲، رقم: ۹۲۰

۵۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۱: ۳۶۶، رقم: ۶۲۹

۶۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۲۱۰، رقم: ۱۷۵۴

۷۔ حاكم، المستدرك، ۳: ۳۹۰، رقم: ۵۴۷۷

(۲) ۱۔ خوارزي، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۱: ۹۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیکی کبھی پرانی نہیں ہوتی (اس کا اجر مل کر رہتا ہے) اور گناہ کبھی بھلایا نہیں جاتا (اس کا بھی مواخذہ ہوتا ہے)۔‘‘

۳۳۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّكْسَكِيِّ الدِّمَشْقِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ فَعَلِّمْنِي مَا يُجْزِيْنِي عَنْهُ، فَقَالَ لَهُ: قُلْ: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ. فَقَالَ: هٰذَا لِرَبِّي عزوجل فَمَا لِي: فَقَالَ: قُلْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَاغْفِرْ لِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي.(۱)

’’حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں قرآن سیکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا لٰہذا آپ مجھے وہ (کلمات) سکھائیں جو میرے لیے اس کے قائم مقام ہو جائیں۔ پس آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تو کہا کر ﴿سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ﴾ (اللہ پاک ہے، اللہ کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور اللہ کے سوا کوئی

......۲۔ معمر بن راشد، الجامع، ۱۱: ۱۷۸

۳۔ بیہقی، کتاب الزھد الکبیر، ۲: ۲۷۷، رقم: ۷۱۰

۴۔ دیلمی، مسند الفردوس، ۲: ۳۳، رقم: ۲۲۰۳

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفۃ، ۱: ۱۱۷

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۶: ۱۰۰، رقم: ۲۹۷۹۷

۳۔ دارقطنی، السنن، ۱: ۳۱۴، رقم: ۲

۴۔ بیہقی، السنن الکبری، ۲: ۳۸۱

معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور قدرت و طاقت صرف اللہ عظیم و برتر کی مشیت سے ہی ہے)۔ اس نے عرض کیا: یہ (کلماتِ حمد تو) میرے رب کے لئے ہوگئے، میرے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو کہا کر ﴿اَللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَاغْفِرْلِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي﴾ (اے اللہ! تو مجھ پر رحم فرما، مجھے بخش دے اور مجھے ہدایت عطا کر، مجھے رزق سے نواز اور عافیت عطا فرما)۔‘‘

۳۴۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ لَاحِقِ بْنِ الْعِيْزَارِ الْيَمَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ قَالَ: ﴿أَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْمَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا سَلَفَ مِنْ جُرْمِهِ إِنْ كَانَ مُخْلِصًا.(۱)

’’حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اخلاص سے یہ پڑھا: ﴿اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيْمَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (میں، اللہ بلند و برتر سے مغفرت طلب کرتا ہوں وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا، اور سب کو اپنی تدبیر سے قائم رکھنے والا ہے۔)، اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ بخش دے گا۔‘‘

۳۵۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: التَّاجِرُ الصَّدُّوْقُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.(۲)

---

(۱) خوارزی، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۱: ۱۱۱

(۲) ۱۔ خوارزی، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۲: ۲

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب البيوع عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في التجار وتسمية النبي ﷺ، ۳: ۵۱۵، رقم: ۱۲۰۹

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سچا (ایمان دار) تاجر قیامت کے دن انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ (ان کی رفاقت وصحبت میں) ہوگا۔‘‘

۳٦۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ بْنِ مَعْقِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (گناہ پر) نادم ہونا ہی توبہ ہے۔‘‘

۳۷۔ رَوَى أَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿عَسَى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾(۲) قَالَ: الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الشَّفَاعَةُ، يُعَذِّبُ اللهُ تَعَالَى قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْإِيْمَانِ بِذُنُوْبِهِمْ ثُمَّ يُخْرِجُهُمْ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

...... ۳۔ دارمی، السنن، ۲: ۳۲۲، رقم: ۲۵۳۹

۳۔ دارقطنی، السنن، ۳: ۷، رقم: ۱۷۔۱۸

۴۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۴: ۵۵۵، رقم: ۲۳۰۸۸۔۲۳۰۸۹

۵۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۷، رقم: ۲۱۴۲

٦۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۲۹۹، رقم، ۹٦٦

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة، ۱: ۹۸

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة، ۲: ۱۴۲۰، رقم: ۴۲۵۲

۳۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۳۷٦

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۳۷۷، رقم: ٦۱۲

(۲) الإسراء، ۱۷: ۷۹

فَيُوْتَى بِهِمْ نَهْرًا يُقَالُ لَهُ الْحَيَوَانُ، فَيَغْتَسِلُوْنَ فِيْهِ ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ. فَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيُّوْنَ، ثُمَّ يَطْلُبُوْنَ مِنَ اللهِ تَعَالَى فَيُذْهِبُ عَنْهُمْ ذَلِکَ الإِسْمَ.[1]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بارے میں روایت کرتے ہیں: ''یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا (یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمیٰ جہاں جملہ اوّلین وآخرین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے)۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مقامِ محمود سے مراد شفاعت ہے، اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان میں سے ایک قوم کو ان کے گناہوں کے سبب عذاب دے گا، پھر انہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے (جہنم سے) نکالے گا تو انہیں نہرِ حیات پر لایا جائے گا۔ پس وہ اس میں غسل کر کے جنت میں داخل ہوں گے تو (وہاں) انہیں جہنمی کے نام سے پکارا جائے گا، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے (اس نام کے خاتمہ کی) گزارش کریں گے تو وہ ان سے اس نام کو بھی ختم کر دے گا۔''

۳۸۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَيْسَ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُذِلَّ نَفْسَهُ. قِيْلَ

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید للإمام أبی حنیفة، ۱: ۱۴۷۔ ۱۴۸

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ۵: ۲۴۰۱، رقم: ۶۱۹۸

۳۔ أبو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی الشفاعة، ۴: ۲۳۶، رقم: ۴۷۴۰

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۴: ۴۳۴

يَارَسُوْلَ اللهِ: وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ؟ قَالَ: يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يُطِيْقُ. (۱)

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی بھی مومن کے لئے اپنے نفس کو ذلیل کرنا جائز نہیں۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! وہ اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرتا ہے؟ فرمایا: اپنی طاقت سے زیادہ مشقت اٹھانے کے باعث۔''

۳۹۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوْسَى عَنْ أَبِيْهِ أَبِي مُوْسَى عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: أُمَّتِي أُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ عَذَابُهَا بِأَيْدِيْهَا فِي الدُّنْيَا. (۲)

---

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۱۲۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الفتن، باب ما جاء فی النهی عن سب الرياح، ۴: ۵۲۲، رقم: ۲۲۵۴

۳۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب قوله تعالی: يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم، ۲: ۱۳۳۲، رقم: ۴۰۱۶

۴۔ عبد الرزاق، المصنف، ۱۱: ۳۴۸، رقم: ۲۰۷۲۱

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۴۰۵

۶۔ ابو يعلى، المسند، ۲: ۵۳۷، رقم: ۱۴۱۱

۷۔ بزار، المسند، ۷: ۲۱۸، رقم: ۲۷۹۰

(۲) ۱۔ خوارزی، جامع المسانيد للإمام أبی حنيفة، ۱: ۱۹۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۲۹۴، رقم: ۹۷۴

۳۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۱۹۰، رقم: ۵۳۷

۴۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۱: ۳۸، رقم: ۶۰

’’حضرت ابو موسیٰ عامر بن عبد اللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت رحمت سے نوازی جانے والی امت ہے، اس کا عذاب دنیا میں اپنے ہاتھوں سے ہوگا۔‘‘

۴۰۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: شَاهِدُ الزُّوْرِ لَا تَزُوْلُ قَدَمَاهُ حَتَّى تَجِبَ لَهُ النَّارُ. (۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جھوٹی گواہی دینے والا (قیامت کے روز اللہ کے حضور) کھڑا رہے گا یہاں تک کہ اسے جہنم کا مستحق قرار دے دیا جائے گا۔‘‘

۳۔ ثلاثیاتِ امامِ اَعظم رضی اللہ عنہ

﴿اِمامِ اَعظم رضی اللہ عنہ سے مروی تین واسطوں کی رِوایات کا بیان﴾

جن خوش نصیب اکابر ائمہِ حدیث سے ثلاثیات مروی ہیں ان کا حوالہ مذکورہ

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۱: ۶۳، رقم: ۵۷۴۳

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الأحکام، باب شهادة الزور، ۲: ۷۹۴، رقم: ۲۳۷۳

۳۔ ابو یعلی، المسند، ۱۰: ۳۹، رقم: ۵۶۷۲

۴۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۱۹۱، رقم: ۸۳۶۷

۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۰۹، رقم: ۷۰۴۲

۶۔ بیهقی، السنن الکبری، ۱۰: ۱۲۲

۷۔ محمد بن علی الصوری، الفوائد المنتقاة، ۱: ۴۰، رقم: ۳

باب کے ابتداء میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ ان اکابر محدّثین میں امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابنِ ماجہ، امام ابو داؤد الطیالسی، امام عبد بن حمید، امام دارمی اور امام طبرانی شامل ہیں۔ جس طرح امامِ اعظم کو سب سے زیادہ ثنائیات روایت کرنے کے اعتبار سے جمیع محدّثین پر فوقیت حاصل ہے۔ بعینہ یہی حال ثلاثیات کا ہے۔ امام صاحب سے جتنی ثلاثیات مروی ہیں اتنی اور کسی بھی معروف محدّث سے نہیں۔

ہم نے مختلف کتب کی ورق گردانی کر کے ثلاثیاتِ امامِ اعظم کی تعداد معلوم کی ہے۔ صرف تین کتبِ حدیث میں ثلاثیاتِ امامِ اعظم کی تعداد ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ جامع المسانید للإمام الخوارزمی : ۶۷۷

۲۔ کتاب الآثار للإمام أبی یوسف : ۲۵۱

۳۔ کتاب الآثار للإمام محمد الشیبانی : ۱۹۸

تینوں کتب میں کل ثلاثیات : ۱۱۲۶

ان تینوں کتب میں موجود ثلاثیاتِ امامِ اعظم سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان سے سینکڑوں ثلاثیات مروی ہوں گی۔ حجت کے لئے بطور نمونہ ذیل میں ہم امامِ اعظم کی چالیس (۴۰) ثلاثیات بمع دیگر کتبِ حدیث کی تخریج درج کریں گے جس سے امام صاحب کے بلند درجہ امام الائمہ فی الحدیث ہونے کا اندازہ ہوگا۔ احادیث کی ترتیب میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ابواب بندی کے نظم کو سامنے رکھا گیا ہے۔

۱۔ رَوَى أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ: اذْهَبُوْا بِنَا نَعُوْدُ جَارَنَا هَذَا الْيَهُوْدِيَّ، قَالَ: فَأَتَيْنَاهُ، فَقَالَ: كَيْفَ أَنْتَ؟ وَكَيْفَ؟ فَسَأَلَهُ ثُمَّ قَالَ: يَا فُلَانُ، إِشْهَدْ اَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي

رَسُوْلُ اللهِ، فَنَظَرَ الرَّجُلُ إِلَى أَبِيْهِ وَكَانَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَلَمْ يَرُدَّهُ عَلَيْهِ شَيْئًا، فَسَكَتَ، فَقَالَ: يَا فُلَانُ، إِشْهَدْ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُوْلُ اللهِ، فَنَظَرَ الرَّجُلُ إِلَى أَبِيْهِ فَلَمْ يُكَلِّمْهُ، فَسَكَتَ، ثُمَّ قَالَ: يَا فُلَانُ، إِشْهَدْ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُوْلُ اللهِ، فَقَالَ لَهُ أَبُوْهُ: اشْهَدْ لَهُ، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَعْتَقَ بِيْ نَسَمَةً مِنَ النَّارِ.(۱)

’’حضرت بریدہ بن حُصَیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ آؤ ہم اپنے اس یہودی پڑوسی کی عیادت کر آئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم اس کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا حال ہے؟ کیسی طبیعت ہے؟ خیریت دریافت کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فلاں! تم اقرار کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس شخص نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے سرہانے کھڑا تھا، اس نے اسے کوئی جواب نہ

(۱) ۱۔ محمد الشيباني، كتاب الآثار: ۷۷، رقم: ۳۷۵

۲۔ ابن السني، عمل اليوم والليلة، ۱: ۵۰۴، رقم: ۵۵۴

۳۔ حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۷۔ ۸

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۴۔ بخاري الصحيح، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه، ۱: ۴۵۵، رقم: ۱۲۹۰

۵۔ ابو داؤد، السنن، كتاب الجنائز، باب في عيادة الذمي، ۳: ۱۸۵، رقم: ۳۰۹۵

۶۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۲۲۷، رقم: ۱۳۳۹۹

۷۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۲۲۷، رقم: ۲۹۶۰

دیا اور وہ خاموش رہا۔ حضور ﷺ نے مکرر ارشاد فرمایا: اے فلاں، تم اقرار کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہودی نے دوبارہ باپ کی طرف نظر اٹھائی۔ اس نے اس سے کوئی کلام نہ کیا لہٰذا وہ پھر خاموش رہا، پھر آپ ﷺ نے سہ بار فرمایا: اے فلاں! تم گواہی دیدو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ تب اس کے باپ نے اس سے کہا: اقرار کر لو، تو اس جوان نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے ذریعہ ایک انسان کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا۔‘‘

۲۔ رَوَی أَبُو حَنِیْفَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِنَّ فِيْ الْإِنْسَانِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ بِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ، وَإِذَا سَقُمَتْ سَقُمَ بِهَا سَائِرُ الْجَسَدِ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.(۱)

---

(۱) ۱۔ حصکفي، مسند الإمام الأعظم: ۲۱٦

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاري، الصحیح، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه، ۱:۲۸، رقم: ۵۲

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساقاة، باب أخذ الحلال وترک الشبهات، ۳:۱۲۱۹، رقم: ۱۵۹۹

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الفتن، باب الوقوف عند الشبهات، ۲:۱۳۱۸، رقم: ۳۹۸۴

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴:۲۷۰، رقم: ۱۸۳۹۸

٦۔ بزار، المسند، ۸: ۲۲۴، رقم: ۳۲۷٦

’’حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انسان میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو اس کے سبب سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی وجہ سے سارا بدن بیمار ہوتا ہے، خبردار رہو وہ (گوشت کا ٹکڑا) دل ہے۔‘‘

۳۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ.(۱)

’’حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔‘‘

۴۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ إِسْمٰعِيْلَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: يَا عَائِشَةُ! لِيَكُنْ شِعَارُكِ الْعِلْمَ وَالْقُرْاٰنَ.(۲)

’’حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: اے عائشہ! علم اور قرآن

---

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۲۰

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فضل العلماء، ۱: ۸۱، رقم: ۲۲۴

۳۔ ابو يعلى، المسند، ۵: ۲۲۳، رقم: ۲۸۳۷

۴۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۲: ۲۸۹، ۲۹۷، رقم: ۲۰۰۸، ۲۰۳۰

۵۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۹۵، رقم: ۱۰۴۳۹

۶۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۱: ۱۳۵، رقم: ۱۷۴

۷۔ صیداوی، معجم الشيوخ، ۱: ۱۷۷، رقم: ۱۲۵

(۲) حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۲۰

کو اپنا شعار بناؤ۔‘‘

۵۔ رَوَى أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. (۱)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری طرف عمداً جھوٹ منسوب کیا تو اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنانا چاہیے۔‘‘

۶۔ رَوَى أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ أَبِي الْحَسَنِ الزَّرَّادِ عَنْ تَمَّامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی الله عنه أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم، دَخَلُوْا عَلَيْهِ. فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ قُلْحًا اسْتَاكُوْا، فَلَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. (۲)

---

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۲۱
۲۔ ابو یوسف، کتاب الآثار: ۲۰۷، رقم: ۹۲۲
۳۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۱۰۳، ۱۰۷ (عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۴۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما یکره من النیاحة علی المیت، ۱: ۴۳۴، رقم: ۱۲۲۹
۵۔ مسلم، الصحیح، المقدمة، باب تغلیظ الکذب علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، ۱: ۱۰، رقم: ۳
۶۔ ترمذی، السنن، کتاب العلم، باب ما جاء فی تعظیم الکذب علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، ۵: ۳۵، رقم: ۲۶۵۹
۷۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب التغلیظ فی تعمد الکذب علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، ۱: ۱۳، رقم: ۳۰

(۲) ۱۔ ابو یوسف، کتاب الآثار: ۲۹، رقم: ۱۳۸
۲۔ محمد الشیبانی، کتاب الآثار: ۹، رقم: ۴۱

’’حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے دانتوں کو زرد دیکھ رہا ہوں، مسواک کیا کرو، اگر مجھے اپنی امت پر شاق نہ گزرتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔‘‘

۷۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلٰثًا، وَمَضْمَضَ ثَلٰثًا، وَاسْتَنْشَقَ ثَلٰثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثًا، وَذِرَاعَيْهِ ثَلٰثًا، وَمَسَحَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ قَدَمَيْهِ. وَقَالَ: هٰذَا وُضُوْءُ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.[1]

.... ۳۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۲۴۱

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۱۴، ۳: ۴۴۲

۵۔ ابو یعلی، المسند، ۱۲: ۷۱، رقم: ۶۷۱۰

۶۔ بزار، المسند، ۴: ۱۳۰، رقم: ۱۳۰۲

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۶۴، رقم: ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲

۸۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۶۲، رقم: ۲۳۴۹

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۲۳

۲۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۲۳۴۔ ۲۳۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الطهارة، باب صفة وضوء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱: ۲۷، رقم: ۱۱۱

۴۔ نسائی، السنن، کتاب الطهارة، باب غسل الوجه، ۱: ۶۸، رقم: ۹۲

۵۔ أیضاً، کتاب الطهارة، باب عدد غسل الیدین، ۱: ۷۰، رقم: ۹۶

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۱۰، ۱۲۷

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۳: ۳۳۷، رقم: ۱۰۵۶

''حضرت عبدِ خیر، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے وضو کیا تو تین بار ہاتھ دھوئے، تین بار کلی کی، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، تین مرتبہ چہرہ دھویا، تین مرتبہ (کہنیوں تک) ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وضو ہے۔''

۸۔ **رَوَی أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.**

وَفِي رِوَايَةٍ: عَنْ وَائِلٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى يُحَاذِيَ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ. (۱)

''حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (نماز شروع کرتے وقت) اپنے ہاتھوں کو یہاں تک اٹھاتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں کی لَو کے برابر ہو جاتے۔

''اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۴۷

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الصلاۃ، باب افتتاح الصلاۃ، ۱: ۱۹۷، رقم: ۷۳۷

۳۔ نسائی، السنن، کتاب الافتتاح، باب موضع الإبهامین عند الرفع، ۲: ۱۲۳، رقم: ۸۸۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۱۶

۵۔ دار قطنی، السنن، ۱: ۳۴۵، رقم: ۷

۶۔ ابو یعلی، المسند، ۶: ۳۸۹، رقم: ۳۷۳۵

۷۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۱: ۳۴۹، رقم: ۸۲۲

۸۔ بیہقی، السنن الکبری، ۲: ۹۹، رقم: ۲۴۶۴

کو نماز (کے شروع) میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں کی لَو تک آ گئے۔‘‘

۹۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُوْسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَرَجُلٌ خَلْفَهُ يَقْرَأُ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَنْهَاهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: أَتَنْهَانِي عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ نَبِيِّ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فَتَنَازَعَا، حَتَّى ذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.(۱)

’’حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضور

---

(۱) ۱۔ محمد الشيباني، كتاب الآثار: ۱۷، رقم: ۸۶
۲۔ أيضاً، كتاب الحجة على أهل المدينة، ۱: ۱۱۸۔۱۱۹
۳۔ ابو يوسف، كتاب الآثار: ۲۳، رقم: ۱۱۳
۴۔ بيهقي، السنن الكبرى، ۲: ۱۵۹، رقم: ۲۷۲۲
۵۔ دارقطني، السنن، ۱: ۳۲۳۔۳۲۵، رقم: ۱۔۶
۶۔ خوارزمي، جامع المسانيد، ۱: ۳۳۴۔۳۳۷
۷۔ طحاوي، شرح معاني الآثار، ۱: ۲۱۷
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۸۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا، ۱: ۲۷۷، رقم: ۸۵۰
۹۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳۹، رقم: ۱۴۶۸۴
۱۰۔ ابن ابي شيبة، المصنف، ۱: ۳۳۱، رقم: ۳۸۰۲
۱۱۔ عبد الرزاق، المصنف، ۲: ۱۳۶، رقم: ۲۷۹۷
۱۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۸: ۴۳، رقم: ۷۹۰۳

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی تو ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرأت کرنے لگا جبکہ ایک صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے نماز میں (امام کے پیچھے) قرأت سے منع کرنے لگا، اس شخص نے کہا: کیا آپ مجھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پڑھنے سے منع کرتے ہیں؟ پس دونوں کے درمیان تنازعہ ہو گیا، یہاں تک کہ یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔‘‘

۱۰۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.(۱)

’’حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے وقت ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتے اور (سجدہ سے) اٹھتے وقت

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۷۱

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب فی وضع الرکبتین قبل الیدین في السجود، ۲: ۵۶، رقم: ۲٦۸

۳۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب کیف یضع رکبتیه قبل یدیه، ۱: ۲۲۲، رقم: ۸۳۸

۴۔ نسائی، السنن، کتاب التطبیق، باب أوّل ما یصل إلی الأرض من الإنسان فی سجوده، ۲: ۲۰٦، رقم: ۱۰۸۹

۵۔ ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاة، باب السجود، ۱: ۲۸٦، رقم: ۸۸۲

٦۔ ابن حبان، الصحیح، ۵: ۲۳۷، رقم: ۱۹۱۲

۷۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۱: ۳۱۹، رقم: ٦۲۹

اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔‘‘

۱۱۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الْإِنْسَانُ يَسْجُدُ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ: جَبْهَتِهِ وَيَدَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَمَقْدَمِ قَدَمَيْهِ. وَإِذا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ كُلَّ عُضْوٍ مَوْضِعَهُ، وَإِذَا رَكَعَ فَلَا يُدَبِّحْ تَدْبِيْحَ الْحِمَارِ.(۱)

’’حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انسان سات ہڈیوں پر سجدہ کرتا ہے: پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے سروں پر۔ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو ہر عضو کو اس کی اپنی جگہ پر رکھے اور جب رکوع کرے تو گدھے کی طرح سر نہ جھکا دے (بلکہ رکوع میں پیٹھ اور گردن کو برابر رکھے)۔‘‘

۱۲۔ رَوَى أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ

(۱) ۱۔ حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۷۱

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب السجود علی الأنف، ۱:۲۸۰، رقم: ۷۷۹

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب أعضاء السجود، ۱: ۳۵۴، رقم: ۴۹۰

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب ما جاء في السجود علی سبعة أعضاء، ۲: ۶۲، رقم: ۲۷۲

۵۔ نسائی، السنن، کتاب التطبیق، باب السجود علی القدمین، ۲:۲۱۰، رقم: ۱۰۹۹

۶۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۱: ۳۲۱، رقم: ۶۳۴

۷۔ بیہقی، السنن الکبری، ۲: ۸۵، رقم: ۲۳۸۶

رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ، أَضْجَعَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ عَلَيْهَا وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى.(۱)

’’حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز میں (التحیات میں) بیٹھتے تو بایاں پاؤں پھیلا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔‘‘

۱۳۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خُطْبَةَ الصَّلَاةِ يعني التَّشَهُّدَ.(۲)

---

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۷۳

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب ما یجمع صفة الصلاة، ۱:۳۵۷، رقم:۴۹۸

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب کیف الجلوس في التشهد، ۲: ۸۵، رقم: ۲۹۲

۴۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب من لم یر الجهر ب بسم الله الرحمٰن الرحیم، ۱: ۲۰۸، رقم: ۷۸۳

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۳۱، ۱۹۴

۶۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۱:۳۴۳، رقم: ۶۹۱

۷۔ ابن راهویه، المسند، ۳: ۷۲۴، رقم: ۱۳۳۱

(۲) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۷۳

۲۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۴۲

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب النکاح، باب فی خطبة النکاح، ۳:۴۱۳، رقم: ۱۱۰۵

۴۔ نسائی، السنن الکبری، ۳: ۳۲۱، رقم: ۵۵۲۷

۵۔ ابن الجارود، المنتقی من السنن المسندة، ۱: ۱۷۰، رقم: ۶۷۹

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو خطبۂ صلوٰۃ یعنی تشہد سکھایا۔''

۱۴۔ رَوَى أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مُعَاهَدَةً مِنْهُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.(۱)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی دو سنتوں کے علاوہ اور کسی نوافل کا اس قدر سختی سے اہتمام نہ فرماتے۔''

۱۵۔ رَوَى أَبُو حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يُصَلِّي بَعْدَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ.(۲)

۶۔ بزار، المسند، ۵: ۴۳۴، رقم: ۲۰۷۰

۷۔ بیہقی، السنن الکبری، ۷: ۱۴۶، رقم: ۱۳۶۰۹

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۶۲

۲۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۹۷

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب تعاهد رکعتی الفجر، ۱: ۳۹۳، رقم: ۱۱۱۶

۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب استحباب رکعتی الفجر، ۱: ۵۰۱، رقم: ۷۲۴

۵۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب رکعتی الفجر، ۲: ۱۹، رقم: ۱۲۵۴

۶۔ ابن حبان، الصحیح، ۶: ۲۱۵، رقم: ۲۴۶۳

(۲) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۹۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

’’حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد نمازِ ظہر دو رکعات (سنت) ادا فرمایا کرتے تھے۔‘‘

۱٦۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ زُبَيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الْيَامِيِّ عَنْ ذَرٍّ أَبِي عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَی رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقْرَأُ فِي وِتْرِهِ: بِـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَى﴾، وَ ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾، وَ ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾.(۱)

...... ۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها، ۱:۳۱٦، رقم: ۸۹۵

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الأربع قبل الظهر، ۲:۲۸۹، رقم: ۴۲۴

۴۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب تفریع أبواب التطوع، ۲:۱۹، رقم: ۱۲۵۲

۵۔ نسائی، السنن، کتاب الإمامة، باب الصلاة بعد الظهر، ۲:۱۱۹، رقم: ۸۷۳

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱:۴۱۴

۲۔ ابو یوسف، کتاب الآثار: ۷۰، رقم: ۳۴۷

۳۔ محمد الشیبانی، کتاب الآثار: ۲۴، رقم: ۱۲۲

۴۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۹۱

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۵۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب ما یقرأ في الوتر، ۲:٦۳، رقم: ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴

٦۔ نسائی، السنن، کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، باب ذکر اختلاف ألفاظ الناقلین لخبر أبي بن کعب في الوتر، ۳:۲۳۵، رقم: ۱٦۹۹۔ ۱۷۰۱ ــــ

''حضرت عبدالرحمٰن بن اَبزی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضور نبی اکرم ﷺ اپنے (عشاء کے تین) وتروں میں (سورۃ الاعلیٰ) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلٰی، (سورۃ الکافرون) قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور (سورۃ الاخلاص) قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔''

۱۷۔ رَوَى أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ وَبَيَانِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِاللهِ الْبَجَلِيَّ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا تُضَامُّوْنَ فِي رُؤْيَتِهِ فَلَا تُغْلَبُوْا عَنْ صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا.(۱)

......۷۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة، باب ما جاء فيما يقرأ في الوتر، ۱: ۳۷۰۔ ۳۷۱، رقم: ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۳

۸۔ ابن حبان، الصحيح، ۶: ۲۰۱، رقم: ۲۴۴۸

۹۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۸: ۳۴۹، رقم: ۸۸۳۹

۱۰۔ ہیثمی، موارد الظمآن، ۱: ۱۷۵، رقم: ۶۷۵۔ ۶۷۶

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد، ۱: ۱۶۴

۲۔ دارقطنی، رؤية الله، ۱: ۱۰۹، رقم: ۱۱۸

۳۔ لالکائی، إعتقاد أهل السنة، ۳: ۴۷۶، رقم: ۸۲۹

۴۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۲۰

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۵۔ بخاری، الصحيح، كتاب مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، ۱: ۲۰۳، رقم: ۵۲۹

۶۔ أيضاً، كتاب التوحيد، باب قول الله: وجوه يومئذ ناضرة إلى ربها ناظرة، ۶: ۲۷۰۳۔ ۲۷۰۶، رقم: ۶۹۹۷۔ ۷۰۰۱

۷۔ مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل صلاتی الصبح والعصر، ۱: ۴۳۹، رقم: ۶۳۳

’’حضرت جریر بن عبداللہ البَجَلِی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو، تمہیں اس کے دیکھنے کے باعث ایذا نہیں دی جاتی، پس دھیان رکھو کہ (غفلت کی وجہ سے) تم سے طلوعِ آفتاب سے پہلے والی نماز (نمازِ فجر) اور غروبِ آفتاب سے پہلے والی نماز (نمازِ عصر) چھوٹنے نہ پائے (کہ کہیں تم دیدارِ الٰہی سے محروم رہ جاؤ)۔‘‘

۱۸۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا قَبْلَهَا وَأَرْبَعًا بَعْدَهَا.(۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نمازِ جمعہ پڑھے تو اسے چاہیے کہ اس سے پہلے اور بعد میں چار رکعات سنن ادا کرے۔‘‘

۱۹۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا مَعَ زَوْجٍ أَوْ ذِي مَحْرَمٍ، قَالَ: وَنَهَى عَنْ صَلَاتَيْنِ: عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيْبَ الشَّمْسُ، وَعَنْ صِيَامِ الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ، وَقَالَ: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ، مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِي وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى.(۲)

...... ۸۔ ابو داؤد، السنن، کتاب السنة، باب في الرؤية، ۴: ۲۳۳، رقم: ۴۷۲۹

(۱) خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۷۱

(۲) ۱۔ ابو یوسف، کتاب الآثار: ۱۹، رقم: ۹۱

’’حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت دو دن کا سفر شوہر یا محرم کے بغیر نہ کرے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو اوقات میں نفلی نمازوں سے منع فرمایا: نمازِ فجر کے بعد جب تک سورج طلوع نہ ہو اور نمازِ عصر کے بعد جب تک سورج غروب نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیدالاضحیٰ اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین مسجدوں: مسجدِ حرام، میری مسجد (یعنی مسجدِ نبوی) اور مسجدِ اقصیٰ کے سوا (زیادہ ثواب کے حصول کی غرض سے اور کسی مسجد کی طرف) رختِ سفر نہ باندھا جائے۔‘‘

۲۰۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ إِلَى الْمُصَلَّى فَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَ الْعِيْدِ وَلَا بَعْدَهَا. (۱)

۲۔ محمد الشيباني، کتاب الآثار: ۳۰، رقم: ۱۴۸

۳۔ ابو نعيم اصبهاني، مسند أبي حنيفة، ۱: ۱۶۳

۴۔ خوارزمي، جامع المسانيد، ۱: ۳۰۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۵۔ بخاري، الصحيح، کتاب الجمعة، باب مسجد بيت الأقدس، ۱: ۴۰۰، رقم: ۱۱۳۹

۶۔ أيضاً، کتاب الحج، باب حج النساء، ۲: ۶۵۹، رقم: ۱۷۶۵

۷۔ حميدي، المسند، ۲: ۳۳۰، رقم: ۷۵۰

۸۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۷، ۳۴، ۴۵، ۵۱

۹۔ بيهقي، السنن الکبری، ۲: ۴۵۲، رقم: ۴۱۶۶

(۱) ۱۔ خوارزمي، جامع المسانيد، ۱: ۳۷۱

۲۔ حصکفي، مسند الإمام الأعظم: ۸۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ بخاري، الصحيح، کتاب الجمعة، باب الصلاة قبل العيد وبعدها، ۱: ۳۳۵، رقم: ۹۴۵

’’حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن عید گاہ میں تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (عید گاہ میں) نہ نمازِ عید سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں۔‘‘

۲۱۔ رَوَی أَبُو حَنِیْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَةَ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ لَهُ ثَـلَاثَةٌ مِنَ الْوَلَدِ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ. فَقَالَ عُمَرُ: أَوِ اثْنَانِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وآله وسلم: أَوِ اثْنَانِ. [1]

.... ۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ العیدین، باب ترک الصلاۃ قبل العید وبعدھا فی المصلی، ۲:۶۰۶، رقم: ۸۹۰

۵۔ ترمذی، السنن، کتاب الجمعة، باب ما جاء لا صلاۃ قبل العید ولا بعدھا، ۲: ۴۱۷، رقم: ۵۳۷

۶۔ نسائی، السنن، کتاب صلاۃ العیدین، باب الصلاۃ قبل العیدین وبعدھا، ۳: ۱۹۳، رقم: ۱۵۸۷

۷۔ ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاۃ، باب ما جاء فی الصلاۃ قبل صلاۃ العید وبعدھا، ۱: ۴۱۰، رقم: ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱:۱۸۰

۲۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۰۰

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، ۱:۴۲۱، رقم: ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۳

۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه، ۴: ۲۰۲۹، رقم: ۲۶۳۲۔ ۲۶۳۳

۵۔ نسائی، السنن، کتاب الجنائز، باب من یتوفی له ثلاثة، ۴:۲۴، رقم: ۱۸۷۳۔ ۱۸۷۴

۶۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی ثواب من أصیب بولده، ۱:۵۱۲، رقم: ۱۶۰۳۔ ۱۶۰۶

’’حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے تین (نابالغ) بچے مر جائیں تو اللہ تعالیٰ (ان کے سبب) اس کو جنت میں ضرور داخل فرماتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر دو ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ہاں) اگرچہ دو ہوں۔‘‘

۲۲۔ رَوَی أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ طَارِقٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَا مِنْ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ إِلَّا وَيَنْظُرُ اللهُ عزوجل إِلٰى خَلْقِهِ ثَـلَاثَ مَرَّاتٍ، يَغْفِرُ اللهُ لِمَنْ لَا يُشْرِکُ بِهِ شَيْئًا. (۱)

’’حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کی کوئی رات ایسی نہیں ہوتی جس میں اللہ عزوجل تین مرتبہ اپنی مخلوق کی طرف (رحمت و شفقت سے) نہ دیکھتا ہو، اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی مغفرت فرما دیتا ہے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔‘‘

۲۳۔ رَوَی أَبُو حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مَنْ مَاتَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وُقِيَ عَذَابَ الْقَبْرِ. (۲)

---

(۱) حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۸۳

(۲) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۸۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الجنائز، باب ما جاء فیمن مات یوم الجمعة، ۳: ۳۸۶، رقم: ۱۰۷۴

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۶، ۲۲۰

۴۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۲۶۹، رقم: ۵۵۹۵

۵۔ ابو یعلی، المسند، ۷: ۱۴۶، رقم: ۴۱۱۳

۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۱۳۲، رقم: ۳۲۳

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہوا وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہا۔‘‘

۲۴۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ: عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا، وَنَهَيْتُكُمْ أَنْ تُمْسِكُوْا لُحُوْمَ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَأَمْسِكُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ لِيَتَّسِعَ بِهِ غَنِيُّكُمْ عَلَى فَقِيْرِكُمْ، وَنَهَيْتُكُمْ أَنْ تَشْرَبُوْا فِي الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ وَالْحَنْتَمِ فَاشْرَبُوْا فِيْمَا بَدَا لَكُمْ مِنَ الظُّرُوْفِ فَإِنَّ الظُّرُوْفَ لَا تُحِلُّ شَيْئًا وَلَا تُحَرِّمُهُ وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا.(۱)

’’حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا: (۱) زیارتِ قبور سے منع کیا تھا، اب ان کی زیارت کیا کرو کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کا اذن دیدیا

---

(۱) ۱۔ ابو یوسف، کتاب الآثار: ۲۲۵، رقم: ۹۹۶
۲۔ محمد الشیبانی، کتاب الآثار: ۱۸۵، رقم: ۸۴۱
۳۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۲: ۱۹۹
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۴۔ مسلم، الصحیح، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النھی عن أکل لحوم الأضاحی، ۳: ۱۵۶۳، رقم: ۱۹۷۷
۵۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الأشربۃ، باب فی الأوعیۃ، ۳: ۳۳۲، رقم: ۳۶۹۸
۶۔ نسائی، السنن، کتاب الأشربۃ، باب الإذن فی شیئ منھا، ۸: ۳۱۱، رقم: ۵۶۵۳
۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۵۰، ۳۵۵، ۳۵۶

گیا ہے مگر وہاں کوئی بری بات نہ کرنا۔ (۲) میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت سٹور کرنے سے منع کیا تھا اب محفوظ کر لیا کرو اور فائدہ اٹھایا کرو (پہلے زمانہ کے تقاضا کے مطابق) میں نے تمہیں اس لئے منع کیا تھا کہ تمہارے مالدار، تمہارے فقراء پر وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کریں۔ (۳) اور میں نے تمہیں (نشہ کے لئے استعمال کئے جانے والے برتنوں) کدو کے خول، رال کے روغنی برتن اور سبز روغنی گھڑے میں پینے سے منع کیا تھا، اب تمہیں جو بھی برتن میسر ہو اس میں پی لیا کرو کیونکہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہیں کرتے، مگر کسی بھی نشہ آور چیز کو نہ پینا۔‘‘

۲۵۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا خَرَجَ إِلَی الْمَقَابِرِ قَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَی أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ. (۱)

---

(۱) ۱۔ حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۱۰۶

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها، ۲: ۶۷۰۔ ۶۷۱، رقم: ۹۷۴۔ ۹۷۵

۳۔ نسائی، السنن، كتاب الجنائز، باب الأمر بالاستغفار للمؤمنين، ۴: ۹۴، رقم: ۲۰۴۰

۴۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الجنائز، باب فيما يقال إذا دخل المقابر، ۱: ۴۹۴، رقم: ۱۵۴۷

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۳۵۳، ۳۵۹

۶۔ ابن حبان، الصحيح، ۷: ۴۴۵، رقم: ۳۱۷۳

۷۔ ابن ابی شيبة، المصنف، ۳: ۲۷، رقم: ۱۱۷۸۷

’’حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قبرستان تشریف لے جاتے تو (ان الفاظ سے دعا) فرماتے: اَلسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ (قبروں میں رہنے والے مسلمانوں پر سلامتی ہو، ہم بھی اِنْ شَاءَ اللہ تم سے ملنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔‘‘

۲۶۔ رَوَى أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي صَالِحِ الزَّيَّاتِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: يَقُوْلُ اللهُ تعالى: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَهُوَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ.(۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابنِ آدم کا ہر عمل اس کے واسطے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے

---

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۰۷

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب هل یقول إنی صائم إذا شتم، ۲: ۶۷۳، رقم: ۱۸۰۵

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب فضل الصیام، ۲: ۸۰۷، رقم: ۱۱۵۱

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الصوم، باب فی فضل الصوم، ۳: ۱۳۶، رقم: ۷۶۴

۵۔ نسائی، السنن، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی أبی صالح، ۴: ۱۶۳، رقم: ۲۲۱۶

۶۔ ابن ماجه، السنن، کتاب الصیام، باب فی فضل الصیام، ۱: ۵۲۵، رقم: ۱۶۳۸

اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔‘‘

۲۷۔ رَوَى أَبُوحَنِيُفَةَ عَنِ الْهَيُثَمِ عَنُ رَجُلٍ عَنُ عَائِشَةَ رضی الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وآله وسلم كَانَ إِذَا دَخَلَ شَهُرُ رَمَضَانَ قَامَ وَنَامَ، وَإِذَ دَخَلَ الْعَشُرُ الْأَوَاخِرُ شَدَّ الْمِيُزَرَ وَأَحْيَى اللَّيُلَ.(۱)

’’حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راتوں کو قیام بھی کرتے اور سوتے بھی، مگر جب آخری عشرہ آتا تو (عبادتِ الٰہی کے لئے) کمربستہ ہو جاتے اور ساری رات جاگتے۔‘‘

۲۸۔ رَوَى أَبُوحَنِيُفَةَ عَنُ قَيُسِ بُنِ مُسُلِمٍ عَنُ طَارِقِ بُنِ شِهَابٍ عَنُ عَبُدِ اللهِ بُنِ مَسُعُوُدٍ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوُلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: أَفُضَلُ الْحَجِّ: الْعَجُّ وَالثَّجُّ. فَأَمَّا الْعَجُّ فَالْعَجِيُجُ بِالتَّلْبِيَةِ، وَأَمَّا الثَّجُّ فَثَجُّ الْبُدُنِ، أَوُ قَالَ:

---

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۹۶

۲۔ ابو یوسف، کتاب الآثار: ۴۱، رقم: ۲۱۳ (اس روایت میں ’’قَامَ وَ نَامَ‘‘ کی بجائے ’’صَلَّى وَ صَامَ‘‘ کے الفاظ آئے ہیں۔)

۳۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۳۸۳

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۴۔ بخاری، الصحیح، کتاب صلاة التراویح، باب العمل فی العشر الأواخر من رمضان، ۲: ۷۱۱، رقم: ۱۹۲۰

۵۔ مسلم، الصحیح، کتاب الاعتکاف، باب الاجتهاد فی العشر الأواخر من شهر رمضان، ۲: ۸۳۲، رقم: ۱۱۷۴

۶۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب فی قیام شهر رمضان، ۲: ۵۰، رقم: ۱۳۷۶

۷۔ نسائی، السنن، کتاب قیام اللیل، باب الاختلاف علی عائشة فی إحیاء اللیل، ۳: ۲۱۷، رقم: ۱۶۳۹

فَثَجُّ الدَّمِ.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: افضل حج، عَجّ اور ثَجّ ہیں۔ عَجّ تو تلبیہ (لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ......) بلند آواز سے کہنا ہے اور ثجّ اونٹ اور دیگر قربانی کے جانوروں کا خون بہانا ہے۔‘‘

۲۹۔ رَوَی أَبُو حَنِیْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: إِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تُرِیْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰی إِلَّا أُجِرْتَ عَلَیْهَا حَتَّی اللُّقْمَةَ تَرْفَعُهَا إِلَی فِي امْرَأَتِکَ.(۲)

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱:۵۰۹

۲۔ ابو یوسف، کتاب الآثار: ۹۵، رقم: ۴۵۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الحج، باب فی فضل التلبیة والنحر، ۳:۱۸۹، رقم: ۸۲۷

۴۔ ابن ماجه، السنن، کتاب المناسك، باب رفع الصوت بالتلبیة، ۲:۹۷۵، رقم: ۲۹۲۴

۵۔ ابن ابی شیبة، المصنف، ۳:۳۷۳، رقم: ۱۵۰۵۶

۶۔ ابوبکر المروزی، مسند أبی بکر الصدیق، ۱:۱۸۱۔ ۱۸۲، رقم: ۱۱۶۔ ۱۱۷

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۲: ۱۵۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب حجة الوداع، ۴: ۱۶۰۰، رقم: ۴۱۴۷

۳۔ مسلم، الصحیح، کتاب الوصیة، باب الوصیة بالثلث، ۳:۱۲۵۱، رقم: ۱۶۲۸

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الوصایا، باب فی الوصیة بالثلث، ۴:۴۳۰، رقم: ۲۱۱۶

’’حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ کی رضا کے لئے تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اس پر تمہیں اجر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔‘‘

۳۰۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: أَتَی النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَجُلٌ يُرِيْدُ الْجِهَادَ، فَقَالَ: أَحَيٌّ وَالِدَاکَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ.(۱)

’’حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جہاد کرنے کے ارادہ سے حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

...... ۵۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الوصايا، باب فی ما لا يجوز للموصي في ماله، ۳: ۱۱۲، رقم: ۲۸۶۴

۶۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۰: ۶۱، رقم: ۴۲۴۹

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۲۰۸

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجهاد والسير، باب الجهاد بإذن الأبوين، ۳: ۱۰۹۴، رقم: ۲۸۴۲

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدين وأنهما أحق به، ۴: ۱۹۷۵، رقم: ۲۵۴۹

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب الجهاد، باب فيمن خرج فی الغزو وترک أبويه، ۴: ۱۹۱، رقم: ۱۶۷۱

۵۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الجهاد، باب فی الرجل يغزو وأبواه کارهان، ۳: ۱۷، رقم: ۲۵۲۹

۶۔ نسائی، السنن، کتاب الجهاد، باب الرخصة فی التخلف لمن له والدان، ۶: ۱۰، رقم: ۳۱۰۳

فرمایا: تو اُن کی خدمت میں رہ کر جہاد کر (یہی تیرا جہاد فی سبیل اللہ ہوگا)۔‘‘

۳۱۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ عَنْ رِبْعِيّ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ أَبِي بَکْرٍ وَعُمَرَ، وَاهْتَدُوا بِهَدْيِ عَمَّارٍ، وَتَمَسَّکُوْا بِعَهْدِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ.[1]

’’حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد ابو بکر اور عمر کی پیروی کرنا، عمار کی سیرت اختیار کرنا، اور عبداللہ بن مسعود کی وصیت مضبوط تھامنا۔‘‘

۳۲۔ رَوَی أَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِالْمَلِکِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ: أَبُوْ بَکْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعِيْدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ

---

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۸۰
۲۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱:۲۲۶
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۳۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعود، ۵:۶۷۲، رقم: ۳۸۰۵
۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵:۳۸۲، رقم: ۲۳۲۹۳
۵۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۵:۳۴۵، رقم: ۵۵۰۳
۶۔ حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳:۷۹، رقم: ۴۴۵۱
۷۔ بیہقی، السنن الکبری، ۸: ۱۵۳، رقم: ۱۶۳۶۷

فِي الْجَنَّةِ، فَقِيْلَ لَهُ: وَأَنْتَ؟ فَبَکَی.(۱)

’’حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دس اصحاب جنتی ہیں: ابو بکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے، طلحہ جنتی ہے، زبیر جنتی ہے، سعد جنتی ہے، سعید جنتی ہے، عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہے اور ابو عبیدہ جنتی ہے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: اور آپ ﷺ؟ تو حضور علیہ السلام اَشک بار ہوگئے۔‘‘

۳۳۔ رَوَی أَبُوحَنِيْفَةَ عَنْ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي مُوْسَی رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: تَزَوَّجُوْا فَإِنِّي مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْأُمَمَ.(۲)

---

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۲۲۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب مناقب عبدالرحمن بن عوف، ۵: ۶۴۷، رقم: ۳۷۴۷

۳۔ ابو داؤد، السنن، کتاب السنة، باب في الخلفاء، ۴: ۲۱۱، رقم: ۴۶۴۹

۴۔ ابن ماجه، السنن، المقدمة، باب فضائل العشرة، ۱: ۴۸، رقم: ۱۳۳

۵۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۵: ۴۵۴، رقم: ۶۹۹۳

۶۔ نسائی، السنن الکبری، ۵: ۵۶، رقم: ۸۱۹۴

۷۔ حمیدی، المسند، ۱: ۴۵، رقم: ۸۴

(۲) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۲۷

۲۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۲: ۱۳۵

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ ابو داؤد، السنن، کتاب النکاح، باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء، ۲: ۲۲۰، رقم: ۲۰۵۰

۴۔ نسائی، السنن، کتاب النکاح، باب کراهية تزويج العقيم، ۶: ۶۵، رقم: ۳۲۲۷

’’حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: شادی کرو کیونکہ (روزِ قیامت) میں تمہاری کثرت پر دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔‘‘

۳۴۔ رَوَی أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهَکَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: ثَـلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّکَاحُ وَالطَّـلَاقُ وَالرَّجْعَةُ. (۱)

’’حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ یقیناً حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی اور مزاح دونوں کا شمار سنجیدگی میں ہے (وہ یہ ہیں): طلاق، نکاح اور (طلاق کے بعد) رجوع کرنا۔‘‘

۳۵۔ رَوَی أَبُو حَنِيْفَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي

.... ۵۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب فی فضل النکاح، ۱:۵۹۲، رقم: ۱۸۴۶

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳:۲۴۵، رقم: ۱۳۵۹۴

۷۔ ابن حبان، الصحیح، ۹:۳۶۳، رقم: ۴۰۵۶

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۲:۸۲

۲۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۱۴۱

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۳۔ ترمذی، السنن، کتاب الطلاق واللعان، باب فی الجد والهزل فی الطلاق، ۳:۴۹۰، رقم: ۱۱۸۴

۴۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب في الطلاق علی الهزل، ۲:۲۵۹، رقم: ۲۱۹۴

۵۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الطلاق، باب من طلق أو نکح أو راجع لاعباً، ۱:۶۵۸، رقم: ۲۰۳۹

۶۔ دارقطنی، السنن، ۳:۲۵۶، رقم: ۴۵

۷۔ سعید بن منصور، السنن، ۱:۴۱۵، رقم: ۱۶۰۳

هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِيْنِهِ وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ. (۱)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یقیناً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک دائیں ہاتھ سے کھائے اور دائیں ہاتھ سے پیے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے (لہٰذا اس کی مخالفت کرو)۔‘‘

۳۶۔ رَوَى أَبُو حَنِيْفَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُوْلُ: مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ جَسَدٍ وَاحِدٍ إِذَا اشْتَكَى الرَّأْسُ مِنَ الْإِنْسَانِ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى. (۲)

---

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۲: ۳۲۰

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب، ۳: ۱۵۹۸، رقم: ۲۰۲۰

۳۔ ترمذی، السنن، كتاب الأطعمة، باب في النهي عن الأكل والشرب بالشمال، ۴: ۲۵۸، رقم: ۱۸۰۰

۴۔ ابو داؤد، السنن، كتاب الأطعمة، باب الأكل باليمين، ۳: ۳۴۹، رقم: ۳۷۷۶

۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الأطعمة، باب الأكل باليمين، ۲: ۱۰۸۷، رقم: ۳۲۶۶

۶۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۲: ۳۰، رقم: ۵۲۲۶

(۲) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۲: ۵۹

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

’’حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: سارے مومنین آپس میں محبت اور رحم کرنے کے اعتبار سے ایک جسم کی طرح ہیں، جب انسان کے سر میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بے چینی اور بے آرامی محسوس کرتا ہے (اسی طرح مومن ایک دوسرے کی تکلیف محسوس کرتے ہیں)۔‘‘

۳۷۔ رَوَی أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِيَّاکَ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱)

...... ۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، ۴: ۱۹۹۹، رقم: ۲۵۸۶

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۲۷۰، رقم: ۱۸۳۹۸

۴۔ طيالسی، المسند، ۱: ۱۰۷، رقم: ۷۹۰

۵۔ ابن جعد، المسند، ۱: ۱۰۲، رقم: ۶۰۵

۶۔ قضاعی، مسند الشهاب، ۲: ۲۸۳، رقم: ۱۳۶۶

(۱) ۱۔ حصکفی، مسند الإمام الأعظم: ۲۱۲

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب المظالم والغصب، باب الظلم ظلمات يوم القيامة، ۲: ۸۶۴، رقم: ۲۳۱۵

۳۔ مسلم، الصحيح، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، ۴: ۱۹۹۶، رقم: ۲۵۷۸

۴۔ ترمذی، السنن، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في الظلم، ۴: ۳۷۷، رقم: ۲۰۳۰

۵۔ دارمی، السنن، ۲: ۳۱۳، رقم: ۲۵۱۶

۶۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۰۵، ۱۳۷، ۱۵۶

’’حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے دن ظلم، ظلمات (اندھیروں) کی شکل میں ہوگا۔‘‘

۳۸۔ رَوَی أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ: مَا مِنْ نَفْسٍ إِلَّا قَدْ كَتَبَ اللهُ عزوجل مَدْخَلَهَا وَمَخْرَجَهَا وَمَا هِيَ لَاقِيَةٌ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: فَفِيْمَ الْعَمَلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: كُلٌّ مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ يُسِّرَ لِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ يُسِّرَ لِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: اَلْآنَ حَقَّ الْعَمَلُ. (۱)

’’حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی بھی جان ایسی نہیں ہے کہ جس کی ابتداء اور انتہاء اور جو کچھ اس کو پیش آنے والا ہے اللہ عزوجل نے لکھ نہ دیا ہو۔ ایک انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہ! تو پھر عمل کس لئے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (عمل کیا کرو کیونکہ) ہر اہلِ جنت کے لئے اہلِ جنت کے اعمال سہل کر دیئے جاتے ہیں اور جو اہلِ

---

(۱) ۱۔ محمد الشيباني، كتاب الآثار: ۸۱، رقم: ۳۸۶
۲۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۱: ۷۶، رقم: ۱۷۳
۳۔ خوارزمی، جامع المسانيد، ۱: ۱۸۳
۴۔ حصكفي، مسند الإمام الأعظم: ۱۳
دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:
۵۔ بخاري، الصحيح، كتاب الجنائز، باب موعظة المحدّث عند القبر، ۱: ۴۵۸، رقم: ۱۲۹۶
۶۔ مسلم، الصحيح، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه، ۴: ۲۰۳۹، رقم: ۲۶۴۷
۷۔ أبو داؤد، السنن، كتاب السنة، باب في القدر، ۴: ۲۲۲، رقم: ۴۶۹۴

نار میں سے ہو اس کے لئے دوزخیوں کے عمل آسان ہوں گے۔ انصاری نے عرض کیا: ہاں، اب عمل کرنے کی وجہ معلوم ہو گئی ہے۔‘‘

۳۹۔ رَوَى أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَوْمًا لِأَصْحَابِهِ: أَتَرْضُوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: أَتَرْضُوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قَالُوْا: نَعَمْ. قَالَ: أَتَرْضُوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: أَبْشِرُوْا فَإِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ، أُمَّتِي مِنْ ذَالِكَ ثَمَانُوْنَ صَفًّا.(۱)

’’حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا تم اس سے راضی ہو کہ تم (یعنی پوری امت) اہلِ جنت کے چوتھائی ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی ہو کہ تم ایک تہائی اہلِ جنت ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ پھر

---

(۱) ۱۔ حصکفي، مسند الإمام الأعظم: ۱۹۰

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ بخاري، الصحيح، كتاب الرقاق، باب كيف الحشر، ۵:۲۳۹۲، رقم: ۶۱۶۳

۳۔ مسلم، الصحيح، كتاب الإيمان، باب كون هذه الأمة نصف أهل الجنة، ۱:۲۰۰، رقم: ۲۲۱

۴۔ ترمذی، السنن، كتاب صفة الجنة، باب فی صف أهل الجنة، ۴:۶۸۴، رقم: ۲۵۴۶۔ ۲۵۴۷

۵۔ ابن ماجه، السنن، كتاب الزهد، باب صفة أمة محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۲:۱۴۳۲، رقم: ۴۲۸۳

۶۔ ابو عوانه، المسند، ۱:۸۴، رقم: ۲۵۰

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس سے راضی ہو کہ تم اہلِ جنت کے نصف ہو؟ سب نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوش ہو جاؤ کہ اہلِ جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اَسی (۸۰) صفیں میری امت کی ہوں گی۔''

۴۰۔ **رَوَی أَبُو حَنِيْفَةَ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَکِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَکْذِبُ، فَيُضْحِکُ بِهِ الْقَوْمَ، وَيْلٌ لَهُ، وَيْلٌ لَهُ.** (۱)

''حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے۔''

خلاصۂ بحث

خلاصتاً اس باب کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ۱۶ احادیث / وحدانیات مروی ہیں جو آپ کے معاصرین یا بعد میں آنے والے کسی بھی محدّث سے مروی نہیں۔

---

(۱) ۱۔ خوارزمی، جامع المسانيد، ۲: ۳۰۲

دیگر محدّثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الزهد، باب فيمن تکلّم بکلمة يضحك به الناس، ۴: ۵۵۷، رقم: ۲۳۱۵

۳۔ ابو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب في التشديد في الکذب، ۴:۲۹۷، رقم: ۴۹۹۰

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲، ۵، ۷

۵۔ رویانی، المسند، ۲:۱۰۷، رقم: ۹۱۰

۶۔ نسائی، السنن الکبری، ۶: ۳۲۹، رقم: ۱۱۱۲۶

۲۔ امام صاحب سے سیکڑوں ثنائیات مروی ہیں جن میں سے ۴۰ گزشتہ صفحات میں نقل کی جا چکی ہیں، لہٰذا یہ بھی آپ کا عظیم الشان خاصہ ہے۔ ثنائیات روایت کرنے میں معروف محدّثین میں سے صرف امام مالک آپ کے شریک ہیں۔

۳۔ امام صاحب سے سیکڑوں ثلاثیات مروی ہیں۔ ان میں سے بھی ۴۰ گزشتہ صفحات میں نقل کی جا چکی ہیں۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری اور بعض دیگر ائمہِ حدیث سے ثلاثیات مروی ہیں لیکن وہ تعداد میں بہت قلیل ہیں۔ امام ابو حنیفہ ان شخصیات میں سے ایک ہیں جن کو یہ حصہ بھی بہت زیادہ میسر آیا ہے۔

۴۔ امام صاحب کے واسطہ سے ان کی احادیات، ثنائیات اور ثلاثیات درج کرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے اس حدیث پر دیگر محدّثین کی تخریج بھی رقم کر دی ہے، تاکہ یہ بات واضح ہو سکے کہ امام صاحب نے جو حدیث اعلیٰ اسناد سے لی ہے وہی حدیث باقی محدّثین نے نازل اسناد سے لی ہے۔ یوں امامِ اعظم کا امام الائمۃ فی الحدیث ہونے کا بلند رتبہ نکھر کر سامنے آتا ہے۔

۵۔ امام صاحب کی احادیات، ثنائیات اور ثلاثیات پر مشتمل تمام مرفوع احادیث نقل کی گئی ہیں، تاکہ امامِ اعظم پر انقطاعِ سند اور ارسال کا الزام رد کیا جا سکے۔

۶۔ امام صاحب سے مروی تمام احادیث بنیادی مآخذ ومراجع سے درج کی گئی ہیں تاکہ اسانید کی ثقاہت سے امام صاحب کی بلند پایہ ثقاہت اجاگر کی جائے۔

۷۔ ثنائیات اور ثلاثیات کے نظم و ترتیب میں صحیحین (بخاری اور مسلم) کی ابواب بندی کو مدِّنظر رکھا گیا ہے۔

۸۔ ان احادیث کا چناؤ کیا گیا ہے جن میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد، فقہ حنفی کے مسائل نیز زہد و ورع اور تقویٰ وطہارت کا بیان ہے۔

الحمد للہ تعالیٰ! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ’’امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ امام الائمۃ فی الحدیث‘‘ پر پہلی جلد یہاں اِختتام پذیر ہوئی۔ کتاب ہٰذا کی دوسری جلد میں اِن شاء اللہ عزوجل اِمامِ اَعظم کے معروف محدّث تلامذہ، بعض تلامذہ کا خصوصی تذکرہ، اِمامِ اَعظم سے مروی تیس (۳۰) مسانید، اِمامِ اَعظم سے مروی ہزارہا اَحادیث، اَہم کتبِ حدیث میں اِمامِ اَعظم کی مرویات کی تعداد، اِمامِ اَعظم کی اِمامت و ثقاہت پر معاصرین اور اَئمہ اَسماء الرجال کی تصریحات، اِمامِ اَعظم کے روایتِ حدیث کے اُصول اور ناقدینِ اِمامِ اَعظم کے اِعتراضات اور اُن کے علمی جائزے پر مشتمل تفصیلی مباحث کا بیان ہوگا۔

مآخذ و مراجع

۱۔ **القرآن الحکیم۔**

۲۔ **ابراہیم بن محمد**، حسینی المعروف ابن حمزہ حنفی (۱۰۵۴۔۱۱۲۰ھ)۔ **البیان والتعریف فی أسباب ورود الحدیث الشریف۔ بیروت، لبنان**: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۱ھ۔

۳۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ ابن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **العلل ومعرفۃ الرجال۔ بیروت**، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۴۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ ابن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **فضائل الصحابۃ۔ بیروت**، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۵۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ ابن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند۔ بیروت**، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۶۔ **ادنروی**، احمد بن محمد۔ **طبقات المفسرین۔ مدینہ منورہ**، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۹۹۷ء۔

۷۔ **ابو اسحاق شیرازی**، ابراہیم بن علی بن یوسف (۳۹۳۔۴۷۶ھ)۔ **طبقات الفقھاء۔ بیروت**، لبنان، دار القلم۔

۸۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **التاریخ الصغیر۔ قاہرہ**، مصر: مکتبۃ دار التراث، ۱۳۹۷ھ۔

۹۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء)۔ **التاریخ الکبیر۔ بیروت**، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۰۔ **بخاری،** ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دارالقلم، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۱۱۔ **بخاری،** ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ **الضعفاء الصغیر**۔ حلب، شام: دارالوعی، ۱۳۹۶ھ۔

۱۲۔ **بدرالدین عینی،** ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود (۷۶۲۔۸۵۵ھ/ ۱۳۶۱۔۱۴۵۱ء)۔ **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۱۳۔ **بزار،** ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/ ۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ علوم القرآن، ۱۴۰۹ھ۔

۱۴۔ **بغوی،** ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/ ۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ **شرح السنة**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۱۵۔ **بغوی،** ابو محمد حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/ ۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔ **معالم التنزیل**۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۱۶۔ **ابو بکر المروزی،** احمد بن علی بن سعید اموی (۲۰۲۔۲۹۲ھ)۔ **مسند أبی بکر الصدیق**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی۔

۱۷۔ **بلاذری،** احمد بن یحییٰ بن جابر (۲۷۹ھ)۔ **فتوح البلدان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۱۸۔ **بیہقی،** ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ **دلائل النبوة**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۹۔ **بیہقی،** ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ **الزهد الكبير**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، ۱۹۹۶ء۔

۲۰۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبری۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۲۱۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ شعب الإیمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۲۲۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ المدخل إلی السنن الکبری۔ کویت: دار الخلفاء للکتاب، ۱۴۰۴ھ۔

۲۳۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔ ۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۲۴۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔ ۸۹۲ء)۔ العلل الصغیر۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء۔

۲۵۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱ ۔۷۲۸ھ/ ۱۲۶۳۔۱۳۲۸ء)۔ منہاج السنۃ النبویۃ۔ قاہرہ، مصر: مؤسسۃ قرطبہ، ۱۴۰۶ھ۔

۲۶۔ ابن جارود، ابو محمد عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری (۳۰۷ھ)۔ المنتقی من السنن المسندۃ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۲۷۔ جرجانی، ابو قاسم حمزہ بن یوسف سہمی (۴۲۸ھ)۔ تاریخ جرجان۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۲۸۔ ابن جعابی، ابو بکر محمد بن عمر (۳۵۵ھ)۔ الانتصار لمذهب أبي حنيفة۔

۲۹۔ ابن جعد، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید جوہری بغدادی (۱۳۳۔۲۳۰ھ/ ۷۵۰۔ ۸۴۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۳۰۔ ابن جماعۃ، محمد بن ابراہیم (۶۳۹۔ ۷۳۳ھ)۔ المنہل الروي فی مختصر

علوم الحديث النبوي۔ دمشق، شام: دار الفکر، ۱۴۰۶ھ۔

۳۱۔ **جوزجانی**، ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب (۲۵۹ھ)۔ أحوال الرجال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۳۲۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ صفة الصفوة۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۳۳۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ العلل المتناهية في الأحاديث الواهية۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۳ھ۔

۳۴۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۳۵۔ **جیزاوی**، محمد ابو الفضل وراقی (۱۳۴۶ھ)۔ الطراز الحدیث فی فن مصطلح الحدیث، مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی، ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء۔

۳۶۔ **ابن ابی حاتم**، ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس رازی تمیمی (۳۲۷ھ)۔ الجرح والتعدیل۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی، ۱۲۷۱ھ۔

۳۷۔ **حارث بن ابی اسامہ**، ابو محمد بن محمد بن داہر تمیمی بغدادی (۱۸۶۔۲۸۲ھ)۔ بغیة الباحث عن زوائد مسند الحارث۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مرکز خدمة السنة والسیرة النبویہ، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۳۸۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/ ۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ تسمیة من أخرجهم البخاری ومسلم۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب، ۱۴۰۷ھ۔

۳۹۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/ ۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔

المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۴۰۔ حاکم، ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/ ۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ معرفة علوم الحديث۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء۔

۴۱۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/ ۸۸۴۔ ۹٦۵ء)۔ الثقات۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۴۲۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/ ۸۸۴۔ ۹٦۵ء)۔ الصحيح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۴۳۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/ ۸۸۴۔ ۹٦۵ء)۔ مشاهير علماء الأمصار۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۵۹ء۔

۴۴۔ ابن حجر ہیتمی، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی مکی (۹۰۹۔ ۹۷۳ھ/ ۱۵۰۳۔۱۵٦٦ء)۔ الخيرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء۔

۴۵۔ ابن حجر ہیتمی، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن محمد بن علی مکی (۹۰۹۔ ۹۷۳ھ/ ۱۵۰۳۔۱۵٦٦ء)۔ الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۹۷ء۔

۴٦۔ ابن حزم، علی بن احمد بن سعید اندلسی (۳۸۴۔۴۵٦ھ/ ۹۹۴۔۱۰٦۴ء)۔ الإحكام في أصول الأحكام۔ قاہرہ، مصر: دارالحدیث، ۱۴۰۴ھ۔

۴۷۔ ابن حزم، علی بن احمد بن سعید اندلسی (۳۸۴۔۴۵٦ھ/ ۹۹۴۔۱۰٦۴ء)۔ أسماء الصحابة الرواة۔

۴۸۔ **ابن حزم**، علی بن احمد بن سعید اندلسی (۳۸۴۔۴۵٦ھ/ ۹۹۴۔۱۰٦۴ء)۔ الفصل فی الملل والنحل۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء۔

۴۹۔ **حسن بن حسین طولونی**، ابن احمد حنفی (۸۳٦۔۹۰۹ھ)۔ مناقب الأئمة الأربعة۔

۵۰۔ **حصکفی**، صدر الدین موسیٰ بن زکریا (٦۵۰ھ)۔ مسند الإمام الأعظم۔ کراچی، پاکستان: میر محمد کتب خانہ مرکزِ علم وادب۔

۵۱۔ **حکیم ترمذی**، ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر۔ نوادر الأصول فی أحادیث الرسول ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۹۲ء۔

۵۲۔ **حمیدی**، ابو بکر عبداللہ بن زبیر (۲۱۹ھ/۸۳۴ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبة المتنبی۔

۵۳۔ **ابوحنیفہ**، امامِ اعظم نعمان بن ثابت (۸۰۔۱۵۰ھ)۔ الرسالة إلى عثمان البتي (مجموعة کتب الشیخ زاھد الکوثری)۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ۔

۵۴۔ **ابوحنیفہ**، امامِ اعظم نعمان بن ثابت (۸۰۔۱۵۰ھ)۔ الفقه الاکبر مع الشرح لملّا علی القاري۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۵۵۔ **ابو حنیفہ**، امامِ اعظم نعمان بن ثابت (۸۰۔۱۵۰ھ)۔ الوصية في التوحيد (مجموعة العقيدة وعلم الكلام للشيخ زاهد الكوثری)۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء۔

۵٦۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۵۷۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔۴٦۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ تاریخ بغداد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۵۸۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔ ۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۳ھ۔

۵۹۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔ ۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **الرحلة في طلب الحديث**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۵ھ۔

۶۰۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔ ۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **الكفاية في علم الرواية**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: المکتبۃ العلمیۃ۔

۶۱۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔ ۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **نصيحة أهل الحديث**۔ زرقاء، اردن: مکتبۃ المنار، ۱۴۰۸ھ۔

۶۲۔ **ابنِ خلکان**، ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان (۶۰۸۔ ۶۸۱ھ)۔ **وفيات الأعيان وأنباء الزمان**۔ بیروت، لبنان: دار الثقافۃ، ۱۹۶۸ء۔

۶۳۔ **خلیفہ بن خیاط**، ابو عمر لیثی عصفری (۱۶۰۔۲۴۰ھ)۔ **الطبقات**۔ ریاض، سعودی عرب: دار طیبہ، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۶۴۔ **خوارزمی**، ابو المؤید محمد بن محمود (۵۹۳۔۶۶۵ھ)۔ **جامع المسانيد للإمام أبي حنيفة**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۶۵۔ **دارقطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ **رؤية الله**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ القرآن۔

۶۶۔ **دارقطنی**، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/ ۹۱۸۔۹۹۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔

۶۷۔ **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۶۸۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۶۹۔ **دیار بکری**، حسین بن محمد بن حسن مالکی (۹۶۶ھ)۔ تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ شعبان، ۱۲۸۳ھ۔

۷۰۔ **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ ہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳۔ ۱۱۱۵ء)۔ الفردوس بمأثور الخطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۷۱۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ تذکرۃ الحفاظ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۷۲۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ سیر أعلام النبلاء۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۳ھ۔

۷۳۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ الکاشف في معرفۃ من لہ روایۃ في الکتب الستۃ۔ جدہ، سعودی عرب: دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ، ۱۴۱۳ھ۔

۷۴۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ المغني فی الضعفاء۔

۷۵۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ ذکر أسماء من تکلم فیہ وھو موثق۔ زرقاء، اردن: مکتبۃ المنار، ۱۴۰۶ھ۔

۷۶۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه**۔ مصر: دار الکتاب العربی۔

۷۷۔ **رامہرمزی**، حسن بن عبد الرحمٰن (۲۶۰۔ ۳۶۰ھ) ۔ **المحدّث الفاصل بين الراوی والواعی**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۴ھ۔

۷۸۔ **ابن راہویہ**، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبداللہ (۱۶۱۔ ۲۳۷ھ/ ۷۷۸۔۸۵۱ء)۔ **المسند**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۷۹۔ **رویانی**، ابوبکر محمد بن ہارون (۳۰۷ھ)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، ۱۴۱۶ھ۔

۸۰۔ **زاہد الکوثری**، محمد (۱۲۹۶۔۱۳۷۱ھ)۔ **تحقيق على مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه للذهبي**۔ مصر: دار الکتاب العربی۔

۸۱۔ **ابن زبر ربعی**، محمد بن عبداللہ بن احمد بن سلیمان (۲۹۸۔ ۳۹۷ھ)۔ **تاريخ مولد العلماء ووفياتهم**۔ ریاض، سعودی عرب: دار العاصمۃ، ۱۴۱۰ھ۔

۸۲۔ **زرقانی**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری أزہری مالکی (۱۰۵۵۔۱۱۲۲ھ/ ۱۶۴۵۔۱۷۱۰ء)۔ **شرح الموطأ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ۔

۸۳۔ **ابوزہرۃ**، محمد۔ **أبو حنيفة: حياته وعصره۔ آراؤه وفقهه**۔ دار الفکر العربی۔

۸۴۔ **زیلعی**، جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی (۷۶۲ھ)۔ **نصب الراية لأحاديث الهداية**۔ لاہور، پاکستان: دار نشر الکتب الاسلامیۃ، ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء۔

۸۵۔ **زین الدین عراقی**، ابو زرعہ عبد الرحیم بن حسین (۸۰۶ھ/۱۴۰۳ء)۔ **التقييد**

والإیضاح لما أطلق وأغلق من کتاب ابن الصلاح۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۷۰ء۔

۸۶۔ **زین الدین عراقی**، ابو زرعہ عبد الرحیم بن حسین (۸۰۶ھ)۔ فتح المغیث بشرح ألفیۃ الحدیث۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

۸۷۔ **سبط ابن جوزی**، ابو مظفر جمال الدین یوسف بن فرغل بغدادی (۶۵۴ھ)۔ الانتصار والترجیح للمذھب الصحیح (مجموعۂ فقہ زاہد الکوثری)۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء۔

۸۸۔ **سبط ابن جوزی**، ابو مظفر جمال الدین یوسف بن فرغل بغدادی (۶۵۴ھ)۔ تذکرۃ الخواص۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ أہل بیت، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۸۹۔ **سبکی**، تاج الدین بن علی بن عبد الکافی (۷۲۷۔۷۷۱ھ)۔ طبقات الشافعیۃ الکبری۔ ہجر للطباعۃ والنشر، ۱۴۱۳ھ۔

۹۰۔ **سخاوی**، ابو الخیر شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن بن محمد بن ابی بکر شافعی (۸۳۱۔ ۹۰۲ھ)۔ فتح المغیث بشرح ألفیۃ الحدیث۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۹۱۔ **ابن السری**، ہناد کوفی (۱۵۲۔۲۴۳ھ)۔ الزھد۔ کویت: دار الخلفاء للکتاب، ۱۴۰۶ھ۔

۹۲۔ **ابن سعد**، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/ ۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۹۳۔ **سعید بن منصور**، ابو عثمان خراسانی (۲۲۷ھ)۔ السنن۔ بھارت: الدار السلفیۃ، ۱۴۰۳ھ۔

۹۴۔ **سلیمان بن خلف الباجی**، ابو ولید ابن سعد (۴۰۳۔۴۷۴ھ)۔ التعدیل

والتجریح۔ ریاض، سعودی عرب: دار اللواء للنشر، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۹۵۔ **سمعانی،** ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی (۵۶۲ھ)۔ **أدب الإملاء والاستملاء،** بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۹۶۔ **سمعانی،** ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تمیمی (۵۶۲ھ)۔ **الأنساب،** بیروت، لبنان، دار الفکر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۹۷۔ **سنبلی،** محمد حسن (۱۳۰۵ھ)۔ **تنسیق النظام فی مسند الإمام الأعظم للحصکفی۔** کراچی، پاکستان: میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب۔

۹۸۔ **ابن السنی،** احمد بن محمد بن اسحاق دینوری شافعی (۳۶۴ھ)۔ **عمل الیوم واللیلۃ۔** جدہ، سعودی عرب/ بیروت، لبنان: دار القبلۃ للثقافۃ۔

۹۹۔ **سیوطی،** جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **تبییض الصحیفۃ بمناقب أبي حنیفۃ۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۰۰۔ **سیوطی،** جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **تدریب الراوي فی شرح تقریب النواوي۔** ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الریاض الحدیثۃ۔

۱۰۱۔ **سیوطی،** جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔ ۱۵۰۵ء)۔ **شرح سنن ابن ماجه۔** کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

۱۰۲۔ **سیوطی،** جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ **طبقات الحفاظ۔** بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۱۰۳۔ **شافعی**، ابوعبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰۔۲۰۴ھ/ ۷۶۷۔۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ

۱۰۴۔ **شاہ ولی اللہ**، محدّث دہلوی (۱۱۱۴۔۱۱۷۴ھ/۱۷۰۳۔۱۷۶۲ء)۔ حجة اللہ البالغة۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۱۰۵۔ **شاہ ولی اللہ**، محدّث دہلوی (۱۱۱۴۔۱۱۷۴ھ/ ۱۷۰۳۔۱۷۶۲ء)۔ الفوز الکبیر فی أصول التفسیر۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

۱۰۶۔ **شاہ ولی اللہ**، محدّث دہلوی (۱۱۱۴۔۱۱۷۴ھ/ ۱۷۰۳۔۱۷۶۲ء)۔ المسوی شرح الموطأ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۲ء۔

۱۰۷۔ **شبلنجی**، مومن بن حسن مومن۔ نور الأبصار فی مناقب آل بیت النبي المختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۱۰۸۔ **شعرانی**، ابوالمواہب عبد الوہاب احمد بن علی انصاری شافعی (۹۰۰۔۹۷۳ھ/ ۱۴۹۳۔ ۱۵۶۵ء)۔ المیزان الکبری۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء۔

۱۰۹۔ **شہرستانی**، ابو الفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد (۴۷۹۔۵۴۸ھ)۔ الملل والنحل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۴ھ۔

۱۱۰۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/ ۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۱۱۱۔ **شیرازی**، ابوبکر احمد بن عبد الرحمٰن بن احمد بن محمد بن موسیٰ (۴۰۷ھ)۔ الألقاب۔

۱۱۲۔ **صالحی**، ابوعبداللہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی (۹۴۲ھ)۔ عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة النعمان۔ کراچی، پاکستان: مکتبۃ الشیخ۔

۱۱۳۔ **ابن الصلاح**، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہروزی (۵۷۷۔۶۴۳ھ)۔ صیانة

صحيح مسلم من الإخلال والغلط وحمايته من الإسقاط والسقط۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۴۰۸ھ۔

۱۱۴۔ **ابن الصلاح**، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہر وزی (۵۷۷۔۶۴۳ھ)۔ **علوم الحديث** (المعروف مقدمة ابن الصلاح مع التقييد والإيضاح)۔ اکوڑہ خٹک، پاکستان: ناشر جلال الدین افغانی/ مدینہ منورہ: سعودی عرب: المکتبۃ السلفیۃ، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء۔

۱۱۵۔ **صیداوی**، ابو حسین محمد بن أحمد بن جمیع (۳۰۵۔ ۴۰۲)۔ **معجم الشيوخ**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ۔

۱۱۶۔ **صیمری**، ابوعبداللہ حسین بن علی (۴۳۶ھ)۔ **أخبار أبي حنيفة وأصحابه**، حیدرآباد، بھارت، مطبعۃ المعارف الشرقیۃ ،۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء۔

۱۱۷۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **مسند الشاميين**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۱۸۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الأوسط**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۱۹۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الصغير**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء۔

۱۲۰۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ **المعجم الكبير**۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۱۲۱۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **تاريخ الأمم والملوك**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۲۲۔ **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/ ۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ **جامع البيان**

فی تفسیر القرآن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۲۳۔ **طحاوی**، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ شرح معاني الآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔

۱۲۴۔ **طحاوی**، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ مَشکل الآثار۔ حیدر آباد، دکن: بھارت، مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، ۱۳۳۳ھ/ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۱۲۵۔ **طیالسی**، ابوداود سلیمان بن داود جارود (۱۳۳۔۲۰۴ھ/ ۷۵۱۔۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

۱۲۶۔ **ابن ابی عاصم**، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶۔۲۸۷ھ/ ۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ الآحاد والمثانی۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایۃ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۱۲۷۔ **ابن ابی عاصم**، ابوبکر بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶۔۲۸۷ھ/ ۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ السنۃ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

۱۲۸۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ الاستیعاب في معرفۃ الأصحاب۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ۔

۱۲۹۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ الإنتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقھاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۳۰۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ التمھید۔ مغرب (مراکش): وزات عموم الأوقاف، ۱۳۸۷ھ۔

۱۳۱۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ جامع بیان العلم وفضلہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۸ھ/

۱۹۷۸ء۔

۱۳۲۔ **عبد بن حمید**، ابو محمد بن نصر الکسی (۲۴۹ھ/۸۶۳ء)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۱۳۳۔ **عبد الحفیظ فرغلی، حمزہ نسترنی، عبد الحمید مصطفیٰ**۔ سیرۃ آل بیت النبي ﷺ۔ المکتبۃ القیمۃ۔

۱۳۴۔ **عبد الرزاق**، ابو بکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶۔۲۱۱ھ/ ۷۴۴۔۸۲۶ء)۔ **المصنف**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۱۳۵۔ **عبد اللہ بن مبارک**، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح المروزی (۱۱۸۔۱۸۱ھ /۷۳۶۔۷۹۸ء)۔ **کتاب الزھد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۳۶۔ **عبدالوھاب خلاف**۔ **علم أصول الفقه**۔ کویت: دار القلم، ۱۹۷۸ء۔

۱۳۷۔ **ابن عبد الہادی**، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الحمید بن قدامہ مقدسی حنبلی (۷۰۵۔۷۴۴ھ)۔ **مختصر طبقات علماء الحدیث**۔

۱۳۸۔ **عجلونی**، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد الہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷۔۱۱۶۲ھ/ ۱۶۷۶۔۱۷۴۹ء)۔ **کشف الخفاء ومزیل الألباس**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۱۳۹۔ **عجلی**، ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح کوفی (۱۸۲۔۲۶۱ھ)۔ **معرفۃ الثقات**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۴۰۔ **ابن عدی**، عبداللہ بن عدی بن عبداللہ محمد بن المبارک، ابو احمد جرجانی (۲۷۷۔۳۶۵ھ)۔ **الکامل فی معرفۃ ضعفاء المحدّثین**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ ابن تیمیہ، ۱۹۹۳ء

۱۴۱۔ **ابن العدیم**، ابو القاسم کمال الدین عمر بن احمد بن ابی جرادہ (۵۸۸۔۶۶۰ھ)۔

بغیة الطلب فی تاریخ حلب۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۱۴۲۔ **ابن عساکر،** ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹۔ ۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ **تاریخ مدینة دمشق۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۱۴۳۔ **عسقلانی،** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **الإصابة فی تمییز الصحابة۔** بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء۔

۱۴۴۔ **عسقلانی،** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تعجیل المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة۔** بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

۱۴۵۔ **عسقلانی،** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تقریب التهذیب۔** شام: دار الرشید، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۱۴۶۔ **عسقلانی،** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **تهذیب التهذیب۔** بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء

۱۴۷۔ **عسقلانی،** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **نزهَة النظر بشرح نخبة الفکر۔** قاہرہ، مصر: مکتبۃ التراث الاسلامی۔

۱۴۸۔ **عسقلانی،** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ **فتح الباری بشرح صحیح البخاری۔** بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۱۴۹۔ **عسقلانی،** احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔

۱۴۴۹ء)۔ لسان المیزان۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الاعلمی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۱۵۰۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔ ۱۴۴۹ء)۔ المعجم المفهرس أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة والأجزاء المنثورة۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء۔

۱۵۱۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔ ۱۴۴۹ء)۔ هدي الساري مقدمة فتح الباري۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۱۵۲۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔ ۱۴۴۹ء)۔ النکت علی کتاب ابن الصلاح۔

۱۵۳۔ **عقیلی**، ابو جعفر محمد بن عمر بن موسیٰ (۳۲۲ھ)۔ الضعفاء الكبير۔ بیروت، لبنان: دار المکتبۃ العلمیۃ، ۱۹۸۴ھ۔

۱۵۴۔ **علائی**، ابو سعید بن خلیل بن کیکلدی (۶۹۴۔۷۶۱ھ)۔ جامع التحصيل في أحكام المراسيل۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۱۵۵۔ **ابن عماد**، عبد الحی بن احمد بن محمد عکری حنبلی (۱۰۳۲۔۱۰۸۹ھ)۔ شذرات الذهب في أخبار من ذهب۔ دمشق: شام، دار ابن کثیر، ۱۴۰۶ھ۔

۱۵۶۔ **ابو عوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشا پوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔ ۹۲۸ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۱۵۷۔ **ابن غطریف**، ابو احمد محمد بن احمد جرجانی (۳۷۷ھ)۔ الجزء۔ بیروت، لبنان: دار البشائر الاسلامیۃ، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء۔

۱۵۸۔ **فاکہی**، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن عباس مکی (۲۱۷۔ ۲۷۵ھ)۔ أخبار مكة في قديم الدهر وحديثه۔ بیروت، لبنان: دار خضر، ۱۴۱۴ھ۔

۱۵۹۔ **فریابی**، ابو بکر جعفر بن محمد بن حسن (۲۰۷۔۳۰۱ھ)۔ الصيام۔ بمبئی، بھارت: دار

الکتب السّلفیہ، ۱۴۱۲ھ۔

۱۶۰۔ **فسوی**، ابو یوسف یعقوب بن سفیان (۲۷۷ھ)۔ **المعرفة والتاریخ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۱۶۱۔ **ابن قانع**، ابو الحسین عبد الباقی (۲۶۵۔۳۵۱ھ)۔ **معجم الصحابة**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، ۱۴۱۸ھ۔

۱۶۲۔ **قرشی**، عبد القادر بن محمد بن محمد ابن ابی الوفاء قرشی مصری (۶۹۶۔۷۷۵ھ/ ۱۲۹۷۔۱۳۷۳ء)۔ **الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية**۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء۔

۱۶۳۔ **قرطبی**، ابوعبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ بن مفرج اُموی (۲۸۴۔۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ **الجامع لأحكام القرآن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۶۴۔ **قزوینی**، عبدالکریم بن محمد الرافعی۔ **التدوين في أخبار قزوين**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۷ء۔

۱۶۵۔ **قسطلانی**، ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔ ۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ **إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۰۴ھ۔

۱۶۶۔ **قضاعی**، ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر (۴۵۴ھ)۔ **مسند الشهاب**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۶۷۔ **ابن ابی زید قیروانی**، ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید عبد الرحمٰن نغزی مالکی (۳۱۰۔ ۳۸۶ھ)۔ **الجامع**۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی۔

۱۶۸۔ **ابن قیسرانی**، ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد مقدسی (۴۴۸۔۵۰۷ھ/۱۰۵۶۔

۱۳۱۱ء)۔ تذکرة الحفاظ۔ ریاض، سعودی عرب: دار الصمیعی، ۱۴۱۵ھ۔

۱۶۹۔ **ابن قیم**، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر ایوب زرعی (۶۹۱۔ ۷۵۱ھ)۔ أعلام الموقعین عن رب العالمین۔ بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۹۷۳ء۔

۱۷۰۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ اختصار علوم الحدیث۔ بیروت، لبنان: مکتبۃ المعارف۔

۱۷۱۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ البدایة والنهایة۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔

۱۷۲۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔

۱۷۳۔ **کردری**، محمد بن محمد بن شہاب ابنِ بزاز (۸۲۷ھ)۔ مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفة۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۷۴۔ **کلاباذی**، ابو نصر احمد بن محمد بن حسین بخاری (۳۲۳۔۳۹۸ھ)۔ رجال صحیح البخاري۔ بیروت، لبنان: دار المعرفة، ۱۴۰۷ھ۔

۱۷۵۔ **کنانی**، احمد بن ابی بکر بن اسماعیل (۷۶۲۔۸۴۰ھ)۔ مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه۔ بیروت، لبنان: دار العربیة، ۱۴۰۳ھ۔

۱۷۶۔ **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۷۷۔ **ابن ماکولا**، علی بن هبة اللہ بن ابی نصر (۴۲۲۔۴۷۵ھ)۔ الإکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف فی الأسماء والکنی والأنساب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ۔

۱۷۸۔ **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (۹۳۔۱۷۹ھ/

۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ الموطأ۔ بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۷۹۔ **مبارک پوری**، ابو العلا محمد عبد الرحمان بن عبد الرحیم (۱۲۸۳۔۱۳۵۳ھ)۔ تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۸۰۔ **محمد بن علوی**، مالکی مکی (متوفی ۱۴۲۵ھ)۔ المنهل اللطيف في أصول الحديث الشريف۔ جدہ، سعودی عرب: مطابع سحر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔

۱۸۱۔ **محمد بن علی الصوری**، ابو علی (۳۷۶۔۴۴۱ھ)۔ الفوائد المنتقاۃ۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۱۸۲۔ **محمد شیبانی**، ابوعبداللہ ابن حسن بن فرقد کوفی (۱۳۲۔۱۸۹ھ)۔ کتاب الآثار۔ کراچی، پاکستان: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۸۳۔ **محمد شیبانی**، ابوعبداللہ ابن حسن بن فرقد کوفی (۱۳۲۔۱۸۹ھ)۔ الحجۃ علی أھل المدینۃ۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۳ھ۔

۱۸۴۔ **محمود شکری آلوسی**۔ مختصر التحفۃ الإثنی عشریۃ۔

۱۸۵۔ **مرتضیٰ زبیدی**، سید ابو الفیض محمد بن محمد بن محمد حسینی (۱۲۰۵ھ)۔ عُقود الجواھر المنیفۃ فی أدلۃ مذھب الإمام أبي حنیفۃ مما وافق فیه الأئمۃ الستۃ أو أحدھم۔ پاکستان، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی۔

۱۸۶۔ **مرعی**، ابن یوسف بن ابی بکر بن احمد کرمی مقدسی حنبلی (۱۰۳۳ھ)۔ کتاب تنویر بصائر المقلدین في مناقب الأئمۃ المجتھدین۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۱۸۷۔ **مزی**، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ تھذیب الکمال۔ بیروت، لبنان:

مؤسسة الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۱۸۸۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۸۹۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الکنی والأسماء**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: الجامعۃ الاسلامیۃ، ۱۴۰۴ھ۔

۱۹۰۔ **معمر بن راشد**، ابو عروہ أزدی حدانی بصری (۹۶۔۱۵۴ھ)۔ **الجامع**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ۔

۱۹۱۔ **ابن مفلح**، برہان الدین ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد (۸۸۴ھ)۔ **المقصد الأرشد فی ذکر أصحاب الإمام أحمد**، ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ۱۹۹۰ء۔

۱۹۲۔ **مقریزی**، ابو محمد تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر شافعی (۷۶۶ھ۔ ۸۴۵ھ)۔ **المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار**۔

۱۹۳۔ **ملا علی قاری**، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء)۔ **مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح**۔ بمبئی، بھارت: اصح المطابع۔

۱۹۴۔ **مناوی**، عبد الرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲۔۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵۔۱۶۲۱ء)۔ **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ۔

۱۹۵۔ **ابن منجویہ**، ابو بکر احمد بن علی الاصبہانی (۳۴۷۔ ۴۲۸ھ)۔ **رجال مسلم**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۹۶۔ **ابن مندہ**، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ (۳۱۰۔۳۹۵ھ/ ۹۲۲۔۱۰۰۵ء)۔ **شروط الأئمۃ**۔ ریاض، سعودی عرب: دار المسلم، ۱۴۱۴ھ۔

۱۹۷۔ **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱۔ ۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔۱۲۵۸ء)۔ الترغیب والترهیب من الحدیث الشریف۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۱۹۸۔ **موفق**، ابن احمد بن محمد مکی (۴۸۴۔ ۵۶۸ھ)۔ مناقب الإمام الأعظم أبي حنیفۃ۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۱۹۹۔ **ابن نجیم**، زین بن ابرہیم بن محمد بن محمد بن بکر حنفی (۹۲۶۔۹۷۰ھ)۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۲۰۰۔ **ابن ندیم**، ابو الفرج محمد بن اسحاق (۳۸۰ھ/ ۹۹۰ء)۔ الفھرست۔

۲۰۱۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن۔ حلب، شام: مکتب المطبوعات، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۲۰۲۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن الکبری۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۲۰۳۔ **ابو نعیم اصبہانی**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ تاریخ أصبھان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۲۰۴۔ **ابو نعیم اصبہانی**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ حلیۃ الأولیاء وطبقات الأصفیاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۲۰۵۔ **ابو نعیم اصبہانی**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ مسند الإمام أبي حنیفۃ ۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الکوثر، ۱۴۱۵ھ۔

۲۰۶۔ **ابونعیم اصبہانی**، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران (۳۳۶۔ ۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ مسند الإمام أبي حنيفة (مع التحقيق عبدالشهيد النعمانى)۔ اسلام آباد، پاکستان: مجمع البحوث الاسلامیۃ، ۲۰۰۰ء۔

۲۰۷۔ **ابن النقطہ**، ابو بکر محمد بن عبد الغنی بغدادی حنبلی (۵۷۴۔۶۲۹ھ)۔ التقییید لمعرفة رواة السنن و المسانيد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۲۰۸۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ تهذيب الأسماء واللغات۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۲۰۹۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ شرح النووي على صحيح مسلم۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ۔

۲۱۰۔ **واسطی**، اسلم بن سہل رزاز (المتوفی ۲۹۲ھ)۔ تاریخ واسط۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۶ھ۔

۲۱۱۔ **وہبہ زحیلی** ۔الوجيز في أصول الفقه۔ بیروت، لبنان: دار الفکر المعاصر، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۲۱۲۔ **ابن ہاشم ٹھٹھوی**، مخدوم محمد سندھی (۱۱۷۴ھ)۔ إتحاف الأكابر بمرويات الشيخ عبد القادر (مخطوطہ)۔

۲۱۳۔ **ہبۃ اللہ لالکائی**، ابو قاسم ابن حسن بن منصور (۴۱۸ھ)۔ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة من الكتاب والسنة وإجماع الصحابة۔ ریاض، سعودی عرب، دار طیبہ، ۱۴۰۲ھ۔

۲۱۴۔ **ابن ہشام**، ابو محمد عبد الملک حمیری (۲۱۳ھ/ ۸۲۸ء)۔ السيرة النبوية۔ بیروت،

لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۱ھ۔

۲۱۵۔ **ابن الہمام**، کمال الدین محمد بن عبد الواحد سیواسی سکندری (۷۹۰۔۸۶۱ھ)۔ **فتح القدیر شرح الهداية**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۲۱۶۔ **ہندی**، حسام الدین، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ **كنز العمّال فی سنن الأقوال والأفعال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۹۸۹ء۔

۲۱۷۔ **ہیثمی**، ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۲۱۸۔ **ہیثمی**، ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ **موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۲۱۹۔ **یافعی**، ابو محمد عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان (۷۶۸ھ)۔ **مرآة الجنان وعبرة اليقظان**، قاہرہ، مصر: دار الکتاب الاسلامی، ۱۴۱۳ھ۔

۲۲۰۔ **یاقوت حموی**، ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ بغدادی (۶۲۶ھ)۔ **معجم البلدان**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

۲۲۱۔ **یحییٰ بن معین**، ابو زکریا (۱۵۸۔۲۳۳ھ)۔ **تاريخ ابن معين (رواية الدوري)**۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مرکز البحث العلمی، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۲۲۲۔ **یعقوبی**، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب عباسی (۲۸۴ھ/ ۸۹۷ء)۔ **تاريخ اليعقوبی**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۲۲۳۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المسند**۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۲۲۴۔ **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ **المعجم**۔ فیصل آباد، پاکستان: ادارۃ العلوم الاثریہ، ۱۴۰۷ھ۔

۲۲۵۔ **ابو یعلی خلیلی**، خلیل بن عبد اللہ بن احمد قزوینی (۳٦۷۔۴۴٦ھ)۔ **الإرشاد فی معرفة علماء الحديث**۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۲۲٦۔ **ابو یوسف**، یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۸۲ھ)۔ **کتاب الآثار**۔ سانگلہ ہل، شیخوپورہ، پاکستان: المکتبۃ الاثریۃ/ بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ۔